تاریخ احمدیت

جلد شانزدہم

(۱۶)

۱۹۵۳ء (۱۳۳۲ہش) کے ایامِ ابتلاء میں پاکستانی احمدیوں کا
مثالی نمونۂ صبر و رضا اور اس کی عظیم برکات

اور

تحقیقاتی عدالت کی مفصّل رُوداد

مؤلفہ
دوست محمد شاہد

نام کتاب	:	تاریخ احمدیت جلد پانزدہم
مرتبہ	:	مولانا دوست محمد شاہد
موجودہ ایڈیشن	:	2007
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت قادیان
مطبع	:	پرنٹ ویل امرتسر

ISBN - 181-7912-122-4

TAAREEKHE-AHMADIYYAT

(History of Ahmadiyyat

Vol-15 (Urdu)

By: Dost Mohammad Shahid

Present Edition : 2007

Published by: Nazarat Nashro Ishaat Qadian-143516

Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA

Printed at : Printwell Amritsar

ISBN - 181-7912-122-4

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل فرماتے ہوئے اس زمانہ کے مصلح امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا کی۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے کس طرح دُنیا کی کایا پلٹ دی اس کا تذکرہ تاریخ اسلام میں جابجا پڑھنے کو ملتا ہے۔ تاریخ اسلام پر بہت سے مؤرخین نے قلم اٹھایا ہے۔

کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کیلئے اُن کی آنے والی نسلوں کو گذشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے تا وہ یہ دیکھیں کہ اُن کے بزرگوں نے کس کس موقعہ پر کیسی کیسی دین کی خاطر قربانیاں کی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ بہت پرانی تو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے الٰہی ثمرات سے لدی ہوئی ہے۔ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی قربانیوں میں آگے بڑھ سکیں اس غرض کے مدنظر ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنی تاریخ کو مرتب کرتی ہیں۔

احمدیت کی بنیاد آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل پڑی۔ احمدیت کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا فرمائی۔ اس غرض کیلئے حضور انور رضی اللہ عنہ نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کو اس اہم فریضہ کی ذمہ داری سونپی جب اس پر کچھ کام ہو گیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصنّفین پر ڈالی جس کے نگران محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔ بہت سی جلدیں اس ادارہ کے تحت شائع ہوئی ہیں بعد میں دفتر اشاعت ربوہ نے تاریخِ احمدیت کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جس کی اب تک 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ابتدائی جلدوں پر پھر سے کام شروع ہوا اس کو کمپوز کر کے اور غلطیوں کی درستی کے بعد دفتر اشاعت ربوہ نے

اس کی دوبارہ اشاعت شروع کی ہے۔ نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۱۶ کو جلد نمبر ۱۵ بنایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان سفر کے دوران تاریخِ احمدیت کی تمام جلدوں کو ہندوستان سے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر نظارت نشر و اشاعت قادیان بھی تاریخِ احمدیت کے مکمل سیٹ کو شائع کر رہی ہے ایڈیشن اوّل کی تمام جلدوں میں جو غلطیاں سامنے آئی تھیں ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔ موجودہ جلد پہلے سے شائع شدہ جلد کا عکس لیکر شائع کی گئی ہے چونکہ پہلی اشاعت میں بعض جگہوں پر طباعت کے لحاظ سے عبارتیں بہت خستہ تھیں اُن کو حتی الوسع ہاتھ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خستہ عبارت درست ہونے سے رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اس وقت جو جلد آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد پانزدہم کے طور پر پیش ہے۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس اشاعت کو جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین۔

خاکسار

برہان احمد ظفر درّانی

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

ا

فہرست

تاریخ احمدیت جلد ششدہم

(مرتبہ منیر احمد منور شاہد)

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۲
اخلاق سوز مظاہرے	۳
نبی کے نام پر	۳
پاکستان کے خلاف بغاوت	۷
جماعت احمدیہ کے خلاف وسیع پیمانے پر تشدد	۱۷
حصہ اوّل	
پہلا باب	
اضلاع راولپنڈی، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کی احمدی جماعتوں کے واقعات	
فصل اوّل	
راولپنڈی شہر	۲۴
بیتِ احمدیہ راولپنڈی	۲۵
مکان امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی	۲۹
نور آرٹ پریس، پاک ریسٹورنٹ، شافی کیمسٹ شاپ	۳۰
نیشنل میڈیکل ہال، برلاس سائیکل ورکس	۳۱
پنجاب موٹر سٹور، صرافہ شاپ	۳۲
احمدیہ کمرشل کالج	۳۳
ایک معزز غیر احمدی نوجوان کا دردناک قتل	۳۴
فصل دوم	
ضلع گوجرانوالہ	۳۶
احمدیوں کے بیانات	۳۸
ضلع میں شورش کے دوسرے مراکز	۶۴
فصل سوم	
ضلع سیالکوٹ	۶۵
سیالکوٹ شہر کے واقعات	۶۷
ضلع سیالکوٹ کے دوسرے مقامات کے واقعات	۷۴

عنوان	صفحہ
پسرور	۷۵
ڈسکہ	۷۶
موضع دھیدووالی، بھمبانوالہ، ملیانوالہ	۷۸
ڈنگری پریاں	۸۷
موضع ترسکہ	۸۸
موضع ڈیرووال	۸۹
سمبڑیال	۸۹
منڈیکے بیریاں، ومبہ، نین کے تورووے، ترسکہ	۸۹
چونڈہ	۹۰
شہزادہ، کھیوہ باجوہ	۹۱
کلاسوالہ	۹۲
داتہ زیدکا	۹۳
دوسرا باب	
اضلاع شیخوپورہ، لائلپور (فیصل آباد) اور جھنگ کی احمدی جماعتوں کے واقعات	
فصل اوّل۔ ضلع شیخوپورہ	۹۴
شیخوپورہ شہر	
شاہ کوٹ، ستھیالی، سانگلہ ہل، ہمراجپور، واربرٹن	۹۶ تا ۱۰۳
منڈی مریدکے، سیدوالا، گرمولہ، بھوڑو، ننکانہ صاحب، آنبہ، بلرکے، اکرم پورہ، ہمرپانوالہ	
فصل دوم	
ضلع لائلپور (فیصل آباد)	۱۰۴
لائلپور شہر کے واقعات	۱۰۴
مضافاتِ لائلپور کے واقعات، چک جھمرہ، چک ۲۶۱ ج۔ب چک ۱۹۴ R.B تحصیل جڑانوالہ، ڈجکوٹ، سمندری، جڑانوالہ چک نمبر ۱۱۹ گ۔ب چک ۵۶، چک ۵۰۷، جلیانوالہ متصل گوجرہ، چک ۳۶ تھانہ ستیانہ	۱۱۲ تا ۱۲۶
فصل سوم۔ ضلع جھنگ	۱۲۶
ربوہ اور اس کا ماحول پُرفتن ایام میں	۱۲۷ تا ۱۴۱
تیسرا باب	
اضلاع منٹگمری (ساہیوال) اور لاہور کی احمدی جماعتوں کے واقعات	۱۴۲
فصل اوّل ضلع منٹگمری (ساہیوال)	۱۴۳
اوکاڑہ کے واقعات چشم دید بیانات کی روشنی میں، مضافاتِ اوکاڑہ کے واقعات	۱۴۴ تا ۱۵۰
فصلِ دوم۔	
لاہور شہر اور اس کے مضافات	۱۵۱
لاہور اور اس کے ماحول کے واقعات (۶ مارچ ۱۹۵۳ء)	۱۵۳
رام گلی، بھاٹی گیٹ	۱۶۱ تا ۱۶۸

حالاتِ لاہور پر ایک طائرانہ نظر، موہن لال روڈ، نئی انارکلی، پرانی انارکلی، نیلا گنبد، راوی روڈ، رتن چند روڈ، بھاٹی گیٹ، چوک مسجد وزیر خاں، گمٹی بازار، بیرون دہلی دروازہ، میوہسپتال، فلیمنگ روڈ، گوالمنڈی، ریلوے روڈ، نسبت روڈ، قلعہ گوجر سنگھ، میکلیگن روڈ، میکلوڈ روڈ، ۱۹ میین روڈ، ٹمپل روڈ، ترنگ روڈ، عزیز روڈ، مصری شاہ، کاچھو پورہ، چاہ میراں روڈ، باغبان پورہ، دھرمپورہ، سلطان پورہ وسن پورہ گنج مغلپورہ	۱۶۸ تا ۱۷۵
شاہدرہ کے واقعات	۱۷۵
کوٹ رادھا کشن	۱۷۷
فسادات پنجاب اور حکومت کی پالیسی	۱۷۸
چوتھا باب	
ریاست بہاولپور، صوبہ سرحد، صوبہ سندھ اور مشرقی پاکستان کی احمدی جماعتوں کے واقعات حضرت مصلح موعود کے بیان فرمودہ پانچ ایمان افروز واقعات۔	۱۸۲
فصل اوّل۔ ریاست بہاولپور	۱۸۳
صادق آباد، ہارون آباد، بہاولنگر شہر و ضلع۔	۱۸۳ و ۱۸۴
فصل دوم۔ صوبہ سرحد	۱۸۵
فصلِ سوم۔ صوبہ سندھ	۱۸۷
فصلِ چہارم۔ مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش)	۱۹۲
اخبارات کے بعض شذرات	۱۹۳
قادیانی اور احرار	۱۹۳
حسرت ناک انجام	۱۹۴
فصلِ پنجم۔ حضرت مصلح موعود کے بیان فرمودہ بعض واقعات	۱۹۷
حصّہ دوم	
سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اور خاندانِ مہدی موعودؑ اور مرکزِ سلسلہ کے اہم واقعات	
پہلا باب	
حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی، حضرت مصلح موعودؓ کے روح پرور پیغامات	۲۰۵
ایک ضمنی نوٹ	۲۰۸
دوسرا باب	
جماعتوں کی صورتحال سے باخبر رہنے کا انتظام	۲۱۷
اطلاعات	۲۱۹
تیسرا باب	
ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کا نوٹس	۲۳۶

جنابِ گورنر صاحب پنجاب کا نوٹس ۲۴۰
حضرت مصلح موعود کا پُرشوکت جواب ۲۴۱
ہزایکسی لینسی گورنر صاحب کو جوابی مراسلہ ۲۴۲
اخبارات میں ذکر "مرزا بشیر الدین محمود کے نام حکم" ۲۴۵
ہوم سیکرٹری صاحب پنجاب کو اطلاع ۲۴۵
خدائی نشان کا ظہور۔ خطبہ جمعہ میں نوٹس پر عارفانہ تبصرہ ۲۴۷
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی غیرتِ ایمانی کا ایک واقعہ ۲۴۹
قصرِ خلافت کی تلاشی ۲۵۰
مخلص احمدیوں کی تلاشیاں اور گرفتاریاں ۲۵۲

چوتھا باب

حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی گرفتاری اور قید بامشقت اور جرمانہ، صبر و تحمل اور توکّل کے حیرت انگیز نمونے ۲۵۴
حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے دردناک اشعار ۲۵۶
بھارتی پریس کے تبصرے ۲۵۸
قید و بند میں رضا بالقضاء کا ایمان افروز مظاہرہ ۲۶۰
پہلی چشم دید شہادت ۲۶۱
دوسری شہادت ۲۷۰
حضرت مصلح موعودؓ کے ایک خطبہ جمعہ کی ضبطی ۲۷۶

پانچواں باب

مجلس مشاورت ۱۳۳۲ہش مطابق ۱۹۵۳ء ۲۷۹
مشاورت ۱۹۵۳ء کے لیے حضرت مصلح موعود کا رقم فرمودہ نوٹ ۲۸۱

چھٹا باب

سیدنا حضرت مصلح موعود کا اہم بیان۔ ہمارے عقائد ۲۸۲
ریڈیو پاکستان کراچی کا نشریہ، پاکستانی پریس میں بیان کی اشاعت ۲۸۵
خوش کُن اقدام ۲۸۹
بعض دوسری شخصیات کے تاثرات ۲۹۰

حصۂ سوم

تحقیقاتی عدالت میں وکلائے احمدیت کی کامیاب نمائندگی اور حضرت مصلح موعودؓ کا بصیرت افروز بیان اور اس کے اثرات ۲۹۲

پہلا باب

فسادات پنجاب کی تحقیقات کے لیے عدالت کا قیام ۲۹۴
نازک مرحلہ ۲۹۷

عنوان	صفحہ
لاہور میں ذیلی دفتر کا قیام	۳۰۰
جماعت احمدیہ کا لائحہ عمل	۳۰۵
عدالتی کمیشن کے لیے بحث کی لائن کا مختصر خاکہ	۳۰۹
حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات	۳۱۱
حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اہم مکتوب	۳۱۲
تحقیقاتی عدالت کی ابتدائی کارروائی	۳۱۹
حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اور مکتوب	۳۲۰
دوسرا باب	
تحقیقاتی کمیشن کے سات سوالوں کے جوابات	۳۲۴
تحقیقاتی کمیشن کے تین سوالوں کا جواب	۳۴۲
مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ	۳۵۹
سوال نمبر ۲ متعلق اعتراض عدم ہمدردیٔ مسلمانان	۳۵۹
جماعت احمدیہ کی طرف سے ترکی حکومت کی تائید، عربوں کی امداد، انڈونیشیا کی آزادی	۳۶۰
شدھی کا مقابلہ، سکھ حملہ آوروں کا مقابلہ اور ڈرنمان کی شرارت کا جواب، بہار اور کلکتہ کے فسادات	۳۶۱
بہار کے فسادات، کشمیر کمیٹی، باؤنڈری کمیشن	۳۶۲
کشمیر کی جنگ میں حصہ، تقسیم پنجاب کے وقت مسلمانوں سے تعاون	۳۶۳
مولانا محمد علی جوہر کی تصدیق	۳۶۴
سوال نمبر ۱ متعلق مخالفتِ پاکستان	۳۶۵
امام اور سیاست	۳۶۵
رسالہ "قادیانی مسئلہ" کا جواب	۳۶۶
آخری خطاب	۳۶۷
تیسرا باب	
حضرت مصلح موعودؓ کا عدالتی بیان	۳۷۱
بجواب سوالاتِ عدالت بتاریخ ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء	۳۸۰
چوہدری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ جماعتِ اسلامی کی جرح کے جواب میں	۳۸۳
مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نمائندہ مجلس عمل کی جرح کے جواب میں	۳۹۵
مولانا میکش کی جرح بتاریخ ۱۵/۱/۵۴	۳۹۸
مسٹر نذیر احمد خان ایڈووکیٹ کے مزید سوالات عدالت کی اجازت سے	۴۰۵
تحریری درخواست جو منجانب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ عدالت میں داخل کی گئی	۴۰۶
دوسری تحریری درخواست مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء	۴۰۷
غیر از جماعت معززین کے شاندار تاثرات	۴۰۸
عدالتی کارروائی کے دوران حضرت مصلح موعودؓ کے سفر ہائے لاہور	۴۱۴

چوتھا باب

تحقیقاتی عدالت میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے داخل کردہ تبصرے ۴۱۵
تفسیر قرآن دیباچہ تفسیر قرآن (انگریزی) کا فاضل جج صاحبان کو تحفہ ۴۱۸
حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کا اہم بیان ۴۱۹
وکلائے احمدیت کے زوردار بیانات ۴۲۳
احمدیوں کا عقیدہ ۴۳۶
تحقیقاتی عدالت میں بعض دوسرے بیانات ۴۴۰
اخبار "زمیندار" لاہور کے ایڈیٹر مولانا اختر علی صاحب کا بیان ۴۴۱
جماعت اسلامی کے سابق لیڈر مولانا امین احسن اصلاحی کا بیان ۴۴۲
چیف ایڈیٹر "زمیندار" مسٹر اے آر شبلی، جناب حمید نظامی مدیر روزنامہ "نوائے وقت" کا بیان ۴۴۳
ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب کا بیان ۴۴۴

پانچواں باب

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اور جماعت احمدیہ کی بریت و مظلومیت ۴۴۶
ایک افواہ اور اس کی تردید ۴۴۷
رپورٹ تحقیقاتی عدالت کا ایک اہم انکشاف ۴۴۹
مارشل لاء پر منتج ہونے والے کوائف ۴۴۹
صوبائی حکومت اور سیاسی لیڈروں کا طرز عمل ۴۵۰
فسادات کی ذمہ داری، مطالبات کا تجزیہ ۴۵۲
رپورٹ کے اختتامی الفاظ ۴۵۳
رپورٹ تحقیقاتی عدالت اور اعترازی الزامات کا جائزہ ۴۵۵
اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق اور علماء ۴۵۹
"مسلم" کی تعریف اور تحقیقاتی عدالت ۴۶۳
علماء کے تبصرے اور ان کا جواب ۴۷۱

چھٹا باب

نام نہاد "علمائے دین" کے افسوسناک بیانات کا شدید ردعمل ۴۷۲
علماء اور فتنۂ تکفیر - جمعیۃ العلمائے ہند کے ایک متوسل خصوصی کے قلم سے ۴۷۲
مسلمان کی تعریف - ایک غیر جانبدار ہندی مبصر کے قلم سے ۴۸۰
ایک اہل حدیث عالم دین کا نعرۂ حق ۴۸۹
برصغیر کے ممتاز ادیب اور سکالر کی رائے ۴۸۹
غیر مسلم دنیا میں اسلام اور پاکستان کی بدنامی ۴۹۰

حصۂ چہارم

عنوان	صفحہ
۱۹۵۳ء کے جماعتی ابتلاء کی عظیم الشان برکات	۴۹۸
پہلا باب	۴۹۹
نشاناتِ الٰہیہ کا ظہور	۵۰۰
دیوبندیوں کی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اغراض و مقاصد۔	۵۱۱
مجلس تحفظِ ختم نبوت کی "اسلامی خدمات"	۵۱۲
ختم نبوت کے نام پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی بندر بانٹ	۵۱۳
دوسرا باب	
جماعت احمدیہ کی ترقی اور استحکام	۵۳۱
تیسرا باب	
جماعت احمدیہ کی عالمی شہرت و عظمت میں اضافہ	۵۴۱
ہندوستان کا مسلم پریس	۵۴۱
مصری پریس	۵۵۴
امریکی پریس	۵۵۵
عالمی لٹریچر میں احمدیت کا ذکر	۵۶۲
حرفِ آخر	۵۷۴
ضمیمہ جات	۵۷۴
ضمیمہ نمبر۱ شہدائے احمدیت ۱۹۵۳ء	۵۷۵
ضمیمہ نمبر۲ اسیرانِ راہِ مولیٰ ۱۹۵۳ء	۵۷۶
ضمیمہ نمبر۳ مقامی جماعتوں کے کوائف بھجوانے والے احباب	۵۷۷
ضلع راولپنڈی	۵۷۷
ضلع گوجرانوالہ	۵۷۸
ضلع سیالکوٹ	۵۷۹
ضلع شیخوپورہ	۵۸۰
ضلع لائلپور (فیصل آباد)	۵۸۱
ضلع جھنگ	۵۸۳
ضلع لاہور	۵۸۴
ریاست بہاولپور	۵۸۴
صوبہ سندھ	۵۸۵
صوبہ سرحد	۵۸۵
ضمیمہ نمبر۴ دفتر اطلاعات سے متعلق بعض مراسلات	۵۸۷
ضمیمہ نمبر۵ تحقیقاتی عدالت سے متعلق ضروری خط و کتابت	۵۹۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّاصِر

مقدّمہ

فروری ۱۹۵۳ء کے آخر میں مغربی پاکستان خصوصاً اس کے صوبہ پنجاب میں فسادات کے شعلے بھڑک اٹھے جس پر ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء کا نفاذ عمل میں آیا۔
بعد ازاں جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم آر کیانی جیسے فاضل ججان پر مشتمل تحقیقاتی عدالت نے اس شورش کے عوامل اور دیگر ضروری احوال وکوائف کی نہایت محنت و عرقریزی سے چھان بین کی اور اپنی مفصل رپورٹ میں فسادات کی تفصیلات پر روشنی ڈالی اور ان کے پیچھے کارفرما عناصر کو بے نقاب کیا۔

ان فسادات میں لاقانونیت، ہنگامہ آرائی اور بدامنی کے اثرات و نتائج تین واضح صورتوں میں اُبھر آئے۔

اوّل ۔ اخلاق سوز مظاہرے ۔

دوم ۔ پاکستان کے خلاف بغاوت ۔

سوم ۔ جماعتِ احمدیہ کے خلاف وسیع پیمانے پر تشدد ۔

اخلاق سوز مظاہرے

ان مظاہروں میں اخلاق اور انسانیت کی اقدار کو کس بے دردی سے پامال کیا گیا ؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل بیانات سے بخوبی لگ سکتا ہے ۔

ا ۔ جناب نصراللہ خاں صاحب عزیز مدیر تسنیم ، جناب ممتاز احمد خاں صاحب مدیر آفاق جناب خلیل احمد صاحب مدیر مغربی پاکستان ، جناب محمد حبیب اللہ صاحب اوج مدیر احسان ، جناب محمد علی صاحب شمسی مدیر سفینہ نے متفقہ بیان دیا کہ :۔

"تحفظِ ختم نبوت کے مقصد سے ہر مسلمان کو ہمدردی ہے ۔ ختم نبوت مسلمان کے ایمان کا جزء ہے لیکن اس مقدس مقصد کے نام پر بھنگڑے ، سوانگ رچانا ، مغلظ گالیاں نکالنا اور اخلاق سوز حرکتیں کرنا مسلمانوں کے لیے باعثِ شرم ہے "[1]

۲ ۔ روزنامہ "آفاق" لاہور نے متعدد اداریوں میں اس خلافِ اسلام ذہنیت کی پُرزور مذمت کی مثلاً لکھا :۔

نبی کے نام پر

" آج کل لاہور میں بعض بے فکرے نوجوان تحریک ختم نبوت کی آڑ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو حرکات کر رہے ہیں ، کیا کسی حق گو عالم ، لیڈر ، رہنما اور ذی اثر انسان میں ہمت ہے کہ ان کی روک تھام کے لیے میدان میں نکلے اور (ان نوجوانوں کو جن کا خون گرم ملت کے ہزار کام آسکتا ہے) اس لہو ولعب اور غیر شریفانہ انداز سے روکے ۔ بعض نوجوانوں کا سوانگ بنانا ، ڈنڈے بجانا ، بھنگڑا پانا اور اُچھل کود کرنا ۔ کیا ان تمام حرکات کو کوئی صحیح العقیدہ مسلمان تحریک ختم نبوت یا سرورِ کائنات کے مقدس نام سے کسی طرح وابستہ کر سکتا ہے اور

---

[1] روزنامہ آفاق لاہور ۴ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ نمبر ۶

یہ سب کچھ ہو اسی نام پر رہا ہے، کیا یہ تمام حرکات بجائے خود توہین سرورِ کائنات کی ذیل میں نہیں آتیں؟ بیّنوا و توجروا۔[1]

۳۔ اسی اخبار نے اپنی ۲۳ مارچ ۱۹۵۳ء کی اشاعت صفحہ ۲ میں لکھا:-

"کوئی شک نہیں کہ تحفظِ ناموسِ رسولؐ پر ہم دنیا کی پیاری سے پیاری چیز قربان کرنا ہی اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ لیکن ایثار و قربانی جیسی پاکیزہ اور قابلِ رشک چیزوں کے ساتھ ہم کسی طرح بھی ہڑ بونگ، ہلڑ اور فساد کا پیوند نہیں لگا سکتے۔ ناموسِ رسالت کا صحیح پاس اسی دل کو ہو سکتا ہے جو رسولؐ کی شانِ رحمت کے حدود کو بھی سمجھتا ہو وہ رحمت جو عالمین کو محیط ہے جس کے دامنِ حیات آفریں میں طائف کے پتھر مارنیوالے بھی دعائے نیک کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور مکّہ کے جانی دشمن بھی یہ پیام سنتے ہیں لا تثریب علیکم الیوم۔ ہڑ بونگ، ہلڑ اور فساد کو رحمت اللعالمین نے کسی طرح کی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیا...... ختمِ نبوّت کے مسئلے کا تعلق، ایمان و اعتقاد کی پاکیزگی، کبھی کسی اکراہ کی روا دار بھی نہیں چہ جائیکہ فتنہ و فساد اس سے وابستہ ہو جائے"

۴۔ اخبار "مغربی پاکستان" لاہور نے ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کے اداریہ میں لکھا:-

"خدا اور محمدؐ کے نام کے ساتھ انتہائی غلیظ اور قابلِ نفرت گالیاں دی جاتی ہیں تشدد کے مظاہرے کیے جاتے ہیں، گاڑیاں روک لی جاتی ہیں اور ہر ہجوم کی طرف سے ہر طرح کی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا جاتا ہے...... ہم مسلمانانِ پنجاب سے گذارش کریں گے کہ وہ مذہب کے معنے غلط نہ سمجھیں اور مذہب کو اس طرح نہ اُچھالیں کہ آپ ختم ہو کر رہ جائیں۔ علماء نے آپ کو غلط بات بتائی ہے۔ خدا کے لیے ہر شخص مذہب کا ٹھیکیدار نہیں ہو سکتا۔ مذہب ہر شخص کا اپنا اپنا ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص مسلمان نہیں تو کیا آپ کا اسلام یہ سبق دیتا ہے کہ آپ

---

[1] روزنامہ آفاق ۱۴ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ کالم ۳۔

اُسے زبردستی مسلمان بنائیں یا اُسے اُٹھا کر اپنے ملک سے باہر پھینک دیں۔ ذرا اپنے اعمال کا جائزہ لیجئے۔ کیا آپ مسلمان ہیں؟ ۔ ٹھنڈے دل سے غور کیجیئے صرف پچھلے چند دن کے اعمال ہی پر نظر ڈالیے۔ کیا یہ سچے مسلمان کے اعمال ہو سکتے ہیں؟ پھر مذہب کے نام پر یہ ہڑ بونگ کیوں مچائی جا رہی ہے؟ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ احراریوں کی اس ہڑ بونگ، اس راست اقدام اس ختم نبوت کو اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اسلام کا نام بدنام کیا جا رہا ہے۔ اس کا تعلق ضرور کسی سیاسی اغراض سے ہے ...... احراری لیڈر ہوں یا دوسرے جو لوگ بھی مذہب کے نام پر آپ کو اشتعال دلاتے ہیں اور اس طرح آپ کے نازک جذبات سے کھیلتے ہیں تو وہ یقیناً پاکستان کے بدترین دشمن ہیں۔"[1]

۵۔ راولپنڈی کے مشہور اخبار "تعمیر" کو اپنے اداریہ میں یہانتک لکھنا پڑا کہ:۔

"سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو بلند رکھنے کے لیے کون مسلمان ہے جو اپنا سب کچھ قربان کر دینے سے گریز کرے گا؟ لیکن اس مقدس علم کے نیچے فحش اور بازاری گالیاں سُن کر رحمۃ للعالمین کے نام پر لوٹ مار، توڑ پھوڑ اور آتش زدگی کی وارداتیں اور ساری دنیا کے لیے امن و سلامتی کا پیغام لانے والے کے پرستار ہونے کے دعویداروں کی جانب سے تشدد اور بدامنی دیکھ کر کس مسلمان کا سر ندامت سے نہیں جھک جائے گا۔"[2]

۶۔ حکومت پاکستان نے ۲۷ر فروری ۱۹۵۳ء کو حسب ذیل اعلامیہ جاری کیا:۔

"ملک کے بعض حصوں میں احمدیہ فرقہ کے متعلق جو فرقہ وارانہ تحریک چل رہی ہے اور بڑھ رہی ہے لوگوں کو اس کی خاص خاص باتوں کا اچھی طرح علم ہے۔ اس ایجی ٹیشن کے چلانے والوں نے اب حکومت کو یہ تحکمانہ چیلنج دیا ہے کہ اگر ان کے مطالبات نہ مانے گئے تو وہ ڈائریکٹ ایکشن شروع کر دیں گے۔ یہ ایجی ٹیشن احراریوں نے شروع کیا تھا اور گو بعد میں بعض دوسرے عناصر نے بھی اس کی حمایت شروع کر دی لیکن اب بھی احراری

---

[1] روزنامہ "مغربی پاکستان" لاہور ۶ر مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ [2] روزنامہ تعمیر ۱۱ر مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

اس کی حمایت کر رہے ہیں اور وہی اسے چلا رہے ہیں۔ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے احرار مسلسل اور سختی کے ساتھ مسلمانوں کی تحریک آزادی کی مخالفت کرتے رہے اور انہوں نے ان لیڈروں اور جماعتوں سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا جو حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ تقسیم سے قبل بہت سے احرار لیڈروں نے کانگرس اور ان جماعتوں کا ساتھ دیا اور ان سے گہرا تعاون کیا جو مسلمانوں کی جنگِ آزادی میں قائداعظم مرحوم کے مقابلہ پر صف آرا تھیں۔ قیام پاکستان کے بعد بھی اپنی انتشار پسند سرگرمیوں کو ترک نہیں کیا۔ ہمارے پاس اس امر کی معتبر شہادتیں ہیں کہ احرار اب بھی پاکستان کے نظریہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ احرار لیڈروں نے پاکستان کے دشمنوں کے اشاروں پر اور ان کی مدد سے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے اور پاکستان کے استحکام کو نقصان پہنچانے کی ہر امکانی کوشش کی ہے"[1]

۶۔ وزیر دفاع جناب سکندر مرزا صاحب نے ۲۶ رفروری ۱۹۵۳ء کو خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کو خفیہ مکتوب لکھا کہ :۔

"آپ کے ذاتی دشمنوں نے جن میں مُلّا بھی شامل ہیں جو مسائل کھڑے کر دیئے ہیں اگر سختی سے نہ دبائے گئے تو ملک کی پوری انتظامیہ کو تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ کافی عرصے سے میں اپنی انٹیلی جینس کے آدمیوں کو کراچی میں جلسوں وغیرہ میں بھیج رہا ہوں جہاں آپ کو اور حکومت کو کھلے عام جو گالیاں دی جاتی ہیں وہ انتہائی اشتعال انگیز اور تیز و تند نوعیت کی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا مذہب اسی کا نام ہے کہ سب سے بڑی اسلامی ریاست کی انتظامیہ کی بنیادوں کو تباہ کر دیا جائے؟ قاہرہ میں سر ظفر اللہ خاں کا استقبال پورے احترام اور عزت کے ساتھ کیا گیا۔ وہ تمام عرب ممالک کے سربراہوں سے ملاقاتیں کر رہے ہیں جن کی نظر میں ان کی بہت عزت بھی ہے لیکن کراچی میں عام جلسوں میں انہیں گالیاں دی جا رہی ہیں اور ان کی تصویر پر تھوکا جا رہا ہے۔ گزشتہ رات

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی یکم مارچ ۱۹۵۳ء

ایک گدھے کے جسم کے ساتھ ملا کر ان کا کارٹون بنایا گیا ہے۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ دنیا بھر کے دارالحکومتوں میں رپورٹ نہیں ہو رہا ہوگا؟ پھر ایسی صورت میں بین الاقوامی طور پر پاکستان کی کیا پوزیشن باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس تمام خرافات کے کیا نتائج نکل رہے ہیں .... خدا کے واسطے ایک جرأت مند لیڈر بنئے اور فیصلہ کن اقدام اُٹھایئے۔ صرف ایک دفعہ آپ یہ کر کے دیکھئے بدمعاشوں کے علاوہ پوری قوم آپ کے گرد ہو گی اور پاکستان کا وقار پھر رفعتوں کو چھونے لگے گا ملک بچ جائے گا۔" [1]

پاکستان کے خلاف بغاوت

یہ شورش ایک مقدس نعرہ کی آڑ میں بپا کی گئی تھی جو کھلی بغاوت پر منتج ہوئی جس نے ملک کے دانشوروں اور محب وطن طبقوں کی آنکھیں کھول دیں اور انہیں برملا تسلیم کرنا پڑا کہ یہ ختم نبوت نہیں بلکہ ختم پاکستان کی تحریک ہے جو پاکستان اور اسلام دشمن طاقتوں کی سازش کا نتیجہ ہے، جیساکہ مندرجہ ذیل بیانات سے عیاں ہے

۱۔ روزنامہ "مغربی پاکستان" نے "نوحہ غم" کے زیر عنوان ایک اداریہ میں لکھا:۔

"اب تو شاید عوام کو بھی اس امر کا احساس ہو چکا ہو گا کہ یہ "راست اقدام" مذہب کی محبت کی وجہ سے شروع نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کا مقصد کچھ اور ہی ہے ..... مذہب اور مذہب اسلام جس کی بلندی کے سامنے دنیا کی تمام بلندیاں پست ہیں یہ کبھی اجازت نہیں دیتا کہ اس قسم کی ہنگامہ آرائی کی جائے۔"

" دشمن ہماری اس حرکت پر خندہ زن ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے اور وہ اندر ہی اندر بہت شاداں و فرحاں بھی ہیں کہ اس ہنگامہ آرائی سے یقیناً پاکستان کمزور ہو جائے گا اور وہ اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پاکستان کو ایک ہی ضرب میں ختم کر دیں گے۔" [2]

---

[1] معیار ۱ تا ۸ رمئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۴۴۔ صفحہ ۴۵ [2] روزنامہ "مغربی پاکستان" لاہور مورخہ ۱۰ رمارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۲ کالم ۱

۲- وزیراعلیٰ پنجاب جناب میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے اپنی ۱۵؍مارچ ۱۹۵۳ء کی نشری تقریر میں کہا:-

"حفاظتِ ناموسِ رسول کے مقدس نعرے کی آڑ میں بعض شرپسند اور پاکستان دشمن عناصر نے ایسی وحشیانہ حرکات کیں جن سے اسلام کے نام کو دھبہ لگا اور پاکستان کے مفاد اور وقار کو شدید نقصان پہنچا۔ ان عناصر نے ہماری پاک مسجدوں کو غلط سیاست کی کھلی سازش کا اکھاڑا بنانے تک سے دریغ نہ کیا۔ وہ لوگ جو کل تک پاکستان کے اعلانیہ دشمن تھے۔ امن پسند اور بھولے شہریوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے میں کامیاب ہو گئے، ریل گاڑیوں کی پٹڑیاں اکھاڑ دی گئیں تاکہ خوراک کی نقل و حرکت مسدود ہو جائے۔ تار اور ٹیلیفون کے سلسلے کو منقطع کرنے کی کوشش کی گئی۔ بیوپاریوں اور محنت مزدوری کرنے والوں کو کام سے جبراً روکا گیا۔ دکانیں اور گھر لوٹے گئے۔ عورتوں کی بے عزتی ہوئی، قتل و غارت کا بازار گرم ہوا۔ غرضیکہ ہر ممکن طریق سے بدامنی اور انتشار، دہشت اور ہراس پھیلانے کی کوشش کی گئی تاکہ صوبہ کی اقتصادی اور شہری زندگی ختم ہو جائے۔

آپ نے یہ بھی محسوس کیا ہوگا کہ یہ تمام کارروائی ایسے وقت میں عمل میں لائی گئی جبکہ ہمارا ملک خصوصاً صوبہ پنجاب ایک نازک اقتصادی دور سے گزر رہا تھا۔ ایک طرف قدرتی حوادث اور نہروں میں پانی کم ہونے کے باعث خوراک کی کمی کا مسئلہ درپیش تھا دوسری طرف عالمگیر بحران نے تجارت کا بازار سرد کر رکھا تھا۔ اس مصیبت کے وقت پنجاب میں خلفشار پیدا ہونا کوئی اتفاقی سانحہ نہ تھا۔ بلکہ ایک خوفناک سازش تھی۔ ہر آزاد قوم کا شیوہ ہے کہ مصیبت کے وقت اتفاق اور اعتماد سے کام لے۔ ایسے موقع پر سراسیمگی اور خلفشار پھیلانا ملک کے دشمنوں کے سوا اور کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ان دشمنوں کے وجود سے آپ اور آپ کی حکومت بے خبر نہیں تھی۔ یہ لوگ پاکستان کے شروع سے مخالف تھے اور ہر مرحلے پر اس کی ترقی اور بہبودی کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے ہیں...... ان کی کھلی بغاوت کا کم از کم ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ ملک کے دشمن بے نقاب ہو گئے اور قوم نے انہیں ان کے اصلی رنگ اور روپ میں دیکھ لیا ہے۔ اب یہ خواہ کسی بھیس میں آئیں یا کسی لائحہ عمل کی آڑ لیں

ان کا فریب نہ چل سکے گا لیکن افسوس اُن لوگوں پر ہے جو لاعلمی اور نادانی کے باعث ان غداروں کی سازش کا شکار ہو گئے۔ جو اُن کے دھوکے میں آکر اپنی قوم اور ملک کا اور خود اپنا مفاد بھول گئے اور اُن کی شیطنت کا آلۂ کار بن گئے"[1]

وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کے بعد ۲۰ رمارچ ۱۹۵۳ء کو پنجاب اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"اس تحریک کے علمبرداروں نے نام نہاد راست اقدام جسے میں کھلی بغاوت کہتا ہوں شروع کر کے تشدّد کا راستہ اختیار کیا ..... تحریک کے پہلے تین چار دنوں میں کوئی خاص ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا لیکن بعد ازاں یہ تحریک پاکستان دشمن سیاسی عنصر اور شرپسند غنڈوں کے ہاتھوں میں چلی گئی"[2]

۳۔ گورنر پنجاب جناب ابراہیم اسمٰعیل چندریگر نے ۱۲ رمارچ ۱۹۵۳ء کو ایک نشری تقریر کی جس میں اس ایجی ٹیشن کو "کھلی بغاوت" قرار دیتے ہوئے کہا:۔

"بدامنی کی یہ تحریک بظاہر ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے شروع کی گئی لیکن جو مطالبات اس تحریک کے نام پر پیش کئے گئے وہ سراسر سیاسی تھے۔ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے انہیں مذہبی رنگ دیا گیا ...... اس مسئلہ کو بدامنی اور قانون شکنی کی دلیل بنانا اور ڈائریکٹ ایکشن کی ابتدا کرنا ایک خطرناک سازش تھی جس کی بیشتر ذمہ داری جماعت احرار پر عائد ہوتی ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو شروع سے پاکستان کی دشمن رہی اور قیام پاکستان سے اب تک شاید ہی کوئی ایسا حربہ ہو جو اس نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال نہ کیا ہو ..... شرپسند عناصر نے نہ صرف صوبے کے امن دامان کو تہ و بالا کرنے کی کوشش کی بلکہ قومی اور انفرادی نقصانات کا ایک طویل سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ یہ سب کچھ ناموسِ رسولؐ اور اسلام کے نام پر کیا جا رہا

---

[1] پمفلٹ "پنجاب میں امن وامان قائم رکھیے" ص۱ تا ۳ ناشر محکمہ تعلقات عامہ پنجاب مارچ ۱۹۵۳ء [2] "اخبار نوائے وقت" لاہور ۲۲ رمارچ ۱۹۵۳ء ص۲

تقاریر[1]

۴ - جناب خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے پاکستان پارلیمنٹ میں بجٹ اجلاس کے دوران تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"جن لوگوں نے اس کی راہنمائی کی اور جو اکثریت میں تھے زیادہ تر احراری گروہ سے تعلق رکھتے تھے ...... یہی لوگ اور ان کے نمائندے ہیں جنہوں نے قائداعظم کو (نعوذ باللہ) کافر اعظم اور پاکستان کو "پلیدستان" کہا۔ جنہوں نے پاکستان کی شدید مخالفت کی اور قیام پاکستان کے بعد بھی سرحد پار کے ساتھ اپنے روابط قائم رکھے۔"

"انہوں نے غیر اسلامی چالیں اور عیاریاں اختیار کیں اسلام دانستہ دروغ بافی اور جھوٹے پراپیگنڈا کا ہرگز روادار نہیں۔ اس جھوٹے پروپیگنڈے کے علاوہ جو ان لوگوں نے پاکستان کے وزیر خارجہ کے خلاف کیا۔ انہوں نے تو یہ کہنے میں تامل نہیں کیا کہ میں قادیانی ہوگیا ہوں اور میرے ایک بیٹے نے ایک قادیانی لڑکی سے شادی کی ہے حالانکہ انہیں خود معلوم تھا کہ یہ باتیں قطعاً غلط ہیں میں سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جس حالت میں اسلام بہتان کی اجازت نہیں دیتا ایسی بہتان آمیز تحریک اسلامی کیونکر ہوسکتی ہے اور پھر ان حرکات کو بھی پیش نظر رکھیئے جو اس تحریک کے دوران کی گئیں۔ شہری دفاع کے مقاصد کے لیے لوگوں کو جو اسلحہ سپرد کیے گئے اور جو تربیت دی گئی وہ فوج اور پولیس کے خلاف استعمال کی گئی۔ ٹیلیفون کے تار کاٹ ڈالے گئے، سڑکیں توڑ دی گئیں۔ مواصلات کے سلسلے میں خلل ڈالا گیا۔ ڈاکخانے جلائے گئے۔ موٹر بسیں تباہ کر دی گئیں، ریلوے ٹرینیں روکی گئیں۔ لوکو شیڈ میں انجن بیکار کر دیئے گئے اور ریل کی پٹڑیاں اکھاڑ ڈالی گئیں۔"[2]

---

[1] اخبار نوائے وقت ۲۳ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۔ [2] تقریر خواجہ ناظم الدین صاحب وزیر اعظم

اشتہار۔ ناشر محکمہ اشتہارات فلم و مطبوعات حکومت پاکستان کراچی ۱۹۵۳ء مطبوعہ ناظر پرنٹنگ پریس کراچی

۵۔ کراچی کے سات ممتاز علماء نے انہیں دنوں ایک متفقہ بیان میں تسلیم کیا کہ :۔

"پنجاب میں جو ہولناک حوادث رونما ہوئے ..... وہ دشمنانِ پاکستان کی سوچی سمجھی ہوئی ایک سازش کے نتائج تھے جس کا مدعا یہ تھا کہ تباہ کاری اور دہشت انگیزی کو اس حد تک پہنچایا جائے کہ ملک بھر میں بغاوت اور لاقانونی اور غنڈے پن کی آگ بھڑک اٹھے جس میں یہ مملکت جل کر خاک سیاہ ہو جائے"۔[1]

۶۔ اخبار "سفینہ" لاہور نے لکھا :۔

"احرار نے تحفظ ناموسِ رسولؐ کے لیے یہ جھگڑا شروع نہیں کیا بلکہ اُن کا مقصد پاکستان کو نقصان پہنچانا ہے یہ لوگ پاکستان کے دشمن ہیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کی وحدت بھی ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر پہلے تو اُن کے ملی شیرازے کو درہم برہم کریں اور اس کے ساتھ پاکستان کو بھی ختم کریں"۔[2]

۷۔ جناب حامد علی خاں (الحمراء ۔ ۳ ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور) نے ۳ مارچ ۱۹۵۳ء کے ایک مکتوب میں اس بغاوت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا :۔

"کانگرس کے احراری ایجنٹ پاکستان کو تباہ کرنے کے لیے آجکل یکایک تحریک ختم نبوت کے علمبردار بن گئے ہیں۔ جب کشمیر کی گفتگو شروع ہوتی ہے یہ لوگ جو متحدہ ہند میں نہرو، گاندھی، پٹیل وغیرہم کے ابدی غلام بننے کی تحریک کے پشت پناہ تھے ظفر اللہ خاں کی قادیانیت کے خلاف اینٹوں، ڈنڈوں اور مغلظات کا جہاد شروع کر دیتے ہیں جو کام تبلیغ سے ہونا چاہیئے اسے فحش گالیوں سے انجام دینے کا خیال اسلام کے ان محافظوں کا عجیب و غریب کارنامہ ہے۔ کشمیر کے بعض علاقوں میں قادیانی عقیدے کے لوگوں کی

---

[1] روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۷ مارچ ۱۹۵۳ء [2] اخبار سفینہ لاہور ۲۷ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

اکثریت ہے ۔ احرار جو بیک اُن کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں غالباً ہندوستان کی خفیہ خدمت ہے تاکہ جب پاکستان کے مولوی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے لیں تو ہندوستان دنیا بھر کو بتا سکے کہ کشمیر کے بیشتر حصوں میں اکثریت مسلمانوں کی نہیں ۔ غیر مسلموں کی ہے جنہیں پاکستان خود غیر مسلم کہتا ہے علاوہ ازیں اس تحریک کی کامیابی سے پاکستان تمام مغربی ممالک میں انتہا درجے کا تنگ نظر متعصب ملک بھی قرار پائے گا ۔ یہ بھی بھارت کی خدمت ہے تاکہ ہندوستان سے پاکستان کی علیحدگی خود جرمِ عظیم ثابت کی جا سکے ۔"[1]

۷ ۔ مولوی محمد احسن شاہ صاحب صدر انجمن خدّام الصُّوفیہ راولپنڈی نے ایک ٹریکٹ میں لکھا :۔

"تاریخ اسلام کے اوراق اس امر کے شاہد ہیں کہ جب بھی مسلمان سلطنتوں پر زوال آیا ، اور جب بھی اسلامی حکومتیں تباہی سے دوچار ہوئیں اُن میں غیروں سے زیادہ اپنوں کا ہاتھ تھا ۔ بغداد اور اسپین کی مسلمان حکومتوں کا زوال اور سلطنتِ مُغلیہ کی تباہی سب اپنوں ہی کی مرہونِ منت تھی ۔ آج بھی پاکستان کی اسلامی مملکت کو اگر کسی سے خطرہ ہے تو اپنوں سے ۔ غیر کے مقابلہ میں ہم آج بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ہیں مگر خود اپنے ہی جب دشمنی پر اُتر آئیں اور بغل میں چھُری گھونپنے کی کوشش کریں تو ہر سچے مسلمان اور محبِّ وطن پاکستانی کا مقدّس فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اُن وطن کے دشمنوں کے اصلی چہروں پر سے پردہ اٹھائے اور پاکستانی عوام پر صاف اور کھُلے طور پر عیاں کرے کہ اُن لوگوں کی اصل حقیقت کیا ہے ۔ جنہوں نے اپنے وطن دشمن اور گھناؤنے چہروں کو تقدّس اور علمیّتِ دینی کے نقابوں سے ڈھانپ رکھا ہے ۔ اسی مقصد کے لیے ایک سچے مسلمان اور ایک وفادار پاکستانی شہری کی حیثیت سے میں اس فرض کو ادا کر رہا ہوں ۔ مَیں نے اُن تقدّس مآبوں کے بھرم کھول دینے کی جرأتِ رندانہ کی ہے جو "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگا کر ملک کے امن وامان کو تہ وبالا کر رہے ہیں اور دانستہ طور پر بیرونی دشمنوں کے آلۂ کار

---

[1] ماہنامہ "چراغ راہ" کراچی فروری ۱۹۵۴ء صفحہ ۴۸ مدیر نعیم صدیقی صاحب

بن کر اُن کے لیے رستہ ہموار کر رہے ہیں۔

یہ نام نہاد رہبر اور تقدّس مآب جو کچھ اس سے پہلے کرتے رہے ہیں وہ سب بر ظاہر ہے۔ خراسان کے بعد عراق کا دروازہ تاتاریوں پر اُن حضرات ہی نے تو کھولا تھا آخر غرناطہ قرطبہ، بغداد، قسطنطنیہ، اصفہان اور دلّی کی اینٹ سے اینٹ بجوانے میں اپنوں ہی کا تو ہاتھ تھا۔

تقسیم ملک سے پہلے جو تقدّس مآب پاکستان کی مخالفت کیا کرتے تھے وہ ایک عرصہ تک خاموش رہے اور اُس وقت کا انتظار کرتے رہے جب کہ وہ کسی مذہبی نعرے کی آڑ لے کر مسلمانانِ پاکستان کو مشتعل کر کے اپنا سیاسی انتقام لے سکیں اور اس طرح پاکستان کی آزادی کو ختم کروا سکیں۔ موقع مل گیا اور عرصہ سے سوچی سمجھی ہوئی سکیموں پر عمل درآمد کرنے کا وقت آگیا۔

اس ناپاک مقصد کے لیے ختمِ نبوت کے مقدس عقیدہ کو بہانا بنایا گیا اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے فائدہ اٹھا کر ختمِ نبوت کے نام پر ملک میں ایک تحریکِ سول نافرمانی کا آغاز کر دیا گیا، لوگوں کو قانون شکنی پر اُبھارا گیا، انہیں لوٹ مار اور غنڈہ گردی کی تلقین کی اور اس طرح جہاں پاکستان کے امن پسند شہریوں کے جان و مال کے لیے خطرہ پیدا کیا وہاں پر لگے ہاتھوں خود پاکستان کی داخلی و خارجی آزادی کو معرضِ خطر میں ڈال دیا.... پنجاب کی حکومت اور راولپنڈی کے حکّام نے ہمیشہ اور ہر حال میں اس تحریک کا احترام کیا۔ اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ صوبہ کے کسی شہر میں بھی اس وقت تک دفعہ ۱۴۴ یا کرفیو کا نفاذ نہیں کیا گیا جب تک کہ انتشار پسند، وطن دشمن، غنڈہ عناصر اور اپنی سیاسی اغراض کے لیے اس تحریک کو آلہ کار بنانے والوں نے پُرامن شہریوں کے شہری حقوق کے لیے ایک عظیم خطرہ پیدا نہیں کر دیا، حکومت کی فراخ دلانہ پالیسی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تحریک ختمِ نبوت کی آڑ میں...... لوٹ مار اور غنڈہ گردی کی گئی، قانون کا مضحکہ اُڑایا گیا، جس طرح حکومت کے ملازمین پر قاتلانہ حملے کئے گئے، موٹر لاریوں اور مکانات کو آگ لگائی گئی اور حکومت کے نظم و نسق میں ایک منظم سازش کے تحت ابتری پیدا کرنے کی کوشش سے

کی گئی"

"وہ لوگ جو کل تک پاکستان کے قیام کو غلط سمجھتے تھے اور آج بھی اپنی روش پر قائم ہیں، جو آج بھی غیر ملکی طاقتوں کے آلۂ کار بن کر بے مثال قربانیوں کے بعد حاصل کی گئی آزادی کو ختم کروانا چاہتے ہیں، جو ایک مذہبی تحریک کے پردے میں اپنی سیاست کی دوکان چمکانا چاہتے ہیں۔ جنہیں پاکستان سے زیادہ ہندوستان عزیز ہے۔ جو نازک حالات کا فائدہ اٹھا کر لوٹ مار اور غنڈہ گردی کرنا چاہتے ہیں۔ جو پُرامن شہریوں کے جان و مال کے لیے ایک عظیم خطرہ ہیں اس موقع کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتے تھے انہوں نے ایک مقدس مطالبہ کو سول نافرمانی کی شکل دے دی۔"

"ختمِ نبوت کی اس نام نہاد تحریک میں مندرجہ ذیل عناصر برسرِ پیکار ہیں :۔

۱۔ وہ سادہ لوح مسلمان جو "عقیدہ ختمِ نبوت" میں اندھا یقین رکھتے ہیں اور جن کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر ان مولویوں نے اپنے ساتھ لگایا ہوا ہے۔

۲۔ وہ لوگ جو اس تحریک کو اپنی سیاسی اغراض کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ وہ لوگ جو ملک میں بدامنی پھیلا کر لوگوں کو اپنی حکومت سے بدگمان کرنا چاہتے ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جو اس تحریک کی آڑ میں اپنا سیاسی انتقام لینا چاہتے ہیں۔

۵۔ وہ لوگ جو اس بدامنی کا فائدہ اٹھا کر لوٹ مار اور غنڈہ گردی کرنا چاہتے ہیں۔

سب سے پہلے مجھے اُن سادہ لوح مسلمانوں سے کچھ کہنا ہے جن کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر ان لوگوں نے اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے۔

میرے بھائیو! "عقیدہ ختمِ نبوت" پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ ہماری حکومت کے تمام اراکین اس بات پر متفق ہیں اور اُن کا ایمان ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ مگر انصاف سے بتائیے، اپنے دلوں کو ٹٹولیے اور کہیے کہ کیا ختمِ نبوت پر ایمان رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جو اس عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتے ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے؟ انہیں قتل کر دیا جائے، اور انہیں نوکریوں سے نکال دیا جائے؟ اس ملک میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علاوہ دوسری قومیں

بھی آباد ہیں اُن میں ہندو، عیسائی، پارسی اور یہودی بھی ہیں یہ لوگ تو ہمارے پیارے نبیؐ پر ایمان ہی نہیں رکھتے ختمِ نبوت تو ایک علیٰحدہ چیز ہے۔ یہ لوگ تو رسولِ کریمؐ کو تبھی ہی نہیں مانتے۔ کیا صرف اس لیے اُن کے گھروں کو آگ لگا دی جائے، ان کے بچوں کو قتل کر دیا جائے، انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، اور انہیں نوکریوں سے برطرف کر دیا جائے؟

اور کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے والے اور آپ کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھانے والے بزرگ کون ہیں؟ اُن کا مقصد کیا ہے اور وہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ وہ کیا ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس تحریک کو اپنی سیاسی اغراض کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں؟ قوم ان کو دھتکار چکی ہے۔ قوم نے ان کو اعتماد کا اہل نہیں سمجھا اور قوم انہیں نا اہل سمجھتی ہے۔ اس لیے یہ لوگ اب آپ کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر اُس کھوئی ہوئی شہرت و عظمت کو بحال کرنا چاہتے ہیں جو یہ اپنی نا اہلیوں اور نالائقیوں سے کھو چکے ہیں۔

ان کے بعد کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس تحریک کی آڑ لے کر ملک میں بدامنی پھیلا کر لوگوں کو اپنی حکومت سے بدگمان کرنا اور اپنی پارٹی کی حکومت کے لیے راستہ صاف کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ آئینی طور پر تو تمام عمر برسرِ اقتدار نہیں آسکتے اور نہ ہی دنیا کے کسی ملک میں آئے ہیں اور اسی لیے تشدّد کے حربے استعمال کر کے حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ ان کا اصلی چہرہ شاید آپ کی نظر سے پوشیدہ ہو، مگر میں آپ کو نقاب اُلٹ کر ان کے درشن کرواتا ہوں۔ یہ ہیں آپ کے دشمن، آپ کے نظام کے دشمن، آپ کے ملک کے دشمن اور اسلام کے دشمن کمیونسٹ۔

یہ اگر خدا کو نہیں مانتے مگر وقت پڑنے پر مذہب کی آڑ لینے میں دریغ نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ خدا کے نہ ماننے والے کے دل میں ختمِ نبوت کے عقیدہ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے مگر یقین جانیئے کہ جس مشتعل جلوس نے راولپنڈی شہر کے تھانے پر پتھر برسائے تھے اور جو ہجوم تھانے کو آگ لگانے کی غرض سے آیا تھا اس کی قیادت ایک

کمیونسٹ نوجوان کر رہا تھا۔

اس کے بعد آیئے اپنے ان دوست نُما دشمنوں کی طرف جو اس تحریک کی آڑ میں اپنا سیاسی انتقام لینا چاہتے ہیں ان میں احراری حضرات قابلِ ذکر ہیں ۔

"مجلس احرار کے بزرگوں نے جس طرح ہندوؤں کے سرمایہ کے بل بوتے پر مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ۔ قیام پاکستان سے قبل بھی مجلس احرار کے لیڈر سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے ختمِ نبوت کے نعرے کو استعمال کیا کرتے تھے۔ پاکستان کی مخالفت کے لیے بھی ان حضرات نے اسی نعرے کو استعمال کیا اور ایک جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کے مطالبہ کی مخالفت کی۔ اس مقصد کے لیے اس کے لیڈر غیر مسلموں اور مسلمانوں کے دشمنوں سے بھاری رقمیں رشوت کے طور پر وصول کیا کرتے تھے مگر ان کی تمام تر مخالفتوں کے باوجود پاکستان بن گیا ۔ پاکستان کی تشکیل کے کافی عرصہ بعد تک تو یہ احراری حضرات خاموش رہے اور جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ ان کا ماضی بھول گئے ہیں تو پھر دوبارہ ختمِ نبوت کے سلسلہ کو آڑ بنا لیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو ساتھ ملا کر تحریک سول نافرمانی کا آغاز کر دیا۔ یہ لوگ بڑے عرصے سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے ۔ یہ موقع مل گیا اور اپنا سیاسی انتقام لینے کے لیے ان بزرگوں نے ملک میں بدامنی شروع کرا دی۔ یہ جب بھی پاکستان کے دشمن تھے اور آج بھی ہیں ۔ یہ اُس وقت بھی پاکستان کی مخالفت کا صلہ انعام کی صورت میں ہندوؤں سے وصول کیا کرتے تھے اور آج بھی اسی ڈگر پہ چل رہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجلس احرار نے دلی طور پہ پاکستان کے قیام کو قبول نہیں کیا اور وہ اس حقیقت کو اس طرح ملک میں بدامنی پھیلا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ملک میں ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ دشمن طاقتوں کو پاکستان کی آزادی ختم کرنے کا موقعہ مل جائے گا"[1]

---

[1] اعلانِ حق صفحہ ۳ تا ۱۲ مطبوعہ تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی

۸ - پاکستان کے ایک ممتاز صحافی مسٹر زیڈ۔ اے سلہری نے واضح الفاظ میں یہ حقیقت پیش کی کہ :-

"قادیانیوں کے خلاف تحریک کی اصلیت کچھ بھی ہو، لیکن یہ کہنا پڑے گا کہ اس تحریک نے حکومت کے خلاف ایک کھلی بغاوت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس تحریک نے تمام پنجاب میں ہلچل پیدا کر دی اور صوبے کا سارا انتظام متزلزل ہو کے رہ گیا جس کے ساتھ قتل و غارت گری اور بہیمانہ کارروائیوں کا بازار گرم ہو گیا اور جائیداد کا بھی زبردست نقصان ہوا"[1]

جماعت احمدیہ کیخلاف وسیع پیمانے پر تشدّد

شورش پسندوں نے جس زور اور شدت سے حکومت پاکستان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اسی درجہ طاقت و قوت کے ساتھ معصوم اور نہتے احمدی اُن کے غیض و غضب اور تشدد کا نشانہ بنے۔ اس طرح پاکستان کے ازلی مخالفوں نے جماعت احمدیہ سے قیام پاکستان کے جہاد میں شرکت کا انتقام لینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس زمانہ میں جبکہ ظاہر بین نگاہیں سمجھ رہی تھیں کہ تحریک احمدیت کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا، جماعت کے اولوالعزم امام حضرت مصلح موعود نے ۳ر مارچ ۱۹۵۳ء کو جماعت احمدیہ کے نام پیغام دیا کہ :-

"آپ بھی دعا کرتے رہیں مَیں بھی دعا کرتا ہوں۔ انشاء اللہ فتح ہماری ہے کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لیے

---

[1] اداریہ ٹائمز آف کراچی (۹ر دسمبر ۱۹۵۴ء)۔ اس اداریہ کا مکمل اردو ترجمہ رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۲ تا ۹ میں شائع شدہ ہے۔

دوڑا آرہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے۔ وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں۔ مگر اُس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا۔"[1]

یہ پیغام خدا کے موعود و مقدس خلیفہ نے القائے ربانی کے تحت دیا تھا جس کے بعد خدا تعالیٰ کی تائیدات سماوی کے غیبی سامان پیدا ہوئے مگر جماعت احمدیہ بے شمار مصائب و مشکلات کے طوفانوں میں بھی گھر گئی تھی جس کے دوران خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستانی احمدیوں نے انتہائی مخالفت کے باوجود صبر و رضا اور ایثار و قربانی کا بے مثال نمونہ دکھلایا جو اس کا واضح ثبوت تھا کہ یہ جماعت خدا تعالیٰ کی قائم کردہ ہے اور انہی قدموں پر چل رہی ہے جن پر خدائی جماعتیں ہمیشہ چلتی آئی ہیں اور ترقی کرتی رہی ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فلسفہ ابتلاء پر بصیرت افروز روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کرکے انکو دکھاتا ہے یہ ابتلاء اس لیے نازل نہیں ہوتا کہ اُن کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالم سے ان کا نام و نشان مٹا دیوے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزّ و جلّ اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلّت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیرِ ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لیے نازل ہوتا ہے کہ تا اُس برگزیدہ قوم کو قبولیّت کے بلند مینار تک پہنچا دے۔ اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھاوے۔ یہی سُنّت اللہ ہے۔ جو قدیم سے خدائے تعالیٰ اپنے

---

[1] ہفت روزہ "فاروق" لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ

پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے **زبور** میں حضرت داؤدؑ کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنّت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اِسی عادت اللہ پر دال ہیں اور **قرآن شریف** اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسلؐ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانونِ قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء اُن مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پا لئے۔ ابتلاء نے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مُہر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں۔ اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کیے گئے، اور جھوٹوں اور مکّاروں اور بے عزّتوں میں شمار کیے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربّانی مددوں نے بھی جن کا اُن کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدّت تک مُنہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو بہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا اُنہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وُہ اُن پر ذرا مہربان نہیں بلکہ اُن کے دشمنوں پر مہربان ہے اور اُن کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طویل کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدّت و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں اُن پر ہوئیں پر وہ اپنے پکّے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سُست اور شکستہ دِل نہ ہوئے بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار اُن پر پڑتا گیا اُتنا

ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے اُسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر انہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا اُسی قدر اُن کی ہمت اور شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ اُن تمام امتحانات سے اوّل درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزّت اور حرمت کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حباب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وُہ کچھ بھی نہیں تھے غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوتِ ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے عوام الناس جیسے خدا تعالےٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اُس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں بالخصوص ان محبوبانِ الٰہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ اُنکے انجام سے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نابود کر دیوے۔ بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اُس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل روحانی کے لیے ابتلاء کا اُن پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لیے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربّانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے، جس سے یہ شناخت کیے جاتے ہیں۔"[1]

---

[1] سبز اشتہار صفحہ ۱۱-۱۴ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ریاض ہند پریس امرتسر

تاریخ احمدیت کی سولھویں جلد میں ۱۹۵۳ء کے دورِ ابتلاء کا چار حصوں میں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

پہلے حصہ میں اُن زہرہ گداز روح فرسا ور دانگیز اور صبر آزما واقعات کی تفصیل درج ہے جو مظلوم احمدیوں کو مختلف صوبوں اضلاع اور مقامات میں پیش آئے

یہ تفصیل ایک تو اُن مکتوبات سے اخذ کی گئی ہے جو اس زمانہ میں حضرت مصلح موعود کی خدمتِ اقدس میں یا مرکز میں موصول ہوئے، دوسرے اُن چشم دید بیانات سے جو فسادات کے بعد سلسلہ احمدیہ کے محقق و فاضل جناب مہاشہ ملک فضل حسین صاحبؓ[1] مرحوم نے حضور کی خصوصی ہدایت پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے جمع فرمائے تھے۔ علاوہ ازیں تحقیقاتی عدالت کی مطبوعہ رپورٹ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے

دوسرا حصہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی حیرت انگیز محنت و ریاضت، عدیم المثال رہنمائی پیغامات، مرکز سے اطلاعات کا انتظام اور خاندانِ حضرت مسیح موعود کے بے نظیر صبر و استقلال جیسے اہم امور پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ تحقیقاتی عدالت میں وکلاءِ احمدیت کی شاندار نمائندگی اور حضرت مصلح موعود کے ایمان افروز بیان سے متعلق ہے

چوتھے حصہ میں اس جماعتی ابتلاء کی عظیم الشان برکات اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے نصرتِ خداوندی کے نشانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

آخر میں اس دور کی بعض اہم تحریرات ضمیمہ کی صورت میں منسلک کی گئی ہیں۔



---

[1] وفات ۱۸ ستمبر ۱۹۷۵ء

حصّہ اوّل

پہلا باب

اضلاع راولپنڈی، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کی احمدی جماعتوں کے واقعات

فصل اوّل

راولپنڈی شہر

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں راولپنڈی شہر کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

"یہاں بھی فسادات کے آغاز سے پیشتر واقعات کی رفتار بالکل صوبے کے دوسرے قصبوں ہی کی مانند تھی ...... آل پارٹیز مسلم کنونشن کے بعد احراری دوسرے مذہبی فرقوں کے مبلّغوں اور پیرؤوں کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مساجد احمدیوں کے خلاف پراپیگنڈا کا مرکز بن گئیں اور جمعہ کے خطبات تو احمدی عقائد کی مذمت و مخالفت کے لیے وقف ہی کر دیئے گئے"۔[1]

پھر لکھا ہے :۔

"جب ۶ر مارچ کو سیالکوٹ اور لاہور کے واقعات کے متعلق مبالغہ آمیز افواہیں پھیلیں اور یہ اطلاع موصول ہوئی کہ حکومت پنجاب نے مطالبات منظور کر لیے ہیں اور کراچی کو اس منظوری کی اطلاع دے دی ہے تو صورت حالات بے حد نازک ہو گئی۔ فوری نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے خیال کیا حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ چنانچہ جلوس زیادہ جارحانہ ہو گئے اُن کی تعداد بھی بڑھ گئی اور ان کو لاٹھی چارج سے منتشر کرنا پڑا۔

۶ر مارچ کو لیاقت باغ میں ایک اور جلسہ منعقد ہوا۔ ایک ہجوم نے جلسے کے بعد منتشر ہو کر مری روڈ کا رخ کیا اور احمدیوں کی ایک مسجد اور ایک چھوٹی موٹر کار کو آگ لگا دی۔ اسی شام کو کچھ دیر بعد لوٹ مار اور آتش زنی کے مزید واقعات بھی رونما ہوئے۔ احمدیہ کمرشل کالج، نور آرٹ پریس اور پاک ریسٹوران شہر کے مختلف حصوں میں واقع تھے۔ لیکن لوگ

---

[1] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ص۱۸۴-۱۸۵ (مقررکردہ زیر پنجاب ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۵۴ء) برائے تحقیقات فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء اردو ــ مطبوعہ انصاف پریس لاہور۔

زبردستی اُن میں گھس گئے۔ اور انہوں نے مختلف اشیاء کو لوٹنے جلانے اور تباہ کرنے کی کوشش کی۔ ایک غیر احمدی نوجوان نور آرٹ پریس میں ملازم تھا۔ اس کو احمدی سمجھ کر چھرا مارا گیا اور وہ اسی زخم کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ جب صورتِ حالات سخت خطرناک ہو گئی تو ۷ مارچ کو فوج طلب کر لی گئی۔"[1]

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں راولپنڈی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ واقعات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ ذیل میں اس کی کسی قدر تفصیل بعض چشم دید بیانات کی روشنی میں دی جاتی ہے۔

بیت احمدیہ راولپنڈی

قائد مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی چوہدری عبدالغنی رشدی صاحب[2] بیت احمدیہ (واقع مری روڈ حال شاہراہ رضا شاہ پہلوی) کے سامنے ایک چھت پر کھڑے تھے آپ ایک بیان میں لیاقت باغ کے جلسہ کی انتہائی اشتعال انگیز تقریروں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

"اتنے میں گولڑہ کا قافلہ جلسہ گاہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ عوام اس کی طرف بھاگے۔ اور پھر جلوس کی شکل میں یہ قافلہ مری روڈ کی طرف چلا۔ اس کی راہنمائی ..... کر رہا تھا۔ یہ جلوس نہایت اشتعال انگیز نعرے لگا رہا تھا۔ جب یہ جلوس بیت انجمن احمدیہ (واقع مری روڈ ۔ راولپنڈی۔ ناقل) کے قریب پہنچا تو وہاں آ کر رک گیا اور نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ دو آدمیوں نے جلوس کو آگے بڑھانے کی کوشش کی مگر جلوس زیادہ مشتعل ہو گیا اتنے میں قرب و جوار کے مکانوں سے بیت احمدیہ پر سنگباری شروع ہو گئی اور جلوس نے بھی پتھروں کے ذریعہ بیت احمدیہ کے دروازے توڑنے شروع کیے۔ جب دروازہ ٹوٹ گیا تو کچھ لوگ اندر گھس گئے اور اندر سے اخبارات اٹھا لائے۔ کچھ لوگ اتنے میں باہر سے آ کر اوپر گیلری میں چڑھ گئے اور اس عرصہ میں بیت کے سامنے ایک معزز غیر احمدی کی کار تھی۔ اس کو کسی شخص نے چلا کر موڑا کہ ایک لڑکے نے اینٹ ماری اور بہت سے لوگ اس پر پل پڑے اور کار کے

---

[1] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت اردو صفحہ ۱۸۵
[2] ولادت ۱۹۲۰ء وفات ۲۳ نومبر ۱۹۷۶ء

شیشے توڑ دیئے۔ شیشے توڑنے والوں میں ایک سانولے رنگ کا داڑھی والا شخص بھی تھا۔ ہم نے جوکہ چھت پر یہ نظارہ دیکھ رہے تھے ایک شخص کو تھانے اطلاع کرنے کیلئے بھیج دیا کیونکہ پولیس ابھی تک نہ آئی تھی اور جو دو چار سپاہی پہلے موجود تھے وہ بھی غائب ہو چکے تھے۔ ہجوم میں سے ایک لڑکے نے کار کا ڈھکنا اٹھا کر ماچس کی تیلیاں جلا کر آگ لگانے کی کوشش کی مگر جب آگ نہ لگ نہ سکی تو کار کو اُلٹا دیا گیا اور جو پٹرول نکلا اُسے آگ لگا دی۔ اسی پٹرول کی مدد سے اور بیت کے اندر سے جو گھاس وغیرہ نکالا گیا تھا اس سے بیت کے دروازے کو آگ لگا دی۔ اسی عرصہ میں کافی لوگ بیت کے اندر گھس چکے تھے اور انہوں نے گیراج کی طرف کا دروازہ بھی توڑ دیا تھا۔ پھر میں اس کے بعد تھانہ کیطرف گیا کیونکہ آگ کے شعلے بہت بلند ہو چکے تھے۔ راستہ میں چند لوگ بیت کا بورڈ اٹھائے ہوئے آئے اور انہوں نے وہ چوہدری مولیٰ داد صاحب کے مکان کے قریب گندے نالہ میں پھینک دیا۔۔۔۔ جلوس تقریباً پانچ بجے (بعد نماز عصر۔ ناقل) بیت کے سامنے پہنچا تھا اور آگ پانچ بجکر دس منٹ پر لگائی گئی۔ پہلا شخص پانچ بجکر پندرہ منٹ پر تھانہ گیا۔ پھر میں اس کے دس منٹ بعد پہنچا۔ مگر پولیس اور فائر بریگیڈ پونے چھ بجے موقعہ پر پہنچے۔ جب آگ لگائی جارہی تھی تو اس وقت ایک شخص کی آواز جو کہ اوٹ میں تھا آرہی تھی کہ شاباش مجاہدو۔ لوٹو۔"

بیت احمدیہ مری روڈ راولپنڈی کے اندر اس وقت سید اعجاز احمد شاہ صاحب انسپکٹر بیت المال ربوہ بھی تھے۔ آپ کا تحریری بیان ہے کہ :۔

" قریب پانچ بجے شام جلسہ نعروں پر ختم کر کے جلوس کی شکل میں ہجوم مری روڈ پر چل پڑا اور انجمن احمدیہ واقع مری روڈ پر جو باقت باغ سے دس منٹ کے فاصلہ پر واقع ہے آکر رکا ۔۔۔۔ اس وقت انجمن احمدیہ میں عاجز اور عاجز کے علاوہ دس اور احمدی دوست موجود تھے[1]

---

[1] ۱۔ مولانا رشید احمد صاحب چغتائی سابق مبلغ بلاد عربیہ۔ ۲۔ چوہدری غلام قادر صاحب آف ربوہ۔ ۳۔ چوہدری سردار خان صاحب ساکن ٹھیری تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی۔ ۴۔ چوہدری ریاض احمد صاحب ساکن پنجگرائیں ضلع سیالکوٹ ۵ حکیم آل احمد صاحب ترکستانی۔ ۶۔ بابو غلام حید صاحب پنشنر ریلوے گارڈ ۔ ، میاں عبدالسمیع صاحب بدوملہی وغیرہ

جن میں تین ضعیف العمر اور ایک سولہ سترہ سالہ لڑکا تھا جلوس کی انجمن کی طرف پیش قدمی کی اطلاع سن کر خاکسار نے انجمن احمدیہ سے باہر ایک احمدی کے مکان پر یہ اطلاع بھجوا دی کہ جلوس کا رخ انجمن کی طرف ہے اور انجمن میں موجود دوستوں سے عرض کیا کہ "تمام دروازے کھڑکیاں انجمن کی بند کر دیں اور کوئی دوست جلوس کو دیکھنے کی بھی کوشش نہ کرے ..... جلوس انجمن کے سامنے آکر رکا اور نعرے بلند کرتا رہا۔ جلوس کے ایک ہجوم نے ہلہ بول دیا۔ عین اُس وقت جبکہ عمارت کے دروازوں سے یہ سلوک جاری تھا انجمن کے ملحقہ مکانات کی طرف سے پتھراؤ شروع ہوگیا ...... انجمن احمدیہ کی بیرونی عمارت کو آگ لگا دی گئی۔ چنانچہ آگ چشم زدن میں لگ گئی۔ آگ کے دھوئیں اور تپش کی وجہ سے جب ہم نے دیکھا کہ حملہ آور سب کے سب عمارت سے باہر بھاگ گئے ہیں اور اب اندر رہنا خطرہ سے خالی نہیں تو احمدی احباب انجمن سے ملحقہ ایک مکان کی دیوار پر چڑھے ...... ہمارے ساتھ جو بزرگ معمر احمدی دوست تھے ان کو نوجوان سہارا دے کر دوسرے مکان میں لائے دوسرے مکان والوں نے تمام دروازے بند کر رکھے تھے مگر ہمارے کہنے سننے پر انہوں نے دروازہ کھول دیا اور ہمارے ساتھی دوسری طرف نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ باہر ہجوم کے کچھ نوجوان موجود تھے جنہوں نے ہمارے دو ایک آدمیوں کو پکڑا اور دھول دھپے مارے .... یہ تمام کارروائی قریباً نصف گھنٹہ میں ہوئی۔"

اس آتشزدگی سے بیت کی عمارت کا جو نقصان ہوا وہ تقریباً اٹھائیس سو روپیہ کا تھا اور اور اس کے اندر جو سامان ضائع یا لوٹا یا جلایا گیا (جیسے اخبار۔ کتابیں۔ دریاں۔ قناتیں چارپائیاں سائبان وغیرہ) اندازاً پندرہ سو روپیہ مالیت کا ہوگا۔

علاوہ ازیں اس کے ملحقہ مکان میں بعض اور احمدی بھی رہتے تھے ان کا جو سامان برباد ہوا وہ (۱۱۲۵) سوا گیارہ سو روپیہ کا تھا۔ اس طرح یہ سارا نقصان قریباً ساڑھے پانچ ہزار روپیہ کا ہوا۔"

اس سلسلہ میں جناب ملک برکت اللہ خاں صاحب کا حلفیہ بیان حسب ذیل ہے۔

"میں برکت اللہ خاں ولد ملک نیاز محمد خاں۔ عارضی سکونت راولپنڈی حلفیہ طور پر بیان

دیتا ہوں کہ :۔

۶ مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ۔ میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے حسبِ معمول بیت احمدیہ واقع مری روڈ گیا۔ نماز پڑھے جانے کے بعد حسب معمول میں نماز عصر تک وہیں رہا۔ نماز عصر پڑھنے کے بعد ایک صاحب چوہدری یوسف علی صاحب کی دعوتِ چائے پر میں انکے مکان پر جو کہ بیتِ احمدیہ کے بالمقابل کی گلی میں ہے چلا گیا۔ تقریباً ۵ بجے شام ایک بڑا ہجوم جس کی تعداد ۱۵۰۰ سے ۲۰۰۰ کے درمیان ہوگی لیاقت باغ کی طرف سے بیت احمدیہ کی طرف آیا پہلے کچھ حصّہ سیدھا آگے گزر گیا لیکن پھر ایک شخص نے بیت احمدیہ کی منڈیر پر چڑھ کر ہاتھوں کے اشاروں سے ہجوم کو روکا۔ اور پھر بیت کے ملحقہ گلی کی جانب بھیجنا شروع کیا۔ چند لڑکے بیت کی بیرونی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ ہجوم کا اگلا اور فعّال حصّہ دیہاتی اور اُجڈ قسم کے لوگوں کی اکثریت پر مشتمل تھا جو کہ باہر سے منگوائے گئے، معلوم ہوتے تھے۔ ہجوم عجب شور و غل کرتا ہوا آ رہا تھا۔ اور اگلے حصّہ میں لوگ بھانگڑا قسم کا ناچ کرتے ہوئے آ رہے تھے۔

بیت احمدیہ کے دروازے بند تھے۔ ہجوم نے پتّھر اور روڑے دروازوں پر مارنے شروع کر دیئے۔ جس سے گلی سے ملحقہ دروازہ بالکل ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد دو نوجوان عمارت کے چھجے پر چڑھ گئے اور جو بورڈ آویزاں تھے ان کو اتار پھینکا۔ علاوہ ازیں عمارت کا بڑا دروازہ بھی ہجوم نے کھول لیا۔ ایک کار بیت کے بالکل ساتھ کھڑی تھی۔ ہجوم نے اُس پر پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ ایک شخص نے جو کہ غالباً کار کے مالک کا ملازم ڈرائیور ہوگا کار کو سٹارٹ کر کے ہجوم کی زد سے باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن ہجوم نے کار کے سامنے اور بازوؤں پر جمع ہو کر سڑک کے عین درمیان میں روک لیا اور کار پر تیز پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ ڈرائیور نے جان کو خطرہ میں دیکھ کوشش ترک کر دی۔ ازاں بعد کچھ لوگوں نے بیت کے بڑے دروازے سے چٹائیاں نیز تین سائیکلیں نکال کر اور کار کو اُلٹا کر اُس پر رکھ دیں اور کار کی گدّیاں نکال کر کار کو اُلٹا کر اُس پر رکھ دیں اور کار کی گدّیاں نکال کر کار کو آگ لگا دی۔

ہجوم کے آنے تک تین سپاہی باوردی بیت کے بالمقابل ۶۰ فٹ کے فاصلے پر کھڑے

ہوئے تھے لیکن کے آ جانے کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ کار کو آگ لگانے کے بعد چند لوگوں نے اُس دروازے اور کمرے کو آگ لگانی شروع کر دی جو ہجوم نے پتھراؤ کر کے توڑا تھا۔ یہ آگ کار کی گدیوں اور اخبارات وغیرہ کے ذریعہ لگائی گئی۔ آن کی آن میں پورا کمرہ اور باہر کا چھجا شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا۔ دوسرے بڑے دروازے سے کافی لوگ بیت کے اندر داخل ہوتے اور باہر نکلتے رہے۔ جس مکان کے چوبارہ پر میں کھڑا ہوا تھا اُس کے تقریباً بالمقابل مکان کے چوبارے پر سے ایک چودہ پندرہ سالہ لڑکا ہجوم پر پتھر برساتا رہا۔ شاید ہجوم کو یہ باور کروا کر مزید مشتعل کرنے کے لیے کہ یہ پتھر احمدی مار رہے ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد مجھے یہ بھی علم ہوا تھا کہ ایک D.S.P کو سول کپڑوں میں بیت کے ساتھ کی عمارت میں جو کہ P.W.D کا دفتر ہے بٹھایا گیا تھا لیکن نصف گھنٹہ تک نہ تو پولیس جائے واردات پر پہنچی اور نہ ہی فائر بریگیڈ کا انجن۔ اور ہجوم اپنی من مانی کرتا رہا حالانکہ دو نوجوانوں مسمّی محمدؐ فاضل اور محمود احمد (ابن چوہدری یوسف علی صاحب مذکور) نے علی الترتیب یکے بعد دیگرے پولیس سٹیشن پر جا کر بھی اطلاع دی۔ جو کہ جائے وقوعہ سے صرف دو یا تین منٹ کے فاصلہ پر ہے۔ اتنی دیر تک ہجوم کا ایک حصّہ اس گلی میں بھی آ گیا جس میں وہ مکان واقع تھا۔ جس میں میں موجود تھا۔ اور گلی کو دونوں طرف سے بلاک کر لیا۔ ایک بوڑھا...... ہجوم کو ہاتھوں کے اشارے سے بتلا رہا تھا کہ اس مکان میں رہنے والا احمدی ہے۔ .... بالآخر میں یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں مندرجہ بالا بیان اگر ضرورت ہو تو حاضر عدالت ہو کر حلفاً دینے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔

فقط الراقم

برکت اللہ خان ولد ملک نیاز محمد خاں

پتہ:۔ معرفت میاں عطاء اللہ صاحب وکیل بی اے ایل ایل بی

کالج روڈ راولپنڈی شہر۔

مکان امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی

جلوس اسی دن رات کے ۹ بجے بابو اللہ بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی کے مکان پر بھی

حملہ آور ہوا۔ اس نے مکان کے دو دروازوں کو توڑ دیا۔ بیٹھک کا سامان میز کرسیاں پارچات اور قرآن شریف کے تین نسخے اور دیگر کتابیں جماعت احمدیہ کے مختلف شعبوں کے فائل وغیرہ بازار میں پھینک کر آگ لگا دی۔ اس طرح قریباً پانچ سو روپیہ کا نقصان پہنچایا۔ بلوائیوں نے بیٹھک سے آگے اندرون خانہ میں جانے کی بھی ازحد کوشش کی مگر خدا تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حملہ آور اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔

نور آرٹ پریس فسادیوں نے اسی روز نور آرٹ پریس پر بھی حملہ کیا اور اس کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اس وحشیانہ یلغار سے اس پریس کے احمدی مالک (مولوی علی محمد صاحب اجمیری) کو بارہ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔

پاک ریسٹورنٹ اسی روز ایک اور احمدی دوست عزیز احمد صاحب سیالکوٹی کے پاک ریسٹورنٹ واقع ٹرنک بازار پر بھی دھاوا بولا گیا۔ اور اُسے بے دردی سے لوٹا گیا اور باقی ماندہ سامان کو توڑ پھوڑ کر بیکار بنا دیا گیا

اس حادثہ کے بعد عزیز احمد صاحب نے ڈپٹی کمشنر صاحب راولپنڈی کی خدمت میں اس مضمون کی عرضداشت پیش کی کہ:-

"میرا ریسٹورنٹ یعنی پاک ریسٹورنٹ واقع ٹرنک بازار راولپنڈی جو یہاں کے تمام ہوٹلوں سے امتیازی حیثیت رکھتا تھا اور جس سے دو بڑے مہاجر کنبوں کی شکم پُری ہو رہی تھی اور جس کی آمدنی سے گورنمنٹ پاکستان کے خزانہ میں ۲۹۶ روپیہ انکم ٹیکس اور مبلغ ۳۰۰ روپے سالانہ سیلز ٹیکس جاتا تھا مورخہ ۴ مارچ کو بوقت شام مجلس احرار کے کارکنوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ ہوٹل کا تمام سامان مع سوڈا واٹر فیکٹری کے لوٹ لیا گیا ہے اور ہوٹل کے کمروں کو توڑ پھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ ایک عالی شان ریسٹورنٹ جو شہر میں اپنی مثال آپ تھا کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ الخ"

شانی کیمسٹ شاپ راولپنڈی کے بوہڑ بازار میں ایک احمدی چوہدری محمد بشیر صاحب کی انگریزی ادویات کی بہت بڑی دوکان جو "شانی کیمسٹ شاپ"

کے نام سے مشہور تھی بلوائیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گئی۔ چنانچہ چوہدری محمد بشیر صاحب کا بیان ہے کہ :-

"رات کے ساڑھے گیارہ بجے بازار کے چپڑاسی (چوکیدار) نے اطلاع دی کہ میری دوکان تالہ توڑ کر لوٹی جا چکی ہے۔ اس وقت ہر طرف ہنگامہ آرائی تھی۔ پولیس باہر پھر رہی تھی لیکن کسی کو منع نہیں کرتی تھی دوسرے دن صبح دس بجے کے قریب میں دوکان پر آیا تو سب چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ باہر جلی ہوئی اشیاء کی راکھ سڑک پر بکھری ہوئی ادویات جلا ہوا دوسرا سامان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت پولیس کا پہرا بیٹھا ہوا تھا۔ دوکان کے اندر لوٹے ہوئے شیشے، گری ہوئی ادویات اور الماریاں ٹوٹی ہوئی حالت میں تھیں۔

Refrijrater خراب پڑا ہوا تھا ..... نقصان کا اندازہ ۳۴۰۰ کے قریب ہے جس کی تفصیل جماعت کو دے دی گئی تھی اور اس کی کاپیاں حکام بالا کو بھی بھیج دی تھیں"۔

نیشنل میڈیکل ہال

بوہڑ بازار میں ہی انگریزی ادویات کی ایک اور دکان "نیشنل میڈیکل ہال" تھی جس کے مالک ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب[1] (پسر حضرت مولوی قطب الدین صاحب) تھے۔ یہ دکان کس طرح حملہ آوروں کے ہاتھوں غارت ہوئی اس کی تفصیل ڈاکٹر صاحب موصوف کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

"میری دکان واقعہ بوہڑ بازار کو بروز اتوار دن کے قریباً بارہ بجے سے لے کر ۳ بجے تک تمام سامان۔ ادویہ کی الماریاں، فرنیچر، میزیں کرسیاں اور دکان کی ہر ایک چیز دکان سے باہر نکال کر آگ لگا دی اور محلہ کے اکثر لوگوں نے اس واقعہ کو دیکھا۔ میں خود دکان پر نہ تھا، کیونکہ حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا ..... میری دکان مکمل طور پر خالی کر دی گئی ہے۔ ایک پیسہ کی چیز دکان میں نہیں رہی۔ بجلی کمپنی کا میٹر جو دکان میں تھا اور متعلقہ بجلی کی وائرنگ تمام کی تمام توڑ پھوڑ کر پھینک دیا گیا۔ دکان بالکل خالی ہے۔ نقصان کا اندازہ بارہ ہزار روپیہ ہے"۔

برلاس سائیکل ورکس

ایک اور احمدی دوست سردار محمد صاحب کی سائیکلوں کی دکان پر بلوائیوں نے حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا اور ان کو قریباً

[1] وفات ۱۸ مئی ۱۹۸۵ء

ڈیڑھ ہزار روپیہ کا نقصان پہنچایا ۔

پنجاب موٹر سٹور راولپنڈی کا "پنجاب موٹر سٹور" بھی چونکہ ایک احمدی بشیر احمد صاحب کا ابن خواجہ غلام نبی صاحب آف ڈیرہ دون کی ملکیت تھا اس لیے یہ بھی شورش پسندوں کی چیرہ دستی وسفاکی کی نذر ہو گیا ۔

صرافہ شاپ شیخ حبیب اللہ صاحب کی دکان صرافہ بھی بلوائیوں کے ہتھے چڑھنے سے نہ رہ سکی ۔ چنانچہ شیخ صاحب کے والد شیخ محمد عبد اللہ صاحب اوورسیر نے لکھا :-

"راولپنڈی میں میرے لڑکے حبیب اللہ کے پاس ایک دکان صرافہ بازار میں تھی جس میں میرا لڑکا صرافی کا کام کیا کرتا تھا ۔ بھرے بازار میں صرف ایک مختصر سی دکان تو مخالفین کو پہلے ہی کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی مگر تحریک کے ایام میں ان کی مرادیں بر آئیں ۔ ۵ تاریخ کی رات تھی اور گیارہ بجے کا وقت (جیسا کہ مجھے میرے ایک غیر احمدی عزیز نے بتلایا ہے جو کہ ہماری دکان کے بالکل قریب رہائش رکھتا ہے) کہ مشتعل ہجوم چوک کی طرف سے اشتعال انگیز نعروں کیساتھ آیا ۔ آناً فاناً ایک دو نہیں ۔ زبردست ہتھوڑوں کی چوٹوں کی آواز سنائی دی ۔ میرے عزیز کو یقین ہو گیا کہ اب حبیب کی دکان گئی ۔ دکان کا دروازہ ..... ہتھوڑے کی چوٹوں سے جلد ہی ٹوٹ گیا ۔ اندر جا کر ہجوم نے شوکیس اور تصاویر کو تو بُری طرح تباہ کیا ، اور چاندی کا کچھ زیور جو شوکیس میں تھا اور دکان کی کچھ اشیاء جو کسی کے ہاتھ لگیں اٹھا کر لے گیا ۔ چند منچلے آدمی سیف کو توڑنے میں لگ گئے ۔ تو بعض کا خیال بغیر وقت ضائع کیے دکان کو نذرِ آتش کرنے کا ہو گیا ۔ بازار کے چوکیدار نے اپنی بساط کے مطابق ان کو منع کرنے کی سعی کی مگر جب دیکھا کہ سیف کو توڑنے کے بعد یہ اپنے ارادہ سے باز کم ہی آئیں گے تو فوراً ایک پڑوسی دکاندار کو اس کے گھر پہ اطلاع دی ۔ وہ بھاگا بھاگا آیا اور ان لوگوں کو سمجھایا کہ "مرزائی" کو جلاتے جلاتے تم لوگ کئی مسلمانوں کو بھی جلاؤ گے ۔ یہ آگ سارے بازار کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی ۔ اسی اثناء میں بارڈر پولیس پہنچ گئی ۔ پھر کیا تھا مذہبی دلوانے جدھر کسی کا سینگ سمایا بھاگ دوڑے ۔

احمدیہ کمرشل کالج

احمدیہ کمرشل کالج کشمیری بازار راولپنڈی کے پروپرائٹر قاضی بشیر احمد[1] صاحب بھٹی تحریر فرماتے ہیں :-

"ہمارے مکان احمدیہ کمرشل کالج کی طرف وہ جلوس شام کے بعد پہنچ گیا (جو کشمیری بازار رتہ روڈ پر واقع ہے اور کوتوالی کے متصل اور جس کے ساتھ ہی احاطہ تحصیل میں اے۔آر۔پی کا ہیڈ آفس بھی تھا) ہم گھر کے سب افراد عورتیں بچے ابھی مغرب کی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ وہ جلوس آ پہنچا اور آتے ہی کالج کے دروازے اینٹ پتھر سے توڑنے شروع کر دیئے جلوس آنے سے تھوڑا وقت پہلے ہی میں نے اپنے لڑکے حمید احمد کو کوتوالی بھیجا کہ جلدی سے چوہدری کرم داد صاحب سٹی انسپکٹر کو اطلاع کر دو کہ جلوس اس طرف آرہا ہے۔ وہ گیا لیکن باوجود اس کے تین چار بار بڑے اصرار اور تاکید سے عرض کرنے کے انہوں نے ایک سب انسپکٹر اور دو پولیس مین اس وقت بھیجے جب جلوس دروازے وغیرہ توڑ پھوڑ کر اندر داخل ہو چکا تھا اور (ٹائپ) مشینوں، پنکھ کرسیوں اور میز وغیرہ کو توڑ کر مع ضروری ریکارڈ اور ٹائپ مشینوں کے پرزہ جات کے، قرآن مجید مترجم (مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی) مع تفسیر حاشیہ کی وہ کاپیاں سڑک پر نالی کے پاس رکھ کر آگ لگا دی تھی، جو ایک غیر احمدی عالم جناب اعجاز ولی صاحب نے برائے درستی کاپیاں مجھے دی تھیں جن میں سے کچھ کی تصحیح باقی تھی باقی مکمل ہو چکی تھیں۔

خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کا نشان اس وقت یہ ظاہر ہوا کہ جس کمرے کے تینوں دروازے توڑ کر جلوس والے اندر داخل ہو گئے تھے اس کے ساتھ والے کمرہ ہی میں ہم سب اپنے بال بچوں سمیت اکٹھے کھڑے سب کچھ توڑ پھوڑ کی آوازیں سن رہے تھے اور درمیان میں صرف ایک دروازہ ہی تھا جس کی ایک ہی چٹخنی لگ رہی تھی۔ اگر کوئی ان میں سے اس دروازہ کو ایک ٹھوکر ہی مار دیتا تو دروازہ کھٹ سے کھل جاتا اور وہ اندر داخل ہو جاتے لیکن اس خدائے ذوالجلال والاکرام نے جو اپنے عاجز بندوں کی عاجزانہ پکار کو سننے اور قبول فرمانے والا ہے عین وقت پر گویا دوڑ کر ہماری مدد فرمائی اور ان بلوائیوں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ کالج کے کمرے کے اندر دس منٹ سے زیادہ نہ ٹھہر سکے اور جلدی

---

[1] وفات ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء

نکلنے کی کوشش کی کہ اتنے میں مسلح پولیس بھی آگئی جس کا ذکر اوپر کر چکا ہوں اور انہوں نے ان کو اشارہ کر کے بٹھا دیا ۔ جب ہمیں شام کے قریب پتہ لگا کہ بیت احمدیہ کو آگ لگا دی گئی ہے اور جلوس اب اس طرف آنے والا ہے تو میں نے اپنے بچوں (قاضی کبیر احمد۔ قاضی حمید احمد) سے کہا کہ ٹائپ مشین کالج سے نکال کر اندر رکھ لیں ۔ کیا پتہ وہ سچ مچ ہی نقصان کر دیں مگر دل میں ایک قسم کا اطمینان بھی تھا گو سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہم دیکھ رہے تھے ۔ نصیر احمد بوجہ سخت بیمار ہونے کے چلنے پھرنے سے بھی ان دنوں معذور تھا ۔ پہلے ہم نے ضروری سامان اور ٹرنک وغیرہ اوپر کی منزل میں رکھ لئے مگر پھر خیال آیا کہ ساتھ ہی اور پیچھے بھی مخالفین کے مکانات ہیں ۔ کہیں اُوپر سے دشمن کو راستہ نہ دے دیں ۔ پھر سارا سامان وغیرہ نیچے کمرے ہی میں لے گئے اور قاضی نصیر احمد صاحب کو بڑی مشکل سے نیچے لے آئے لیکن جب جلوس آ ہی پہنچا تو پھر جلدی سے قاضی نصیر احمد کو اوپر بڑی مشکل سے پہنچایا اور سب عورتوں اور بچوں کو بھی" اس ہنگامہ میں بلوائیوں نے راولپنڈی کی بعض اور بھی احمدی دکانوں کو لوٹا مثلاً دہلی کریانہ ہاؤس، احمدیہ کریانہ سٹور، کشمیر ہوٹل گنج منڈی وغیرہ ۔

ایک معزز غیر احمدی نوجوان کا دردناک قتل

خواجہ غلام نبی صاحب[1] گلکار انور (آزاد کشمیر حکومت کے پہلے صدر) کا تحریری بیان ہے کہ:-

"یوں تو کئی مہینوں سے روزانہ احرار کی طرف سے ہمارے محلہ میں احمدیوں کے خلاف جلسے ہوتے رہے اور جلوس ہمارے مکان کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہمارے خلاف "مرزائی مردہ باد" کے نعرے لگاتے تھے ۔

۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو راولپنڈی میں مجلس احرار کے پروگرام کے ماتحت تمام شہر میں احمدیوں کے خلاف جلوس نکالے گئے ۔ بیت احمدیہ راولپنڈی کو آگ لگا دی گئی ۔ اور اسی روز ہمارے مکان واقع موہن پورہ راولپنڈی پر دوبارہ حملہ کیا گیا ۔ پہلی بار مکان کے دروازوں اور کھڑکیوں کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی جس پر محلہ میں ہمارے قریبی ہمسایوں نے یہ کہہ کر انہیں باز رکھا کہ ان کا مکان جلنے کے ساتھ سارا محلہ جل جائے گا جس پر وہ چلے گئے ۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر ہجوم آیا اور دروازے توڑنے لگا ۔ اس کا ایک حصہ چھت کے راستہ اندر گھس

[1] وفات ۱۷ر جولائی ۱۹۷۳ء

کر لوٹنا اور مارنا چاہتا تھا جیسا کہ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ہمارے متعلق یہ سکیم طے پا گئی تھی کہ کچھ چھت پر سے آئیں گے اور کچھ دروازے توڑ کر اندر گھس آئیں گے اور نعوذ باللہ ہماری مستورات کو جبراً لے جائیں گے اور مجھے اور میرے بھتیجے ارشاد محمد اور بھائی غلام احمد کو قتل کر کے سامان کو لوٹیں گے اور بعد میں مکان کو آگ لگا دیں گے مگر خداوند کریم نے ہم پر اپنا فضل و کرم کیا کہ وہ اپنی سکیم میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جس وقت ہجوم ہم پر یورش کر رہا تھا تو میری بیوی زیب النساء بیگم نے کمال جرأت اور بہادری اور بلند حوصلگی سے ان کو للکارا اور کہا کیا یہی اسلام ہے کہ تم لوگوں کو لوٹتے اور مارتے پھرتے ہو" انہوں نے پتھر پھینکنے شروع کیے۔ اس پر میری بیوی اور بھانجی مریم سلمٰی نے اُن پر پتھر اوپر سے پھینکے تاکہ وہ پسپا ہو جائیں چنانچہ جب ہمارے چھت پر سے اینٹوں کی جوابی بوچھاڑ ہوئی وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسی رات جبکہ ہم پر دوبارہ حملہ ہو چکا تھا میرے ایک غیر احمدی عزیز محمد مقبول شاہ صاحب جو نور آرٹ پریس کے مینیجر تھے ہمارے متعلق اطلاع پا کر دریافت حال کے لیے آئے اور صرف دس بارہ منٹ ہمارے ہاں بیٹھے رہے اور پانی کا ایک گلاس بھی پیا اور جب باہر گئے تو ابھی تین چار فرلانگ بھی نہ گزرے تھے کہ ایک ٹولی نے انہیں مجھے سمجھ کر (کہ یہی گناہگار ہے) چھرے مار مار کر شدید زخمی کر دیا اور کپڑے بھی اُتار لیے اور نقدی بھی سنبھالی۔ اس کے ایک روز بعد وہ میونسپل ہسپتال میں فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ حالانکہ مرحوم نے ان کو بار بار کہا بھی کہ وہ "مرزائی" نہیں ہیں مگر انہوں نے ایک نہ سُنی۔ افسوس کہ ہم میں سے کوئی بھی اُن کو نہ دیکھ سکا۔ یہ بھی فیصلہ ہو چکا تھا کہ جمعہ کے روز وہ ہمارے معاملہ میں کامیاب نہ ہو سکے تو سنیچر (ہفتہ) کو تیسری بار حملہ کر کے وہ ہمیں ختم کر دیں گے لیکن ہم ساری رات عجز و انکسار کے ساتھ دعاؤں میں لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کر دیا کہ ہم وہاں سے بچ نکلے اور کرنل عطاء اللہ کے ہاں ملٹری کے ذریعہ پہنچائے گئے جس کا ہمیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کرنل صاحب کے ہاں سوا مہینہ مقیم رہے"۔

فصل دوم

ضلع گوجرانوالہ

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں لکھا ہے :۔

"۲ مارچ کو دس بجے ڈپٹی کمشنر[1] کے کمرہ عدالت میں سرکاری اور غیر سرکاری آدمیوں کا ایک اجلاس ہوا۔ سٹی مسلم لیگ کے عہدیداروں نے اس اجلاس میں موقع پا کر لیگ کے اندر اپنے مخالفین کی مذمت کی۔ اور حکام ضلع کے ساتھ سرگرم تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ اس مرحلے پر لاہور جانے والی ٹرینوں کو ان ہجوموں نے روکنا شروع کیا جو لاہور جانے والے رضا کاروں کی مشایعت کے لیے ریلوے اسٹیشن پر جمع ہو جاتے تھے۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پولیس کا ایک دستہ ساتھ لے کر ریلوے سٹیشن پر گئے۔ اور انہوں نے پچاس رضا کاروں کے ایک دستے کو ٹرین سے اتار کر گرفتار کر لیا۔ اس پر ہجوم میں جوش پھیل گیا اور اس نے دو دفعہ ٹرین کو روکا۔ جب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ٹرین کو روانہ کر دینے کی دوسری کوشش کی تو اُن پر حملہ کیا گیا جس سے وہ اور چار پولیس مین زخمی ہو گئے۔ جن میں ایک سب انسپکٹر بھی تھا۔ اسی دن شام کو پانچ ہزار کے ایک جوش میں بھرے ہوئے ہجوم نے ریلوے اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر سندھ ایکسپرس کو روک لیا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس چھ پیادہ کانسٹیبلوں کو ساتھ لے کر اس مقام پر پہنچے لیکن ان پر اینٹوں اور پتھروں کی بوچھاڑ کی گئی۔ چونکہ اس وقت اندھیرا ہو چکا تھا اور اگر ہجوم منتشر نہ ہوتا تو تشدد پر اُتر آتا۔ اور ٹرین کے مسافروں کی پریشانی کا باعث ہوتا۔ اس لیے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے تین پیادہ کانسٹیبلوں کو حکم دیا کہ بارہ راؤنڈ ہوا میں چلائیں۔ اس سے ہجوم منتشر ہو گیا اور کسی قسم کا جانی نقصان نہ ہوا۔ اس کے بعد معززین شہر کا ایک اجلاس ریلوے اسٹیشن پر طلب کیا گیا۔ اگرچہ

---

[1] ضلع گوجرانوالہ سرا قبل)

ان میں سے ہر ایک اس غنڈے پن کی مذمت کر رہا تھا لیکن کسی قسم کی عملی امداد کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ کہ مبادا وہ کافر یا مرزائی قرار دیا جائے۔

چونکہ مجلس عمل کے عہدیداروں نے مجلس عمل کی حمایت کا عہد کر رکھا تھا اس لیے مجلس عمل کے ڈکٹیٹر نے مسٹر منظور حسن ایم ایل اے سیکرٹری سٹی مسلم لیگ سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک دستے کی قیادت کر کے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کریں۔ لیگ کے صدر شیخ آفتاب احمد نے تجویز کی کہ شیخ منظور حسن کی فرضی اور بناوٹی گرفتاری کا انتظام کیا جائے تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ تحریک کو لیگ کی حمایت حاصل ہے۔ اس پر اتفاق ہو گیا۔ شیخ منظور حسن گرفتار کیے گئے۔ اور انہیں پولیس کی ایک جیپ میں بٹھا کر ضلع کے ایک دُور دست گوشے میں اُتار دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ وہ چند روز تک گوجرانوالہ واپس نہ آئیں لیکن لوگ اس چال کو سمجھ گئے۔ اور دوسرے دن کوئی دو سو آدمی شیخ آفتاب احمد کے مکان پر پہنچے اور ان سے کہنے لگے کہ ایک جلوس میں شامل ہوں۔ وہ زبردستی ایک مکان سے باہر نکالے گئے اور اُن کو ایک جلوس کے ساتھ چلنے پر مجبور کیا گیا۔ جو مسجد شیرانوالہ باغ کو جا رہا تھا۔ اس وقت تک مسٹر منظور حسن گوجرانوالہ واپس آ چکے تھے اور مسجد شیرانوالہ باغ میں پہنچ کر شورش پسندوں میں شامل ہو چکے تھے۔ انہوں نے احمدیوں اور حکومت کے خلاف کئی تقریریں کیں۔ اور سات مسلم لیگ کونسلروں کو ساتھ لے کر ایک جلوس کی قیادت کی۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے۔

چیف منسٹر کا بیان مورخہ ۶ مارچ لاہور کی ہدایات کے مطابق شہر بھر میں نشر کر دیا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اطلاع ملی کہ ۷ مارچ کو احمدیوں کے جان و مال پر حملوں کا خطرہ ہے۔ اس صورتِ حالات پر فوج سے گفتگو کی گئی۔ فوج نے تجویز کی کہ دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت عام جلسے اور جلوس ممنوع قرار دیئے جائیں۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر نے اس تجویز کو قبول نہ کیا اور اس کی بجائے فیصلہ کیا کہ فوج اور پولیس کر شہر میں گشت کریں۔ اس کے بعد شہر میں لاقانونی کے کسی واقعہ کی اطلاع نہیں آئی۔ سوائے اس کے کہ ایک احمدی کی دکان لوٹنے کی کوشش کی گئی۔

۷ مارچ کو موضع ننداپور میں شورش پسندوں کے ایک پُر غیظ ہجوم نے ایک شخص

محمد حسین کو یہ سمجھ کر قتل کر دیا کہ وہ احمدی ہے ۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ متوفیٰ کے ایک دشمن نے اس کو قتل کرانے کے لیے چال چلی تھی۔

۸ر مارچ کو مقامی ایم ایل اے مسجد شیرانوالہ باغ میں طلب کیے گئے اور ان سے درخواست کی گئی کہ لاہور جا کر ہدایات لائیں۔ یہ ایم ایل اے چیف منسٹر صاحب سے ملے لیکن کوئی قطعی ہدایات نہ لائے۔

گوجرانوالہ میں فوج کی ایک کمپنی ۵ر مارچ کو۔ دو بٹالین ۶ر مارچ کو اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کنسٹیبلری کے دو ریزرو دستوں کو لے کر ۸ر مارچ کو پہنچ گئے۔

جب فوج آئی تو ان نعروں سے ان کا خیر مقدم کیا گیا "پاکستانی فوج نے سیالکوٹ میں گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ زندہ باد پاکستانی فوج زندہ باد" شورش پسند ہر جگہ یہ اعلان کر رہے تھے کہ وہ کفر کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ اور کئی مقامات پر ایسے پوسٹر لگائے گئے جن میں پولیس اور فوج سے اپیل کی گئی تھی کہ گولی نہ چلائیں ۔ بلکہ جہاد میں شامل ہو جائیں ۔

ضلع میں کوئی ایک درجن احمدیوں کو مجبور کر دیا گیا کہ اپنے عقیدے سے توبہ کر لیں"۔[1]

احمدیوں کے بیانات

۱۔ جناب میر محمد بخش صاحبؒ[2] ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں :۔

شہر گوجرانوالہ میں بھی ایسی کانفرنسیں جن کے نتیجہ میں محلہ وار اجلاس کیے گئے ۔ جن میں پاس کیا گیا کہ احمدیوں کا اقتصادی بائیکاٹ کیا جاوے اور ان کو اپنے مُردے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے دیئے جائیں . . . . . جس کے نتیجہ میں بازار میں دوکانوں پر دو قسم کے بورڈ احرار نے لگوائے جن میں یہ تحریر ہوتا تھا کہ :۔

"مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ کرو ۔ مرزائیوں کے برتن علیحدہ ہیں" علاوہ اس کے بعض بعض احمدیوں کی دکانات کے بورڈ پر بھی احرار نے لکھوا دیا کہ یہ دکان مرزائی کی ہے اور ان کے سامنے پکٹنگ لگوائی گئی کہ کوئی غیر احمدی اُن سے سودا نہ خریدے اور اگر کوئی خریدتا

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۸۱ - ۱۸۳ ۔ [2] وفات ۱۴ر فروری ۷۷ ۱۹ء

تو اُسے واپس کر دیا جاتا تھا۔

۲۲ فروری ۱۹۵۳ء کو مطالبات نہ مانے جانے کے بعد مجلس عمل کے راست اقدام شروع کرنے کے بعد "مجاہدین" جلوس بنا کر کچہری میں آتے اور تمام کچہریوں کے گرد چکر لگاتے۔ ختم نبوت زندہ باد۔ مرزائیت مُردہ باد۔ حکومت مُردہ باد کے نعرے لگاتے اور جو گرفتار ہونے کے لیے آتے وہ اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیتے۔ ایسے جلوس ۴ر مارچ سے ۵ر مارچ تک جاری رہے۔ جلوس میں باوجود باغیانہ اور اشتعال انگیز نعرے لگائے جانے کے مقامی حکام ایسے جلوسوں کو روکنے کی کوشش نہ کرتے۔ بالآخر ملڑی حکام نے آکر سول حکام کو ۵ر مارچ کو توجہ دلائی کہ ایسے جلوس بند ہونے چاہئیں۔ تب جا کر مقامی حکام نے سختی سے ایسے جلوسوں کو بند کر دیا۔

پہلے چند بچے کسی احمدی کے مکان کے سامنے آکر احمدیوں کو گندی گالیاں دیتے اور اشتعال انگیز نعرے لگاتے۔ پھر اُن سے بڑی عمر کے لڑکے آجاتے اور دروازوں پر پتھراؤ شروع کر دیتے اور بالآخر معمر لوگ آتے اور مکانات کے دروازے وغیرہ توڑ کر مکینوں کو ڈانگوں اور چھروں وغیرہ سے ڈراتے اور کہتے کہ احمدیت سے تائب ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے اور تمہاری مستورات اٹھائی جائیں گی۔ اگر کوئی ایسا کرنے سے انکار کرتا تو اس کے مکان کا سامان توڑ پھوڑ دیا جاتا اور لوٹ لیا جاتا اور بعض اوقات آگ لگا دی جاتی۔ عام طور پر حملہ آور ایک محلہ کے دوسرے محلہ میں جا کر حملہ کرتے۔ تاکہ پہچانے نہ جائیں اور محلہ والے پاس کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے ماسوائے چند شرفاء کے جو حملہ آوروں کو منع کرتے لیکن حملہ آور اُن کو بھی مار ڈالنے کی دھمکی دیتے جس کی وجہ سے وہ بھی خاموش ہو جاتے۔ حملہ کرنے سے پہلے افواہیں پھیلائی جاتیں کہ فلاں احمدی کے مکان پر فلاں وقت حملہ کیا جائے گا تاکہ خوف و ڈر کی وجہ سے وہ مکان چھوڑ جائے۔

پولیس چوکیوں پر اطلاع دینے پر پولیس والے جان بوجھ کر جائے واردات کی بجائے دوسرے محلہ میں چلے جاتے اور رپورٹ کر دیتے کہ کوئی خطرہ نہیں ہے جس کی وجہ سے مقامی حکام بالا سمجھتے کہ احمدیوں کو شہر میں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ پولیس کا چھوٹا عملہ حملہ آوروں کی

بیٹھ ٹھونکتا۔ اور اُن کو حملہ کے لیے اُکساتا تھا

۲۔ جناب شیخ نیاز احمد صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس شورش کے دنوں میں گوجرانوالہ میں اپنے آبائی مکان میں فروکش تھے اور فالج اور دیگر عوارض میں مبتلا ہونے کے باعث صاحب فراش تھے اور چلنے پھرنے سے معذور۔ انہی ایام میں آپ نے اپنے خط میں لکھا تھا:۔

"یہاں گوجرانوالہ میں لاقانونیت انتہائی صورت اختیار کر چکی ہے۔ علی الاعلان غنڈے بلا روک ٹوک لوٹ مار کر رہے ہیں اور مُلّانے کوچہ بہ کوچہ کھلم کھلا تقریریں اشتعال انگیز کرتے ہیں جس میں وہ لوٹ اور ہر قسم کی سختی احمدیوں سے کرنے کی پُر زور الفاظ میں تحریک کرتے ہیں۔ مقامی افسران بھی اُن سے ملے ہوئے ہیں۔ سارے شہر میں کہیں بھی پولیس کا آدمی نظر نہ آئے گا۔ اور غنڈے بغیر کسی رکاوٹ کے من مانی سختیاں احمدیوں پر کر رہے ہیں۔ ...... ہمارے مکان پر نہایت شدت سے حملے کیے گئے ہیں۔ غنڈے سینکڑوں کی تعداد میں ڈھول بجاتے ہوئے لاٹھیوں اور پتھروں سے مسلح۔ گندی گالیاں دیتے آتے ہیں اور آتے ہی دھاوا کرتے ہیں۔ دروازوں کو زور زور سے توڑتے ہیں۔ اینٹیں اور پتھر مار کر سخت تشویشناک حالت برپا ہو جاتی ہے میرے مکان کے روشندان۔ شیشے وغیرہ ٹوٹ گئے ہیں۔ مکان اینٹوں سے بھرا ہوا ہے۔

۳۔ عبدالحمید صاحب ٹیلر ماسٹر کا تحریری بیان ہے:۔

"مورخہ ۶ مارچ بروز جمعہ صبح سے ہمارے گھر ٹولیاں آنی شروع ہو گئیں۔ ہم نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ وہ باہر آکر بدزبانی کرتے اور دروازہ کو اینٹیں اور لاٹھیاں مارتے تھے اور ساتھ ہی کہتے تھے۔ آج رات کو ان کا مکان بھی جلا دیں گے اور ان کی بے عزتی کریں گے اور یہ ٹولیاں ہر دس منٹ کے بعد چکر لگاتی تھیں اور دروازے پر آکر بدزبانی کرتے تھے ہمارا ایک غیر احمدی رشتہ دار ہمارے گھر آیا تو مجمع نے اس کو ہمارے گھر میں نہ آنے دیا اور وہ بیچارہ واپس چلا گیا۔ اس مجمع یا ٹولیوں میں ہمارے محلہ کا کوئی آدمی شامل نہ تھا۔ سب دوسرے محلوں سے آئے ہوئے تھے۔ محلہ والے گھروں سے باہر نکل کر تماشا ضرور دیکھ رہے تھے۔

۴۔ عبداللطیف صاحب ٹھٹہ گوجرانوالہ نے بیان دیا کہ:۔

"کمترین کے مکان پر جب جلوس آیا تو ہم گھر پر موجود تھے۔ اہل جلوس خشت باری کر کے چلے گئے۔ دوسرے روز جلوس پھر آیا مگر اس وقت ہم گھر میں موجود نہ تھے۔ صرف عورتیں تھیں اور اندر سے تالا لگا ہوا تھا۔ جس وقت جلوس ہمارے گھر کے نزدیک آیا اُن کے ہاتھوں میں لوہے کے سریا تھے۔ انہوں نے ہمارے گھر کا دروازہ توڑا۔ پھر بیٹھک کا توڑا۔ اسکے بعد میٹر توڑا۔ پھر بجلی کی تاریں کاٹ ڈالیں اور لوٹ مار شروع کر دی۔ اس وقت جو حالت عورتوں کی تھی وہ خدا ہی جانتا ہے۔ میرے پاس کارخانہ میں ایک لڑکے نے آکر اطلاع دی کہ تمہارے گھر کا دروازہ توڑ دیا گیا ہے۔ میں وہیں سے سیدھا پولیس چوکی گھنٹہ گھر گیا اور وہاں اطلاع دی۔ چوہدری اسمٰعیل تھانیدار ملک صاحب سے ٹیلیفون کر رہے تھے کہ اسلام آباد میں جو مرزائی تھے وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ باقی تھوڑی سی کسر ہے۔ جب ٹیلیفون کر چکے تو میں نے دروازہ کھولا اور اُن سے عرض کیا کہ میرا دروازہ توڑ دیا گیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ شائد میرے بال بچہ کو مار نہ دیں۔ چلیے کچھ انتظار کریں۔ انہوں نے کہا میں کیا کر سکتا ہوں۔ اتنے جلوس کے آگے میری کیا پیش جاتی ہے۔ تب میں نے کہا اگر کوئی قتل ہو گیا یا مارا گیا تو اس کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ پھر سائیکل پر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت جلوس والے دروازے وغیرہ توڑ پھوڑ کر کے جا چکے تھے"۔

۵۔ جناب مولا بخش صاحب، محمد لطیف صاحب اور محمد حسین صاحب کا مشترکہ بیان:۔

"ہمارے مکانات واقع گلی مولوی سراج الدین ایک دوسرے سے ملحق ہیں۔ فروری کے اوائل میں ہمارے کانوں میں یہ آوازیں پڑتی تھیں کہ ۲۶ فروری آرہی ہے جو کہ آپ کیلئے شدید اور سخت ہے۔ چنانچہ ۲۵ فروری کی رات کو قریباً ساڑھے نو بجے ایک سو سے زائد افراد پر مشتمل ایک ہجوم ہمارے مکانوں کے سامنے آکر بے پناہ شور کرنے لگ گیا اور ہمارے دروازوں اور کھڑکیوں پر اینٹیں اور پتھر برسانے لگا۔ ہم نے انہیں بہتیرا سمجھایا کہ ان حرکتوں سے باز آجاؤ آخر ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے لیکن انہوں نے ہماری ایک نہ سُنی بلکہ شرارت میں بڑھتے ہی گئے۔ کبھی جلوس کی شکل میں سامنے بازار چلے

جاتے اور کبھی شور مچاتے مکانوں کے سامنے آجاتے اور دروازے اور کھڑکیاں بڑے زور سے کھٹکھٹانے لگتے۔ گندی اور فحش گالیاں دیتے۔ یہ حالت تقریباً پون گھنٹہ رہی۔ بعد میں محلہ میں بسنے والے شریف لوگوں نے بیچ میں پڑ کر اُن کو ہم سے دُور کیا اور کہا یہ طریق کار شریفانہ نہیں۔ ان کے مجبور کرنے پر ہجوم چلا گیا۔ متذکرہ بالا وقوعہ کے بعد بھی وقتاً فوقتاً ہمارے دروازوں کو پیٹا جاتا رہا اور گندی اور فحش گالیاں دی جاتی رہیں۔ چنانچہ ایک رات ہمارے صدر دروازے پر آویزاں لیٹر بکس بالکل توڑ پھوڑ دیا اور ایڈریس کے بورڈ کو اتار لیا گیا سب سے آخر میں مارچ کی ۶ تاریخ کو رات کے قریباً پونے دس بجے ہمارے (مولیٰ بخش) مکان پر پٹرول چھڑک کر باہر سے آگ لگا دی گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہمیں (محمد حسین) فوراً پتہ چل گیا اور آگ پر قابو پا لیا گیا۔ چونکہ یہ کام نہایت سرعت سے اور ہم سب نے مل کر کیا اس لیے کسی قسم کا جانی اور مالی نقصان نہیں ہونے پایا۔ ثم الحمد للہ۔ آگ کی خبر سامنے ایک ہمسایہ کے ذریعہ سارے محلہ میں پہنچ گئی اور محلہ کے سرکردہ اشخاص شیخ برکت علی۔ شیخ عاشق حسین اور میاں عبدالحمید صاحب نے تھانہ میں رپورٹ کر دی۔ تھانہ سے بروقت ذمہ وار حکام تشریف لائے اور انہوں نے موقع پر آگ لگنے کی جگہ کو دیکھا۔ اور جائزہ لیا اور تسلیم کیا کہ آگ پٹرول سے لگائی گئی ہے۔ آگ لگانے والوں نے ہمارے مکانوں کے دروازوں کو باہر سے کنڈیاں لگا کر بند کر دیا۔ تا ہم جلد باہر نہ نکل سکیں۔ لیکن خوش قسمتی سے ایک دروازہ کی کنڈی کھلی رہ گئی۔ اس کے ذریعہ ہم جلد مکان سے نکل آئے۔ الخ "

۶۔ مکرم معراج دین صاحب پنساری کا بیان ہے :۔

" میری دکان پر آ کر لوگ گالیاں دیتے۔ آس پاس کی دکانوں پہ آدمی بٹھا کر ہماری دکان سے سودا نہ لینے کی تلقین کی جاتی۔ بکے ہوئے سودے واپس کرائے جاتے۔ باقاعدہ پکٹنگ کی جاتی۔ احمدیت سے تائب ہونے کی دھمکیاں دی گئیں۔ بصورت دیگر قتل کرنے دکان لوٹنے اور آگ لگانے کی دھمکیاں دی گئیں۔ بلکہ بعض دفعہ چھرے بھی دکھائے جاتے۔ میرا والد میرا سخت مخالف تھا۔ اور مجھے تکالیف پہنچانے میں اس نے بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی حتیٰ کہ میرے قتل کی بھی کوشش کی لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں ان تمام مصائب

برداشت کرنے کی توفیق بخشی۔ اور ہم بفضل خدا احمدیت پہ قائم رہے۔ الحمدللہ۔ مکان اور دکان پر خشت باری کی جاتی رہی۔ میری دکان کئی دن تک بند رہی اور ہم اپنے مکان میں محبوس رہے۔ بعض عورتوں نے ہمارے مکان پر آکر ہماری عورتوں کو احمدیت سے تائب ہونے کی تلقین کی مگر انہوں نے کہا کہ ہم ایسا کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ مرنا تو ایک ہی دفعہ ہے۔"

۷۔ مکرم میاں محمد الدین صاحب بوٹ میکر کا بیان ہے کہ:۔

"میری دکان دروازہ ٹھاکر سنگھ کے اندر احراریوں کے گڑھ میں واقع ہے۔ میری دکان پہ اکثر احراری آتے رہتے۔ مجھے تبلیغ کرتے۔ میرے جوابات کا جواب نہ پاکر مجھے احمدیت سے تائب ہونے کو کہتے اور بس نہ چلتا تو میرا سودا خراب کرتے۔ دوسروں کو مجھ سے سودا خریدنے سے منع کرتے۔ جب پھر بھی مَیں اُن کا کہنا نہ مانتا تب مارنے کی دھمکیاں دیتے۔ بعض اوقات چھُرے دکھاتے اور کہتے یہ تیرے لیے ہی بنوا رکھے ہیں۔ جب مَیں نے اس کی بھی پرواہ نہ کی تب میری دکان کے تالوں پہ پاخانہ لگا جاتے (اور کافی عرصہ تک روزانہ لگاتے رہے) جو بازار کا بھنگی بھی صاف نہ کرتا اور آخر کار مَیں خود ہی صاف کیا کرتا۔ پھر مجھے سخت مارتے بھی رہے حتیٰ کہ میرا منہ اور چھاتی کئی دن تک سوجی رہی اور بعض چوٹوں کا مجھ پہ ابھی تک اثر ہے۔ میری بیوی ہر روز سہمی رہتی کہ نہ جانے آج میرے خاوند کا کیا بنتا ہے۔ ایک دن میرے بچے مبشر احمد (جس کی عمر ۷ ، ۸ سال کی تھی) کو اُٹھا کر لے گئے اور کہنے لگے کہ احمدیت سے تائب ہو جاؤ ورنہ ہم اس کو مار ڈالیں گے۔ میرا بچہ میرے سامنے روتا رہا۔ لیکن مَیں نے صبر کیا اور احمدیت کو نہ چھوڑا۔ ان تمام واقعات کی حکومت کے ذمہ وار افسران کو اطلاع دی جاتی رہی لیکن افسران نے کچھ بھی نہ کیا۔ سوائے اس مشورہ کے کہ مَیں دکان چھوڑ جاؤں لیکن مَیں نے دکان نہ چھوڑی۔ دورانِ تحریک میں ایک دن وہ میرے گھر گئے اور بتایا کہ تمہاری جماعت کے تمام بڑے بڑے افراد احمدیت کو چھوڑ چکے ہیں۔ تم بھی چھوڑ دو لیکن مَیں نے ایسا نہ کیا بلکہ احرار کے دفتر میں چلا گیا اور اُن سے بعض مسائل پر گفتگو کی لیکن اُن پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ میرے بچہ کو سکول میں مارا بھی گیا لیکن اس نے صبر

کیا۔ غرضیکہ کوئی ایسی تکلیف نہ تھی جو مجھے نہ دی گئی ہو۔ ایک دن میں ایک شدید دشمن سے ڈر گیا اور نماز ظہر میں سخت رویا کہ مولیٰ کریم اب میں کیا کروں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہی شخص اس دن سے میرا دوست بلکہ میرا محافظ بن گیا۔ الحمد للہ کہ میں احمدیت پر قائم ہوں۔"

۸۔ مکرم شیخ صاحب دین صاحب کا بیان ہے کہ:-

"سات اور آٹھ مارچ کی درمیانی رات کو قریباً دس بجے شب کے ۱۶، ۱۷ اشریروں کا ایک ٹولہ جو کہ چھروں سے مسلح تھا نعرے لگاتے ہوئے ہمارے کارخانہ اور رہائشی مکان کی طرف سوچی سمجھی ہوئی کے ماتحت حملہ کرنے کی غرض سے آیا۔ ہمارے مکان سے تیس چالیس گز کے فاصلہ پر بعض شریف اہلِ محلہ جو بیدار تھے اور ایک طرح سے پہرہ دے رہے تھے انہیں روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر رعب ڈالا اور وہ واپس چلے گئے۔ لیکن صبح ہونے پر اہلِ محلہ نے غالباً شریر لوگوں کے کہنے پر ہمیں یہ کہا کہ فضا بہت خراب ہے اور ہماری طاقت سے باہر ہو چکا ہے۔ اب آپ خود اپنی حفاظت کا انتظام کرلیں۔ یا شہر چھوڑ دیں۔ ہم نے کہا ہم جگہ نہیں چھوڑ سکتے۔ اللہ ہی ہماری حفاظت کرے گا۔ وہی حافظ و ناصر ہے۔ چنانچہ اسی مولیٰ نے ہی ہماری حفاظت فرمائی اور ہم جانی نقصان سے محفوظ رہے۔ البتہ مالی نقصان ضرور ہوا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس تمام دورانِ شورش میں ہمارے پاس بیرون جات یا شہر سے کوئی بیوپاری ہمارے کارخانہ میں نہیں آیا کیونکہ خفیہ بھی اور ظاہراً بھی ہم پر پکٹنگ لگی رہی ہے۔ الخ"

۹۔ مکرم محمود احمد جان صاحب کا بیان ہے کہ:-

"۵ مارچ ۱۹۵۳ء کی رات کو ہمارے کارخانہ ایم اے رشید اینڈ سنز کرشن نگر گوجرانوالہ میں لوگوں نے دو دفعہ آگ لگائی لیکن دونوں دفعہ ہی جلدی قابو پا لیا گیا۔ اندازاً نقصان تین چار سو روپیہ کا ہوا۔ اسی رات پولیس کو اطلاع دی گئی تھی۔ پولیس بعد میں چکر لگاتی رہی مگر اس کے بعد بھی دو تین دفعہ لوگ جلوس کی شکل میں ہمارے کارخانہ کے ارد گرد چکر لگاتے رہے اور گالیاں نکالتے رہے۔"

۱۰- محلہ اسلام آباد کے ایک احمدی کا بیان ہے :-

"۷ر مارچ ۱۹۵۳ء کو ہم مع بچوں کے سارا دن گھر میں قیدیوں کی طرح گھرے ہوئے تھے اور ہمیں بعض غیر احمدی رشتہ دار ہمیں کھانے کی اشیاء مہیا کرتے رہتے تھے۔ قریباً تین یا چار بجے بعد دوپہر اندازاً پانچ سو غنڈوں کا ایک ہجوم جماعت احمدیہ کے خلاف گندے نعرے مارتا ہوا ہماری گلی میں داخل ہوا۔ ہمارے ہمسائے مرد عورت دروازوں کے آگے کھڑے ہوکر تماشہ دیکھنے لگ گئے۔ اور ہجوم نے لاٹھیوں سے مسلح تھا ہماری کھڑکیاں اور دروازے توڑنے شروع کر دیئے۔ شیشے کے ٹکڑے صحن میں پہنچ رہے تھے۔ ہم بیٹھک اور ڈیوڑھی کے دروازے کو اندر سے بند کر کے کوٹھے پر چڑھ گئے اور پچھلی طرف سے ہم نے اُترنے کی کوشش کی مگر پچھلی طرف سے سب ہمسایوں نے کنڈیاں لگا رکھی تھیں۔ آخر چوتھے مکان پر سے میرا بیٹا اُترا۔ مَیں نے اُس کو کہا کہ پولیس چوکی گھنٹہ گھر میں جاکر رپورٹ کر دے۔ ہمارے گھر کو لوٹ رہے ہیں۔ اور ہمیں مارنے اور قتل کرنے کے درپے ہیں۔ مَیں خود اپنے ایک رشتہ دار کے گھر چلا گیا۔ میری بیٹی، بہو نے ایک قریبی رشتہ دار کے گھر جاکر پناہ لی۔ ہجوم نے ڈیوڑھی کے دروازے کو بڑے زور سے لاٹھیوں کے ساتھ حملہ کیا جس سے ڈیوڑھی کے باہر کا دروازہ کھل گیا۔ ماب نے بیٹھک کا دروازہ بھی توڑ لیا اور تمام کھڑکیاں شیشے اور سامان چکنا چُور کر دیا اور تمام سامان جو قریباً دو صد کا تھا برباد کر دیا اور پھر مسمی داروا اور عمر حیات نے جس کو ہمارے ایک رشتہ دار نے ہماری حفاظت کے لیے بھیجا تھا۔ آکر ماب کو باہر نکالا۔

کوئی پولیس کا سپاہی ہماری مدد کو نہیں آیا۔ اس وقت گوجرانوالہ میں کوئی گورنمنٹ موجود نہ تھی۔ پولیس چوکیوں میں بیٹھی ہوئی تماشا دیکھ رہی تھی۔ حتیٰ کہ اس کے بعد بھی چار پانچ روز تک ایسا ہی حال رہا۔ پھر ملٹری کی آمد کی وجہ سے لوگوں کو ڈر محسوس ہوا۔ اور ہم نے آرام کا سانس لیا"

۱۱- ریل بازار کے ایک احمدی دکاندار کا بیان ہے :-

"ہماری دکان ریل بازار میں واقع ہے۔ ۲،۳ر نومبر ۱۹۵۲ء کو مجلس عمل کی کانفرنس

ہوئی۔ جس میں احمدیوں کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ اس فیصلہ کے ماتحت دکانوں پر اس مضمون کے بورڈ مولوی احراری نے لگوائے کہ " مرزائیوں کا بائیکاٹ کرو" اور ہمارا مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔ اور بازار میں دکانداروں اور دلال وغیرہ نے اس تحریک میں مکمل حصہ لیا جو آج تک جاری ہے۔ جو گاہک سودا لیتے تھے انہیں منع کرتے تھے کہ سودا اس دکان سے نہ لو اور واپس کروا دیتے تھے۔ اور جو نہ واپس کرتے تھے ان کی ہتک کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک مولوی جو کہ احراری ہے ہماری دکان کے ساتھ بٹھا دیا تاکہ لوگوں کو اشتعال دلا سکے۔ اس کے بعد ۲۷ر فروری ۱۹۵۳ء سے ہر روز ہماری دکان کے آگے سے جلوس نکلتا جو کہ دکان کے سامنے کھڑا ہو کر فحش گالیاں اور نعرے لگاتا لیکن کوئی آدمی بھی ہماری مدد نہ کرتا۔ ۲۰ر مارچ کو جلوس ہماری دکان کے اوپر آ گیا۔ اور بد زبانی بہت کی۔ اسی طرح ہمارے مکان پر بھی ہر روز جلوس کی شکل میں آتے اور شیشے وغیرہ توڑتے۔ چنانچہ ۵ کھڑکیوں اور تین روشندانوں کے شیشے وان توڑ دیئے اس کے علاوہ فحش گالیاں نکالتے اور پتھر وغیرہ مارتے۔ ہماری دکان کو کئی ماہ سے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ کوئی خرید و فروخت نہیں ہے"

۱۲۔ ایک احمدی کلاتھ مرچنٹ کا بیان ہے:۔

" اوائل ۱۹۵۲ء سے ہی یار آشنا چلتے پھرتے بُری نظر سے دیکھتے اور گالیاں دیتے ہوئے دکان پر آ کر بھی گالیاں دینے لگے اور رعب جماتے۔ ہر کہ ومہ بھی یہی سمجھنے لگا کہ احمدی ایک ذرّہ سے بھی حقیر ہیں ایذا رسانی میں حدود سے تجاوز کرنے لگے حتیٰ کہ بائیکاٹ شروع ہو گیا۔ غالباً چھ ماہ تک دکان سے کوئی مال فروخت نہ ہونے دیا گیا۔ میں تھوک بزازی کی دکان کرتا ہوں اور انکم ٹیکس گزار ہونے کے باوجود ادنیٰ ادنیٰ آدمی دکان پر پکٹنگ کرتے اور گندی گالیاں سامنے کھڑے ہو کر دیتے ...... ایک شخص سوئیاں بیچنے والا پٹھان مستقل پکٹنگ پر مقرر تھے ...... پٹھان سخت جوشیلا تھا۔ چاقو دکھایا کرتا تھا ملحقہ دکاندار اس کو شاباش کہتے اور اس کی حمایت کرتے۔ جب کوئی دکان سے مال خریدتا معاً ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا۔ پکٹنگ والے مال واپس کرواتے اور بازار راہ گیروں سے بھر جاتا۔ تمام شہر میں

ہر دکان پر "مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ کرو" کے بورڈ آویزاں تھے۔ مخالفوں نے ہماری دکان کے دروازے پر مرزائی اور گندی گالیاں لکھیں۔ میرا ایک گھر دکان کے بالاخانہ میں تھا۔ فساد کے شدید آثار دیکھ کر (یعنی گھر میں اینٹیں پتھر پڑنے لگے۔ گھر والوں کو گالیاں دینے لگے وغیرہ وغیرہ) اس کو اپنے دوسرے گھر میں جو مالک پورہ میں تھا اکٹھا کر دیا۔ اب عوام الناس اس گھر میں بھی پتھر روڑے مارنے لگے اور گالیاں دینے لگے۔ گھر سے چل کر آنا اور پھر دکان پر دن گزارنا اور پھر گھر واپس جانا یہ تینوں سخت مصیبتیں تھیں۔ راستہ بھر میں حملہ کا خوف، گندی گالیاں اور اینٹ پتھر کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ دکان پر بھی اینٹ پتھر پڑنے لگے تھے۔ گالیاں اور لوٹ مار کا خوف بھی۔ غرضیکہ وہ نہایت خوف اور تکلیف کا وقت تھا۔ رات کو حملہ کا خوف نیند اُچاٹ۔ اسی دوران میں مارچ ۱۹۵۳ء آگیا۔ جلوس نکلنے شروع ہو گئے۔ جلوس دکان پر ٹھہرتے۔ ماتم کرتے۔ گالیاں دیتے۔ تکلیف انتہاء کو پہنچ گئی۔ ۵ رمارچ کی صبح کو دکان پر آئے تو کسی نے کہا کہ دکان کے اندر بیٹھو۔ باہر نہ بیٹھو۔ حملہ ہو جائے گا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ آج تم پر حملہ ہو گا۔ ہم نے دیکھا تو اور احمدی دوستوں کی دکانیں بھی بند تھیں..... گھر آگئے۔ دروازہ بند کیا اور محصور ہو کر رہ گئے۔ اسی شب محلہ میں جلسہ ہوا۔ غالباً مولوی..... نے فرمایا کوئی مرزائی زندہ نہ رہے۔ بلکہ ان کا بچہ بھی۔ اگلے دن صبح کو چھ سات سو افراد کا جتھہ میرے بھائی اور بہنوں کے گھروں پر جو ملحق تھے آیا اور کہا کہ ہم پہلے تم کو ختم کرتے ہیں۔ پھر مرزائی کو۔ وہ چونکہ غیر احمدی ہیں اور بہت سرمایہ دار۔ روتے ہوئے اور چیخیں مارتے ہوئے میرے گھر آ گئے۔ اور کہا خدا کے لیے ہم کو بچاؤ اور گھر سے باہر نکل کر کہہ دو کہ مَیں مسلمان ہوں۔ مگر میری بڑی بیوی فاطمہ نے کہا کہ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے دو ہم ایسا نہیں کہیں گے۔ اس اثناء میں جتھہ اندر ہو گیا اور نعرے مارتے ہوئے مجھے مسجد میں لے گئے اور کلمہ طیبہ پڑھوایا۔ تمام مسجد بھری ہوئی تھی اور لوگ نعرے لگا رہے تھے کہ مسلمان ہو گیا۔"

۱۳۔ ایک احمدی خوشنویس مکرم محمد یوسف صاحب کا بیان ہے۔

"۴ رمارچ ۱۹۵۳ء کو ہم دونوں میاں بیوی احراریوں اور مودودیوں کی دھاندلی اور اُدھم

سے مرعوب ہو کر گکھڑ اپنے ہم زلف کے ہاں چلے گئے مگر وہاں بھی ہم سے وہی سلوک ہوا جس سے ڈر کر یہاں سے گئے تھے ۔ آخر، ۷ مارچ کو ایک بجے کے قریب میرا بھتیجا گیا اور کہا کہ تمہارا گھر لوٹا گیا ہے ۔ ہم میاں بیوی تانگہ پر سوار ہو کر ۲ ½ بجے کے قریب گوجرانوالہ اپنے گھر پہنچے ۔ مکان اور ٹرنکوں کے تالے سب ٹوٹے ہوئے دیکھے ۔ ابھی ہم جائزہ ہی لے رہے تھے کہ کیا نقصان ہوا کہ ایک ہجوم ہاتھوں میں لکڑیاں اور سوٹیاں اور پتھر روڑوں سے مسلح دروازہ اور کھڑکیوں پر اپنا غصہ نکالنے لگا ۔ ہم نے اندر سے دروازہ اور کھڑکیاں بند کی ہوئی تھیں ۔ اس ہجوم سے ایک کمبخت دوسرے مکان کو پھلانگ کر اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گیا ۔ اور نیچے آ کر ہمارا باہر کا دروازہ کھول دیا ۔ ہجوم بدستور اینٹوں ۔ پتھروں اور لکڑیوں اور سوٹوں سے مکان کو توڑنے میں مشغول تھا ۔ کھڑکیاں ٹوٹ گئیں ۔ ناچار میں دروازے میں گیا اور کہا کہ آپ لوگوں کا اس طرح اُودھم مچانا اور حملہ کرنے کا کیا منشا ہے ؟ ہجوم بولا کہ ہم تم کو مسلمان بنانے آئے ہیں ۔ مَیں بیٹھک سے قرآن کریم لے کر کھڑا ہو گیا ۔ جو کچھ مَیں نے ہجوم سے کہا وہ آگے چل کر بیان کروں گا ۔ اس پر ہجوم چلا جاتا ہے قریباً چار بجے میری بیوی پھر جائزہ لینے لگی ۔ اور مَیں نماز عصر پڑھنے میں مشغول ہو گیا ۔ نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوا تھا کہ باہر پھر شور و شغب اور نعروں کی گونج اور تڑاک پڑاک کی آواز آئی جو پتھروں ۔ لکڑیوں اور اینٹوں سے مکان کو توڑنے سے پیدا ہو رہی تھی ۔ مَیں نے جا کر دروازہ کھول دیا اور ہجوم سے کہا کہ آؤ اندر آؤ اور جو کچھ رہ گیا ہے تم لوٹ لو ۔ ہجوم سے گلی اٹی ہوئی تھی ۔ مجھے کہنے لگے ہم نے تم کو مسلمان بنانا ہے ۔ مَیں ابھی کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ چار نوجوانوں نے میری دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر دروازہ سے گلی میں اُتار لیا اور کہا کہ مسجد میں لے جائیں گے ۔ میرے مکان سے قریباً تین فرلانگ پر " زینت المساجد " ہے ۔ اس میں لے گئے ۔ راستہ میں مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے ۔ مَیں نے کہا محمد یوسف ۔ بس گلیوں اور بازاروں میں جلوس کا ہیرو بن گیا ۔ محمد یوسف زندہ باد ۔ پٹو وٹا ہائے ہائے ۔ جلوس بڑھتا گیا حتیٰ کہ مسجد میں جاتے وقت قریباً ۲ ½ ہزار کا مجمع بن گیا ۔ مکانوں پر عورتیں اور مرد دیکھ رہے تھے ۔ مسجد میں خوب رونق ہو گئی اور مَیں مسجد کے صحن میں بیٹھ گیا ۔ جب منتظمین

نے ہجوم کو بٹھا دیا تب مَیں نے عرض کیا۔ مولوی صاحبان! آپ کے مبلغ مجھے کشاں کشاں جو یہاں لائے ہیں اب آپ اپنی کارروائی شروع کریں ؎

عشق از پردہ عصمت بیرون آرد زلیخا را

بجا اس سامنے مولوی کھڑے تھے اور خلقت بھی منتظر تھی کہ کب سنگباری کا حکم کون دیتا ہے؟ ہجوم ڈنڈوں سے مسلح۔ آنکھیں لال لال نکالے حکم کا منتظر تھا۔ لگے مولوی صاحب آوازے دینے کہ بلاؤ مولوی صابر کو۔ بلاؤ مولوی فلاں کو کہ وہ اپنا کام کریں۔ ہر طرف سے آواز آئی کہ مطلوبہ مولوی یہاں نہیں ہیں۔ آخر ایک مولوی صاحب کو ہجوم نے آگے کیا کہ مولوی صاحب آپ آگے آئیں۔ مولوی صاحب سر سے ننگے۔ آنکھ میں پھولا۔ داڑھی لمبی مگر کرڑ برڑی۔ سر پر عمامہ ندارد۔ قرآن کریم لے کر میرے پاس بیٹھ گئے اور لگے قرآن کریم کی ورق گردانی کرنے۔ جب مطلب کی جگہ کی تلاش میں ذرا دیر ہوئی تو مَیں نے قرآن کریم مولوی صاحب سے لے لیا اور اُٹھ کھڑا ہوا اور ہجوم کو مخاطب کر کے عرض کی کہ پہلے میری عرض سُن لیں۔ اگر کوئی کسر رہ گئی۔ کوئی کمی رہ گئی تو آپ بعدازاں پوری کر لیں۔ مَیں نے قرآن کریم کو دائیں ہاتھ سے بلند کیا۔ اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر اشھد ان لآ الٰہ الاّ اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہ پڑھا۔ اور کہا کہ قسم ہے مجھے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ جس جگہ قرآن کریم اُترا ہے اس کو کہتے ہیں اُمّ القریٰ اور جس پر نازل ہوا اس کو کہتے ہیں ابو الانبیاء اور اس کتاب (قرآن کریم) کو کہتے ہیں اُمّ الکتاب۔ مَیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین مانتا ہوں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر میرا ایمان ہے۔ اگر کسی مولوی صاحب کو میرے اسلام میں شک ہو تو وہ اپنے آپ کو جن شرائط کے ماتحت مسلمان سمجھتے ہیں تحریر کریں۔ مَیں اس پر دستخط کر دوں گا۔ ہجوم پر ایک سناٹا چھا جاتا ہے۔ مولوی صاحبان ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہیں۔ مَیں نے پگڑی سر سے اُتار دی اور کہا کہ پہلے احرار نے میرے مکان کو لوٹا۔ بعدازاں ایک ہجوم نے میرے مکان کو توڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس کو بھی یہی عرض کیا آپ کے یہ مبلغ جاتے ہیں اور مجھے لے آتے ہیں۔ اگر میرے

قتل سے آپ صاحبان دل کی بھڑاس نکال سکتے ہیں تو بندہ حاضر ہے۔ یہ مسجد یہ شہادت زہے قسمت۔ ایک مولوی صاحب نے قرآن کریم ایک مسجد کی الماری میں رکھ دیا اور مجھے مسجد کے اندر کر کے دروازے تمام بند کر دیئے۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر جستہ جستہ آدمی دروازوں سے جھانک جھانک کر آنے شروع ہوئے۔ مختلف اعتراض کرتے رہے جو کچھ مجھے آیا جواب دیا۔ آخر میری رہائی کی تجاویز ہونے لگیں۔ چونکہ ہمارے امیر صاحب کا گھر نزدیک تھا خطرہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہوں نے تجویز کی کہ انہیں وہاں پہنچا دیا جائے خیر مجھے وہاں پہنچا دیا گیا اور امیر صاحب قبلہ کو ان الفاظ میں میرا محافظ بنایا کہ لو صاحب آپ اپنا بندہ سنبھالو۔"

۴۱۔ حضرت حکیم نظام جان صاحب قادیانی[1] کا خود نوشت بیان ہے کہ :۔

"ہمارا مکان اور دکان عین چوک گھنٹہ گھر میں واقع ہیں وہ گلی جس کے کونے پر یہ مکان دکان واقع ہیں شروع میں حکام ضلع نے احمدیوں کے لیے مخصوص کی تھی کہ پانچ مکانوں سے زائد پر احمدی قابض نہ ہو سکے لیکن لوگوں میں یہ گلی مرزائیوں کی گلی ہی کے نام سے مشہور ہے اور ہماری دکان کا اشتہار چونکہ الفضل میں باقاعدہ شائع ہوتا رہتا ہے اس لیے ہم خاص طور پر شناسا تھے کہ "یہ مرزائی ہیں"۔

جن دنوں زمیندار اخبار میں ۲۲ رفروری تک کی مہلت کا اعلان بڑے طمطراق سے شائع ہوا کرتا تھا ایک دیہاتی ٹائپ کا مُلّا ہماری دکان پر برابر بیٹھنے لگا۔ وہ الفضل پڑھتا اور سلسلہ پر اعتراضات کرنے کے علاوہ ہمیں آنے والے خطرناک طوفان سے بھی خوف دلا کر بتاتا کہ اب مرزائیت چند روزہ ہے۔ اب نہ یہ سلسلہ رہے گا نہ اس سلسلہ کے داعی۔ اب سب اُمّتِ مسلمہ تمہارے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ اب تم لوگوں کا بچنا مشکل ہے بہتر ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ہم نے اُسے کہا کہ ان باتوں سے تم ڈرا کر ہمیں احمدیت سے روکنا چاہتے ہو یہی باتیں ہمارے ایمان کو زیادہ کرنے والی

---

[1] ولادت: ۱۸۸۹ء وفات: ۱۳ رمئی ۱۹۷۲ء

ہیں۔ تم ۷۲ فرقوں نے اکٹھے ہو کر خود بخود ۷۳ ویں اور ناجی فرقہ کی نشان دہی کر دی ہے ایک بن کر حملہ کرنے کا ارادہ کر کے فرعون اور جنگِ احزاب کا نقشہ پیش کر دیا ہے اور کسر کیا رہ گئی ہے۔ وہ ملا بہت کہا کرتا۔ ہم لوگ تمہیں قتل کر دیں گے۔ مکان جلا دیں گے۔ اسباب لوٹ لیں گے بہتر ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ مگر ہم یہی کہتے رہے کہ وقت خود بخود نتائج ظاہر کر دے گا اور بتا دے گا کہ حق پر کون اور ناراستی پر کون ہیں۔ خدا تعالیٰ کن کے ساتھ ہے اور کون خدا تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہیں رہیں گے۔ مگر تم ایسے نہ رہو گے۔

لاہور سے آمدہ خبروں کی وجہ سے شہر میں کشیدگی اور اضطراب بڑھتا جا رہا۔ ہمارے خلاف نفرت اور بغض کے مظاہرے تو ان بورڈوں سے ہوتے ہی تھے جو قریباً ہر دکان پر۔ اسلامیانِ پاکستان کا متفقہ مطالبہ۔ کے محرک تھے۔ مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ کرو۔ اور مرزائیوں کے برتن علیحدہ ہیں۔ لگائے گئے تھے۔ بعض ہوٹل والوں نے برتن بھی علیحدہ رکھ لیے تھے۔ ان بورڈوں سے خواہ مخواہ احمدیوں کیخلاف نفرت اور تعصب بڑھتا تھا اور مقرروں نے تقریروں میں یہ کہا ہوا تھا کہ مرزائی چوہڑوں اور کتوں سے بھی بدتر ہیں۔ اب اس کا ردِ عمل برتنوں کی علیحدگی اور سوشل بائیکاٹ کے بورڈوں کے سامنے آجانے سے کدورت کی شکل اختیار کر رہا تھا ......

جمعہ کی نماز کے وقت تک ایسی حالت ہو گئی تھی کہ مسجد میں جانا خالی از خطرہ نہ دکھائی دیتا تھا۔ جونہی ہم لوگوں پہ اُن کی نظر پڑتی وہ مرزائی مرزائی پکارتے۔ گالیاں نکالتے، گند بکتے آوازے کستے۔ کوئی گندی سے گندی گالی نہ رہی جو ہمیں دی نہ جا چکی۔ اور کوئی گندے سے گندے الفاظ نہ رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت نہ کہے گئے۔

مسجد میں نماز جمعہ کے لیے بہت کم احمدی جا سکے۔ ہمارا قیافہ صحیح نکلا جمعہ کے بعد جلوس نکلنے لگے۔ خطبوں میں خوب اُبھارا گیا تھا۔ شہر بھر میں آگ پھیل گئی اور جلوس نکلنے لگے۔ ہماری دکان مکان سے ملحق ہے۔ جب جلوس آتے تو ہم دکان کو کھلا چھوڑ کر پیچھے مکان میں چلے جاتے مگر جمعہ کی نماز کے بعد جبکہ ملک محمد افضل صاحب ہماری دکان پر بیٹھے

تھے ۔ مسجد سے خطبہ سُن کر آنے والے جلوس نے دکان کے سامنے کچھ اس طرح پرے جمائے کہ ملک صاحب نے دکان بند کر لینے کا مشورہ دیا ۔ وہ لوگ اب زیادہ بپھرتے اور گند پر اُترتے آرہے تھے ۔ ہم نے دکان بند کر لی اور مکان میں محبوس ہو گئے ۔

پولیس نے ٹرانسپورٹ کمپنی سے دو دو بسیں مانگی ہوئی تھیں جن پر گرفتار شدگان کو باہر لے جا کر چھوڑا جاتا تھا ۔ مظاہرین نے دھمکا کر اور جلانے کی دھمکی دے کر وہ بسیں خود حاصل کر لیں ۔ اور ان پر بیٹھ کر شہر میں نعرے لگاتے ۔ شور مچاتے ۔ گالیاں بکتے ۔ جب اور جہاں جی چاہتا دندناتے پھرتے ۔

اندر بیٹھے بیٹھے طبیعت تنگ آنے لگی ۔ لوگوں کے بچے باہر ہنستے کھیلتے اور شور مچاتے پھرتے اور ہمارے بچے گھروں میں مقید ۔ باہر نکلنے کا یارا نہیں ۔ وہ حیران ہو ہو کر سوچتے یہ دو دن میں کیا ہو گیا کہ ہمارا نکلنا ہی بند ہو گیا ۔ ہم انہیں دلاسا دیتے کہ آجکل دنیا ہم پر تنگ ہو رہی ہے ۔ یہ کھیلنے اور ہنسنے کے نہیں ۔ بلکہ رونے اور دعائیں کرنے کے دن ہیں ۔ دعا کرو کہ ہم امتحان میں کامیاب اور ایمان میں ثابت قدم رہیں ۔ خدا اس آزمائش کو جلد ٹال دے ۔ دشمنوں کو ہدایت بخشے اور وہ صحیح انسان بن کر ہم سے پیش آویں ۔ جب یہ مصیبت ٹل جائے گی پھر تم پہلے کی طرح ہنس کھیل سکو گے ۔ باہر آ جا سکو گے ۔

ہفتہ کو بھی چھوٹی لڑکی ریحانہ اسکول چلی گئی تھی ۔ سکول میں لڑکیوں نے مل کر اُسے خوب مارا ۔ خوب مارا ۔ خوب مارا ۔ وہ کیوں ۔۔ ؟ اس لیے کہ ــ یہ مرزائی ہے ۔ وہ بیچاری روتی اور مار کھاتی رہی ۔ کسی کے دل میں رحم نہیں آیا کسی نے اُسے نہیں چھڑایا کسی نے اس کی مدد نہیں کی ۔ کیونکہ وہ "مرزائی" تھی اور "مرزائیوں" کو ہلاک بھی کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ۔

حکام بے بس تھے ۔ انتظامیہ بے بس تھی ۔ لوگوں میں حکومت اور احمدیت کے خلاف نفرت اور غصہ بڑھ رہا تھا ۔ اشتعال پھیلایا جا رہا تھا ۔ مگر کوئی جلسے جلوسوں پر پابندی یا دفعہ نمبر ۱۴۴ کا نفاذ نہ تھا ۔ غنڈے اور بچے آتے اور علی الاعلان دروازے توڑتے ۔ پتھر برساتے اور گالیاں دیتے مگر کوئی پولیس نہ آتی ۔

ہنگامہ پسند تو جلسوں ہی میں باقاعدہ یہ اعلان کر رہے تھے کہ پولیس ہمارے ساتھ ہے۔ اور اس بات نے فسادی ہجوموں کو ہمت وجرأت دلادی تھی۔ خوفِ حکومت ہی ختم ہو گیا تھا۔ پولیس عنقا ہو کر نہ جانے کہاں جا چھپی تھی

جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو کرشنا نگر میں واقع ایک احمدی کے کارخانہ کو آگ لگائی گئی۔ اور اب اس سے شہ پاکر فسادی ہمارے مکان کے سامنے جمع ہو کر اس تجویز پر عمل کرنے کی تجویزیں کرتے۔ انہوں نے ہزار کوشش اور طریق سے ہمیں نیچے اُتارنے کی کوشش تھی۔ ایسی ایسی گالیاں دی تھیں کہ ہم کسی طرح جواب دینے کو سامنے آئیں۔ مگر وہ ناکام رہے تھے۔ اب آگ ہی ایک صورت رہ گئی تھی اس مکان سے ہمیں باہر نکالنے کی۔

ہم نے رات کو پولیس چوکی میں دن بھر کی روداد کی رپورٹ دے کر انتظام کے لیے کہا تو جواب ملا کوئی فکر نہ کریں۔ ہم لوگ انتظام کرنے لگے ہیں۔ چوک میں پولیس کی ایک پکٹ قائم کر دی جائے گی جو فسادیوں کو روکے گی۔ لیکن ہم سمجھتے تھے یہ محض الفاظ ہی الفاظ ہیں ورنہ اس سیل عظیم میں پولیس سب سے پہلے بہہ گئی تھی۔

دن بھر اِکّا دُکّا محبوس احمدیوں کو دھمکا دھمکا کر احمدیت سے پھرانے کی کوشش کی گئی۔ مکان جلانے کی دھمکیاں۔ قتل کر دینے کی دھمکیاں۔ سامان لوٹ لینے کی دھمکیاں۔ عزّت وناموس برباد کر دینے کی دھمکیاں۔ انسان دھمکیوں سے مرعوب اس وقت نہیں ہوتا جب وہ دنیاوی تعلقات کو یکسر نظر انداز کر دے۔ بھول ہی جائے کہ نہ اس کا مکان ہے نہ سامان۔ نہ بیوی ہے نہ بیٹی۔ اور اگر سمجھے ہیں تو پھر یہ خیال نہ کرے کہ عزّت وناموس برباد کرنے اور مکان لوٹنے جلانے کی قوتیں اور قدرتیں انسان اور خود سر بھٹکے ہوئے فسادیوں کے ہاتھ میں ہیں۔

یہی ایک دھمکی نہیں تھی جو ارتداد کے لیے استعمال ہوئی بلکہ بعض جگہوں پر غلط طور پر مشہور کیا گیا کہ سب بڑے بڑے احمدی (نعوذ باللہ) ارتداد کر چکے ہیں۔ اُن کے مقابل پر تمہاری پوزیشن ہی کیا ہے۔ تم بھی احمدیت سے الگ ہو جاؤ۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ بمبئی کی ساس صاحبہ ہفتہ کو آئیں۔ ڈرتے ڈرتے دروازہ کھلوایا اور کہنے لگیں میں آپ

لوگوں کا پتہ کرنے آئی تھی ۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ حکیم نظام جان نے بھی احمدیت سے توبہ کرلی ہے سو تم بھی کرلو...... ہم نے احمدیت کی سچائی کا اور ثابت قدم رہنے کا یقین دلایا اور کہا کہ یہ لوگ تم کو دھوکا دے رہے ہیں ۔ اُن کے دھوکہ میں نہ آنا ۔

جس وقت پولیس چوکی میں دن بھر کی کارروائی کی رپورٹ دینے کو بڑے لڑکے فضل الرحمٰن کو بھیجا گیا تو اس وقت انچارج چوکی فون پر کسی سے بات کر رہا تھا اور اطمینان کا اظہار کر رہا تھا کہ فکر کی کوئی بات نہیں ۔ دو تین احمدی اور "مسلمان" ہو گئے ہیں ۔ یہ باتیں بتاتی ہیں کہ مرکزی حکومت نہ بھی چاہتی تھی تو بھی پنجاب کے بعض حکام فسادیوں کے ساتھ تھے ۔

کالج کے نونہالوں نے اتوار کو بھی چھٹی لی اور اپنا فرض پورا کرنے ہمارے مکان تلے نعرے ۔ گالیاں دینے اور پتھر چلانے لگے ۔ نکلو باہر کہاں ہو تم ۔ مرزائی "کُتے" ہائے ہائے ۔ مگر اس طرف ایک ہی چپ لگی تھی ۔ گو ہم نے کچھ نہ کچھ جواب کا انتظام کیا ہوا تھا مگر شہر میں ایسے بھی غریب احمدی تھے جو ذرا سی حرکت سے ان ظالموں کا نشانہ ستم بن کر ختم ہو سکتے تھے ۔

پہلے پہل فسادیوں کو خیال تھا کہ ہم لوگ مسلح ہیں مگر جب اتنے دن تک ہم نے کوئی جوابی قدم نہ اٹھایا تو انہیں حیرت ہونے لگی کہ ہم کیسے انسان ہیں کہ اس عظیم ہنگامے سے بھی متاثر نہیں ہوتے ۔ آخر چند نوجوان جرأت کر کے دروازہ کھلوانے پر اُتر ہی آئے ۔ کہنے لگے ہم تمہیں مسلمان بنانے آئے ہیں ۔ دروازہ کھولو...... ہمارے ایک ہی جواب پر کہ ہم تم سے زیادہ مسلمان ہیں وہ دروازہ زور زور سے کھٹکھٹاتے اور توڑنے کی کوشش کرتے رہے ۔ جب ہم کسی صورت دروازہ کھولتے نظر نہ آئے تو انہوں نے ہماری بھینس جو گلی میں بندھی تھی کھولنے کا پروگرام بنایا ۔ جب وہ بھینس کی طرف بڑھے تو مَیں نے بندوق نکال کر ان کا نشانہ سیدھا کیا ۔ ہماری دکان کے سامنے بیٹھنے والا درزی جو اب تک محض نظارہ کر رہا تھا دوڑ کر اُن کے پاس آیا اور حقیقت سے آگاہ کر کے بھاگ جانے کا مشورہ دیا ۔ ہمارا تو ارادہ ہی نہیں تھا کہ گولی چلائی جائے کیونکہ یہ پھر نئے فساد کا پیش خیمہ اور مزید تباہی کا باعث بن سکتی تھی مگر اس سے یہ ہوا کہ ہماری خاموشی کا جو وہم غیر مسلح ہونے

کا اُن کے دل میں بیٹھ رہا تھا وہ دُور ہو گیا اور پھر انہیں جرأت نہ ہو سکی کہ وہ آکر دروازہ توڑیں۔

اسی دن بابو عبد الکریم صاحب پوسٹماسٹر اور ملک محمد افضل صاحب کے مکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ اس کے بعد فوج کے آجانے سے حالت آہستہ آہستہ سدھرنے لگی۔ اسی دن مرکز سے ایک خط آیا کہ مضبوطی سے ایمان پر قائم رہیئے۔ مصیبتوں کے بادل عنقریب چھٹ جائیں گے۔۔ ...... بدھ کو پہلے روز ہم نے دکان کھولی۔ وہی پہلے سے اہتمام کے ساتھ۔ یوں محسوس ہوا گویا نئی زندگی مل گئی۔ ہر گزرنے والا یوں نظریں اٹھا اٹھا دیکھتا گویا اُسے ہماری زندگی پر یقین نہیں۔ جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔ جیسے اُنہیں امید ہی نہیں تھی کہ یہ دکان جو ایک بار بند ہو گئی ہے پھر بھی کبھی کھُلے گی۔

وہ مُلا جو فسادات سے قبل ہی احمدیت کی تباہی کے خواب دیکھا کرتا تھا اس کی بیوی فوت ہو کر گھر ویران کر گئی۔ جس کی معرفت آیا کرتا تھا اس کی بیوی بھی فوت ہو گئی۔ اس کی ساری کمائی بیماری پر لگ گئی تھی۔ اب بچوں کا بوجھ آن پڑا۔ جس دکان پر بیٹھ کر سکیمیں سوچی جاتی تھیں وہ دکان اس سے چھن گئی مگر احمدیت کا سورج جب ان بادلوں کے چھٹ جانے کے بعد نظر آیا تو وہ پہلے سے زیادہ آب وتاب سے نکلا۔"

۱۵۔ مکرم محمد شفیع صاحب کھوکھر مالک "دہلی کلاتھ ہاؤس" کا بیان ہے کہ:۔

"جب احرار شورش زوروں پر تھی اور ہر طرف سے مخالفت کا زور دن بدن بڑھتا گیا سب دکاندار اور رشتہ دار بلکہ شہر کا اکثر حصہ ہماری مخالفت میں اُٹھ کھڑا ہوا اور یہاں تک کہا گیا کہ ہم دکان بند کرا دیں گے۔ ہماری دکان کے سامنے کھڑے ہو کر گاہکوں کو کہا کہ ان مرزائیوں سے سودا مت لو۔ بعض دفعہ کپڑا کٹوایا ہوا واپس کرا دینا۔ ہم خاموشی سے کاٹا ہوا کپڑا واپس کر لیتے۔ اور بعض احراری دکان کے سامنے کھڑے ہو کر فحش گالیاں دیتے مگر ہم نہایت صبر سے کام لیتے ہوئے دن گزار جاتے۔ الحمدُ للہ پھر بھی شام کو کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا کر ہی جاتے اسی طرح ہر روز جلوس نکلتے اور ہماری دکان کے سامنے خاص کر کھڑے ہو کر ناچتے کودتے اور گالیاں نکالتے۔ ایجی ٹیشن کے شروع ہونے سے قبل کئی دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہماری

دکان لوٹی گئی ہے مگر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ یا الٰہی آپ تقدیر کو ٹال بھی سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک دن ایک نہایت ہی مشتعل ہجوم ہماری بند دکان دیکھ کر تالے توڑنے لگا۔ مگر ہمارے سامنے حلوائی دکاندار جو ہمارے ہمدرد اور جوان بلکہ پہلوان ہیں وہ کھڑے ہو گئے کہ ایسا ہرگز نہیں کرنے دیں گے۔ اس طرح وہ دکان بفضل خدا بچ گئی۔ ویسے بھی ہم کافی مال نکال کر اِدھر اُدھر کر چکے تھے۔ ایک روز ایک بڑا بھاری جلوس نکلا۔ اس روز بڑا خطرہ پیدا ہو گیا کہ آج یہ ضرور دکان پر حملہ کریں گے مگر اللہ تعالیٰ نے جو ہر مشکل میں اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی اپنی رحمت کا نشان دکھایا اتفاق سے قریباً دس بارہ عورتیں برقعہ پوش راستہ نہ ملنے کی وجہ سے ہماری دکان کے سامنے چبوترے پر ایک لائن کی شکل میں کھڑی ہو گئیں۔ اسطرح ان کا حوصلہ نہ پڑا اور جلوس نکل گیا۔ دن بدن خطرہ بڑھتا گیا اور ہم نے دکان پر آنا بند کر دیا اور گھر میں محبوس ہو گئے بلکہ مسجد میں جانا بھی بند ہو گیا۔ گھر پر پیغام جانے لگے احمدیت چھوڑ دو ورنہ خیر نہیں بلکہ رشتہ دار بھی دھمکانے لگے۔ ہاں ابھی دکان پر کاروبار کرتے ہی تھے کہ ایک روز زبردستی کہا گیا کہ تم اپنے بورڈ پر مرزائی کلاتھ ہاؤس لکھواؤ۔ خاکسار نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جمعہ کے دن جب کہ چھٹی ہوتی ہے انہوں نے سفید پینٹ بورڈ پر پھیر کر اس کے اوپر مرزائی کلاتھ ہاؤس لکھ دیا۔ خیر مَیں نے کہا کہ چلو دیکھو۔ اس طرح بھی خدا رزق دیتا ہے یا نہیں۔ بفضل خدا پھر بھی گاہک سودا لیتے ہی رہے۔ دورانِ فساد میں دو دفعہ ہماری چوری بھی ہوئی۔ وہ ایسے کہ ایک روز مولوی نما چند آدمی آئے۔ مجھے دھیان میں لگا کر سمر کا ایک ٹکڑا لے گئے جو قریباً -/۱۵۰ روپے کا تھا۔ ایک دو آدمی آئے اور کپڑا کٹوا کر جھگڑا کر کے چل دیئے۔ ایک تو کپڑا کٹوا کر چھوڑ گئے دوسرے ایک پاپلین کا تھان اُٹھا کر لے گئے۔ اب ان کے پیچھے جانا یا اُن کو پکڑنا ہمارے بس کی بات نہ تھی کیونکہ اگر پکڑتے تو جھگڑا شروع ہو جاتا۔ غرضیکہ ہر طرح کی تکلیف اٹھا کر بھی مخالفین کے لیے فساد کا کوئی موقعہ پیدا نہ ہونے دیا۔

ہم بارہ دن تک اپنے گھر پر محبوس رہے۔ آخر کے تین دن تو نہایت خطرناک حالت میں گذرے۔ آخری دن سے پہلی رات کو میری لڑکی عزیزہ زہرہ بیگم سلمہا اللہ تعالےٰ نے خواب

دیکھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام زمین اور آسمان کے درمیان تشریف فرما ہیں۔ اور حضور پُرنور کے بدن مبارک سے نور کی شعاعیں نکل کر سارے آسمان اور زمین کو روشن کر رہی ہیں اور بے شمار مخلوق کہہ رہی ہے کہ یہ مسیح موعود آ گئے۔ اسی روز صبح کو عزیزہ زہرہ کا بڑا لڑکا جو آٹھ سال کی عمر کا ہے۔ کہنے لگا امی سانپ آئے۔ بین بجی اور بھاگ گئے اور سپاہی آ گئے۔ اسی روز صبح میری طبیعت کی گھبراہٹ جو تھی وہ بالکل جاتی رہی۔ میں نے سب کو گھر میں کہا کہ فکر نہ کرو۔ کوئی نہ کوئی سامان حفاظت کا ضرور ہو جائے گا۔ بفضلِ خدا اسی دن شام کو چار بجے فوج آ گئی۔ اور آتے ہی انہوں نے حفاظت کے سامان کر دیئے۔"

۱۶۔ مکرم جناب اقبال محمد خان صاحب (سابق اسسٹنٹ میٹرولوجسٹ محکمہ موسمیات پاکستان) فرماتے ہیں:۔

"میں کراچی سے تبدیل ہو کر ۴ مارچ کی صبح کو آٹھ بجے لاہور آیا اور تقریباً پونے سات بجے شام اپنے مکان گجرانوالہ پہنچا۔ تو گھر میں سنا کہ احراری ہر روز شرارتیں شہر میں کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ ہمارے مکان پر بھی گاہ بہ گاہ آتے اور شور و غوغا کر کے چلے جاتے۔ میرے گھر پر علاوہ میرے ذیل کے افراد تھے۔ میری لڑکی۔ میرے ایک لڑکے کی بیوی۔ میرا ایک لڑکا قریباً ۱۳/۱۴ برس کا جو اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ میں ساتویں جماعت میں تعلیم پاتا تھا ایک پوتا اور دو پوتیاں یہ تینوں بچے چھ برس سے کم عمر کے تھے۔ میری گوجرانوالہ میں آمد کے بعد فسادی بچے جوان اور بوڑھے دن رات میں ایک سے تین مرتبہ روزانہ آتے اور گالی گلوچ بکتے۔ نازیبا فقرے دہراتے۔ چونکہ ہم اپنے مکان کو ہر وقت بند رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت ہم باہر بھی جاتے تھے مگر مکان کو اندر سے کنڈی یا قفل سے بند رکھتے تھے۔ ہمارے محلہ میں شیخ غلام ربانی صاحب سیکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ گوجرانوالہ میرے مکان کے قریب ہی رہتے تھے اور ایک شخص مسمی جلال گوجر جو میرے مکان کے سامنے رہتا تھا یہ دونوں چھ اور سات مارچ ۱۹۵۳ء کو بوقت شب آئے اور بتایا کہ حالات سخت مخدوش ہیں اور فسادیوں کو آج تک دبایا جاتا رہا ہے مگر اب وہ ان کے اختیار سے باہر نکلتے جا رہے ہیں۔ ڈر ہے کہ فسادی اُن کے خلاف بھی نہ ہو جائیں۔ اس لیے انہوں نے مشورہ دیا کہ گھر چھوڑ کر

کسی اور جگہ چلے جاویں ورنہ جانی نقصان ہونے کا بھی خطرہ ہے۔ مَیں نے ۶ر مارچ کو
ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مَیں اس بارے میں سوچوں گا اور ۷ر مارچ کو مَیں نے پھر ان کی
ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ بس مَیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ موت
نے ایک دن آنا ہی ہے۔ اگر ان لوگوں کے ہاتھوں میں میری اور میرے خاندان کی موت
ہے اور اللہ تعالےٰ کو بھی یہی منظور ہے تو مَیں راضی بہ رضاء الٰہی ہوں۔ آپ اپنے آپ کو
خطرہ میں ہماری وجہ سے نہ ڈالیں۔ وہ لوگ مجھے بہت سمجھاتے رہے۔ مگر آخر مایوس
ہو کر چلے گئے۔ ہم لوگ دعاؤں میں لگے رہے۔ ۸ر مارچ کو قریباً دس بجے میرے گھر
میں ایک نابینا اور اس کے ساتھ ایک بچہ بطور مہمان آ گئے۔ اُن کے آنے کے چند منٹ بعد
میرا لڑکا سکول سے آگیا۔ اس نے بتایا کہ ماسٹر صاحب نے اُسے فسادات کی وجہ سے چھٹی
دے دی ہے اور راستے میں اس نے ایک احمدی کے گھر میں لوٹ کھسوٹ ہوتے دیکھی
ہے۔ اور مجمع کہہ رہا ہے کہ وہ اب ہمارے گھر پر بھی دھاوا بولنے والے ہیں۔ مَیں نے
اُسی وقت مکان کے باہر کی طرف کھلنے والے تمام دروازے مقفل کر دیئے اور ریڈیو،
کلاک جیسی چیزیں ہاتھوں ہاتھ ایک کوٹھڑی میں بند کر کے قفل لگا دیا ہمارے گھر میں ہر وقت
پانی غسل خانہ کے سکاوے۔ حمام اور بالٹیوں وغیرہ میں بھرا رہتا تھا تاکہ اگر فسادی آگ
لگائیں تو پانی کی مدد سے آگ بجھائی جا سکے۔ چارہ کرنے کا گنڈاسہ گھر میں تھا اور ایک
چھری اور ایک ہاکی تھی۔ یہ تینوں ہم نے تیار رکھے ہوئے تھے کہ اگر فسادی دروازے
کھڑکیاں توڑ کر گھر لوٹ مار کے لیے داخل ہوں گے تو اُن سے مقابلہ کیا جاوے گا
ایک مسہری کے بانس کے ایک سرے پر کپڑے لپیٹ کر اوپر سے تار لپیٹی ہوئی تھی۔ ایک ماچس
اور تیل کی بوتل یہ تینوں چیزیں صحن میں تیار رکھی تھیں۔ تاکہ اگر فسادی چھت پر چڑھ کر صحن میں
اترنے کی کوشش کریں تو نیچے سے ہی اُن کا آگ کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے۔ ابھی یہ
سب چیزیں بمشکل مناسب جگہوں پہ رکھی بھی نہ تھیں کہ کم و بیش تین چار سو آدمی شور کرتے
ہوئے میرے مکان پر پہنچ گئے اور قریباً دو گھنٹہ تک دروازے۔ کھڑکیاں توڑ کر
مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرتے اور نازیبا نعرے لگاتے رہے۔ پڑوسیوں

کے مکانوں کے راستے ہمارے مکان کی چھت پر آنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اپنے مکانوں میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ میرے مکان کی کھڑکیاں جو لب سڑک کھلتی تھیں اور کھڑکیوں کے دروازہ اور سوراخوں سے ہمیں دیکھتے تھے اور ہم سب لوگ خاموشی کے ساتھ دعاؤں میں لگے ہوئے تھے بچے سہمے ہوئے تھے اور میرے ایک ہاتھ میں گنڈاسہ تھا اور میں کمرے میں ٹہل رہا تھا اور بچوں اور مستورات کو آہستہ آہستہ تلقین بھی کر رہا تھا کہ دل نہیں ہارنا ۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا ۔ اگر فسادی مکان میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تو ڈرنا نہیں ۔ جرأت سے ان کا مقابلہ ہاکی چھری اور لاٹھی سے کرنا ۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی مدد کرے گا اور ان شریروں کو معلوم ہو جائے گا کہ مومن کس قدر دلیر ہوتا ہے ۔ اس وقت ایک شخص کھڑکی کے ایک سوراخ میں سے کھڑکی کے ساتھ آنکھ لگائے دیکھ رہا تھا تو میرے لڑکے نے کہا کہ چرخے کا تکلا (جو بطور ہتھیار ہم نے تیار کر رکھا تھا) اس سوراخ میں ڈال کر اس کی آنکھ پھوڑ دو ۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ ہم حملہ نہیں کریں گے ۔ البتہ دفاع جرم نہیں ۔ جو مکان میں داخل ہو گا اُس کو اِس گنڈاسے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا ۔ ہاتھ پاؤں گردن جو بھی اس کھڑکی کے راستے مکان کے اندر آ دے گی تو اس کو گنڈاسہ انشاء اللہ تعالیٰ مکان کے اندر رکھے گا اور جسم کا باقی حصہ مکان سے باہر رہے گا ...... مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری اور میرے خاندان کی مدد کرے گا ۔ کھڑکی کے سوراخ میں سے تاکنے والے شخص نے میری باتیں سنیں ۔ اور میرے ٹہلنا اور گنڈاسے کو جوش میں حرکت دینا دیکھا تو چلّا چلّا کر کہنے لگا " ارے باباتاں ٹوکا (گنڈاسہ) لیے پھر دا اے (ارے لوگو بڈھا مراد اقبال محمد خاں بعمر ۸۵ سال) تو گنڈاسہ لیے پھر رہا ہے ۔ اس کے چند منٹ بعد ہی وہ لوگ یہ کہتے ہوئے منتشر ہو گئے کہ تم نے دروازے نہیں کھولے ۔ وہ لوگ چار بجے سہ پہر کو پھر آویں گے ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد میرے مہمان گھر جاک (جو گوجرانوالہ شہر سے قریباً دو میل کے فاصلہ پر گاؤں ہے) چلے گئے ۔ اور میں امیر صاحب جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے مکان پر گیا اور ان کو مذکورہ بالا قصہ سنایا تب انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ

میں ایس پی اور ڈی سی کو سارا ماجرا بتاؤں ۔ وہ مجھے بتانے لگے کہ وہ خود ابھی ڈی سی کو مل کر آ رہے ہیں

چنانچہ میں ایس پی اور ڈی سی کے پاس رپورٹ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں میرے بڑے بھائی رہتے تھے ۔ میں ان سے ملا ۔ (وہ ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس اور ضلع گوجرانوالہ کے رضا کاروں کے کمانڈر بھی ہیں) ان کا داماد جو گوجرانوالہ کا ڈی آئی ایس تھا وہ بھی وہاں موجود تھے میرے بھائی نے مشورہ دیا کہ چار بجے جب مجمع مکان پر آوے تو تم ان سے کہدو کہ ہم احمدی نہیں ہیں ۔ میں نے فوراً انہیں کہا کہ مرنا صرف ایک دفعہ ہے ۔ یہ مجھ سے نہ ہوگا ..... میں اپنے گھر واپس آگیا اور میرا داماد جو گھر جاک میں رہتا ہے مذکورہ مہمانوں سے خبر سُن کر میرے مکان پر آیا ہوا تھا اور میرے بال بچوں کو میرے بھائی کے گھر چلے جانے کو تیار کر رہا تھا ...... میرے بال بچے میری اجازت کے بغیر گھر چھوڑنے کو رضامند نہ تھے ۔ میں نے گھر پہنچ کر بال بچوں کو اپنے داماد کے ہمراہ اپنے بھائی کے گھر روانہ کر دیا ۔ اور خود مکان میں تنہا نماز پڑھنے لگ گیا قریباً پانچ بجے شام موٹروں کی آواز میرے کان میں پڑی ۔ تب میں نے مکان کی چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ پولیس اور ملٹری اور محلہ کے لوگ جمع ہیں ۔ ملٹری والوں نے میرے مکان کے اردگرد پہرے لگائے ہوئے ہیں ۔ وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ مکان اندر سے بند ہے اور مکان میں کوئی آواز بھی نہیں آتی ۔ مجھے چھت پر دیکھ کر انسپکٹر پولیس نے مجھے نیچے آنے کو کہا ۔ چنانچہ میں نیچے آیا ۔ انہوں نے مجھ سے سارا ماجرا سنا ۔ انہوں نے بتلایا کہ یہ صاحب فرسٹ کلاس مجسٹریٹ ہیں ۔ وہ خود انسپکٹر پولیس ہیں اور ملٹری کے افسران وغیرہ سے بھی تعارف کرایا ۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں گزیٹڈ آفیسر ہوں ۔ ... غلام ربانی صاحب مذکور بھی دیگر محلوں والوں کے ہمراہ اس وقت موجود تھے ۔ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ اگر ذرا سا بھی کوئی واقعہ اس وقت کے بعد ہوا تو پولیس اسٹیشن میں اطلاع کر دینا الخ ۔"

۱۶۔ مکرم میاں عبدالرحمٰن صاحب صابر[1] قائد خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ :-

"مورخہ ۷ رمارچ بعد دوپہر میری بیوی اپنے ایک سالہ بچے کو دودھ پلا رہی تھی اور میں دوسرے

[1] وفات ۱۵ راکتوبر ۱۹۸۵ء

نیچے کو سینے پر لٹا رہا تھا کہ بلوائیوں کا ایک ہجوم آیا جس نے آتے ہی ہمارے مکان کے دروازوں پر پتھر۔ ڈنڈے اور اینٹیں مارنی شروع کر دیں۔ ہمارے ایک ہمسایہ نے انہیں کہا کہ وہ تو یہاں ہیں نہیں۔ لیکن انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ اور مانتے بھی کیسے جبکہ ہم اندر سے نظر آ رہے تھے۔ ہمارا ایک دروازہ مضبوط تھا اور ایک کمزور لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مضبوط دروازہ ہی ٹوٹ گیا اور اس وقت ہم نے سمجھا کہ بس ہم گئے۔ لیکن عین اسی وقت گجرانوالہ کے ایک معزز غیر احمدی دوست قاضی محمد شریف صاحب شوقی اور ان کے بھائی آ گئے اور انہوں نے ہجوم کو بڑی حکمت عملی سے قابو میں کر لیا جس کی وجہ سے ہجوم مکان کے اندر نہ آ سکا۔ اس طرح محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جان و مال اور عزت و آبرو اور سب سے بڑھ کر قیمتی شے ہمارا ایمان بچ رہا۔ اس ہجوم کے رد کے جانے کے بعد ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور بزعم خویش مجھے مسلمان ہونے کو کہا۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب! مسلمان تو مَیں پہلے سے ہوں۔ اس وقت میری بیوی زینب دوسرے کمرہ میں تھی گو اس کی جسمانی ساخت اور صحت کمزور ہے اور بظاہر اس کی طرف سے کمزوری دکھانے کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بھوکی شیرنی کی طرح صحن کی طرف جھپٹی اور نہایت بارعب الفاظ میں کہا ”خبردار ڈولیو نہ۔ مرنا کو واری اے“ (خبردار! ڈگمگایو مت۔ مرنا ایک ہی دفعہ ہے ناقل)

اس کے ان الفاظ سے میرے جسم میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔ زاں بعد وہ مولوی صاحب اور ان کے ساتھی خاموشی سے چلے گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت بظاہر حالات ہماری حفاظت کے تمام ذرائع ختم ہو چکے تھے۔ مثلاً میرا حقیقی بھائی اس حملہ سے چند منٹ پہلے ہی باہر چلا گیا تھا۔ اور اس تمام واقعہ کے بعد گھر آیا۔ ایسے موقعہ پر ہمسایوں سے جو توقع ہو سکتی تھی وہ بھی رائیگاں گئی۔ جس دروازے پر بوجہ مضبوطی اعتماد تھا وہ بھی ٹوٹ گیا اور بظاہر ہماری حالت یہی تھی ؎

حیلے سب جاتے رہے اِک حضرتِ توّاب ہے

چنانچہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور ذرہ نوازی سے ہماری شب و روز کی

التجاؤں کو سُنا اور ہماری بے کسی کے پیشِ نظر غیب سے ہماری مدد کی ۔"

۱۷۔ مکرم نور محمد صاحب امینی بنگوی کا بیان ہے کہ :-

" مَیں بنگہ ضلع جالندھر کا مہاجر ہوں ...... جن دنوں مخالفت اور فسادات کا زور شور ہوا تھا تو مَیں نے چند یوم اپنے مکان کا دروازہ بند کر کے اندر ہی رات دن بسر کیے تھے ۔ غیر احمدی لڑکے، جوان اور بچے اکٹھے ہو کر میرے مکان کے پاس آکر گالیاں نکالتے اور دروازہ پر اینٹیں اور پتھر مارتے ۔ مَیں اور میرے اہل و عیال صبر سے کام لے کر دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ ایک جبکہ مخالفت کا زور تھا اور خطرہ بڑھ گیا تھا میری بیوی کے دو حقیقی بھائی جو غیر احمدی ہیں اور احمدیت کے سخت مخالف اور دشمن ہیں اور میرے مکان کے قرب میں رہتے ہیں انہوں نے میرے پاس ایک لڑکا بھیجا ۔ وہ لڑکا کہنے لگا کہ مجھے ان دونوں نے بھیجا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ تم اگر اب اپنی خیر چاہتے ہو اور جان بچانا چاہتے ہو تو احمدیت سے توبہ کر لو ۔ مَیں نے یہ سُن کر لڑکے سے کہا کہ تم ان کو جا کر کہہ دو کہ وہ مجھے یہ تحریر کر دیں کہ توبہ کرنے سے مجھے موت نہیں آئے گی ۔ جب بے ایمان ہو کر بھی موت آئے گی تو پھر بے ایمانی کی موت سے ایمانداری کی موت نہایت عمدہ اور صد درجہ بہتر ہے ۔ میرا یہ جواب سُن کر وہ لڑکا چلا گیا۔ اس کے بعد پھر میرے پاس کوئی نہیں آیا ۔ اللہ تعالےٰ نے دعاؤں کی برکت سے مجھے اور میرے اہل و عیال کو ہر طرح اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھا ۔"

۱۸۔ مکرم ماسٹر امجد علی صاحب صدر مدرس گوناچور کا بیان ہے کہ :-

" ۷ / مارچ ۱۹۵۳ء کو دو بجے کے قریب اپنے مکان پر پہنچا ۔ اڑھائی بجے کے قریب ہمارے مکان پر سات آٹھ صد نوجوانوں کا ہجوم جن کے ہاتھوں میں دو دو تین تین ہاتھ لمبے ڈنڈے تھے ہمارے مکان پر حملہ آور ہوئے ۔ آتے ہی انہوں نے گالیاں نکالنی شروع کر دیں ۔ اور ڈنڈوں سے دروازہ اور کھڑکیاں توڑنی شروع کر دیں ۔ چنانچہ انہوں نے کھڑکیوں کے اوپر کے تمام چھجے اور ایک کھڑکی توڑ دی ۔ اور پتھراؤ سے کئی شیشے توڑ دیئے ۔ کھڑکی کے توڑنے کے بعد ایک آدمی نے کھڑکی کے اندر ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کے

سامنے کی چارپائی پر سے ایک بستر باہر کھینچ لیا۔ تمام مستورات اور نیچے اوپر کی منزل پر کھڑے ان کی تمام کارروائی دیکھ رہے تھے۔ میری بیوی نے اوپر سے انہیں کہا کہ کرلو لوٹ مار! اگر تمہارا اسلام یہی ہے اور لوٹ مار کی اجازت دیتا ہے تو ٹھہرو میں نیچے آکر دروازہ کھول دیتی ہوں۔ تمام مکان کو لوٹ لو۔ اس کے بعد کسی آدمی کے کہنے پر اس لڑکے نے بستر کھڑکی کے اندر پھینک دیا۔ اور ایسی فحش کلامی کرتے ہوئے جس کے اظہار کی اخلاق بھی اجازت نہیں دیتا۔ چلے گئے۔"

۱۹۔ مندرجہ بالا بیانات میں ضمناً بعض احمدی مستورات کے جذبہ ایمانی اور غیرت دینی کا کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔ اب آخر میں دو اور احمدی خواتین کی ثابت قدمی۔ استقلال اور ایمانی پختگی کا قابلِ فخر واقعہ مبارک احمد صاحب ناصر سابق دیہاتی مبلغ زرگڑھی ضلع گوجرانوالہ کے الفاظ میں لکھا جاتا ہے :۔

"گوجرانوالہ کے محلہ گوبند گڑھ میں مستری امام دین صاحب کے گھر صرف اُن کی دو بہوئیں تھیں۔ صادقہ بیگم صاحبہ اور خورشید بیگم صاحبہ ان ہر دو کے بچے اُن کے پاس ہی تھے جو کہ اوّل الذکر کے چار اور دوسری کے دو اور ساتھ ہی گھر میں ایک رشتہ دار نوجوان لڑکی سخت بیمار تھی۔ جب یہ شورش شروع ہوئی تو انہوں نے بازار سے نئی لوہے کی کنڈیاں منگوا کر دروازوں کو خود لگائیں۔ مکان کا کل قیمتی سامان گیلری میں بند کر کے اس کی سیڑھی توڑ ڈالی تاکہ کوئی آدمی گیلری پر نہ چڑھ سکے۔ اس طرح سامان کو محفوظ کر لیا۔

محلہ کے قریبی آدمی متواتر روزانہ ہر تین چار گھنٹہ کے بعد اُن کے پاس آتے اور اپنی طرف سے محبت اور پیار سے یہ کہتے کہ تم صرف احمدیت سے انکار کر دو۔ اس سے تمہاری بے عزتی بھی نہ ہو گی۔ اور نقصان بھی نہ ہو گا۔ لیکن ان ثابت قدم احمدی خواتین نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ ہم مرجائیں گی لیکن احمدیت سے انکار ہرگز نہ کریں گی یہی سلسلہ متواتر کئی روز تک چلتا رہا۔ ازاں بعد محلہ کے غیر احمدیوں نے بھی کہا کہ تم ہمارے گھروں میں چلی چلو۔ ہم وہاں تمہاری اچھی طرح حفاظت کریں گے مگر انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم اپنے گھر ہی میں رہیں گی۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ اس طرح ان کی غیر احمدی رشتہ دار مستورات

نے بھی احمدیت سے پھسلانے کی کئی مرتبہ کوشش کی اور کہتی رہیں کہ یہاں کئی گھرانوں نے احمدیت کو چھوڑ دیا ہے۔ تم تو اکیلی ہو۔ اپنے آپ کو بچا لو۔ لیکن ان کا یہی جواب رہا کہ ہم مریں گی بھی تو احمدیت کی راہ میں ہی مریں گی۔[1]"

ضلع میں شورش کے دوسرے مراکز

رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں لکھا ہے:۔

"ضلع میں شورش کے دوسرے مراکز حسب ذیل تھے:۔

۱۔ کاموکے:۔ یہاں احمدیوں اور حکومت کے خلاف مظاہرے اور جلوس مرتب کرنے والے لطیف احمد چشتی اور حافظ عبد الشکور تھے۔ جو سرمایہ ضبط کیا گیا اس کی مقدار دس ہزار سات سو بہتر روپے تھی۔

۲۔ وزیر آباد:۔ یہاں تحریک کی تنظیم کرنے والے مولوی عبد الغفور ہزاروی اور کارکن مرید عبد الکریم تھے۔ یہاں ریل کی پٹڑی پر لکڑی کا ایک لٹھ رکھ کر ایک ٹرین روک لی گئی۔ جو سرمایہ یہاں ضبط کیا گیا اس کی مقدار دو ہزار پانچسو ساٹھ روپے تھی۔

۳۔ حافظ آباد:۔ یہاں ابوالحسن محمد یحییٰ اور مولوی فضل الٰہی نے عوام کے جذبات کو بھڑکایا۔

۴۔ گکھڑ:۔ یہاں ٹرینیں روکی گئیں.....

۵۔ نوشہرہ ورکاں:۔ ایک پرانا کانگریسی ڈاکٹر محمد اشرف یہاں گڑبڑ کا ذمہ دار تھا۔

۶۔ سوہدرہ:۔ یہاں مولوی عبد المجید اہل حدیث نے عام جلسوں کا اہتمام کیا۔[2]"

---

[1] ریکارڈ مرتبہ ملک فضل حسین صاحب۔ [2] تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۱۸۴

فصل سوم

ضلع سیالکوٹ

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں ضلع سیالکوٹ کے اندر احمدی احراری نزاع کی ابتدائی تاریخ پر روشنی ڈالنے کے بعد یکم مارچ ۱۹۵۳ء کی نسبت لکھا ہے :۔

"........ یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو شہر نے کامل ہڑتال کی اور دس ہزار اشخاص کا ایک ہجوم ریلوے اسٹیشن پر رضا کاروں کے اس پہلے دستے کو الوداع کہنے کے لیے جمع ہوا جو زیر سرکردگی مولوی محمد یوسف "ڈائریکٹ ایکشن" میں اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے روانہ ہو رہا تھا۔ اس ہجوم نے بازاروں میں گشت لگایا۔ احمدیوں کے خلاف نعرے لگائے اور حکومت بالخصوص وزیر اعظم پاکستان کو گالیاں دیں"[1]

صدر انجمن احمدیہ کے عدالتی بیان میں ہے :۔

"۳ اور ۴ مارچ ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل کے ممبروں کی گرفتاری کی وجہ سے حالات نے متشددانہ صورت اختیار کر لی اور حکام کو گولی چلانی پڑی اور فوج بلائی گئی۔ فوج کی آمد سے قبل دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جلوس نکلتے رہے۔ اور پولیس کی انتہائی کوششوں کے باوجود شرپسند لوگ منتشر نہ ہوئے اور قاتلانہ ہتھیاروں کے ساتھ احمدیوں پر حملے جاری رہے۔ اور سات اشخاص کو جن میں خواتین بھی شامل تھیں شدید ضربات آئیں اور شہر میں دس احمدیوں کو خوفزدہ کر کے احمدیت سے منحرف کیا گیا

تھانہ پسرور میں دس احمدیوں کو خوفزدہ کر کے یہ اعلان کرنے پر مجبور کیا گیا کہ انہوں نے احمدیت ترک کر دی ہے۔ اس ..... بارہ میں متعلقہ پولیس اسٹیشن کے افسر کے پاس شکایت کی گئی لیکن اس نے دخل دینے سے انکار کر دیا۔ اس قسم کے لاانتہاء واقعات ضلع

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت اردو صفحہ ۱۷۵

کے دوسرے مقامات میں ظہور پذیر ہوئے۔

سیالکوٹ کے احمدیوں کے ایک وفد نے خواجہ محمد صفدر صاحب پریذیڈنٹ مسلم لیگ سے ملاقات کی اور انہیں اس مشتعل حالات سے مطلع کیا۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ اگرچہ انصاف اور شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اور دوسرے مسلم لیگی بے خوف ہوکر احمدیوں کی مدد کریں مگر دولتانہ صاحب کے گزشتہ دورہ پر میں نے اُن سے کہا تھا کہ حالات خطرناک ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن وزیراعلیٰ نے مجھے یہ جواب دیا کہ خدشہ کی کوئی بات نہیں۔ مولویوں کے ہمارے ساتھ بہت اچھے تعلقات ہیں اور وہ صوبائی حکومت کے خلاف کوئی مصیبت کھڑی نہیں کریں گے۔"

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں ۳ مارچ کے حالات کا ذکر بایں الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

"دوپہر تک ہجوم بے انتہا بڑھ گیا اور ٹریفک ڈیوٹی کے پولیس کانسٹیبلوں پر حملے کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے ایک جلوس کی صورت اختیار کرلی اور اس شخص کی نعش کو ساتھ لے کر جو دارالشہابیہ میں مارا گیا تھا گشت کرنے لگا۔ یہ ہجوم سٹی مسلم لیگ کے دفتر میں پہنچا اور اس کی لائبریری لوٹ لی۔ خواجہ محمد صفدر ایم ایل اے صدر سٹی مسلم لیگ کو اُن کے دفتر سے نکالا گیا۔ ان کا منہ کالا کیا گیا[1] اور ان کو بازاروں میں پھرایا گیا۔ آخر کرنل خوشی محمد نے اُن کو چھڑایا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ۳ تاریخ کے ایک بجے بعد دوپہر سے لے کر ۴ تاریخ کے ایک بجے بعد دوپہر تک چوبیس گھنٹے کا کرفیو نافذ کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ پولیس اور فوج کی نفری کم تھی اسلیے یہ کرفیو عمل میں نہ لایا جاسکا اور کمشنر نے اس کے اوقات تبدیل کرکے دس بجے شب سے ساڑھے چار بجے صبح تک کر دیئے۔ اسی شام کو ایک غیر احمدی دوست عبدالحی صاحب قریشی کو جنہوں نے ہجوم کو تشدد سے منع کیا تھا زدوکوب کیا گیا اور اس کا گھر لوٹ لیا گیا...... تیسرے پہر ایک ہجوم نے ایک اے۔ ایس۔ آئی اور ایک کانسٹیبل پر یورش کی۔ اے۔ ایس۔ آئی

---

[1] صدر انجمن احمدیہ کے عدالتی بیان میں کہا گیا ہے کہ "صدر سٹی مسلم لیگ کیساتھ یہ توہین آمیز برتاؤ اس لیے کیا گیا کہ بلوائیوں کے نزدیک خواجہ صاحب نے ڈپٹی کمشنر کو سختی کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

کا ریوالور اور کنسٹیبل کی بندوق چھین لی۔ دو احمدیوں کے چھرا گھونپ دیا گیا اور تین دوسرے احمدیوں کے مکانات ہجوم نے لوٹ لیے"۔[1]

سیالکوٹ شہر کے واقعات

ان مستند رپورٹوں کی مزید تفصیل معلوم کرنے کے لیے سیالکوٹ شہر کے مخلص احمدیوں کے بعض بیانات درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ مکرم مرزا محمد حیات صاحب (مہاجر قادیان) صدر حلقہ واٹر ورکس سیالکوٹ رقمطراز ہیں:۔

"میرے حلقہ واٹر ورکس میں چوہدری عبدالرشید صاحب، محمد لطیف خان صاحب حضرت خلیفہ عبدالرحیم صاحب[2] چوہدری محمد لطیف صاحب، سیٹھی کرم الٰہی صاحب حکیم پیر احمد شاہ[3] صاحب اور مولوی برکت علی صاحب کے مکان پر باقاعدہ خشت باری جاری رہی۔ میرے اور چوہدری عبدالرشید صاحب کے مکان کے شیشے اکثر ٹوٹ گئے۔ سیٹھی کرم الٰہی صاحب کے باہر کی لکڑی کی سیڑھی جلا دی گئی۔ ہمارے مکانوں کے اردگرد نوجوانوں کے جلوس آتے جاتے رہتے تھے۔ اور گندے نعرے بلند کرکے اپنی ماؤں بہنوں کو اپنی بے حیائی کا نمونہ دکھایا کرتے تھے۔"

"مورخہ ۸؍مارچ ۱۹۵۳ء کو میرا لڑکا مرزا محمد اصغر جس کی عمر قریباً گیارہ سال ہے جب اپنی گلی میں گیا تو اس کو چند نوجوانوں نے گھیر لیا اور ان میں سے ایک نے اس کا بازو پکڑا اور اُسے چاقو مارنے لگا۔ تب میرے لڑکے نے آواز دی۔ ابا جی! مجھے چاقو مارنے لگا ہے۔ یہ آواز سُن کر میں نے بھی زور سے آواز دی۔ فکر نہ کر۔ میں آرہا ہوں۔ جب میں نے بندوق اٹھائی تب اُسے دیکھتے ہی وہ نوجوان میرے لڑکے کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔"

۲۔ مکرم محمد احمد صاحب نظام فوٹو گرافر (محلہ اسلام پورہ) کا خود نوشت بیان ہے کہ:۔

"ہمارے بھائی صاحب محلہ اسلام آباد میں رہتے تھے۔ اور ہم محلہ اسلام پورہ میں رہتے ہیں۔ جب میں اپنے بھائی کے گھر آرہا تھا تو میں نے دیکھا راستہ میں نامر پال کے مکان کے گرد

---

[1] رپورٹ ۱۷۷-۱۷۸ صفحہ

[2] ولادت ۱۸۹۳ء وفات ۹ نومبر ۱۹۶۲ء [3] ولادت ۱۸۹۳ء وفات ۱۹ اپریل ۱۹۷۵ء

بہت سے غنڈے، ڈنڈے، تلواریں اور کلہاڑیاں لیے ہوئے پھر رہے ہیں۔ جب میں ناصر پال کے مکان کے کونے پر پہنچا تو وہاں سے میں نے گلی میں جانا تھا۔ ان غنڈوں میں سے ایک لڑکا مجھے جانتا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ لیا اور شور مچا دیا کہ وہ مرزائی جا رہا ہے۔ وہ غنڈے جو ناصر پال کے مکان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے وہ سب میرے پیچھے بھاگے یہاں تک کہ انہوں نے مجھے میرے گھر کے پاس ہی جا کر گھیر لیا اور میرا سائیکل بھی انہوں نے چھین لیا۔ چھ سات لڑکے تھے جنہوں نے مجھے لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے مارا۔ چاقو کا بھی وار کیا مگر مجھے خدا تعالیٰ نے بچا لیا۔ چاقو میرے سینہ پر تھا کہ میں نے ایک ہاتھ سے چھڑا کر پاس ہی اپنے ایک غیر احمدی دوست کے گھر میں جا گھسا۔ خون سے میرے کپڑے لت پت تھے۔ اور میرا چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ جس غیر احمدی کے گھر میں گھسا تھا وہ بھی مجھے دھکے دے کر باہر نکال رہے تھے یہاں تک کہ دروازہ اس زور سے بند کیا تھا کہ مشکل سے کھلنا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور زور لگانے سے دروازہ کھل گیا اور میں اندر چلا گیا۔ دروازہ بند کر کے مکان کے ایک کونے میں بیٹھ گیا لیکن غنڈوں نے شور مچایا کہ مرزائی کو باہر نکال دو ورنہ مکان کو آگ لگا دی جائے گی۔ میں کمرے میں بھاگتا پھرتا تھا جس سے اُن کے مکان کا فرش خون سے بھر گیا تھا۔ اسی دوران گلی میں کئی ایک رحم دل آدمی اور دوست جمع ہو گئے جنہوں نے مجھے اندر سے نکالا۔ جب میں باہر آ گیا تب بھی غنڈے حملہ کرنے سے باز نہ آئے اور انہوں نے مجھ پر وار کیے۔ اس کے بعد مجھے کلمہ پڑھوایا.... پھر وہ غنڈے چلے گئے اور شیخ مہر دین احمدی کے گھر جا کر انہیں بھی زخمی کیا۔"

۳۔ جناب ناصر احمد صاحب پال تحریر فرماتے ہیں :-

"۶ مارچ سے قبل کئی دنوں سے یہ شور بپا تھا کہ ہمارا مکان سب احمدیوں سے بڑا ہے اور یہ بہت کٹر قسم کے احمدی ہیں۔ انہیں اس دفعہ بالکل ہی صاف کر دیا جائے گا۔ بہرکیف ہم نے بھی اپنے بچاؤ کی خاطر مناسب تیاری کر لی تھی۔ اور راشن وغیرہ بھی ایک ہفتہ کے

پیسے اندر ڈال لیا تھا۔ چنانچہ ۴ مارچ سے محلہ کے باہر گولی وغیرہ چلی اور ایک دو نعشیں اٹھائی گئیں تو لوگوں میں انتقام کی آگ اور بھڑکنے لگی اور ہمارے مکان کے گرد غنڈے قسم کے لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ بالآخر تقریباً ایک بجے کے قریب ایک بہت بڑا ہجوم آیا۔ جس نے ہمارے دروازوں سے اندر داخل ہونے کی کوشش کی۔ مگر وہ ناکام رہا۔ لیکن جب وہ ہمارے تیسرے دروازے کے راستہ داخل ہونے میں کامیاب ہونے ہی والے تھے اور انہوں نے اُسے توڑ ہی ڈالا تھا کہ ہم تینوں بھائیوں نے چھت پر چڑھ کر ان سے کہا کہ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ ہم اپنی حفاظت اور تمہارے حملہ کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں ہم رائفل اور بندوق بھی چھت پر لے آئے ہیں۔ اس پر ہجوم نے ہمارا رُخ چھوڑ دیا۔"

یہ تو عوام کا حال تھا۔ اب اُن کے خواص یا سرغنوں کی شجاعت و مردانگی کا حال بھی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں پڑھ لیجیے۔ ایک جگہ سیالکوٹ کے بلوائیوں کی ہلڑ بازی اور ہنگامہ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"ایک آدمی چھُرا گھماتا اور ناچتا ہوا باہر نکلا اور گولی کھانے کے لیے سینہ تان کے کھڑا ہو گیا لیکن مَیں نے اس کو بتایا کہ جب تک وہ فیتے کے دوسری طرف رہے گا اس کو گولی نہیں ماری جائے گی۔ لیکن جونہی اُس نے فیتہ عبور کیا اُسے گولی مار دی جائے گی۔ جب گولی چلنی شروع ہوئی تو مجھے وہ کہیں نظر نہ آیا۔ وہ کہیں ہجوم میں غائب ہو گیا تھا۔ پہلی فائرنگ کے بعد ایک مولوی نے سامنے آکر فوج اور پولیس کو گالیاں دیں اور ان کو کافر کہا۔ مَیں نے بگلر سے کہا کہ بگل بجائے۔ چنانچہ جونہی اس مولوی نے بگل کی آواز سُنی وہ ہجوم پر سے پھلانگتا ہوا پیچھے کی طرف بھاگ گیا۔"[1]

۴۔ مکرم صفدر خاں صاحب محلہ بھابھڑیاں میں مقیم تھے، مظاہرین نے ان کو انہی کے مکان پر جا پکڑا۔ وہ بیچارے اپنی جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر دوڑے بھاگے مفسدین

---

[1] بیان لیفٹیننٹ کرنل خوشی محمد صاحب (رپورٹ تحقیقاتی عدالت اردو ص ۱۸۰)

کی گرفت سے نہ نکل سکے۔ یہ ایک شخص کے چبوترے پر پناہ لینے کے لیے جا چڑھے لیکن اس نے بھی دھکا دے کر انہیں مظاہرین ہی کے حوالہ کر دیا۔ جنہوں نے اُن پر پے در پے تیز دھار والے آلے سے حملہ کر کے ان کو سخت مجروح کیا اور انہیں مردہ سمجھ کر چلے گئے۔ بعد میں انہیں ہسپتال پہنچایا گیا جہاں خدا تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی۔ انہی کے متعلق ایک اور دوست کا بیان ہے کہ یہ مفسدین کے حملہ سے بچنے کے لیے اپنے ایک معتمد علیہ سیّد ہمسایہ کے ہاں گئے۔ اور اس سے پنجتن پاک کا واسطہ دے کر پناہ مانگی مگر اس نے بجائے پناہ دینے کے ان کی کلائی کو دانتوں سے کاٹ کھایا اور زخمی کر کے مفسدین کے حوالہ کر دیا۔ خود صفدر خان صاحب نے لکھا ہے:-

"مَیں جب ہسپتال گیا سوائے چند چیزوں کے باقی تمام سامان میرے مکان پر تین دن تک موجود تھا۔ اس کے بعد لوگ میرا سامان لوٹ کر لے گئے۔"

۵۔ جناب شیر محمد صاحب غالی[1] صدر بازار سیالکوٹ نے انہی دنوں اپنی ایک چٹھی میں لکھا:-

"جیسا کہ حضور کی پہلی چٹھی میں ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے احمدیوں کی مدد کے لیے بارش کی طرح نازل ہو رہے ہیں (یہ نظارہ) یہاں دوستوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کر باوجود (صحیح) تنظیم نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ کی نصرت کس طرح شاملِ حال رہی۔ جن دوستوں نے (دباؤ میں آکر) ارتداد اختیار کیا وہ بھی اس تنظیم کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا ورنہ عقائد ان کے اب بھی وہی ہیں الخ۔"

۶۔ محمد حسین صاحب کلاتھ مرچنٹ نے لکھا کہ:-

"مورخہ ۴؍مارچ کو قریباً ۱۱ بجے دن تھانہ صدر سیالکوٹ کے سامنے جب ہجوم بے قابو ہو گیا تو فوج نے گولی چلائی اور لوگ بھاگ گئے۔ قریباً تین چار آدمیوں کا ایک ریلا جب ہماری گلی سے بھاگتا ہوا گزرا تو کسی شرارتی نے اُن کو کہا کہ وہ سامنے مرزائی کا گھر ہے (اس محلہ

---

[1] وفات ۱۸؍دسمبر ۱۹۶۳ء

میں صرف میں ہی احمدی رہتا ہوں) بس پھر کیا تھا سارا ہجوم میرے گھر پہ پل پڑا۔ اور اینٹوں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور میرے مکان کی ڈیوڑھی کا دروازہ توڑنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی مکان کو آگ لگانے کی تیاری بھی شروع کر دی۔ اس وقت میں اپنے بال بچوں سمیت دعا میں مشغول تھا۔ وہ چونکہ بڑا نازک وقت تھا اور میں یہ سمجھ چکا تھا کہ اب یہ لوگ ڈیوڑھی توڑ کر مکان کے اندر گھس آئیں گے اور مار دیں گے۔ اس وقت میں نے اپنے بیوی بچوں کو صرف اور صرف یہ وصیت کی احمدیت یعنی حقیقی اسلام ایک نور ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ دنیا میں غالب آ کر رہے گا۔ اور یہ کہ احمدیت مجھے ورثہ میں نہیں ملی بلکہ محض اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ لوگ مجھے اب مار دیں گے اور اگر آپ پر یہ ظلم کریں جو یقیناً کریں گے تو کمزوری نہ دکھانا اگر تمہاری بوٹیاں بھی اُڑا دیں تب بھی حضرت مسیح موعود......... کی شان کے خلاف کوئی لفظ زبان پر نہ آنے پائے۔ اس پر سب نے لبیک کہا۔ ادھر میں گھبرایا ہوا یہ وصیت کر رہا تھا۔ اُدھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرشتے میری مدد کو پہنچ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے اس مشتعل ہجوم کو بغیر کوئی نقصان پہنچانے کے واپس بھگا دیا تھا۔ میں حوصلہ کر کے ڈیوڑھی کی طرف گیا اور اندر سے کان لگا کر آواز سننے لگا۔ لیکن وہاں کوئی ہوتا تو آواز آتی۔ وہ لوگ تو بھاگ چکے تھے۔ دروازہ کھولا تو باہر اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور اینٹیں مار مار کر ڈیوڑھی توڑنے کی کوشش کی۔ اندر کا ایک کُنڈا کھل بھی گیا تھا لیکن تالہ جو کہ بہت مضبوط تھا نہ کھل سکا۔ باہر نکل کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ دروازہ بند کر کے اوپر آیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر وہ رات بڑی بے چینی سے گزری۔ ہمارے ہمسائے جو کہ سب کے سب غیر احمدی تھے ہماری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور سمجھتے تھے کہ رات کو لوگ آ کر ہمیں مار ڈالیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے ہماری حفاظت فرمائی۔ اور ہم کو باعزت و سلامت رکھا۔ الحمد للہ!

۷۔ مکرم شیخ عبد الرحیم صاحب پراچہ[1] سیالکوٹ نے اپنی سرگزشت بایں الفاظ لکھ کر دی:-

---

[1] وفات ۱۸ جنوری ۱۹۸۹ء

"مارچ ۱۹۵۳ء میں جبکہ احراری ایجی ٹیشن زوروں پر تھی خاکسار نے مع اہل و عیال (دو لڑکیاں ایک اہلیہ اور ایک مَیں) سیالکوٹ چوک پوربیاں گلی پنڈتاں کا مکان نمبر ۱۲۴/۹ جو کہ میرے نام الاٹ ہے، میں رہائش اختیار کی ہوئی تھی یکم مارچ سے ہی ہم پر اپنے پڑوس میں رہنے والے احراریوں کی طرف سے اینٹیں پڑنی شروع ہوگئی تھیں مگر ہم اردگرد رسی باندھ کر اوپر رضائیاں ڈال لیتے تھے تاکہ جو بھی پتھر آئے اُن سے ٹکرا کر گر جائے اور اس کا زور ٹوٹ جائے۔ غالباً ۳ مارچ کو جبکہ گولی چل رہی تھی اور جلوس نکلا ہوا تھا ہمارے پڑوس میں ایک احراری مولوی رہتا تھا۔ اس کے ساتھ کئی اور آدمیوں نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر مجھے بلایا اور کہا کہ ایک جلوس نکلا ہوا ہے جو پٹھان صفدر کو قتل کر آیا ہے اور وہ اب تمہاری طرف آرہا ہے۔ اس لیے ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ اسی وقت بال بچوں کو لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ بعد میں ہمیں نہ کہنا کہ خبر نہیں ہوئی۔ مَیں نے جواب دیا کہ اِدھر جلوس نکلا ہوا ہے اور دوسری طرف گولی چل رہی ہے۔ ایسے حالات میں کسی طرف بھی جانے کے لیے تیار نہیں اور ہم گھر میں ہی مریں گے یا زندہ رہیں گے۔ بعد میں وہ کہنے لگے تم چلے جاؤ۔ عورتوں کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں عورتوں کو چھوڑ کر کسی طرف بھی نہیں جا سکتا۔ پہلے مَیں مروں گا۔ بعد میں میرے بال بچوں کی طرف کوئی دیکھے گا۔ اس پر وہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی عورتیں آئیں اور انہوں نے کہا کہ اپنی جان بچانی فرض ہے۔ ہمارا مشورہ یہی ہے کہ آپ "مسلمان" ہو جائیں۔ مَیں نے جواب دیا کہ مسلمان تو ہم پہلے سے ہی ہیں۔ آپ کے کلمہ میں اور ہمارے کلمہ میں، آپ کے قرآن میں اور ہمارے قرآن میں، آپ کی نمازیں اور ہماری نمازیں میں کیا فرق ہے؟ آپ ہر روز ہمیں دیکھتے ہیں پھر انہوں نے نیچے جا کر دوسرے پڑوسیوں کو بتایا کہ وہ تو کوئی بات بھی نہیں مانتا۔

نیچے سے سب پڑوسیوں نے مل کر ہمیں بلانا شروع کیا اور کہا کہ تم نیچے اُتر دو۔ ورنہ نیچے سے آگ لگا دیں گے۔ مَیں نے اوپر سے جواب دیا میری تو تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں اگر آپ لوگوں نے ہمیں قتل کرنا ہے تو اُوپر آ جائیں۔ اگر آگ لگانی ہے تو لگا دیں۔ ہمارا مکان جلے گا تو ساتھ ہی آپ کا بھی جلے گا...... جو سقہ ہم کو پانی دیتا تھا اس کو بھی محلہ والوں نے

پانی دینے سے روک دیا اور جو خاکروب ہمارے ہاں صفائی کرتی تھی اس کو بھی انہوں نے روکا مگر وہ چونکہ عیسائی تھی اس نے اُن کی پرواہ نہ کی اور برابر کام کرتی رہی۔ نیز فساد کے دنوں میں میری بڑی لڑکی میٹرک کا امتحان دے رہی تھی۔ امتحان کا سنٹر گورنمنٹ لیڈی اینڈرسن ہائی سکول میں تھا جو ہمارے گھر سے کافی فاصلہ پر تھا۔ ہر روز صبح کو مَیں اپنی لڑکی کو لے جا کر سنٹر میں چھوڑ آتا اور بعد میں پھر واپس لایا کرتا تھا۔ ایک دن جبکہ مَیں جا رہا تھا ایک جلوس میرے پیچھے بڑی تیزی سے آیا۔ اور کسی نے کہا کہ یہ مرزائی جا رہا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے ہمت دی۔ مَیں وہیں کھڑا ہو گیا اور انہیں للکارا کہ آؤ جس نے آنا ہے۔ مگر اس کے بعد پھر کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ میری طرف بڑھے۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ سے میری جان بچا لی۔ الحمدللہ۔"

۸۔ چوہدری عبدالرشید صاحب حلقہ واٹر ورکس کا بیان ہے کہ:-

"ایک دن شام کے وقت میرے مکان کو جبکہ مَیں گھر پر ہی تھا غنڈوں نے گھیر لیا۔ اور آگ لگانے کی کوشش کی۔ اس وقت مَیں اور میرے تایا چوہدری محمد علی صاحب موجود تھے۔ ہمیں بے حد فکر ہوئی۔ اس وقت سوائے خدا تعالیٰ کے سہارا اور کوئی مددگار نہ تھا مگر ہم نے اپنے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے مکان پر رہتے ہوئے ہی اپنی جان دینے کی ٹھان لی۔ مگر قربان جاؤں اس عالم الغیب پر کہ اچانک ایک جیپ کار اور ٹینک میں چند فوجی افسر اور مسلّح گارد نے آ کر ان تمام اشخاص کو گھیرے میں لے لیا۔ اس طرح ہماری جانیں اور مکان بخیر و بخوبی بچ گئے۔"

"ہمارے محلہ کی ایک قصائی عورت نے (جو ان دنوں نوجوانوں اور لڑکوں کو اکٹھا کر کے ہمارے مکان پر پتھراؤ کرواتی رہتی تھی) ایک دن شام کے وقت باہر کے دروازوں کو بہت زور سے کھٹکھٹایا۔ چنانچہ مَیں نے دروازہ کھولنے کے لیے دروازہ کے کنڈے کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ اچانک میرے دل کو کسی غیبی طاقت نے روک دیا۔ چنانچہ مَیں نے دروازہ کھولنے کی بجائے دروازہ کے اوپر جو گیلری ہے اس میں جا کر کھڑکی کھول کر جب دیکھا تو دو لڑکے نوجوان چاقو کھولے اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ مَیں جونہی دروازہ کھولوں وہ مجھ پر بے دریغ

وار کر دیں ۔ مگر الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس موقع پر بھی بچا لیا ۔"

"ایک روز عشاء کے وقت مجھے تایا صاحب نے کہا کہ آؤ نماز باجماعت گھر میں ہی ادا کر لیں ۔ ہم پہلے ہی دو تین روز (خطروں کی وجہ سے) بیت الذکر نہ جا سکے تھے ۔ پہلے تو میں تیار ہو گیا مگر اس کے معاً بعد میرے منہ سے نکلا کہ آپ اکیلے نماز پڑھ لیں مگر اس سے قبل گھر کے برتن بالٹی وغیرہ پانی سے بھر دیں ۔ چنانچہ انہوں نے پانی بھر کر نماز پڑھنی شروع کر دی اور میں نے مکان کی ایک کھڑکی کے ذریعہ مکان کی حفاظت کی خاطر باہر دیکھنا شروع کیا ہی تھا کہ اسے میں لوگوں نے آکر مکان کی ایک بیٹھک کو پٹرول وغیرہ سے آگ لگا دی ۔ چنانچہ اسی وقت میں نے اور تایا صاحب نے بھرے ہوئے پانی سے آگ پر فوری طور پر قابو پا لیا ۔"

ضلع سیالکوٹ کے دوسرے مقامات کے واقعات

جو کچھ سیالکوٹ شہر میں ہوا وہی کچھ ضلع سیالکوٹ میں بھی ہوا کیونکہ شہر سیالکوٹ کی طرح ضلع سیالکوٹ کیلئے بھی الگ مجلس عمل بنائی گئی تھی اور احمدیوں کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا جیسا کہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں لکھا ہے :-

"مجلس عمل پنجاب کی ہدایت کے مطابق اس ضلع میں ایک مجلس عمل مرتب کی گئی ۔ اس مجلس عمل نے رضا کاروں کی بھرتی اور سرمائے کی فراہمی کا کام شروع کر دیا ۔ صاحبزادہ فیض الحسن ضلع میں جلسوں کا ایک سلسلہ جاری کر کے شدید پراپیگنڈا کرنے میں مصروف رہے ۔"[1]

اسی شدید پراپیگنڈے کا یہ فوری اثر ہوا کہ ضلع سیالکوٹ کے وہ دیہات اور قصبات جہاں احمدی مسلمان اور غیر احمدی مسلمان باہمی شیر و شکر ہو کر بس رہے تھے ان میں کسی قسم کا عناد اور عداوت نہ تھی مگر جب احرار کا پراپیگنڈا شدت اختیار کر گیا تو ضلع بھر میں جابجا فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی مگر صرف ان قصبات میں جہاں احمدی تھوڑے تھے ۔ جن دیہات اور قصبات میں کوئی احمدی نہ تھا یا جن میں ان کی اچھی خاصی آبادی تھی ان تمام مقامات میں ہر طرح امن و امان رہا اور کسی قسم کا بھی کوئی فتنہ کھڑا نہ ہوا ۔

---

[1] رپورٹ صفحہ ۱۷۵

پسرور سب سے پہلے ہم ضلع سیالکوٹ کے مشہور قصبہ پسرور کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز محمد دولتانہ خود گئے اور مجمع عام میں تحریک کی برملا حمایت کی جس سے اس تحریک کے داعیوں اور حامیوں کی کافی حوصلہ افزائی ہوئی۔ عدالتی رپورٹ میں بھی لکھا ہے کہ:۔

"۲۰ر جولائی ۱۹۵۲ء کو پسرور کے مقام پر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کنونشن میں چیف منسٹر صاحب نے ایک تقریر کی۔ جس میں انہوں نے اعلان کیا کہ وہ تحریک ختم نبوت کی پوری حمایت کرتے ہیں بشرطیکہ قانون و انتظام کو کوئی خطرہ درپیش نہ ہو۔"[1]

اس تقریر کے بعد پسرور میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہوا کہ الامان الحفیظ!

اس قصبہ میں گنتی کے چند احمدی رہتے تھے ان غریبوں کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ان کی مخالفت اس زور اور شدت سے ہوئی اور ایسا منظم بائیکاٹ کیا گیا کہ ان کی زندگیاں خطرے میں جا پڑیں اور یہ سب کچھ محض اس لیے ہو رہا تھا کہ احمدی کسی طرح تنگ آ کر اپنے عقائد کو خیر باد کہہ کر اُن کی ہاں میں ہاں ملا دیں۔ اور اُن کے ہم خیال و ہم عقیدہ بن جائیں۔

بعض شورش پسند لیڈر ضلع سیالکوٹ میں جابجا اس قسم کی تقریریں کرتے ہوئے برملا یہ کہہ چکے تھے کہ:۔

"اگر مرزائی اسلام قبول نہیں کریں گے تو ہم اس مقصد کے حصول کے لیے انتہائی کوشش کریں گے اور ایسی صورت میں یہ لوگ زمینوں، کارخانوں اور بنگلوں کی الاٹمنٹیں کھو بیٹھیں گے بلکہ ربوہ بھی ان کے قبضہ سے نکل جائے گا۔"[2]

پسرور کے احمدیوں کے ماحول کا اندازہ لگانے کے لیے ہائی سکول پسرور کے ایک احمدی ٹیچر کی ایک چٹھی کا مختصر سا اقتباس کافی ہے۔ یہ چٹھی انہوں نے اپنے ایک عزیز کے ہاتھ ربوہ بھجوائی تھی کیونکہ اس وقت جس قسم کی مخالفت احمدیوں کی ہو رہی تھی انہیں اندیشہ تھا کہ مبادا ان کے

---

[1] رپورٹ ص۱۰۴ ؛ [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۳۶۳

خطوط ڈاکخانہ کے متعصب عملہ کے ہاتھوں تلف ہو جائیں ۔ آپ نے لکھا :۔

"خلاصہ سابقہ خطوط کا یہ ہے کہ میں آج اپنے ۹ چھوٹے بڑے بچوں سمیت تیرہ روز سے گھر میں بند ہوں ۔ ...... بروز جمعہ ۳ بجے سے لے کر ۷ بجے شام تک سینکڑوں آدمیوں عورتوں اور بچوں کے جلوس نے میرے گھر کے سامنے ماتم کیا اور وہ فحش بکا کہ چوڑھے چمار بھی شرمائیں ۔ اس کا بھی اثر نہ دیکھ کر اب میرا مکمل بائیکاٹ ہے ۔ کھانا پینا ، دوا ۔ خاکروب تک کی بندش ہے ۔ اب دو دفعہ کوشش کی گئی ہے کہ ناگہانی حملہ کر کے قتل کر دیں مگر شام سے صبح تک کی چوکسی کو مولیٰ نے حفاظت کا ذریعہ بنا دیا ۔ شہر میں مجسٹریٹ اور ایس پی موجود ہیں ۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک آدھ بار اُن کا آدمی آتا ہے ۔ اور پوچھ جاتا ہے کوئی تکلیف تو نہیں ؟ کل بعض اشیاء بھی خرید کر دے گئے ۔ ان کی ہمدردی صرف اس حد تک ہے ۔ مگر عملاً شہر پر غنڈوں کی حکومت ہے ۔ جلوس آزادانہ پھرتا ہے ۔ پولیس یا ملٹری چوکی میں بیٹھ کر "اپنی" حفاظت کرتی ہے ۔ بڑی کوشش کی ہے کہ رات کو پہرہ کے لیے مدد مل جائے خواہ قیمتاً ہی ۔ مگر محروم ہوں ۔"

ڈسکہ — محترم محمد ابراہیم صاحب[1] عابد نائب امیر حلقہ امارت ڈسکہ نے انہی دنوں بذریعہ چٹھی ڈسکہ کے کوائف مرکز میں بھجوائے تھے جن میں لکھا :۔

"ہمارے ضلع میں شورش انتہائی زوروں پر ہے ۔ گاؤں سے بھی لوگ جتھوں کی صورت میں آتے نہیں بلکہ لائے جاتے ہیں ۔ گاؤں والے مایوس ہو کر واپس جاتے ہیں کیونکہ آؤ بھگت اور خاطر تواضع نہیں کی جاتی ۔ ڈسکہ میں ہڑتالیں بھی ہوتی ہیں اور جلوس بھی نکالے جاتے ہیں ۔ ...... رات گئے تک نعرے لگائے جاتے ہیں ۔ عورتیں جلوس کے ساتھ پیٹتی جاتی ہیں اور فحش گالیاں نکالتی ہیں ۔ لڑکوں کے غول گلی کوچوں میں پھرتے ہیں اور بیحد گندے نعرے لگاتے پھرتے ہیں ۔ احمدیوں کے گھروں کے سامنے سیاپا کیا جاتا ہے ۔ عورتیں احمدی مردوں پر آوازے کستی ہیں اور مردوں کو چھیڑتی ہیں تاکہ کوئی فساد کی صورت پیدا ہو سکے ۔ ...... ناچتے کودتے اور شور مچاتے ہیں ۔ احمدی حضرات پر عورتیں بچے اور مرد اینٹیں اور پتھر پھینکتے ہیں ۔ معلوم ہوا ہے کہ چوہدری نذیر احمد کی کوٹھی پر بھی پتھر پھینکے گئے ہیں ۔ ہماری جماعت سے چند دوستوں نے کمزوری دکھا کر ان میں شمولیت کا اعلان کر دیا ہے ۔ باقی دوست ڈٹے ہوئے

---

[1] وفات ۲۷ جنوری ۱۹۸۱ء

ہیں اور کامل صبر کا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ احمدی دوستوں کے پاس ان کے غیر احمدی رشتہ داروں کے وفود بار بار جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احمدی اب زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ اس کے علاوہ طرح طرح کے دنیاوی لالچ بھی دیتے ہیں۔ لڑکیوں کا لالچ، روپیہ کا لالچ۔ ممبریوں کا لالچ۔ میرے پاس وفد آئے انہوں نے مجھے کمیٹی کی ممبری کی آفر بھی کی اور خرچ کرنے کا وعدہ بھی کرتے تھے۔ الغرض بار بار اس طرح تنگ کیا جا رہا ہے۔ بعض اوقات ایک احمدی کو پندرہ سولہ آدمی اٹھا کر لے جاتے ہیں اور مسجد میں جا کر کہتے ہیں کہ مسلمان ہو جاؤ۔" احمدیوں کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بھنگیوں کو بھی غلاظت اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ ہماری بیت احمدیہ پر بھی قبضہ کیے بیٹھے ہیں۔ مقامی حکام نے کسی قدر ضرور تعاون سے کام لیا ہے۔ جو بڑا شخص جلوس میں شامل نہیں ہوتا اس کو زبردستی اٹھا کر لایا جاتا ہے۔ اور شامل ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ خوف اور ہراس بہت پھیلایا جاتا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ احمدی کیمپوں میں جمع کیے جا رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ربوہ جل رہا ہے اور لاکھوں پٹھان ربوہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں حکومت ابھی اعلان کرنے والی ہے وغیرہ وغیرہ جھوٹ سے از حد کام لیا جا رہا ہے۔ ایک احمدی کو ملتے ہیں اور اُسے کہتے ہیں فلاں احمدی "مسلمان" ہو گیا ہے۔ تم بھی ہو جاؤ۔" الخ

جناب عزیز اللہ صاحب گرداور قانونگو نے بیان دیا:۔

"شورش (احرار) کا دَور نہایت ہی تکلیف دِہ تھا۔ میرا "ڈیوٹی" پر ڈسکہ سے گوجرانوالہ جاتے ہی بسوں کے اڈوں پر بائیکاٹ کیا جاتا۔ مجبوراً سائیکل پر سفر آمد و رفت کرنا پڑتا۔ راستہ میں جلوس نعرے لگاتے ہوئے ملتے سخت نفرت کی نگاہ سے ہم لوگ دیکھے جاتے تھے۔ بلکہ نقصانِ جان پہنچانے کے درپے بھی ہوتے ...... گوجرانوالہ میں ہمارے لیے اچھوتوں کی طرح علیحدہ برتن ہوٹلوں میں رکھے گئے ...... ڈسکہ میں ہمارا کئی ہفتہ تک مکمل بائیکاٹ کیا گیا سبزی ترکاری اور دیگر اشیائے خوردنی ہمیں قطعاً خریدنے کی بندش تھی۔ عورتیں سیاپے کرتیں۔ پتھر گھروں میں مارے جاتے۔ احمدیت کے خلاف گندی سے گندی گالیاں دی جاتیں۔ ہمارے گھروں میں کوئی عورت یا بچہ داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ سخت نگرانی رکھی جاتی تھی۔ قسمت کی ماری ایک مہاجر لڑکی

جوکہ ہمارے پڑوس میں رہتی تھی اور اکثر ساگ وغیرہ قیمتاً دے جایا کرتی تھی۔ بوجہ غربت اپنا اور اپنے والدین کا پیٹ پالا کرتی تھی۔ اتفاق سے شورش کے دوران میں ہمارے گھر میں ساگ لے آئی۔ جب ساگ دے کر گلی میں واپس گئی تو محلہ والوں میں وہ جو تحریک کے علمبردار تھے انہوں نے اس غریب کا منہ کالا کیا اور گھر گھر یہ کہتے ہوئے پھرایا کہ دوبارہ تو ان کافر مرزائیوں کے ہاں نہیں جاؤ گی۔" الخ

موضع دھیدو والی

میاں عبدالرحمان صاحب ولد امام دین صاحب قادیانی نے ڈسکہ سے لکھا کہ:۔

"موضع دھیدو والی میں یہاں شیر محمد صاحب موچی جو احمدی ہیں اُن کو دس دن سے اندر بند رکھا ہوا ہے اُن کے پاس نہ آٹا ہے نہ دانہ۔ وہ چپ اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ڈسکہ میں میں بھی اور میرے بال بچے بھی پانچ دن بھوکے رہے۔ اس کے بعد دو سیر آٹا ملا ہے جسے ہم نے کھایا اور خدا کا شکر ادا کیا۔"

بمبانوالہ

جناب حمید احمد صاحب دیہاتی مبلّغ نے مرکز کو اطلاع دی کہ:۔

"ڈسکہ کے قریب موضع بمبانوالہ کی رپورٹ آئی ہے کہ وہاں آج عورتوں نے جلوس نکالا اور احمدی عورتوں کو مارا لیکن احمدی عورتوں نے کمال بہادری سے کہا کہ خواہ جان سے مار دو مگر احمدیت سے نہیں ہٹیں گی۔"

احمد مسعود نصر اللہ خاں صاحب نے ڈسکہ سے لکھا کہ:۔

"رات چوہدری محمد عبداللہ صاحب بمبانوالہ سے آئے ہیں انہیں قتل کی دھمکی دی گئی ہے اور ان کے گھر کے سامنے دس بارہ آدمی لاٹھیوں اور کلہاڑیوں وغیرہ سے مسلّح بیٹھے رہے۔ عبداللہ خان صاحب اور ان کا لڑکا موقع پا کر ڈسکہ آ گئے۔" الخ

ملیانوالہ

جناب فضل الٰہی صاحب ریٹائرڈ پوسٹماسٹر صاحب[1] تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں ضلع گورداسپور میں موضع بنی پور کا مہاجر ہوں اور آجکل موضع ملیانوالہ

---

[1] برادر اکبر چوہدری عبدالواحد صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ

متصل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ رہائش رکھتا ہوں[1] گزشتہ بدامنی کے ایام میں ہمارے اردگرد تو بہت کچھ گڑبڑ تھی مگر ہمارے گاؤں ملیانوالا میں مورخہ ۵۳/۳/۸ تک بالکل امن تھا مورخہ ۵۳/۳/۹ کو اچانک معلوم ہوا کہ باہر کا ایک جتھہ احمدیوں کے گھروں پر ہمارے گاؤں پر حملہ آور ہو رہا ہے چونکہ ہمیں حضرت خلیفہ ثانی کی ہدایات مل چکی تھیں کہ گھر نہ چھوڑے جائیں ہم دروازے بند کر کے بیٹھ گئے جتھہ آیا جو عموماً موضع بمبانوالہ کے گاؤں کے اوباش لوگوں پر مشتمل تھا۔ اس جتھہ کی راہنمائی وہاں کا مولوی........ کر رہا تھا اور دیگر مولوی اس کی اقتدا میں تھے ہمارے گاؤں کے اشرار بھی ساتھ شامل ہو گئے اور خاص کر میرے گھر کے سامنے انہوں خوب سیاپا کیا۔ مغلظ اور گند سے بھری ہوئی گالیاں ہمارے امام کو دی گئیں اور ہماری بہو بیٹیوں کے نام لے کر گند اچھالا گیا ۵۳/۳/۱۰ کو ہمیں معلوم ہوا کہ گاؤں کا نمبردار...... جو سابقہ گاؤں گھو کا تھانہ کاہنوں وان ضلع گورداسپور کا رہنے والا ہے۔ اور اس طرف ایک کافی عرصہ نمبر ۱۰ میں رہا اور اس کا عموماً کام عورتیں اغوا کرنا تھا اور یہاں احمدیوں کا جانی دشمن تھا۔ اردگرد بدمعاشوں کو ہمارے گھروں پر حملہ آور ہونے کی دعوت دے رہا تھا۔ گاؤں میں بھی اس نے خوب طور پر خفیہ ہدایات جاری کیں کہ جب باہر کا جتھہ احمدیوں پر حملہ آور ہو تو سارا گاؤں ان کا ساتھ دے اور وہ یہ کام ڈسکہ کے تحصیلدار ...... اور تھانہ دار...... کی ہدایات کے حوالہ سے ترتیب دے رہا تھا۔ مقامی تحصیلدار اور تھانہ دار کی امداد ان لوگوں کو ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر اس کا ثبوت کچھ تو اس دن پولیس کی آمد کے بعد کچھ میری گرفتاری کے بعد جیل میں ملا۔ ۳/۱۰ کو اردگرد کے دیہات بمبانوالہ۔ جنڈو ساہی۔ کوٹ جنڈو گوجرہ کے جتھے ہم پر حملہ آور ہوئے اور ہمارے گاؤں نے ان کی پوری امداد کی عین اسی وقت ڈسکہ سے ۶ سپاہی خاں عبدالعزیز خان ASI کی قیادت میں آ گئے اور مجھے تسلی دی کہ آپ فکر نہ کریں ہم سب کچھ ٹھیک کر لیں گے مگر میری موجودگی میں ہی اس جتھہ کے چند سپاہیوں نے گاؤں کے لوگوں کو بھڑکایا اور احمدیوں کے خلاف ہر ممکن اقدام کے لیے کہا دوسری طرف مجھے کہا گیا کہ ہمارے

---

[1] بعد میں ربوہ مقیم ہو گئے تھے۔ (وفات ۳۱ دسمبر ۱۹۷۶ء)

لیے فوراً کھانا تیار کراؤ مگر کھانا ہمارا اپنا سپاہی تیار کرے گا۔ چنانچہ مجھ سے دو مرغ آدھ سیر گھی ۵/- روپیہ کرایہ ٹانگا طلب کیا جو میں نے اسی وقت مہیا کر دیا آٹا...... نمبردار نے اپنے گھر سے دیا۔ یہ کھانا غلام علی لوہار کی دکان میں تیار ہوا۔ دوسری طرف اے ایس آئی صاحب نے گاؤں کے باہر جا کر اتنے بڑے ہجوم کو اکیلے ہی روکنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا اے ایس آئی سائیکل پر فوراً گاؤں کی طرف اپنی گارد کی طرف بھاگا اور سپاہیوں کو فوراً میرے گھر کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اے ایس آئی صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ مجمع قریباً... ۳ کا تھا جس میں ۵۰۰ آدمی مختلف اوزار سے مسلح تھے اور میرے گھر کو نیست و نابود کرنے کو آئے تھے۔ سب احمدی میری بیٹھک میں جمع تھے جن میں ۲ احمدی اپنی جانیں بچا کر جنڈ وساہی سے آکر میرے پاس پناہ گزیں تھے۔ پولیس کی موجودگی میں ہجوم نے میرے گھر کے دروازے توڑنے کی کوشش کی مگر پولیس کی مداخلت سے وہ کامیاب نہ ہوئے یہ سب ہجوم نہر کے کنارے چلا گیا مگر دوبارہ پلٹا کہ میرے گھر کو کم از کم آگ ہی لگا دی جاوے مگر اے ایس آئی صاحب نے پولیس کو رائفلیں سیدھی کرنے کا حکم دیا تو ہجوم خوفزدہ ہو کر منتشر ہو گیا۔ اے ایس آئی عبدالعزیز کا رویہ بہت اچھا اور نیک نیتی پر تھا۔ اگرچہ اس کے بعض کانسٹیبل شرارتیوں کے ساتھ تھے۔ شام کے وقت پولیس چلی گئی ۳/۱۱ کو صبح ہی ایک سپاہی آیا کہ راؤ صاحب آپ کو بلاتے ہیں مگر امیر جماعت ڈسکہ کو ساتھ لے کر آنا۔ اُسدن بھی ہمیں اطلاع آچکی تھی کہ آج ۸ گاؤں کے فسادی میرے گھر پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور یہ سب لوگ میرے گھر کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں اور اس میں سب سے زیادہ ہاتھ اسی...... نمبردار...... تحصیلدار اور...... تھانیدار کا ہے میں گھر کو جس میں چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں تھیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اے ایس آئی صاحب کا حکم تھا۔ گھر کو اللہ کے سپرد کر کے میں امیر صاحب کو ساتھ لے کر راؤ صاحب کے پاس گیا۔ مگر مجھے دیکھتے ہی راؤ صاحب نے کہا کہ چوہدری نذیر احمد صاحب اس کو منع کر لو یہ علاقہ میں اشتعال پھیلا رہا ہے اور کل جب جتھہ گزر گیا تو اس نے کہا کہ کتے آئے تھے اور بھونک کر چلے گئے۔ میں نے کہا کہ راؤ صاحب میں تو گھر بار کی مصائب میں مبتلا تھا مجھے یہ الفاظ کیا سوجھتے ہیں۔ میں نے یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے مگر راؤ صاحب کا پارہ Highest ڈگری پر تھا اے ایس آئی صاحب نے مجھے بعض نا ملائم الفاظ بھی کہے۔ جب ان کی طبیعت میں کچھ سکون ہوا تو کہا کہ کل اگر ملک

پولیس نہ بھیجتا تو تم سب قتل ہو جاتے میں نے تم کو قتل سے بچا دیا ہے اور آج پھر بہت سے دیہات تم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت پھر اے ایس آئی عبدالعزیز صاحب کو حکم دیا کہ کل ۶ کانسٹیبل تھے آج ۸ لے کر جاؤ۔ ۶ رائفلوں والے اور ۲ ہتھکڑیاں والے اور مجھے کہا کہ تم شام سے پہلے گاؤں میں نہ جانا۔ چنانچہ ان کی ہدایت کے ماتحت میں ڈسکہ میں ہی ٹھہر گیا اور پولیس گاؤں میں چلی گئی۔ میری غیر حاضری میں پولیس نے پھر احمدیوں سے ۲ مرغ آدھ سیر گھی اور ۵/- روپیہ کرایہ طلب کیا ...... احمدیوں نے معذوری ظاہر کی سپاہیوں نے احمدیوں کو ڈانٹا کہ اب تم قتل بھی ہو جاؤ گے تو ہم تمہاری امداد نہیں کریں گے اور آئندہ بھی تمہاری امداد کو تمہارے گاؤں میں نہیں آئیں گے۔ گاؤں کے نمبردار...... نے باہر کے حملہ آوروں کو فوراً اطلاع دی کہ پولیس آگئی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ ہمارے گاؤں پر حملہ آور ہونے کی بجائے میترانوالی کی طرف چلے گئے۔ اے ایس آئی عبدالعزیز صاحب نے اس دن بھی بڑی شرافت کا مظاہرہ کیا۔ گاؤں کے لوگوں اور نمبردار کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی کہ خبردار اگر تم نے احمدیوں کو کوئی گزند پہنچایا۔ میں جب ڈسکہ سے آیا تو پولیس جا چکی تھی اور نمبردار گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کر رہا تھا۔ چنانچہ عصر کے وقت سے لے کر عشاء کے وقت تک میرے گھر کے سامنے سیاپا اور بدمعاشی ہوتی رہی اس ہجوم کا سرغنہ وہی نمبردار...... اور اس کا لڑکا...... تھے اس دن ہم اپنی نمازیں بھی ادا نہ کر سکے۔ رات مجھے اطلاع ملی کہ نمبردار مذکور مجھے قتل کرانے کی سازش کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ قاتل بھی مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور راستہ ہماری چھتوں پر سے ہو کر ہمارے صحن میں کودنے کا بنایا گیا ہے ...... میں بندوق لے کر ساری رات دروازے بند کر کے بیٹھا رہا ۱۲ / مارچ کو پھر نمبردار نے گاؤں کے لوگوں کو تحصیلدار اور تھانیدار کا حکم سنا سنا کر گھروں سے نکالا۔ باہر کے دیہات کو بھی پیغام بھیجا مگر اس سے باہر والے تو نہ آئے مگر گاؤں کے اوباشوں نے نمبردار کی قیادت میں میرے گھر پر حملہ کر دیا۔ اور صبح سے شام تک سخت گندے الفاظ استعمال کرتے اور بھنگڑا ڈالتے رہے۔ اس دن مجھے اطلاع ملی کہ میں باہر پاخانہ کو بھی نہ نکلوں ورنہ مجھے لوہاروں کی دکانوں کے سامنے قتل کر دیا جاوے گا۔ چونکہ نمبردار کی دشمنی میرے ساتھ حد سے زیادہ تھی کیونکہ پنچائت کے انتخاب میں وہ میرے مقابلہ میں ہار چکا تھا۔ اور باوجود کئی سفارشوں کے بھی کامیاب نہیں ہوا تھا اس لیے نمبردار کی دشمنی صرف میرے ہی گھر تک محدود تھی۔ میں ۹ مارچ

سے ۱۵ مارچ تک گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھا مصائب کو برداشت کرتا رہا، ۱۷ مارچ کو صبح ہی پولیس کا کانسٹیبل آیا کہ ...... تھانیدار تم کو بلاتے ہیں میں خوفزدہ تو تھا ہی ڈرتا ہوا گیا ...... کہہ رہے تھے لوگوں پر غلّے چلاتے ہو غلّے۔ اب معلوم ہو جائے گا غلّے کس طرح چلائے جاتے ہیں تم بڑے آدمی ہو۔ بہت بڑے اب سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ ..... مجھے ۲ بجے کے قریب تحصیلدار ...... کے پیش کیا گیا تحصیلدار صاحب نے کہا کہ ڈی سی صاحب نے تمہاری بندوق ضبط کر لی ہے۔ بندوق کہاں ہے میں نے جواب دیا کہ گھر پر ہے۔ کہا کہ فوراً ایک رقعہ اپنے لڑکے کے نام تحریر کرو کہ وہ ہمارے کانسٹیبل کو بندوق معہ کارتوس دے دے ...... میرے رقعہ لکھ دینے پر کانسٹیبل بندوق معہ کارتوس لے آیا۔ عشاء کی نماز تک میں تھانے میں رہا۔ عشاء کی نماز کے بعد راؤ صاحب آئے اور کہا کہ اب کوئی لاری سیالکوٹ کو نہیں جاتی اس لیے تم جاؤ کل ۱۸ مارچ کو ۹ بجے صبح تھانہ میں حاضر ہو جاؤ۔ ۱۸ مارچ کو میں وقت مقررہ پر تھانہ حاضر ہو گیا۔ قریباً ۱/۲ ۲ بجے بعد دوپہر ایک کانسٹیبل کے ہمراہ مجھے سیالکوٹ بھیج دیا گیا کہ تم کو ایس پی کے پیش کرنا ہے قلعہ پر لے جا کر ڈی سی کے حکم کے ماتحت مجھے گرفتار کر لیا گیا ۱۹ مارچ کو میرا چالان ۲/۲۶ کے ماتحت کر دیا گیا اور مجھے جیل میں بھیج دیا گیا۔ جیل میں ایک نئی دنیا دیکھی۔ گھبراہٹ بہت زیادہ تھی۔ مجھ پر غنودگی کا اثر زیادہ تھا اور ۲۴ گھنٹہ میں ۲ تولہ پیشاب آتا تھا۔ جیل میں ہی اسی تحریک کے گرفتار کئی قسم کے لوگ تھے۔ مولوی لوگ کہتے تھے کہ غنڈوں نے ہماری تحریک کو ناکام بنا دیا اور غنڈے کہتے تھے مولویوں نے ہمیں دھوکہ دے کر گرفتار کرا دیا۔ دونوں فریقوں کی کشمکش بہت زیادہ تھی عام لوگ کہتے تھے کہ مولویوں نے حکومت سے بہت بڑی رقم کھا لی ہے اور ہم کو بلا میں پھنسا دیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ مولویوں نے چندہ اکٹھا کرنے کی جو رسید بکیں چھپوائی تھیں وہ ۱/- ۵/- ۱۰/- ۵۰/- کی تھیں اور جب کسی سے چندہ وصول کیا جاتا تو اس کی رسید دے کر اپنے سامنے ہی چاک کروا دی جاتی تھی کہ پولیس کے قابو نہ آ جاوے۔ ......اس طرح حاجی ...... سیالکوٹ والا نے ۲۴ ہزار روپیہ ہضم کیا اور اس طرح جو رقم جس نے حاصل کی وہی ہضم کر گیا۔ جیل میں مولوی عبدالحی اور مولوی عبدالتواب ڈسکہ والے دو رات ایک ہی چکی کوٹھڑی میں میرے ہمراہ رہے انہوں نے وہاں میرے ساتھ ذکر کیا کہ ...... تحصیلدار اور

......تھانہ دار روزانہ شام کو ہمیں بلاتے اور ٹی پیسٹری کھلاتے۔ دن بھر کی کارگزاری سنتے اور اگلے دن کی ہدایات دیتے تھے اور یہ سب تحریک ڈسکہ میں ان ہی دو صاحبوں کی ہدایات کے ماتحت چلتی رہی مگر حیرانی ہے کہ ہماری گرفتاری کے وقت ہر دو افسروں نے ہمیں منہ بھی نہ دکھایا اور اندر سے ہی کہلا بھیجا کہ ان کو سیالکوٹ لے جاؤ۔ حالانکہ ساری پولیس اور ساری تحصیل ہمارے ساتھ تھی مگر اس وقت کسی نے امداد نہ کی وغیرہ وغیرہ۔ عام لوگ کہتے تھے کہ مولویوں نے زہر ہلاہل شربت صندل بنا کر ہمیں پلا دیا اور حکومت کے خلاف ہمیں بھڑکایا۔ رقمیں خود کھا گئے اور اب یہی مولوی خود معافیاں مانگ کر باہر جا رہے ہیں اور ہم بلا میں پھنسے ہوئے ہیں چنانچہ ایک مولوی......ڈسکہ والا مولوی......جو بڈہ والا عام نوجوانوں کو تلقین کرتے کہ خبردار معافی ہرگز نہ مانگنا ورنہ قومی غدار کہلاؤ گے اور جب یہ مولوی علیحدہ بیٹھتے تو میرے سامنے ہی کہتے کہ بھائی فوراً معافی مانگ کر باہر چلیں چنانچہ موقع آنے پر سب مولویوں نے معافی مانگ کر رہائی حاصل کرلی۔ جب میں جیل میں ۱۹؍ مارچ کو گیا تو وہاں معلوم ہوا کہ ۳؍ مارچ سے ۱۱؍ مارچ تک جتنے لوگ گرفتار ہوئے ان کو......سپرنٹنڈنٹ جیل نے غازی اور مجاہد قرار دے کر ہر قسم کی سہولت مہیا کی۔ ہر بوڑھے کو ½ سیر دودھ اور ایک ٹکیہ مکھن روزانہ ہر نوجوان کو ½ سیر دودھ اور ہر کشتی لڑنے والے کو ½ سیر دودھ اور ایک ٹکیہ مکھن اور تیل مالش کے لیے مہیا کیا۔ جاتے ہی پہلے دن زردہ اور پلاؤ سے ان کی تواضع کی۔ اگلے دن حلوہ کھلایا اور ان کو کہا کہ پھانسی کی کوٹھڑیوں کی طرف اور اخلاقی قیدیوں کے ورکشاپ کی طرف نہ جانا باقی سب جیل تمہاری ہے۔ مزے سے رہو اور اگر کسی کو تکلیف ہو تو فوراً مجھے کہو۔ سالن کو تیل کے بگھار کی جگہ مکھن کا بگھار لگتا تھا۔ ان سہولتوں کے ہوتے ہوئے ان لوگوں نے سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا اس کو گندی گالیاں نکالنی شروع کیں حتیٰ کہ ۱۲؍ مارچ سے ۱۴؍ مارچ تک جیل میں خوب ہنگامہ رہا۔ گرفتاران نے جیل کے کمبل جلا دیئے۔ برتن توڑ دیئے۔ پھولوں والے پودے برباد کر دیئے۔ جیل کے دروازے توڑ دیئے جس پر ایس پی اور ڈی سی معہ دستہ پولیس آئے اور ان لوگوں کو قابو کیا گیا......اب میر محمد الدین صاحب لیفٹیننٹ کرنل آئے جن کے آنے پر جیل کا انتظام نہایت اعلیٰ ہوگیا۔ جیل میں ہم چار احمدی تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب وکیل۔ محمد رفیق جراح۔ مستری ابراہیم اور خاکسار۔ جیل کے ملازم یعنی

نمبردار اور سپاہی دوسرے لوگوں کے بہکانے پر ہم پر سختی کا سلوک کرتے اور ۱۵ دن تک ہم چار دن احمدیوں کو سنگین کوٹھڑیوں میں اکیلے اکیلے بند رکھا گیا اور سخت واچ کی جاتی کہ ہم احمدی کسی دوسرے احمدی سے بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میر صاحب کے آنے پر ہم احمدیوں کو اکٹھا ایک کوٹھڑی میں کر دیا گیا۔ ہم چکی نمبر ۳ میں کوٹھڑی نمبر ۱۵ میں بند تھے کہ انہی دنوں راولپنڈی سے قریباً ۸۰ سیاسی قیدی تبدیل ہو کر آئے۔ ان کا سرغنہ ایک مولوی ۔۔۔۔۔۔ غالباً راجہ بازار راولپنڈی کا تھا یہ مولوی فاضل اور شاید منشی فاضل بھی تھا۔ ایک دن جبکہ یہ سب لوگ اکٹھے کھڑے باتیں کر رہے تھے اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ کوئی احمدی بھی اس تحریک میں گرفتار ہو کر جیل میں آسکتا ہے ۔۔۔۔۔ کہہ رہا تھا کہ اب تو ملٹری بھی ہمارے ساتھ تھی مگر ہم سے کچھ نہ ہو سکا۔ چنانچہ جب ہمارا جتھہ گرفتاری کے لیے نکلا تو فوجی سپاہیوں کی طرف سے ہمیں پیغام ملا کہ جب فورج کا دستہ تم کو روکنے کے لیے آگے بڑھے تو تم نے ہم پر حملہ کر دینا اور رائفلوں پر ہاتھ ڈال دینا۔ ہم رائفلیں چھوڑ کر بھاگ جاویں گے اور پھر تم نے رائفلوں کو جس طرح چاہو استعمال کر لینا۔ اس بات کی تصدیق راولپنڈی کے دوسرے لوگوں سے بھی ہوئی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ افسوس ہمارے آدمیوں نے کچھ نہ کیا۔ ایک رات ایک ملنگ کو جو قاتل تھا ہماری کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ وہ ۳، ۴ دن ہمارے ساتھ رہا۔ ایک دن ایک مولوی نے کہا کہ ملنگا تم نے آدمی قتل کر کے خدا کا گناہ کیا تو اس نے کہا کہ علی کا دشمن کافر تھا میں نے مار دیا۔ اس مولوی نے کہا کہ اگر تم کو کوئی مرزائی مل جاوے تو پھر کہنے لگا کہ مرزائی کو تو چن چن کر مارنا چاہیے اسی مولوی نے کہا کہ تم تو ۳، ۴ دن سے مرزائیوں میں رہتے اور سوتے ہو۔ کہنے لگا کہ نہیں یہ تو مسلین ہیں۔ نمازیں پڑھتے۔ تہجد پڑھتے ہر وقت عبادت کرتے ہیں۔ یہ کس طرح مرزائی ہو سکتے ہیں یہ تو بڑے پکے مسلین ہیں۔ اب مجھے پورا مہینہ جیل میں ہو گیا کئی لوگ ضمانت پر جیل سے جا چکے تھے مگر مجھے معلوم ہوا کہ ڈسکہ کا تھانیدار میرے ساتھ خاص دشمنی کی وجہ سے ریمانڈ پر ریمانڈ لیتا جا رہا ہے اور چالان عدالت میں پیش نہیں کرتا یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ عرصہ جیل میں اسی طرح رہ جاؤں چنانچہ بصد مشکل ۲۰ مارچ کو میری ضمانت ہوئی اگرچہ اس وقت بھی ایس آئی میرا ریمانڈ لے چکا تھا باہر آ کر مجھے معلوم ہوا کہ مجھ پر جو الزام لگائے گئے ہیں ان میں بڑا الزام یہ تھا

کہ مَیں رسولِ پاکؐ کو گالیاں نکالتا ہوں اور رسولِ پاکؐ کی ہر وقت توہین کرتا ہوں۔ لوگوں کو اشتعال دلاتا ہوں وغیرہ۔ میرے خلاف جھوٹی کے گواہ وہی نمبردار...... تھا اور باقی گاؤں کے سات کمی تھے یعنی دو جُلاہ۔ دو ترکھان۔ ایک موچی۔ ایک ملاں اور ایک دھوبی۔ حالانکہ گاؤں میں گوجر۔ راجپوت۔ آرائیں آوان اور چیمہ زمیندار قومیں آباد تھیں۔ چونکہ گاؤں کے کمی اس نمبردار سے سخت خائف تھے اس لیے وہی گواہ اس کے کہنے پر گواہی کے لیے تیار ہوئے اور وہ بھی میرے رہا ہونے پر کہہ رہے تھے کہ نمبردار نے ہمیں گرفتار کرا دینے کی دھمکی دی ہے اور راؤ نے بھی ڈرایا دھمکایا ہے ورنہ ہم ہرگز گواہی دینا نہیں چاہتے۔ چنانچہ میرے خلاف صرف دو گواہ ایک نمبردار اور دوسرا...... جُلاہ گزرے اور دونوں کے بیانات متضاد سے متضاد تر ہیں اور عدالت نے حکومت کی نئی پالیسی کے ماتحت مجھ سے ایک تحریر لی اور رہا کر دیا اب بھی سلا گاؤں اس نمبردار کے خلاف ہے مگر نمبردار بدستور میرے خلاف اپنی کارروائیوں میں لگا ہوا ہے..... چونڈہ کا ایک مولوی جو میونسپل کمشنر بھی تھا ہماری ساتھ والی کوٹھڑی میں بند تھا اس نے بتایا کہ تھانہ پھلوارہ کا تھانیدار...... میرے بالمقابل سٹیج بنا کر احمدیوں اور حکومت کے خلاف تقریریں کرتا تھا اور اب وہی تھانیدار عدالت میں میرے خلاف گواہیاں دلوا رہا ہے اگر مَیں قید ہو گیا تو تھانیدار مذکور کو بھی ساتھ ہی لوں گا اور میں وہ گواہ تھانیدار کے خلاف گزاروں گا کہ یہ بھی حکومت کے خلاف اور احمدیوں کے خلاف مجھ سے کئی گنا زیادہ تقریریں کرتا تھا۔ اس طرح شکرگڑھ کا ایک مولوی...... جو یک چشم تھا کہنے لگا کہ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ مَیں نے دو احمدیوں کی جان بچائی اور مقامی تھانیدار نہیں چاہتا تھا کہ مَیں احمدیوں کی امداد کروں اور اس کے عوض میرا اس نے چالان کر دیا۔ جیل میں سیالکوٹ کے مولوی........ تھے ان کے ہمنشیں ہمیں بتاتے کہ مولویوں نے قریباً ۸۰۰۰/- روپیہ دولتانہ صاحب سے لیا ہے۔ اور یہ روپیہ چیدہ چیدہ مولوی کھا گئے ہیں کاندھلوی صاحب نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ سب سیاست کی خاطر کیا جا رہا ہے تو مَیں ہرگز اس تحریک میں حصّہ نہ لیتا۔ جیل میں یہ عام مشہور تھا کہ دولتانہ صاحب نے اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے پانی کی طرح روپیہ بہایا ہے۔ بہت سے مولوی ہمارے ساتھ جب بھی گفتگو کرتے تو یہی کہتے کہ بھائی احمدیوں کے ساتھ ہمیں کوئی پرخاش نہیں ہم تو صرف گورنمنٹ کے ساتھ ٹکر لینا چاہتے تھے اور اس میں بھی دولتانہ صاحب

نے ہمیں دھوکہ دیا۔ کبھی وہ احمدیوں کے حق میں بیان دیتا رہا اور کبھی ہمارے حق میں بیان دیتا رہا اور حقیقتاً وہ سیاست میں خودغرضی کے گھوڑے پر سوار اپنا کوئی کام نکالنا چاہتا تھا۔ کوئی کہتا اس نے روئی میں سے بہت سا روپیہ نکالا اور مولویوں میں تقسیم کیا۔ کوئی کہتا حکومت کے محاصل میں سے ایک رقم حاصل کی اور دو لاکھ اپنی گرہ سے خرچ کیا اور لوگوں میں تقسیم کیا۔ احمدیوں کو صرف نشانہ بنایا گیا اصل غرض اس کی سنٹرل حکومت کے ساتھ ٹکر تھی۔ غرضیکہ کئی قسم کی باتیں جیل میں سنتے تھے۔ راولپنڈی والے کسی ایک خفیہ سازش کا نام لیتے تھے جو ہم باوجود کوشش کے معلوم نہ کر سکتے کہ وہ کیا سازش تھی۔ کیونکہ وہ لوگ معلوم کر چکے تھے کہ ہم تین چار وہاں احمدی موجود ہیں ہم میں سے کسی کو دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتے تھے۔ اور یہ الفاظ تو ہر وقت ہر سیاسی قیدی کی زبان پر ہوتے تھے کہ حکومت ہمارے ساتھ ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہماری تحریک کامیاب نہ ہو۔ بلکہ متفقہ طور پر وہاں کے لوگوں کی یہ صدا ہوتی تھی کہ اگر یہ تحریک فیل ہو گئی تو ہم کہہ دیں گے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ یعنی ان لوگوں کو اپنی تحریک کی کامیابی کی یہاں تک اُمید تھی کہ ان کے ذہن اس طرف جانتے ہی نہیں تھے کہ یہ تحریک فیل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جس دن یہ اعلان ہوا کہ خواجہ صاحب کی وزارت مستعفی ہو گئی ہے تو سب معاندین نے خوشی منائی کہ یہ چال صرف ظفر اللہ خاں کو وزارت سے علیحدہ کرنے کی چلی گئی ہے۔ پولیس کی نسبت تو ہر شخص جیل کا کہتا تھا کہ پولیس مکمل طور پر ہمارے ساتھ ہے۔

ہمارے گاؤں ملیانوالا کے اردگرد سب دیہات میں گرفتاریاں ہوئیں مگر ملیانوالا میں کوئی گرفتاری سوائے میرے نہیں ہوئی کیونکہ یہاں ایک احمدی کو پھانسنے کے لیے نمبردار اور تھانیدار کی سازش تھی۔ حالانکہ جتنی شرارت بدمعاشوں نے ملیانوالا میں کی کسی دیگر گاؤں میں شاید ہی ہوئی ہو۔ ہمارے گھروں پر پتھر برسائے گئے اور پھر مشہور کر دیا جاتا کہ احمدی عورتیں جلوس پر پتھر برساتی ہیں۔ ہم میں سے چھ کس کو زبردستی تشدد کر کے احمدیت سے منحرف کیا گیا اور زبردستی ان کے ہاتھوں میں جھنڈا دیا گیا۔ اور یہی حال ہمارے اردگرد کے دیہات میں ہوا۔ جو احمدیت سے انکار نہیں کرتا تھا اس کو قتل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اور گھر بار کو آگ لگانے کی دھمکیاں دی جاتی تھیں اور ۳/۳ سے ۵/۱۰ تک نہ کوئی قانون تھا اور نہ کوئی حکومت۔ تحصیلدار اور تھانیدار کے چپڑاسی اور سپاہی نمبرداروں کو بلا کرلے جاتے تھے اور پھر ہدایات حاصل کر کے جتھے نکالتے تھے۔

بلکہ نمبرداروں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ جلوس نکالیں ۔ تھانیدار نے میرے روبرو لوگوں کو کہا کہ ہمیں جلوس کو روکنے کا حکم نہیں ورنہ ایک دن میں جتھے روک دیئے جاویں ۔ سنا گیا کہ دو تھانہ کی طرف سے خاص آدمی ہدایات لے کر افسران کے پاس آتے تھے اور گوجرانوالہ کا ڈی سی تو خود جلوس کے ہمراہ ہو کر نعرے لگاتا تھا ۔ اگرچہ لوگ اس کو بھی گالیاں نکالتے تھے ۔

خاکسار فضل الٰہی از ملیانوالہ متصل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ "

ڈنگری پریاں مکرم بشیر احمد صاحب ولد سلطان احمد صاحب درویش نے لکھا کہ :۔

" بندہ ایک ایسے گاؤں میں آباد ہے کہ جو دو اڑھائی سو مسلم جالوٹوں کی آبادی پر مشتمل ہے گاؤں کے معتبر آدمی گرفتار ہونے کی وجہ سے باقی لوگ سخت جوش میں ہیں اور دن بدن زیادہ تکلیف کا موجب بن رہے ہیں ۔ یہاں ہماری زمین وغیرہ کوئی نہیں ۔ معمولی سی دکان پر گزارہ ہے لیکن اب بیس دن سے دکان بالکل بند ہے ۔ پانی بالکل بند ہے ۔ دُور سے لانا پڑتا ہے ...... ان حالات میں جبکہ ہماری ہر طرف سے ناکہ بندی ہے ایک منٹ بھی یہاں گزارنا مشکل ہے ...... باہر اندر جانا سخت خطرہ کا موجب ہے ۔ رات دن اپنے گھر پر ہی بیٹھ کر وقت گزار رہے ہیں ۔" الخ

اسی گاؤں کے ایک اور احمدی محمد منیر صاحب نے لکھا :۔

" اس گاؤں میں ہم صرف دو گھر تھے ۔ ان (مخالف) لوگوں نے ۴ر مارچ سے ہمارا پانی بند کر دیا ہے یہاں تک کہ ایک غیر مسلم کے کنوئیں سے بھی پانی نہیں لینے دیتے تھے اور اگر ہم پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی لینے جاتے تھے تو ہمیں گالیاں دی جاتیں ۔ ڈرایا دھمکایا جاتا جس کی وجہ سے ہمیں واپس گھر خالی لوٹنا پڑتا ۔ جب ہم گھر آتے تو بچوں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے رو رہے ہوتے ۔ ۴ر تاریخ کو ہمیں بالکل اندر بند کر دیا گیا ۔ ہمارے قتل اور لوٹنے کے منصوبے بنائے گئے جس کی وجہ سے ہمیں از حد پریشان ہونا پڑا ۔ ہمارے پاس سوائے دعا کے کوئی ہتھیار نہ تھا جس کو ہم استعمال کرتے ۔ اگر کبھی پاس کی جماعت کوشش بھی کرتی تو سخت (محاصرہ) کے باعث وہ (کوئی چیز) نہ پہنچا سکتے تھے ۔ ۶ر مارچ بروز جمعہ گاؤں کے شریر لوگوں کی ایک پارٹی جو ۱۵ افراد پر مشتمل تھی ہمارے دروازہ پر آئی ۔ اور ہمیں مجبور کیا گیا کہ ہمارے

ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرو۔ ورنہ ہم قتل کر دیں گے۔ اور پھر پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیا لیکن پھر بھی ہماری طرف سے انکار کیا گیا۔ آخر کار وہ لاچار ہو کر چلے گئے۔ زیادہ خطرہ ہو جانے کے باعث ہم نے تھانہ پھلورہ میں اطلاع دی کہ ہمیں ناجائز (طور پر) تنگ کیا جا رہا ہے۔ تھانیدار صاحب مع تین سپاہیوں کے گاؤں میں آئے لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ کیا بلکہ مخالفت کی آگ کو اور بھڑکایا گیا اور تھانیدار صاحب کی موجودگی میں انہوں نے جلوس نکالا۔ جلوس میں انہوں نے جو گند اچھالا اور حضرت مسیح موعود.... کے متعلق جو نازیبا الفاظ استعمال کیے میری زبان زیب نہیں دیتی کہ میں ان کو قلم بند کروں۔ مگر پھر بھی بغرض اطلاع اتنا لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود...... کی مصنوعی لاش بنا کر سخت بے حرمتی کی گئی جس کو دیکھ اور سن کر حضور اقدس کے ماننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسی وقت سجدہ میں گر کر دعا کی گئی کہ اے خدا تو ان لوگوں کو ہدایت دے۔" الخ

موضع ترسکہ موضع ترسکہ تحصیل ڈسکہ کی جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ غلام غوث صاحب نے مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۹۵۳ء کو اپنے ایک خط میں لکھا کہ:۔

"ہمارے علاقہ میں شورش بہت زیادہ ہے۔ گاؤں گاؤں میں جلوس نکالے جاتے ہیں احمدیوں کے گھروں کے آگے بکواس کرتے اور نعرے لگاتے ہیں۔ کل ۱۰ر مارچ کو ہمارے گاؤں میں بھی مولوی ...... ساکن ہوانہ ...... نے جلوس نکالا۔ چار احمدیوں نے کمزوری دکھائی مگر ان کی بیویوں نے بہت اچھا نمونہ دکھایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو طلاق دے دو۔ ہم احمدیت نہیں چھوڑیں گی۔ آج کچھ سکون ہے مگر ہمارا پانی گاؤں والوں نے روک رکھا ہے۔ باہر کے کنووں سے لاتے ہیں۔" الخ

پھر ۱۲ر مارچ کے خط میں تحریر کیا:۔

"مولوی...... ساکن ہوانہ تھانہ ڈسکہ و مولوی...... ساکن وہیر کے نے ہمارا پانی بند کر دیا۔ اب ہم بڑی مشکل سے باہر کے کنووں سے پانی لاتے ہیں۔ ہماری عورتوں کو ڈر کی وجہ سے قضائے حاجت جانے کی بھی سخت تکلیف ہے اور ۱۰ر مارچ کو مولوی ...... نے آکر جلوس نکالا۔ گلیوں اور احمدیوں کے گھروں کے (سامنے) نعرے لگاتے اور پیٹتے رہے جس سے ہمارے چھوٹے بچے ڈر کے

مارے سہمے رہے ۔ آگے اب ہر وقت دن رات سخت گھبراہٹ ہے ۔ چاروں طرف سے یہی آوازیں آتی ہیں کہ ہم (احمدیوں کے) گھروں کو لوٹیں گے اور آدمیوں کو شہید کر دیں گے ‘‘

موضع ویرووالہ

جماعت احمدیہ ویرووالہ کے سیکرٹری مال محمد ابراہیم صاحب نے اطلاع دی کہ :-

’’ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم احمدیت چھوڑ دیں ۔ جب ہم نے یہ قبول نہ کیا تب یہ لوگ جامکے چیمہ اور آلو مہار سے احرار کا جلوس لے آئے ..... اور کہنے لگے کہ تم احمدیت کو خیر باد کہہ دو ورنہ سارا گاؤں مل کر تمہارا خاتمہ کر دے گا ۔ ہم نے کہا کہ اگر ہمارے بچہ بچہ کو آپ لوگ شہید کر دیں گے تو ہم پھر بھی یہ بات کہنے کو تیار نہیں ہوں گے ۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ۔ اچھا کل ہم تم کو مار دیں گے ۔‘‘ الخ [1]

سمبڑیال

جناب خواجہ محمد امین صاحب نے سمبڑیال سے لکھا کہ :-

’’بعض مہاجر احمدی مستورات نے بعض مردوں سے زیادہ دلیری دکھائی ہے ۔ مختاراں زوجہ محمد الدین سکنہ شکار ماچھیاں حال سمبڑیال اور حسن بی بی بیوہ صابر خاں مرحوم ہمارے گھر پر آئیں ۔ ان کو صحابہؓ و صحابیاتؓ کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا تو اس قدر دلیر ہو گئیں کہ بالکل مرنے کو تیار ہو گئیں ۔‘‘ الخ

منڈیکے بیریاں ۔ دیہہ ۔ نین کے تور وٹے تیرسکہ

گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ سے مکرم سید نذیر حسین صاحب[2] نے لکھا :-

’’آج تک جو خبریں ہم تک پہنچی ہیں جو ہماری تحقیق میں درست ہیں عرض خدمت ہیں .... موضع منڈیکے بیریاں جو چونڈہ کے قریب ہے وہاں چوہدری محمد ابراہیم صاحب احمدی کو جو صرف ایک ہی گھر احمدیوں کا ہے ۔ لوگوں نے جمع ہو کر قتل کی دھمکی دی ۔ اس نے کہا مجھے صرف چند منٹ اجازت دے دو ۔ پھر قتل کر لینا ۔ اس کے چاہ پر ایک چھوٹی سی بیت الذکر ہے ۔ اس نے وضو کر کے دو رکعت نماز گزاری ۔ بعد میں ان کو کہا کہ آؤ اپنا کام

---

[1] اس کارڈ پر ۹ر مارچ ۱۹۵۳ء کی مہر ثبت ہے ۔ [2] وفات ۲۸ جولائی ۱۹۵۵ء

کرلو۔ وہ کہنے لگے بیت الذکر سے باہر آؤ۔ اس نے کہا کہ میں بیت الذکر سے باہر نہیں آؤں گا۔ آخر تکرار کے بعد انہوں نے کہا کہ اسے قتل نہ کرو۔ اس کا بائیکاٹ کردو۔ اس کے اپنے چاہ سے بھی اور دیگر چاہ وغیرہ سے پانی روک دیا۔ پھر اس نے موضع کھرپہ سے جہاں چوہدری محمد حسین صاحب احمدی ہیں پانی منگوانا شروع کیا۔ آخر پندرہ تاریخ کو پولیس نے آکر پوری طرح اس کی امداد کی"

"موضع دہہ جہاں صرف ایک ہی احمدی تھا اس کو بہت تنگ کیا گیا لیکن وہ بھی خدا کے فضل سے بالکل قائم ہے اور قائم رہے گا۔ اب وہاں کی حالت درست ہے"

"موضع نین کے توروے میں بھی ایک احمدی عبدالحق تھا۔ اس نے بہت مردانگی دکھائی۔ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اب وہاں بھی حالات درست ہیں۔ دشمن عنصر نے معافی مانگی ہے"

"موضع ترسکہ متصل بڈھا گورایہ میں احمدیوں کو بہت تکلیف دی گئی اور مولویوں نے ان کو جبراً احمدیت سے پھرانا چاہا۔ انہوں نے بھی بزدلی سے کام لیا۔ ان کے ساتھ چند ساعت کے لیے مل گئے اور مولویوں نے کہا کہ اب تمہارا نکاح دوبارہ کیا جائے گا۔ جب وہ گھروں پر نکاح کے واسطے گئے تو احمدی مستورات کو دروازوں پر پایا۔ مستورات نے بڑی دلیری سے کہا باہر کھڑے رہو۔ اندر مت آؤ۔ مولوی لوگوں نے کہا کہ تمہارے آدمی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب تمہارے نکاح دوبارہ کریں گے۔ ہم اور کچھ نہیں کہتے۔ ان نیک بیبیوں نے کہا کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ مرتد ہو گئے ہیں اور ہمارا نکاح ان سے نہیں ہو سکتا۔ مولوی اب ان کو لے جاکر کسی اور جگہ نکاح کریں۔ ہم کو تو اگر ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں تو بھی ہم خدا کے فضل سے احمدی ہی رہیں گی۔ اس وقت ان کی بہادری کو دیکھ کر وہ احمدی مرد بھی دلیر ہو گئے۔ اور مولوی لوگوں کو جواب دے دیا اب حالات بہتر ہیں"

چونڈہ

چونڈہ سے چوہدری فیروز الدین صاحب انسپکٹر تحریک جدید نے رپورٹ بھیجی کہ "موضع چونڈہ تھانہ پھلورہ کے حالات حسب ذیل ہیں۔ گاؤں ہذا میں پچھلے دنوں بڑے زور شور سے پراپیگنڈا ہوتا رہا لیکن اب مردوں کے علاوہ مستورات کے ذریعہ بھی جتھہ جلوس کی شکل میں احمدیوں کے مکانات کے پاس آکر بیہودہ بکواس کی جارہی ہے۔ سب کے دروازے دھکے دے کر توڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تمام افرادِ جماعت کو اِکّا دُکّا مل کر

ہراساں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ جماعت منظّم ہے لیکن غلط افواہوں کی وجہ سے جو کہ منادی کے ذریعہ کہہ رہے ہیں کہ ربوہ پر نزدیک کے دیہات والوں کا حملہ ہو گیا ہے اور مرزائی ''مسلمان'' ہو رہے ہیں ۔ یہ پراپیگنڈا سن کر بعض کمزور احمدی ہراساں ہیں ایک احمدی مسمّی مولا بخش جٹ تلونڈی جھنگلاں والے کے مکان پر پتھر پھینکے گئے اور اس کے گھر کی چار دیواری میں ایک کنویں سے اس کو پانی بھرنا بند کر دیا ہے ۔ اور پانی نکالنے والی بھونی اُتار کر لے گئے ہیں ۔''

''ایک موچی محمد شریف کی جھگی کو آگ لگا کر جلایا گیا ہے جو کہ گاؤں سے باہر کی بیری کے درختوں کے پاس تھی ۔ پچاس ساٹھ آدمیوں کے جتھے سے چند آدمیوں نے مل کر اسکو جھنجھوڑا اور وہ بیچارہ اپنی جان بچا کر گھر آ گیا ۔ تھانہ والے کسی قسم کا تعاون نہیں کرتے ایک تھانیدار اور تین چار سپاہی اس جگہ متعین ہیں ۔ جس جگہ ٹھہرے ہیں وہاں سے باہر نکل کر دیکھتے ہی نہیں ۔''

شہزادہ قریشی عبدالرحمٰن صاحب[1] کی طرف سے مرکز میں (موضع شہزادہ کی نسبت) مندرجہ ذیل اطلاع موصول ہوئی کہ :۔

''اس گاؤں میں صرف تین احمدیوں کے گھر ہیں ۔ باقی سارا گاؤں مخالف اور ایذا دہی پر کمربستہ ہے ۔ ایک مکان والے کی بیوی غیر احمدی تھی ۔ وہ بچوں کو لے کر سسرال چلی گئی لیکن اس کا مرد ثابت قدم رہا ۔ ایک گھر والوں کا پانی بند کر دیا ہے اور دوسرے ماسٹر صاحب کی عدم موجودگی میں اُن کے گھر پر حملہ کر دیا اور مستورات کو گھر سے نکل جانے کی دھمکی دی ۔ لیکن ان کی مستورات نے حضور کے ارشاد کے مطابق یہ جواب دے دیا کہ ''ہم اپنے پیارے آقا کے حکم کے ماتحت یہیں رہیں گی ۔ نکلیں گی نہیں ۔ خواہ ہمیں قتل کر دو ۔ اور ان تینوں گھر والوں کا بازار سے سودا سلف لینا بالکل بند کر دیا گیا ہے ۔ اور ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی سے محروم کر دیا گیا ہے ۔ اسی طرح تنگ کرنے کے دوسرے ذرائع بھی سب اختیار کیے گئے ہیں ۔''

کھیوہ باجوہ محمد منیر صاحب امیر جماعت احمدیہ کھیوہ باجوہ نے لکھا کہ :۔

''دن بدن زیادہ خطرے کی افواہیں پھیلنی گئیں پسرور بھی میرے ہی حلقہ امارت میں تھا ۔ اور وہاں مخالفین کا بہت زور تھا ۔ ان دنوں تھانیدار نے بھی جواب دے دیا لیکن جب ملٹری نے انتظام ہاتھ میں لے لیا تو خطرہ کم ہونا شروع ہو گیا ورنہ پہلے یہی تھا کہ آج کل سوالہ

---

[1] شہید سکھر ۔ وفات یکم مئی ۱۹۸۴ء

میں جلوس جائے گا اور پھر وہاں سے کھیوہ بھی جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا کہ صرف اور صرف پسرور تک ہی فتنہ و فساد محدود رہا۔ بعض افراد کلا سوالہ سے نکلے اور ہمارے گاؤں میں آ گئے اور جماعت چوہڑ منڈہ میں چند غنڈوں نے ہمارے پریذیڈنٹ دین محمد کو قتل کر دینے کی دھمکیاں دیں۔ اس نے میرے پاس رپورٹ کی تو میں پسرور تھانہ میں گیا۔ تھانیدار صاحب نے میرے ساتھ تین ملٹری کے سپاہی اور ایک حوالدار کر دیا۔ چوہڑ منڈہ تھانہ سے تقریباً آٹھ میل ہے۔ وہاں حوالدار نے ان سے باز پرس کی تب انہوں نے انکار کر دیا کہ ہم نے کوئی بات نہیں کی۔ حوالدار نے ان سے وعدہ لیا کہ اگر اس کے بعد کوئی شکایت ان کی طرف سے ہمیں پہنچی تو تم ذمہ دار ہو گے اور صرف تمہیں ہی گرفتار کر کے لے جایا جائے گا۔ اس کے بعد بالکل امن ہے۔ اور کلا سوالہ سے جو دوست نکلے علاقہ مجسٹریٹ نے خود آ کر کلا سوالہ کے لوگوں سے کہا کہ ان کو خود جا کر واپس لاؤ ورنہ اگر کوئی ان کا نقصان ہوا تو تم ہی ذمہ دار ہو گے۔ تب کلا سوالہ والے خود آ کر اُن کو تانگہ میں بٹھا کر لے گئے باقی تمام علاقہ میں خیریت ہے۔ خطرہ تو ہمیں بھی بہت ہو چکا تھا لیکن کسی نے بعد میں کوئی مظاہرے نہیں کئے ۔"

کلاسوالہ

عبدالغنی صاحب عبدؔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کلاسوالہ نے لکھا کہ :۔

"کلا سوالہ پسرور سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور احرار اور مخالفین تحصیل پسرور کا مرکز ہے۔ بروز جمعہ پسرور میں نماز جمعہ کے موقعہ پر یہ اعلان ہوا کہ کل ۷ مارچ کو پسرور سے ایک جلوس جو کئی دیہات میں سے ہوتا ہوا اور احمدیوں کو مسلمان یا ختم کرتا ہوا کلا سوالہ پہنچے گا۔ شام کو ۶ بجے پولیس کی طرف سے زبانی مجھے یہ اطلاع ملی کہ جلوس کل کلا سوالہ آ رہا ہے اور پولیس اس کا انتظام نہیں کر سکتی۔ آپ خود کوئی انتظام کر لیں۔ یہ خبر سُن کر بفضلہ تعالیٰ ہم ہر طرح سے مطمئن تھے اور ہمارے دلوں میں کسی قسم کی گھبراہٹ نہ تھی۔ ہم نے اپنے لیے مناسب انتظام ہر طرح سے کر لیا۔ اس کے بعد ایک چٹھی پسرور سے جماعت احرار کی جانب سے کلا سوالہ کے دیگر معززین کے نام آئی کہ ہمارا جلوس پہنچ رہا ہے۔ اگر آپ نے ہمارے جلوس میں شمولیت نہ کی تو تمہاری جان۔ مال بھی خطرہ میں ہوگا۔ کلا سوالہ میں دو جماعتیں ہیں۔ اہلحدیث اور حنفی جماعت حنفی جماعت کا چونکہ زور ہے اور چٹھی بھی حنفی جماعت کے آدمیوں کو ہی ملی تھی۔ حنفی جماعت یہاں کی

بہت امن پسند ہے۔ وہ دوست اس چٹھی کو لے کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کل یہ جلوس آرہا ہے۔ کوئی مناسب تجویز کی جائے تاکہ جلوس خیریت سے گزر جائے اور شور و شر بھی نہ ہو۔ مَیں نے کہا کہ آپ کے خیال میں کیا ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ تم اپنی جماعت کو سنبھال لو۔ وہ کسی قسم کی جلوس میں مداخلت نہ کریں۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ جلوس پُرامن طور پر گزر جائے۔ چنانچہ خاکسار نے جماعت کی مستورات اور بچوں کو دو جگہوں میں محفوظ کر کے مردوں کو دو مناسب جگہوں پر..... بٹھا دیا۔

اُس دن اکثر نظریں ہماری طرف اس حسرت سے اُٹھ رہی تھیں کہ آج دو بجے تک یہ (احمدی) لوگ تو ختم ہو جائیں گے اور ان کے مال اسباب پر ہم قابض ہوں گے۔ اکثر لوگ ہمارے مال مویشی دیکھ دیکھ کر پسند بھی کر رہے تھے کہ آج دو بجے کے بعد یہ سب کچھ ہمارا ہو جائے گا۔ لوگوں کی زبانی سنا کہ یہ احمدی لوگ خوش کیوں نظر آتے ہیں مگر اُن کو یہ پتہ نہیں کہ ان کی زندگی صرف دو بجے تک ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے چہرے اور ہمارے دل سوائے چند نام کے احمدیوں کے بہت شگفتہ اور دلیر تھے۔ بندہ نے اپنی جماعت کو صبر اور برداشت کی بہت تلقین کی اور حضور کے ارشادات جو صبر کے متعلق تھے پڑھ کر سنائے اور کہا کہ ہر طرح امن کو قائم رکھنا ہے اور خدام کی قصبہ کے باہر ڈیوٹی لگا دی ایک خادم کو پسرور میں مقرر کر دیا کہ وہ بار بار یہ اطلاع دے کہ جلوس کس تعداد میں ہے اور کیا کرتا آرہا ہے۔ کچھ خدام کو قریب کی جماعتوں کو اطلاع دینے کے لیے بھی مقرر کر دیا۔ مگر اس کے بعد کیا ہوا۔ لوگ تو جلوس کی آمد کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ بارہ بجے، ایک بجے۔ دو بجے مگر جلوس نہ آیا۔ آیا تو کون آیا؟ ایک وفد! وہ بھی اس لیے کہ وہ رات والا رقعہ واپس لے جائے جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ تمہارے مال جان خطرہ میں ہیں۔ مگر رقعہ اُن کو نہ ملا۔ سارا دن بالکل بخیریت گزر گیا۔ اور پانچ بجے شام فوج کے بہت سے سپاہی، علاقہ مجسٹریٹ صاحب اور سپیشل پولیس نے آ کر لوگوں کو بہت ڈانٹا مگر ہم نے کلاسوالہ کے شریف غیر احمدیوں کی سفارش کر دی کہ یہ لوگ بہت امن پسند ہیں۔"

داتہ زید کا

چوہدری بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ داتہ زید کا نے لکھا کہ :-

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے حلقہ میں بالکل امن و امان ہے۔ البتہ غلط

افواہیں پھیلائی جاتی ہیں اور غلط پروپیگنڈا کیا جاتا ہے .... افواہیں جو پھیلائی جاتی ہیں (باہر غیر احمدیوں کے دیہات میں) وہ یہ ہیں کہ احمدیوں نے غیر احمدیوں کے کھیتوں میں مویشی چھوڑ کر ان کے کھیتوں کو برباد کر دیا ہے۔ اور غیر احمدیوں کو مار پیٹ رہے ہیں۔ بالخصوص یہ خبریں میرے حلقہ امارت کے متعلق (جہاں احمدیوں کی کافی آبادی ہے۔ ناقل) پھیلائی جاتی ہیں۔ تاکہ باہر کے دیہات مشتعل ہو کر ہمارے خلاف جتھہ بندی کر کے امن عامہ کو برباد کر دیں۔"

دوسرا باب

اضلاع شیخوپورہ، لائلپور (فیصل آباد) اور جھنگ کی احمدی جماعتوں کے واقعات

فصل اوّل

ضلع شیخوپورہ

۱۹۵۳ء کے ہنگاموں میں ضلع شیخوپورہ کے احمدیوں کو بھی مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا اس دور کو احمدیوں نے کس طرح گزارا، اس کا کسی قدر اندازہ مندرجہ ذیل تفصیل سے ہوسکتا ہے۔

شیخوپورہ شہر

یہ شہر دو ہفتے تک بدامنی اور فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا رہا۔ احمدیوں کا شدید بائیکاٹ کیا گیا۔ ملک محمد ظریف صاحب کو چھرا گھونپا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔ دس ہزار افراد نے شیخ گلزار احمد صاحب پٹواری کے مکان کا محاصرہ کیا اور پھر انہیں احمدیت سے توبہ کرنے کے لیے مجبور کیا گیا مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں "تائب" ہونے کی بجائے شہید ہونے کو ترجیح دوں گا۔ مخالفین کو جب مایوسی ہوئی تو انہیں حیلوں، بہانوں سے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جہاں سے وہ ۱۲؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو دو ہزار روپے کی ضمانت پر رہا ہوئے۔

قاضی بشیر احمد صاحب معتمد مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کو ارتداد پر مجبور کیا گیا اور دھمکی دی گئی کہ شام تک قتل کر دیئے جاؤ گے اور تمہارا مکان اور دکان جلا دی جائے گی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلاف بدزبانی بھی کی اس پر ان کی والدہ جوش میں آگئیں اور کہا کہ میرے گھر کی اللہ تعالےٰ خود حفاظت کرے گا۔ ہمارا ذرا سا بھی نقصان نہ ہو گا خواہ تم کتنا ہی زور لگا لو۔ نصف گھنٹہ کے بعد شہر کے بعض بدقماش لوگوں نے مکان کو نرغے میں لے لیا اور برہنہ ہو کر ناچنے اور گالیاں دینے لگے۔ اگلے دن بھی ۲۰۰ کے قریب آدمی مکان کے سامنے آ کر نعرے لگانے اور کہنے لگے کہ احمدیت سے توبہ کر لو ورنہ آج تمہارا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ بعض نے مکان کے صدر دروازہ کے بیچ میں کانٹے اور مٹی کا تیل لا کر رکھ دیا اس پر قاضی بشیر احمد صاحب نے مکان کی پچھلی جانب پہلے اپنی والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کو اتار کر حکیم ظفر الدین احمد صاحب ولد حکیم عبدالجلیل صاحب بھیروی کے گھر

بھیج دیا اور پھر مکان کو تالا لگا کر خود بھی حکیم صاحب کے گھر یہ کہتے ہوئے چلدیئے کہ "اگر میرا گھر مسیح موعودؑ کو سچا ماننے کی خاطر جلایا جا رہا ہے تو بے شک خوشی سے جلاؤ اور اگر ایک احمدی کی حیثیت سے مجھے یہ دُکھ دے رہے ہو تو مجھے یہ دُکھ اور تکلیف بادشاہی سے افضل ہیں" خدا تعالیٰ نے ان الفاظ سے مخالفین پر ایک رُعب اور ہیبت طاری کر دی اور وہ کوئی نقصان نہ کر سکے۔

شاہ کوٹ:۔ یہاں ایک احمدی دوست کا مکان لوٹا گیا۔

سٹھیالی:۔ چک نمبر ۱۶۹ گرمولا اور جید چک میں بعض احمدیوں کی فصلیں تباہ کر دی گئیں۔

سانگلہ ہل میں ہر روز جلوس نکلتے اور مظاہرے ہوتے تھے اور احمدیوں کی دکانوں پر پکٹنگ لگائی گئی۔ اور مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔ چک چہور ۱۱۷ کے وہ احمدی جو سانگلہ ہل میں کاروبار کرتے تھے۔ دو تین روز تک شہر نہ جا سکے۔ ۸ر مارچ کو جب سانگلہ ہل میں پہلی بار بازار گئے تو جلوس والے "خون کا بدلہ خون سے لیں گے" کے نعرے لگا رہے تھے۔

سانگلہ ہل کے قریبی دیہات میں بھی شورش کے اثرات ظاہر ہوئے مثلاً کوٹ رحمت خان اور موضع کوٹلی چک ۱۱۷ میں جلوس نکلے اور گالیاں دی گئیں۔ ان دنوں سانگلہ ہل کے قرب وجوار کے بعض احمدی چہور مغلیاں ۱۱۷ میں آ گئے جن کو اس گاؤں کے احمدیوں نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے ان کے دیہات میں دوبارہ بسایا۔ چک چہور ۱۱۷ پر بھی حملہ کرنے کا مشورہ کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو محفوظ رکھا۔

ہمراجنپور چک نمبر ۴۰ میں احمدیوں کے صرف دو گھر تھے جو محصور ہو کر رہ گئے شرپسند عناصر غول کے غول ان کے گھروں کے ارد گرد جمع ہو جاتے اور جو منہ میں آتا بکتے چلے جاتے تھے۔

وار برٹن میں شیخ محمد عبداللہ صاحب اسٹیشن ماسٹر وار برٹن کا ہزاروں روپے کا سامان جو ان کی عمر بھر کا اندوختہ تھا، نہایت بے دردی سے لوٹ لیا گیا۔

منڈی مرید کے۔ اس جگہ بھی احمدیوں کا بائیکاٹ کیا گیا اور وہ کئی روز تک اپنے گھروں میں بند رہے البتہ وہ نمازوں میں ایک دوسرے سے ملتے اور صبر و شکر کا عہد کرتے نیز حضور کے روح پرور پیغامات پڑھتے۔ شیخ محمد بشیر صاحب آزاد سابق امیر جماعت منڈی مرید کے نے اہل قصبہ کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سی خدمات انجام دی تھیں اور عوام پر ان کا گہرا اثر تھا۔ مگر انہیں بھی

نہ صرف اپنے مکان میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا گیا بلکہ ایک رات اپنے ایک نمائندے کے ذریعے انہیں پیغام بھیجا گیا کہ لوگ آگ لگانا چاہتے ہیں، وہ احمدیت سے علیحدگی اختیار کر کے "مسلمان" ہو جائیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ حملہ ہونے کی صورت میں ہم لڑتے ہوئے مارے جائیں گے یہ موقعہ خدا کبھی کبھی دیتا ہے۔ ہمیں تو صرف بھوکا پیاسا رکھا جا رہا ہے۔ قرون اُولیٰ میں مسلمانوں کو ایسی ایسی روح فرسا تکالیف دی گئیں کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے۔ پھر کیا دوبارہ ایمان لانے تک کی زندگی کا کچھ پتہ ہے؟۔ مرنا تو ایک دن ہے لہٰذا بجائے بے ایمان ہو کر مرنے کے، ایمان داری سے کیوں نہ مرا جائے؟ شیخ صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کی یہ رات خاص طور پر دعائیں کرتے اور شہادت کے لیے تیاری میں گزری۔

احمدیوں کا یہ بائیکاٹ مسلسل کئی دن تک جاری رہا۔ بالآخر معززین منڈی نے فیصلہ کیا کہ احمدیوں کو سودا کھانے پینے کا دے دیا جائے ورنہ ہم یزید ثابت ہوں گے۔

گوجر ڈاکخانہ چوہڑکانہ کے احمدیوں کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا۔ گھروں پر سنگباری کی گئی اور احمدیوں سے بات کرنے والے کے لیے پچاس روپے جرمانہ مقرر کر دیا گیا۔

سید والا میں بھی احمدیوں کا سخت بائیکاٹ ہوا۔ جو لوگ احمدیوں کی دکانوں سے سودا لیتے ان کا مُنہ کالا کر دیتے۔ احمدیوں کو ختم کرنے کے برملا نعرے لگائے گئے۔ سب احمدی اپنے اپنے گھروں کے کواڑ بند کر کے بیٹھے رہے۔

گرمولا نزد ڈھاباں میں تین چار احمدی رہتے تھے جن میں سے ایک احمدی کو دھمکی دی گئی کہ بیعت چھوڑ دو ورنہ قتل کر دیں گے اور لوٹ لیں گے مگر اُس احمدی نے جواب دیا کہ مجھے بیشک قتل کر دو میں بیعت نہیں چھوڑ سکتا۔

بہوڑو چک ۱۸ میں سٹھیالی کے احمدیوں کو گالیاں دی گئیں۔

ننکانہ صاحب۔ جلسوں جلوسوں میں انتہائی بدزبانی کا مظاہرہ کیا گیا احمدیوں کو تنگ کرنے کے لیے نئی سے نئی راہیں اختیار کی گئیں ایک دن یہ منادی کرائی گئی کہ "مرزائی استانی نے ہماری لڑکی کو مار مار کر اس کی ہڈیاں توڑ دی ہیں" حالانکہ اس میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں تھی لیکن اس کی آڑ میں ایک احمدی استانی کو معطل کر دیا گیا اور دوسری احمدی استانیاں گھروں میں محبوس ہو کر رہ

گئیں ۔کیونکہ جب وہ باہر جاتیں تو اوباش ان کا پیچھا کرتے اور تالیاں بجاتے تھے ۔مقامی پولیس سب کچھ دیکھتی مگر خاموش تماشائی بنی رہتی ۔

رات کے وقت ایک جلسہ عام میں امیر جماعت ننکانہ صاحب محمد شفیع صاحب کی نسبت یہ بہتان تراشی کی گئی کہ ربوہ سے ایک جیپ آکر اس کو اسلحہ دے گئی ہے ابھی تلاشی لی جاوے ۔چنانچہ پولیس نے رات کو احمدیوں کے مکانوں کا گھیراؤ کر لیا مگر کچھ برآمد نہ ہوا ۔ننکانہ صاحب اُن دنوں افواہوں کا مرکز ہوا تھا ۔

ایک دن افواہ پھیلائی گئی کہ جڑانوالہ کے امیر جماعت ڈاکٹر محمد انور صاحب کو چھرا گھونپ دیا گیا ہے ۔وار برٹن کے احمدی اسٹیشن ماسٹر قتل کر دیئے گئے ایک لاکھ کا جتھہ ربوہ کی طرف جا رہا ہے ننکانہ کے احمدی ربوہ چلے گئے ہیں ۔جو باقی ہیں وہ تھانہ میں کیمپ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں ۔

آنبہ ،ہلّڑ کے اور کرم پورہ میں جہاں جہاں اِکّے دُکّے احمدی آباد تھے وہاں وہاں فتنہ نے انتہائی صورت اختیار کر لی مگر خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے غیر معمولی نصرت کے سامان کر کے حفاظت فرمائی مثلاً ایک جگہ جب نرغے میں پھنسے ہوئے احمدی نے یہ کہدیا کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو ۔احمدیت مجھ سے نہیں چھوٹتی ۔تو وہاں فوراً پولیس پہنچ گئی ۔حالانکہ یہ جگہ تھانہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہوگی ۔دوسری جگہ جب اشرار بُرے ارادے سے نکل آئے تو کچھ غیر احمدی شرفاء مسلّح ہو کر حفاظت کے لیے پہنچ گئے اور تمام رات اُس احمدی کے گھر کا پہرہ دیا ۔

سریانوالہ جناب فضل دین صاحب اس گاؤں میں اکیلے احمدی تھے ۔ ۷ مارچ کو ۱۲ بجے دوپہر ایک مشتعل ہجوم نے ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا ۔اور قتل و غارت کی دھمکیاں دے کر احمدیت سے منحرف کرنا چاہا ۔مگر انہوں نے بڑی جرأت مندی سے کہا قتل کرنا چاہتے ہو تو قتل کر لو گھر لوٹنا چاہتے ہو تو لوٹ لو ،میں احمدیت کو نہیں چھوڑ سکتا ۔اس پر ایک غیر احمدی معزز دوست نے بلوائیوں کو لعن طعن کی اور کہا کہ اس اکیلے احمدی پر دباؤ ڈال رہے ہو پہلے قرب و جوار کے احمدیوں کو برگشتہ کر لو پھر اس کو بھی اہلسنت کر لینا ۔اس دوران میں سورج غروب ہو گیا اور گاؤں والوں نے ان کے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ کر کے اعلان کر دیا کہ ہم صبح کو اس کا خاتمہ کر دیں گے یہ کہہ کر شریر چلے گئے اور فضل دین صاحب ساری رات دعاؤں میں مصروف رہے صبح ہوئی تو ان

سے کہا گیا کہ گاؤں سے نکل جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنا مکان چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا جس طرح مرضی ہو کرو۔ اسی اثناء میں واربرٹن سے دو سپاہی پہنچ گئے اور انہوں نے اعلان کروا دیا کہ کوئی شخص اس احمدی کو تکلیف نہ دے اس طرح خدا نے اپنے اس مظلوم بندے کی حفاظت کا خود سامان کر دیا۔

چک چوہڑ شاہ تحصیل ننکانہ میں احمدیوں کا محاصرہ کیا گیا۔

بھینی شرق پور کے احمدیوں کے خلاف مخالفین نے شرق پور میں سخت اشتعال پھیلانے کی کوشش کی۔ ڈھا کلے میں مکرم چوہدری عطاء ربی صاحب احمدی کو لوٹنے کے لیے منصوبہ بنایا گیا۔ مگر موضع ملک پور کے معزز غیر احمدی نمبردار چودھری شاہ محمد صاحب ان کو اپنے گاؤں میں لے گئے۔ ترڑے والی میں سید اصغر حسین صاحب کو ان کے غیر احمدی بھائی نے پناہ دی۔ سکنہ مہلن وال میں شیخ محمد انور صاحب کے گھر پر حملہ کیا گیا مگر ان کے غیر احمدی بھانجے نے بیچ میں ہو کر اس حملے کو ناکام بنا دیا۔ نانوں ڈوگر مٹھہ تاجریاں اور شاہ مسکین میں بھی حملہ کی سکیمیں بنائی گئیں مگر بحمداللہ خیریت رہی۔ بلکہ عین شورش کے ایام میں نانو ڈوگر میں دو سعید روحیں داخلِ احمدیت ہوئیں۔

سیّد والہ

میاں عبد السلام صاحب احمدی زرگر حال جرمنی کا بیان ہے :-

۱۹۵۳ء کی شورش کے ایام میں خاکسار سید والہ ضلع شیخوپورہ میں مقیم تھا۔ اور خدام الاحمدیہ سیّد والہ کا قائد مجلس تھا۔ شروع شروع میں جب ہمارے خلاف تحریک شروع ہوئی تو دیواروں پر اور پوسٹروں کے ذریعے ہمارے خلاف مطالبات لکھے گئے "مرزائیت کو اقلیت قرار دو" "ظفر اللہ خاں کو وزارتِ خارجہ سے ہٹاؤ" ۔ کلیدی آسامیوں سے ان کو ہٹاؤ وغیرہ وغیرہ۔

اس کے ساتھ ہی منبروں پر ہمارے خلاف وعظوں کے ذریعہ بھڑکانا شروع کیا گیا۔ تقریباً روزانہ ہی ہمارے خلاف زہر اُگلتے اور منافرت پھیلاتے رہے۔ مخالفین میں ایک نوجوان خلیل احمد بی اے بی ٹی بھی تھے جو خوب لوگوں کو بھڑکاتے اور کہتے کہ یہ ہاتھ ناموس ختم نبوت کے لیے لوہے کے کڑے پہنیں گے ، یہ عورتوں کی طرح چوڑیاں پہننے والے نہیں۔ ان ختم نبوت کے منکروں کو پاکستان سے ختم کر کے رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر سامعین خوب نعرے لگاتے اور

جوش و خروش بڑھتا گیا آخر کار ہمارا مکمل بائیکاٹ کیا گیا اور پانی بند، سودا سلف بند۔ بولنا بند تھا مگر کئی ایسے معزز اور شریف غیر احمدی دوست بھی تھے جو خفیہ طور پر ہمیں سودا سلف گھر پہنچا جاتے تھے۔ بائیکاٹ اور منافرت روز بروز زور پکڑتی گئی اور "مرزائیوں" کے مال کو لوٹنا اور مارنا کار ثواب قرار دیا گیا تو ان حالات کو دیکھ کر خاکسار اور خاکسار کا بھائی غلام اللہ اسلم مرحوم دونوں نے ربوہ آکر اپنی نقدی خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرادی اور لوگوں کا جو زیور سونے چاند کا بنا ہوا تھا اور سونا بھی ربوہ میں عزیزم ضیاء الدین احمد صاحب ولد میاں روشن الدین صاحب کی پیٹی میں رکھ دیا اور خود دونوں بھائی اسی دن واپس سیدوالہ کے لیے چل پڑے۔ صبح پہلی بس پر ہم سیدوالہ پہنچ گئے۔ اور ساتھ ہی مشہور ہو گیا کہ عبدالسلام اور غلام اللہ ٹیکسی پر ربوہ سے اسلحہ لے آئے ہیں۔ اور ہمارے سیدوالہ پہنچنے کے دو دن بعد متعصب لوگوں اور ہماری برادری نے یہ بات پھیلا دی کہ جس طرح ہندوؤں کو ملٹری یہاں سے لے گئی تھی اسی طرح ان "مرزائیوں کو یہاں سے لے جائے گی۔ اور جو کچھ تم نے ان سے لینا ہے فوری طور پر وصول کر لو۔ اسی طرح لوگ باہر سے بھی اور شہر کے اندر سے بھی جن لوگوں نے ہمیں زیورات دیئے ہوئے تھے مانگنے شروع کر دیئے۔ اس پر ہم نے اپنے والد میاں غلام محمد صاحب مقامی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کو ربوہ روانہ کیا کہ آپ وہاں جا کر زیورات اور چند ہزار روپے جو ہم نے دیئے تھے لے آئیں۔ والد صاحب ربوہ پہنچے اور رات ربوہ گزاری اور صبح مال نکلوا کر واپس سیدوالہ جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب جڑانوالہ پہنچے سارا شہر بند تھا۔ لائلپور بھی ہڑتال تھی۔ اور جلوس نکل رہے تھے۔ اور ہمارے اور حکومت پاکستان کے خلاف نعرے بازی ہو رہی تھی جو جلوس جڑانوالہ پھر رہا تھا اس کی راہنمائی ایک احراری غلام رسول صاحب کر رہے تھے۔ والد صاحب نے منہ پر اپنی پگڑی سے مڈھاٹا باندھ لیا اور ہاتھ میں بیگ تھا۔ مال اور رقم نقد واسکٹ میں تھی اور اڈا پر ایک ٹیکسی میں آکر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور باگ علی نامی تھا۔ جس نے جلوس کو جا کر بتلا دیا کہ میری ٹیکسی میں " مرزائی بیٹھا ہے۔ تب سارا جلوس اڈہ کی طرف امڈ آیا۔ جب جلوس ٹیکسی کے پاس پہنچا تو پہلی نظر غلام رسول صاحب کی والد صاحب پر پڑی۔ خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو بدل دیا اور اس نے والد صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ واہ میاں صاحب آپ اس آگ میں کیوں آ گئے ؟۔

پھر جلوس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ چھوڑ دو یہ تو میرا چچا ہے، مرزائی نہیں۔ اس طرح جلوس کو لے گیا۔ اور جلوس کو دوسرے بازار روانہ کر کے والد صاحب کو ساتھ لیا اور ریلوے کی پل سے گزار کر پیدل راستے سے سید والہ کی سڑک پر روانہ کیا اور اس طرح خدا تعالیٰ نے والد صاحب کو اس کے ذریعہ بال بال بچا لیا۔ جو لوگ زیور لینے کے لیے خود ہمارے گھر آئے تھے ہم نے اُن کا مال واپس دینا شروع کر دیا۔ بازار بند ہوتا تھا اور شہر میں کرفیو لگا ہوا تھا۔ بائیکاٹ مکمل تھا اور باہر سے جو لوگ ہمیں لوٹنے کے لیے جتھوں کی صورت میں آتے۔ وہ باہر سے ہی لُوٹ جاتے ہم لوگ تو کرفیو کی وجہ اور سخت مخالفت کی وجہ سے گھر میں رہتے تھے مگر مخالفوں نے خود ہی یہ افواہ پھیلا دی کہ عبدالسلام محاذ کشمیر میں فوجی ٹریننگ لے کر آیا ہے اور قادیان میں بھی وہ تین ماہ ٹریننگ لے کر آیا تھا۔ اس لیے نہ سمجھو کہ یہ اندر ڈر کے مارے خاموش بیٹھے ہیں۔ وہ تو اندر بم بنا رہے ہیں۔ تم ان کے گھر حملہ کرنے یا لوٹنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ وہ تمہارے سارے جتھہ کو تباہ کر دے گا۔ اس طرح دشمن میں خوف دہراس پھیل گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اُن کے حملوں سے ہمیں محفوظ رکھا۔ فالحمد للہ۔ پھر خدا تعالیٰ کا فضل یہ بھی ہوا کہ ہمارے خدام اور انصار بہت ہی مستعد ہو گئے۔ اور جو کہنے اور سمجھانے پر بھی بیت الذکر میں نہ جاتے تھے وہ اتنے مستعد ہوئے کہ جب حضور کی طرف سے سرکلر چٹھیاں آئیں تو اشارہ کرتے ہی سب افراد جماعت منٹوں میں بیت الذکر میں نماز کے وقت آ جاتے۔ اور بہت گریہ وزاری سے دعائیں کرتے۔ بائیکاٹ اور نعرے بازی اور کرفیو بدستور تھا۔ کہ اچانک خبر سُنی کہ مارشل لاء ملک میں لگ گیا ہے۔ حالات پُرسکون ہوئے تو جو لوگ ہمارے مارنے اور لوٹنے کے درپے تھے وہ پہلے تو کچھ دنوں تک ہمارے ساتھ ندامت کے مارے منہ نیچے کر کے ہماری دکانوں سے گزر جاتے مگر پھر آہستہ آہستہ بولنا اور سلام دعا شروع کر دی۔ خدا کی شان!! خلیل احمد صاحب بی اے۔ بی ٹی گریجوایٹ جو لوگوں کو بھڑکاتے تھے قیام امن کے بعد ربوہ پہنچے اور ربوہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے چوتھی صف میں بیٹھے تھے کہ اچانک اُن پر میری نظر پڑ گئی۔ میں ان کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتا رہا۔ نماز جمعہ کے بعد میں ان کے پاس گیا اور وہ میرے گلے لگ گئے اور معانقہ کیا۔ میں نے کہا کہ آپ کدھر!! کہنے لگے کہ میں نے حق پا لیا ہے۔ احمدیت سچی ہے۔ میں نے اپنے دل سے عہد کیا تھا کہ اگر احمدی

اس حملہ سے بچ گئے تو مَیں ایمان لے آؤں گا۔ لہٰذا مَیں آج سے احمدی ہوں۔ اور بیعت کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ وہ بیعت کر کے گئے۔ اور پھر اپنے والدین کو تبلیغ کی۔ اور وہ بھی احمدی ہو گئے۔ اس کے بھائی بھی۔ یعنی وہ چار پانچ افراد گھر کے احمدی ہو گئے۔ اس طرح ان کی تبلیغ سے اور بھی کئی سعید روحیں داخل جماعت احمدیہ ہو گئیں۔[1]

---

[1] (تلخیص) مراسلہ غیر مطبوعہ

فصلِ دوم

ضلع لائلپور (فیصل آباد)

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں لکھا ہے :۔

"جنوری ۱۹۵۳ء تک اس ضلع میں بھی احراری احمدی نزاع کی کیفیت دوسرے اضلاع ہی کی مانند تھی۔ یکم دسمبر کو یوم میلاد النبی کے موقعہ پر احراریوں نے ایسے جھنڈے بلند کیے جن پر یہ دو مطالبات لکھے تھے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور چوہدری ظفر اللہ خان کابینہ سے برطرف کیے جائیں۔ اس کے بعد یہ معمول ہو گیا کہ قبل نماز اور بعد نماز کی تقریروں میں یہی مطالبات دہرائے جانے لگے۔ تقریریں نہ صرف احمدیوں کے بلکہ حکومت کے بھی خلاف تھیں۔۔۔۔ اس دوران میں رضا کار برابر بھرتی کیے جاتے رہے جو قرآن پر حلف اٹھاتے تھے اور اپنے خون سے ڈائریکٹ ایکشن کے عہد نامے پر دستخط کرتے تھے۔۔۔۔۔ اس تحریک کو بہت سے مسلم لیگیوں کی بھی حمایت حاصل تھی۔ حقیقت میں لیگ کے بہت سے کونسلر جماعت احرار سے تعلق رکھتے تھے اور اس تحریک کی حمایت میں عوام پر اثر ڈال رہے تھے۔۔۔۔۔ یہ خبر موصول ہوئی کہ لاہور میں مارشل لاء اعلان کر دیا گیا ہے۔ شام کو چیف منسٹر کا یہ اعلان پہنچا کہ حکومت پنجاب نے شورش پسندوں کے مطالبات کو تسلیم کر لیا ہے۔ ان کو حکومت پنجاب کی رائے کے ساتھ مرکز میں بھیجد یا ہے۔ اور صوبے کا ایک وزیر ان مطالبات کو کابینہ کے سامنے بوجہ احسن پیش کرنے کی غرض سے کراچی جا رہا ہے۔

شورش پسندوں نے اس اعلان سے یہ سمجھ لیا کہ حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مہم تیز کر دی اور اس کے بعد مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنے لگے۔۔۔۔۔۔ اسی دوران میں کسی احمدی کے جان و مال کو نقصان نہیں پہنچا۔ نہ شہر میں نہ صنعتی رقبے میں کسی جائیداد کی توڑ پھوڑ کی گئی۔ پرائیویٹ طور پر گولی چلانے کے صرف دو واقعات ہوئے۔ دونوں میں احمدیوں نے غلط فہمی کے ماتحت گولی چلا دی تھی۔ اور دونوں موقعوں

پر بعض بچے زخمی ہوئے"۔[1]

عدالتی بیان صدر انجمن احمدیہ میں ہے کہ:-

"مارچ ۱۹۵۳ء میں اس خوف سے کہ راست اقدام کے نتیجہ میں سخت شورش برپا کی جائے گی مقامی احمدیوں کا ایک وفد راجہ جہاں داد خانصاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس غرض سے صحیح حالات ان سے بیان کیے کہ احمدیوں کو پناہ دی جائے اور ان کی حفاظت کی جائے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے وفد کی شکایات کی طرف مطلقاً توجہ نہ دی۔ وفد مایوس لوٹا۔ ۲۲ فروری کو راست اقدام کا نفاذ کیا جانا تھا۔ اس تاریخ کے بعد احمدیوں کی دکانوں اور مکانوں کی فہرستیں پولیس نے طلب کیں، جو مہیا کی گئیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان فہرستوں کا استعمال شورش پسندوں نے احمدیوں کی دوکانوں اور مکانوں کا سراغ لگانے کے لیے کیا۔ جامع بیت الذکر لائلپور شورش پسندوں کا مرکز تھی جہاں احمدیوں پر ظلم وستم ڈھانے کے خفیہ منصوبے تیار کیے جاتے تھے۔ شہر میں جلوس چکر لگاتے پھرتے تھے اور "مرزائی کتے ہائے ہائے" کے نعرے لگاتے پھرتے تھے۔ مسٹر ابن حسن صاحب ڈپٹی کمشنر کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی کہ شورش پسند کرفیو اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور مسجد میں اپنے پروگرام ترتیب دیتے ہوئے جلسہ کے انتظام کر رہے ہیں۔ اس پر انہیں ان شورش پسندوں کو جو مسجد میں جمع تھے منتشر کرنے کے لیے قانونی اقدامات کرنے پڑے۔ ایک احمدی ایڈووکیٹ مسٹر محمود احمد کے سامنے راجہ جہاں داد سپرنٹنڈنٹ پولیس نے یہ تجویز پیش کی کہ احمدیوں کے لیے شہر سے باہر ایک رفیوجی کیمپ کھول دیا جائے اور یقین دلایا کہ .... احمدی وہاں محفوظ رہیں گے۔ لیکن یہ تجویز احمدیوں نے منظور نہ کی اور اپنے مکانوں کو نہ چھوڑا۔

شہر میں مکمل لاقانونیت تھی جبکہ شورش پسند ہزاروں کی تعداد میں جلوس کی شکل میں گھومتے پھرتے تھے۔ سرکاری عمارتوں پر خشت باری کرتے تھے۔ اور احمدیوں کی دکانیں اور مکان لوٹتے تھے۔ ایک بہت بڑا اور تند ہجوم سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ہار پہنا کر جیل کی طرف لے گیا اور ڈپٹی کمشنر

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۶۸ تا ص ۱۸۹

صاحب اس کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

پولیس کہیں دکھائی نہ دیتی تھی اور اگر احمدی اس کے پاس پہنچ بھی جاتے تھے تو وہ احمدیوں کی مدد کرنے سے انکار کر دیتی تھی۔

کرفیو کے اوقات کے دوران ہی غلام محمد احمدی کا مکان لوٹا گیا اور اسے زبردستی مسجد میں لے جایا گیا جہاں اُسے مجبور کیا گیا کہ وہ احمدیت سے "ارتداد" اختیار کرے"۔

لائلپور (فیصل آباد) شہر کے واقعات

۱۔ میاں فضل دین صاحب دکاندار (گلی ۳[1] کارخانہ بازار) کا بیان ہے :-

"۴ر مارچ کو قریباً ۲، ۳ صد کا جتھہ میرے مکان پر حملہ کے لیے پہنچا۔ ڈیوڑھی کا دروازہ بلوائیوں نے توڑ دیا اور مکان کے اندر گھس گئے اور جو کچھ گھر میں تھا لوٹ کر لے گئے۔ میں مع مستورات چھت پر چلا گیا اور سیڑھیوں کا دروازہ بند کر لیا۔ تقریباً نصف گھنٹہ کی لوٹ کے بعد جتھہ واپس چلا گیا۔ پولیس میں رپورٹ کی گئی مگر کوئی آدمی پولیس کی طرف سے موقعہ دیکھنے کے لیے بھی نہ پہنچا"

مزید فرماتے ہیں :-

"موجودہ فسادات کے دنوں میں، ۷ر مارچ کو میں باہر گیا ہوا تھا چار بجے شام جلوس ہمارے مکان پر آیا۔ چند افراد نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میری والدہ گھر تھیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ چار پانچ افراد مکان کے اندر داخل ہو گئے اور میری بندوق، کیمرہ، ٹارچ کپڑے وغیرہ اٹھا کر لے گئے پولیس میں رپورٹ کی گئی۔ پولیس نے تفتیش کی تو بندوق ایک شخص محبوب نامی برادر ملک چیف گلاس ہاؤس کے پاس سے نکلی۔ بندوق ابھی تک پولیس کے قبضہ میں ہے۔ محبوب مذکور جماعت اسلامی کا ممبر ہے"

۲۔ والدہ صاحبہ ٹھیکیدار فتح دین[2] صاحب نے بیان دیا کہ :-

"مورخہ ۷ر مارچ کو میں اور میرا لڑکا جس کی عمر ۲۷ سال کی تھی گھر میں تھے حملہ آوروں نے جن

---

[1] ان دنوں آپ گلی نمبر ۲ بازار منٹگمری لائل پور میں رہتے تھے

کی تعداد ۵۰۰ کے قریب تھی) حملہ کیا یہ وقت تین بجے شام کا تھا۔ میرے گھر میں ایک شارٹ گن کمرہ میں سامنے لٹک رہی تھی۔ حملہ آوروں نے اُٹھالی اور کہا کہ تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ مار دیا جائے گا۔ کارخانہ بازار میں (ہمارے نزدیک) ایک احمدی چوہدری فضل الدین کا گھر تھا۔ ہم اس مکان میں اکٹھے ہو گئے میرے گھر کا سب سامان لوٹ لیا گیا۔ میرے لڑکے نے تھانہ میں فون کیا تو دو سپاہی آئے جبکہ سامان لوٹا جا چکا تھا۔ کچھ آدمی وہاں تھے۔ پولیس نے ان کو کچھ نہیں کہا۔ مجھے یہ کہا کہ جاؤ اپنے گھر میں۔ کوئی فکر نہ کرو۔

حملہ آور مجھے کہتے تھے کہ ہم تمہیں مار دیں گے اور جب تیرے لڑکے تجھے اٹھانے آئیں گے تو ان کو بھی مار دیں گے۔ تب میں نے وہاں سے آجانا ہی مناسب سمجھا۔ پولیس نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔"

۳۔ عبدالحمید صاحب منیم ولد کریم بخش صاحب ساکن گلی نمبر ۵ محلہ پرتاپ نگر لائل پور لکھتے ہیں کہ:

"میں عرصہ تین سال سے پرانی غلہ منڈی میں سائیں محمد بشیر احمد کمیشن ایجنٹ کی دکان پر بطور منیم کام کرتا تھا۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں احمدیوں کا مکمل بائیکاٹ کرنے کی مہم جاری ہوئی۔ احراری لیڈر میر غلام نبی۔ حکیم غلام محمد۔ چوہدری عبدالحمید آڑھتیاں نے سائیں محمد بشیر احمد کو مجبور کیا کہ مجھے ملازمت سے "مرزائی" ہونے کی وجہ سے علیحدہ کر دے۔ سو ۴ مارچ کو مجھے علیحدہ کر دیا اور اس وقت سے بیکار ہوں۔ مجھے اب تک ملازم نہیں ہونے دیتے۔"

۴۔ چوہدری غلام جیلانی صاحب نے (جو ان ایام میں گلی نمبر ۲ محلہ سنت پورہ لائل پور میں قیام پذیر تھے)[1] تحریر فرمایا:۔

"مارچ ۱۹۵۳ء کے پہلے ہفتہ میں دوبارہ منظم طور پر غنڈہ گردی شروع کی گئی۔ یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو قریباً پانچ صد افراد کا ہجوم میرے مکان پر حملہ آور ہوا۔ انہوں نے اینٹیں برسائیں اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونا چاہا مگر کوٹھے سے میرے رائفل دکھانے پر وہ باز رہے پولیس کو اطلاع دی گئی مگر چوہدری سردار علی اے ایس آئی انچارج چوکی جھنگ بازار نے صاف

---

[1] بعد ازاں ربوہ میں مقیم ہو گئے تھے اور یہیں وفات پائی وفات ۵ مارچ ۱۹۷۶ء

جواب دیا کہ مَیں آپ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ آپ ربوہ چلے جائیں۔ ہر روز کئی کئی دفعہ جلوس آتے اور مکان کے آگے نعرے لگاتے اور گالیاں نکالتے مگر ہم اپنے مکان کے کواڑ بند کر کے ہفتہ بھر مقیّد رہے۔ ہمارا مکمل بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ اس لیے کھانے پینے کی اشیاء بھی میسّر نہیں آتی تھیں۔ میری لڑکی شمیم شوکت جو کہ سٹی مسلم گرلز ھائی سکول میں پڑھتی ہے۔ اس کو دینیات کی اُستانی نے محض احمدی ہونے کی وجہ سے پیٹا اور دوسری لڑکیوں کو بھی احمدی لڑکیوں کو پیٹنے کی تلقین کی۔ ۲۰ر اپریل ۱۹۵۳ء کو پولیس نے میرے مکان کی بلاوجہ تلاشی لی لیکن کوئی چیز قابلِ مواخذہ قبضہ میں نہ لے سکی۔ الخ"

۵۔ میاں محمد اسماعیل صاحب اپنے تحریری بیان میں ۱۲ر جولائی ۱۹۵۲ء کو فسادیوں کے حملہ اور غارت گری کا واقعہ بتانے کے بعد لکھتے ہیں :-

" جب احرار نے ۱۹۵۳ء میں نئے سرے سے منظّم ہو کر احمدیت کے خلاف تحریک جاری کی اور ۲۸ر فروری سے جلسے جلوس شروع ہو گئے۔ تب ۶ر مارچ کی شام کو میرے مکان محلہ لکڑ منڈی لائلپور پر ہزاروں احراریوں نے حملہ کر دیا۔ ہم اس وقت مکان میں ۶ مرد اور ۴ عورتیں تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ محمد اسماعیل (۲) بشیر احمد (۳) ضمیر احمد (۴) شریف احمد (۵) صدیق احمد
۶۔ مبارک احمد (پسران خود) (۷) رحمت بی بی اہلیہ خود (۸) بشیراں بیگم اہلیہ بشیر احمد
۹۔ صفیہ بیگم بنت خود (۱۰) بشیر فاخرہ بنت بشیر احمد

سات بجے شام سے ۹ بجے رات تک ہمارا بلوائیوں سے مقابلہ ہوتا رہا .... (مگر جب ہماری اینٹیں ختم ہونے کو تھیں عین اس وقت) ۹ بجے رات کے پولیس آگئی اور اُس نے آکر ہجوم کو منتشر کر دیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرح محفوظ رکھا"

۶۔ جناب فضلِ عمر صاحب ولد عبداللہ صاحب کا بیان ہے :-

" مَیں ماہ مارچ میں حشمت اللہ ڈپو ہولڈر کے پاس اس کے ڈپو واقعہ گٹوشالہ میں ملازم تھا مورخہ ۸ر مارچ قریب ساڑھے سات بجے صبح مَیں نے ڈپو کی طرف پانچ صد آدمیوں کا جلوس آتے دیکھا۔ جلوس کو مَیں نے دیکھ کر ڈپو کی دکان کو تالا لگا دیا۔ اور پڑوس میں غیر احمدیوں کے پاس پناہ لی۔

نعمت خاں نے میری مدد کے لیے مجھے ایک کمرہ میں بند کر کے اُسے تالا لگا دیا۔ جتھہ ڈپو میں میری تلاش میں پہنچا تو اس کو کسی نے بتا دیا کہ میں کمرہ میں بند ہوں۔ بلوائیوں نے تالا کو توڑ دیا اور مجھے گھسیٹ کر باہر نکالا اور زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ مگر عین اس وقت ملٹری کا ٹرک اس طرف آ گیا جس کو دیکھ کر وہ بھاگ گئے۔"

۷۔ مولوی فضل الدین صاحب بنگوی[1] دکاندار کارخانہ بازار شہر لائلپور ایک حلفیہ بیان میں لکھتے ہیں :-

"۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو مخالفین احمدیت احرار وغیرہ نے جلوس نکالا جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف نہایت ہی فحش گالیاں اور نعرے لگا رہے تھے اور شہر لائل پور میں ہڑتال کروا دی گئی تھی۔

اس جلوس نے کارخانہ بازار میں احقر فضل الدین بنگوی نمک فروش کی دکان کو فحش نعرے لگاتے ہوئے دن دہاڑے لوٹ لیا۔ اور ۱۹۵۱ء کی طرح نمک کا ڈھیر جو کہ ۳۰/۴۰ من کے قریب تھا اور دکان کا سب سامان ترازو اور بٹے اور بوریاں اور ٹاٹ سب اٹھا کر لے گئے اور بوجہ ہڑتال کے میں دکان پر نہیں آیا۔ بلکہ اپنے گھر پر ہی رہا تھا تاکہ جلوس والوں کو فتنہ فساد کا موقعہ نہ ملے مگر باوجود اس کے پھر بھی شر پسند دکان سے سب مال اور سامان وغیرہ کو لوٹ کر لے گئے۔

پھر اس کارخانہ بازار سے گزر کر جلوس ریلوے اسٹیشن لائلپور کی طرف روانہ ہوا اور ان کے راستہ میں احقر کا مکان تھا جس پر انہوں نے خشت باری کی۔ اس دوران میں ہمارے ہمسایہ مکرمی محمد الدین صاحب بٹ نے بندہ کو اور میرے بال بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دے کر ہماری پوری حفاظت کی اور جلوس میں اپنے واقف کاروں کو جو شامل تھے لعنت ملامت کر کے پیچھے ہٹا دیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

پھر یہ جلوس آگے ریلوے لائن پر جا کر اسٹیشن کے قریب نہایت ہی اشتعال انگیز نعرے لگانے لگا جس پر پولیس نے ان کو منتشر ہونے کو کہا مگر جلوس منتشر نہ ہوا۔ جس پر پولیس نے لاٹھی

---

[1] ولادت ۲۰ جون ۱۹۰۰ء وفات ۸ اگست ۱۹۸۹ء

چارج کی۔ پھر بھی جلوس منتشر نہ ہوا۔ آخر شام چار بجے کے قریب پولیس نے گولی چلائی۔

۷ مارچ ۱۹۵۳ء کو باوجود کرفیو کے شرپسندوں نے شام کو جلوس نکالا۔ افسران نے اُن کو روکا مگر وہ باز نہ آئے جس پر چنیوٹ بازار میں گولی چلا کر اُن کو منتشر کیا گیا۔" [1]

۷۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی مربی ضلع لائلپور کی ذاتی ڈائری میں لکھا ہے :۔

۴ مارچ ۱۹۵۳ء

"درس دیا۔ آج دن بھر ہڑتال رہی جس کے متعلق رات مفسدین نے اعلان کرایا دن بھر غنڈوں اور بلڑ بازوں کے ہجوم گندے اور مشتعل نعرے لگاتے ہوئے گھومتے رہے۔

۵ مارچ ۱۹۵۳ء

درس دیا۔ شہر کی حالت آج بھی خراب رہی۔ گو ہڑتال نہیں تھی لیکن لوگوں میں اشتعال شدید پایا جاتا تھا۔ جگہ جگہ لوگوں کی ٹولیاں فسادات کے متعلق باتیں کرتی پائی گئیں کہ احمدیوں کو لوٹ لینا مار دینا بالکل جائز ہے

۶ مارچ ۱۹۵۳ء۔ آج احمدی احباب کو مشورہ دیا گیا کہ چونکہ فسادیوں کے ارادے

---

[1] اخبار "اعلان" (لائلپور) مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۵۱ء نے ص ۲ پر لکھا کہ کارخانہ بازار میں جو فضل الدین مرزائی نمک فروش کا اڈہ ہے ہم اس کی تبلیغ برداشت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہم پولیس کو مطلع کرتے ہیں کہ وہ کل صبح نو بجے سے پہلے پہلے کارخانہ بازار سے مرزائیت کے نمک فروشی کے اڈے کو اٹھا دیں ورنہ ہم خود انتظام کریں گے۔"

یہ انتظام کس طرح کیا گیا؟ اس کا ذکر تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججوں نے بایں الفاظ کیا :۔

"لائلپور میں "یوم تشکر" ۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء کو منایا گیا جہاں ایک بہت بڑے جلسے میں غلام نبی جانباز نے ایک احمدی دکاندار فضل دین کو دھمکی دی کہ تمہارا حشر بُرا ہوگا۔ چنانچہ ۱ مئی کو دن دہاڑے اس دکاندار پر اس کی دکان کے اندر ہی حملہ کیا گیا" (رپورٹ صفحہ ۲۹۔)

[2] وفات ۴ اگست ۱۹۸۳ء





احمدیہ بیت الفضل فیصل آباد فسادات ۱۹۵۳ء کے دوران میں







احمدیہ بیت الفضل فیصل آباد فسادات ۱۹۵۳ء کے دوران میں

بہت گندے اور امن شکن ہیں اس لیے احمدی احباب اپنے اپنے گھروں کی حفاظت کریں۔ اور نماز جمعہ بھی گھر پر ہی ادا کریں۔ بیت الذکر[1] میں صرف چند آدمی جمعہ کے لیے آئے۔ باقی اپنے گھروں کی حفاظت کرتے رہے۔ عصر کی نماز کے بعد قریباً چار ہزار آدمیوں کا ہجوم ہماری بیت الذکر پر حملہ آور ہوا۔ ۲۵ منٹ تک انہوں نے ہماری بیت الذکر کو گھیرے رکھا۔ خشت باری کی۔ آگ لگانے کے مشورے کیے۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے ناکام رہے۔ حملہ کے وقت خاکسار کے ہمراہ علی محمد خادم بیت الذکر، بھائی غلام محمد جلد ساز۔ مستری محمد صدیق اور شیخ عبدالمجید بیت الذکر میں تھے۔

۷ مارچ ۱۹۵۳ء

آج ربوہ کی طرف سے آنے والی چناب ایکسپریس کو فسادیوں کے ہجوم نے طارق آباد کے قریب روک لیا۔ شورکوٹ کی طرف سے آنے والی گاڑی کو بھی سگنل سے باہر روک لیا گیا۔ جب ہجوم لوٹ مار، ریل کی پٹڑیوں کو جلانے اور اکھاڑنے میں مصروف ہو گیا تو پولیس کو مجبور ہو کر گولی چلانا پڑی جس کے بعد شہر کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ اور خطرہ بڑھ گیا۔ چھ بجے شام سے کرفیو لگا دیا گیا لیکن لوگوں نے کرفیو کا مذاق اُڑایا۔

۸ مارچ ۱۹۵۳ء

کل فسادیوں اور لوٹ مار کرنے والوں پر جو گولی پولیس کو تنگ آکر چلانی پڑی اور اس میں جو تین آدمی ہلاک ہوئے وہ چونکہ احراریوں کے عظیم الشان "شہداء" تھے اس لیے بہت بڑے جلوس کے ہمراہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور خوب مظاہرہ کیا گیا تاکہ فضا زیادہ سے زیادہ خراب ہو اور ملک کا امن بالکل برباد ہو جائے۔

آج شام جب کرفیو لگایا تو ساتھ اعلان کر دیا گیا کہ اگر کسی نے قانون کی ہتک کی تو اُسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ فسادیوں کے ایک ہجوم نے کرفیو توڑا جس پر ملٹری کو گولی چلانا پڑی۔

۹ مارچ ۱۹۵۳ء

کرفیو آرڈر ۳ بجے بعد دوپہر تک لگایا گیا تھا لیکن سمندری روڈ پہ فسادیوں کے اجتماع اور ملٹری فائرنگ کی وجہ سے کرفیو کل صبح پانچ بجے تک بڑھا دیا گیا۔

---

[1] اصل ڈائری میں جو شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے "بیت الذکر کی بجائے مسجد کا لفظ ہے (ناقل)

۱۰ مارچ ۱۹۵۳ء

لائلپور کے ڈی سی کے تدبر اور نیک نیتی سے قیام امن کی کوششوں سے احرار کا فتنہ دب گیا۔ کرفیو آرڈر نے فسادیوں کے حوصلے توڑ دیئے۔

مضافاتِ لائلپور کے واقعات

تحقیقاتی عدالت (فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء) کی رپورٹ میں ضلع لائلپور کے متعلق لکھا ہے :-

"ضلع کے جن دوسرے قصبوں پر شورش کا اثر ہوا وہ یہ تھے، چک جھمرہ، جڑانوالہ، ڈجکوٹ سمندری، تاندلیانوالہ، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور کمالیہ وغیرہ۔ لیکن ان مقامات پر قوت کے استعمال کی ہرگز ضرورت نہیں پڑی اور احمدیوں کے جان و مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا" [1]

لیکن عدالتی بیان صدر انجمن احمدیہ میں لکھا ہے کہ :-

"لائلپور کے مضافات اور دوسرے چکوں میں احمدیوں پر آلاتِ قتل سے حملے کیے جاتے تھے جس کے نتیجہ میں بارہ احمدیوں کو شدید ضربات پہنچیں اور بہت سے احمدیوں کا پولیس نے خلافِ قانون چالان کیا"

ضلع لائلپور کے متعلق رپورٹ اور عدالتی بیان دونوں میں بہت ہی اختصار سے کام لیا گیا ہے حالانکہ شہر لائلپور کی طرح ضلع لائلپور کے قصبات و دیہات میں بھی احمدیوں کے خلاف انتہائی دلآزار ہنگامے کھڑے کیے گئے جیسا کہ مندرجہ ذیل بیانات سے عیاں ہوگا :۔

چک جھمرہ

۱۔ بیان جناب محمد یوسف صاحب بی اے بی ٹی :-

"میں ڈی۔ بی ہائی سکول چک جھمرہ کا سیکنڈ ماسٹر ہوں اس قصبہ میں تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مقامی مجلس احرار نے نہایت اشتعال انگیزی سے کام لیا۔ کوئی مہینہ بھر سے احمدیوں کا مکمل بائیکاٹ تھا۔ نہ انہیں بازار سے سودا ملتا تھا نہ وہ کسی جگہ آزادانہ آجا سکتے تھے۔ دن بھر جلوس نکلتے جن میں جماعت احمدیہ کے بزرگوں کو فحش زبان گالیاں دی جاتیں اور احمدی گھروں کے سامنے ان کی بہو بیٹیوں کے نام لے لے کر گندے نعرے لگائے جاتے۔

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۹ (اردو)

مورخہ ۷ مارچ بروز ہفتہ یہ اشتعال انگیزی انتہا تک پہنچ گئی۔ تقریباً ساڑھے چار بجے بعد دوپہر اچانک شہر میں ہلڑ مچ گیا۔ لوگ اِدھر سے اُدھر دوڑتے بھاگنے لگے۔ شور میں صاف آوازیں آرہی تھیں کہ "مجلس عمل" نے فیصلہ دیدیا ہے کہ مرزائیوں کو لوٹ لو۔ مار دو۔ ان کے مکان جلادو۔

میرے مکان کے سامنے ایک مخالف رہتے ہیں۔ یہ مشتعل ہجوم کو اور زیادہ اشتعال دلانے کے لیے میرے مکان کی طرف اشارہ کرکے پکارنے لگے۔ "اے مسلمانو! تم ان مجاہدوں کی اولاد ہو جو فولادی قلعے توڑ دیتے تھے۔ کیا تم سے یہ معمولی کھڑکیاں دروازے نہیں ٹوٹتے"؟

ہجوم میں کچھ اس قدر جوش و خروش تھا کہ بس یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک لحہ میں ہی یہ لوگ دروازے توڑ کر اوپر آیا چاہتے ہیں اور ہم سب کو تہ تیغ کر ڈالیں گے۔ میرے بیوی بچے بے اختیار ہو کر چیخ پکار کرنے لگے۔ اس مکان کی نچلی منزل میں ایک مہاجر کنبہ رہتا ہے۔ یہ گریہ وزاری دیکھ کر ان کی ایک عورت نے میری بیوی سے اصرار کیا کہ ہم سب سے نیچے چلیں تاکہ وہ ہمیں اپنے مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں مقفل کر دے اس طرح شاید بچاؤ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے مگر سامنے کی ایک اور ہمسائی نے اسے دیکھ لیا اور وہ پکاری کہ تو انہیں کب تک چھپائے گی۔ لوگ تو ابھی پہنچ رہے ہیں۔ چنانچہ ہم نے نیچے جانے سے انکار کر دیا۔ اس اثنا میں شام کا دھندلکا ہو گیا اور ہم ایک ایک کرکے مکان کھلا چھوڑ کر نکل گئے اور ایک لمبے راستے سے کھیتوں میں سے ہوتے ہوتے موضع بھگوان سنگھ والا میں جہاں کہ ایک احمدی زمیندار خاندان بستا ہے گرتے پڑتے پہنچ گئے۔ دوسرے روز دو اور احمدی خاندان اسی صورتِ حالات میں وہاں پناہ گزین ہوئے۔ ۳/۴ روز بعد قدرے امن ہونے پر ہم واپس اپنے گھروں میں آگئے۔ بائیکاٹ پھر بھی جاری رہا اور جلوس نکلتے رہے مگر جوش و خروش کافی مدھم پڑ چکا تھا۔ مقامی چوکی پولیس کے ہیڈ کانسٹیبل سید محمد یوسف شاہ اور ایک اور کانسٹیبل منشی سدے خان گاہ گاہ جماعت احمدیہ کے افراد کی خبر گیری کرتے رہے۔ ۳ اپریل بروز جمعہ اچانک پولیس افسران میرے مکان پر آئے اور تمام مکان کی تلاشی لے لی مگر کسی قسم کا قابلِ اعتراض لٹریچر برآمد نہ ہوا۔"

۲۔ بیان جناب مولوی عبدالغنی صاحب عربک ٹیچر ڈی۔بی۔ہائی سکول چک جھمرہ:-

"میرا مکان جو کہ ریلوے لائن کے بالکل سامنے ہے اور سرکاری گندم کے گودام کے بالکل متصل ہے میرے پڑوس میں دو آدمی رہتے ہیں۔ یہ دونوں احراری ہیں۔ اور انہوں نے لوگوں کو احمدیت کے خلاف سخت اشتعال دلایا۔ ایک کا لڑکا چاقو میرے بچوں کو دکھاتا تھا اور بچوں کو دھمکی دیتا تھا کہ تمہارا پیٹ چاقو سے پھاڑ دوں گا۔ کئی دفعہ اس نے میرے بچوں کو زدوکوب کیا۔ ہمارے مکان پر جلوس والے چار یا پانچ مرتبہ آئے۔ صرف ایک دفعہ پولیس کے دو سپاہی ساتھ تھے ورنہ پولیس جلوس کے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔ میرے مکان کے سامنے جلوس والے گندی گالیاں نکالتے اور دروازے کھڑکیاں توڑنے کی کوشش کرتے لیکن ہم دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے مضبوطی کے ساتھ دھکیل کر کھڑے رہتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے دروازے کی چق توڑ پھوڑ ڈالی کھڑکی کھول لی اور میری بیوی اور بیٹی کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ..... ہم مرزائیوں کی بیٹیاں نکال کرلے جائیں گے اور مکانوں کو آگ لگادیں گے۔

۸ مارچ بروز اتوار دوپہر کے وقت میرے مکان پر قریباً پچاس آدمیوں نے حملہ کرکے سخت گالیاں دیں اور ہم کو قتل کر دینے کی دھمکیاں دیں۔ دو گھنٹے بعد میرے بیوی بچے محبوب الٰہی کے مکان پر چلے گئے اور ان کے بچوں کے ساتھ ایک نزدیکی موضع میں ایک احمدی کے گھر پہنچ گئے۔ جب جھمرہ سٹیشن پر ملٹری آگئی تب واپس اپنے گھروں میں آگئے اور ہم کو دیکھ کر پھر لوگوں نے ہمیں مغلظ گالیاں دیں لیکن ہم نے صبر کیا۔"

۳۔ بیان سید عبداللہ شاہ صاحب جنرل مرچینٹ:۔

"دکان کے لٹ جانے کے خوف سے مجھے اکثر ایام میں اُسے بند ہی رکھنا پڑتا تھا۔ ۴ مارچ کو حالات نہایت شدت اختیار کرگئے۔ ریلوے سٹیشن چک جھمرہ پر مشتعل لوگوں نے کئی مسافر گاڑیاں روک رکھی تھیں۔ اور اس قدر شور وغوغا برپا تھا کہ کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی تھی۔ ۷ مارچ کو حالات اور بگڑ گئے اور کوئی چار بجے شام کے قریب تو اچانک یہ نعرے لگنے لگے۔

"مجلس عمل نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ مرزائیوں کے مکان جلا دو۔ مرزائیوں کو لوٹ لو۔ مار دو۔"

ہر لحظہ مکان پہ حملہ کا خوف تھا۔ باہر راستے رُکے ہوئے تھے کسی طرف جان بچا کر

نکل جانا ناممکن نظر آتا تھا۔ مجبوراً خدا کا نام لے کر بیوی سمیت مکان میں دبکا بیٹھا رہا۔ کچھ رات گزرنے پر ایک ہمدرد ہمسایے نے آ کر اطلاع دی کہ آپ فوراً مکان سے نکل جائیں سخت خطرہ ہے۔ چنانچہ میں اپنے بیوی بچوں اور ضعیف والد صاحب کو ساتھ لیے رات کی تاریکی میں مکان سے نکل گیا اور ہم چھپتے چھپاتے راتوں رات ۱/۲ ۶ میل فاصلہ طے کر کے نہایت خستہ حالی میں موضع ستھوئی والہ میں پہنچ گئے۔ جہاں میرے ایک رشتہ دار رہتے ہیں۔ دوسرے دن اطلاع ملی کہ واقعی ہمارے مکان سے نکل جانے کے بعد حملہ آور آئے اور دروازہ توڑنے کی کوشش کی۔ چکیں جلا ڈالیں۔ ایک ہمسایہ کے گھر کے راستے سے اوپر کوٹھے پر چڑھ گئے۔ مگر ہمیں موجود نہ پا کر غیظ و غضب کی حالت میں واپس لوٹے۔ ہم ستھوئی والہ میں تقریباً ۶، ۷ دن پناہ گزیں رہے۔ حالات قدرے درست ہونے پر واپس اپنے گھر آئے۔ ابھی تک اس بائیکاٹ اور اشتعال انگیزی کا میرے کاروبار پر بہت بُرا اثر ہے ..... مورخہ ۳ ر اپریل کو اچانک میرے مکان کی مکمل تلاشی ہوئی مگر پولیس کو کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ ملی۔"

چک نمبر ۲۶۱/ ج۔ب تحصیل لائلپور

۴۔ بیان چوہدری عبدالرحمٰن صاحب:-

"میں چک نمبر ۲۶۱ کا باشندہ ہوں۔ اس چک میں تین گھر احمدیوں کے ہیں۔ مورخہ ۴ ر مارچ بوقت چار بجے شام میرے گاؤں کے تین چار صد آدمیوں نے جلوس بنایا اور میرے گھر آئے۔ جلوس میں شامل آدمیوں نے میرے گھر کی کچی دیوار گرا دی۔ تنور گرا دیا۔ چبوترا اکھیڑ دیا۔ گالیاں نکالیں۔ گھر میں پتھر پھینکے۔ میری دو لڑکیوں کو مارا۔ دوسرے دو احمدیوں کے گھروں پر بھی گئے۔ مگر ان کے گھر میں داخل نہ ہوئے۔ باہر سے ہی پتھر مارتے رہے۔ ڈچکوٹ تھانہ میں رپورٹ کی۔ تھانیدار نے گاؤں کے دس سرکردہ آدمیوں کو بلایا۔ سمجھایا اور اس طرح امن ہو گیا۔"

چک ۱۹۴ R.B تحصیل جڑانوالہ

۵۔ بیان حکیم رحیم بخش صاحب:-

میرے چک میں قریباً تیس گھر احمدیوں کے ہیں اور ان احمدیوں کی برادری کے قریباً ساٹھ گھر ہیں۔ مارچ کے پہلے ہفتہ میں تین مولوی کار میں دیہات کا دورہ کر رہے تھے۔ کار میں لاؤڈ سپیکر تھا۔ یہ کار مولویوں سمیت ہمارے چک میں قریباً دو بجے

دوپہر آئی۔ ان مولویوں نے نہایت اشتعال انگیز تقریریں کیں۔ لوگوں کو کہا کہ وہ احمدیوں کو ماریں اور لوٹیں مگر برادری کے نیک اثر کی وجہ سے گاؤں میں شرارت پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔"

قریباً ۴ر ۵ مارچ کو ہمارے گاؤں کے قریباً دس احمدی طلباء لکڑیانوالہ ڈی۔ بی مڈل سکول میں گئے تو سکول کے طالب علموں نے اُن کو مارا۔ پولیس کو رپورٹ دی ہیڈ ماسٹر نے ہم سے کہا کہ لڑکوں کو سکول نہ بھیجا کریں۔ حالات قابو سے باہر ہیں۔ مورخہ ۳ر اپریل کو بغیر کسی وجہ کے میرے گھر کی تلاشی لی لیکن پولیس کوئی چیز قابل مؤاخذہ و اعتراض قبضہ میں نہ لے سکی۔"

ڈچکوٹ

۶۔ بیان جناب محمد عبداللہ صاحب :-

"میں منڈی ڈچکوٹ میں دکان آڑھت کرتا ہوں۔ دکان مذکورہ میں میرا حصہ دار غیر احمدی مسمی غلام مرتضیٰ تھا۔ غیر احمدیوں نے میرے حصّہ دار کو مجبور کر کے جبراً مجھے دکان سے علیحدہ کروادیا۔ اور بائیکاٹ کر دیا۔ اَب مَیں نے اسی شہر میں دوسری جگہ دکان حاصل کر لی ہے لیکن میرا مکمل بائیکاٹ ہے اور کسی گاہک کو میرے پاس نہیں آنے دیا جاتا۔ مورخہ ۵ر مارچ کو میرے گاؤں چک نمبر ۲۳۲ میں جلوس نکالا گیا اور میرے گھر پر حملہ کے لیے آئے مگر بعض لوگوں اور پڑوسیوں کے روکنے سے وہ شرارت سے باز رہے۔"

سمندری

۷۔ چوہدری محمد نواز صاحب آڑھتی نے انہی دنوں بتایا کہ :-

"مَیں احمدی ہوں جو کہ بمقام سمندری آڑھت کرتا ہوں۔ مارچ ۱۹۵۳ء کو شورش میں میرا پورا پورا بائیکاٹ کیا گیا اور.... تقریباً چار ہزار روپیہ جو کہ میرا غیر احمدی اصحاب کے ذمہ واجب الوصول تھا میرے خلاف پراپیگنڈا کر کے روپیہ ضبط اور خرد بُرد کروادیا گیا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ کسی غیر احمدی دوست کو اب تک بھی میری دکان پر آنے نہیں دیا جاتا۔ اس ناجائز فعل سے مجھے سخت نقصان ہوا ہے۔"

جڑانوالہ

۸۔ جماعت احمدیہ جڑانوالہ کو ایام فسادات میں کن صبر آزما حالات سے دوچار ہونا پڑا؟ اس کا کسی قدر نقشہ جڑانوالہ کے تین احمدیوں کے بیانات سے سامنے آسکتا ہے :-

۹۔ "شیخ عبدالرحیم صاحب صراف جڑانوالہ نے بیان دیا کہ "مجھے جو فسادات گزشتہ میں تکالیف پہنچیں، بعض یہ ہیں :۔

سب سے پہلے میرا بائیکاٹ کر دیا گیا جواب تک جاری ہے۔ایک شخص..... جس کی دکان بزازی ریل بازار میں ہے اس نے میرے ۸۸/- روپے دینے تھے۔اس کی طرف میں نے اپنے بھائی کو قرض وصول کرنے کے لیے بھیجا مگر اس نے کہا اگر مجھ سے روپے مانگے تو میں آپ کا پیٹ پھاڑ دوں گا۔اس طرح میرا پانچ سو روپیہ مختلف اشخاص نے نہیں دیا۔ایک دفعہ میں نے ٹال سے ایندھن منگوایا اور ایندھن گھر میں رکھوالیا۔ٹال والا زبردستی ۱۵ افراد کیساتھ آکر گھر سے ایندھن اٹھوا کر لے گیا۔اس طرح میں ایک دفعہ گوشت لینے کے لیے گیا تو انہوں نے گوشت دینے سے انکار کر دیا اور ایک شخص احراری دکان پر بیٹھا بتاتا تھا کہ یہ شخص مرزائی ہے اس کو گوشت نہ دو۔اگر دیا تو جوتوں سے مرمّت ہو گی۔اسی طرح ایک دن سبزی لینے گیا تو سبزی والے نے انکار کر دیا۔کچہری بازار میں میری دکان ہے اور یہاں پر اکثر صرّافوں کی دکانیں ہیں۔اس لیے برادری کی طرف سے میرا ابھی تک مکمل بائیکاٹ ہے اگر کوئی باہر سے گاہک دکان پر آجائے تو اس کو یہ کہہ کر دکان سے لے جاتے ہیں کہ آپ کو شرم نہیں آتی کہ مسلمان ہو کر مرزائی کی دکان پر جاتے ہیں۔اسی طرح ایک بیوپاری جس کا نام عبدالمجید زرگر گجرانوالہ کا ہے وہ تمام صرافوں کی دکانوں کو چاندی کا مال تیار کرکے سپلائی کرتا ہے۔میری برادری نے اُس کو آرڈر دیا ہے کہ تم نے عبدالرحیم کو مال دیا تو ہم آپ سے قطع تعلق ہو جائیں گے...... اس وقت میری دکان کی حالت یہ ہے اور کاروبار پر اتنا اثر پڑا ہے کہ کوئی ڈرتا دکان پر قدم نہیں رکھتا۔ میرے پاس جو کچھ نقدی وغیرہ تھی اسی کو کھا رہا ہوں۔گڑبڑ کے دوران میں میرے گھر کے سامنے سے جلوس گزرتے رہے اور گھر کے سامنے ٹھہر کر بہت گالیاں دیتے۔گڑبڑ کے بعد میرے گھر کی تلاشی لی گئی مگر کوئی چیز قابلِ اعتراض برآمد نہ ہوئی"

۱۰۔ ایک بیوہ احمدی خاتون محترمہ سردار بیگم صاحبہ نے اپنی دردناک آپ بیتی مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھوائی :۔

"میرے خاوند چوہدری دوست محمد خان صاحب ایم۔اے (علیگڑھ) بی ٹی گولڈ میڈلسٹ

جڑانوالہ گورنمنٹ ہائی سکول میں سیکنڈ ہیڈ ماسٹر تھے ۔عرصہ چار سال کا ہو گیا ہے ۔ وہ وفات پا چکے ہیں ۔ میں ہوشیار پور کے ایک معزز گھرانہ سے تعلق رکھتی ہوں اور اب میں جڑانوالہ میں مقیم ہوں ۔ میرے پاس چھوٹا لڑکا جس کی عمر آٹھ نو سال کی ہے رہتا ہے ۔ اور پانچویں جماعت میں پڑھتا ہے ۔جس دن سے احمدیوں کے خلاف مولویوں نے اعلان کر دیا کہ ان کو مارا پیٹا جائے اور ان کو دُکھ دینا اور مارنا کارِ ثواب ہے اس دن سے میرے بچے کو اسکول میں دوسرے بچے دُکھ دیتے تھے ۔جس وقت اس کو اکیلا دیکھتے تو اُسے چڑاتے ۔ ایک دن میرے بیٹے کو خوب پیٹا گیا اور اُسے کہا گیا کہ جب تک تم چوہدری ظفر اللہ خاں اور بانی سلسلہ احمدیہ کو گالیاں نہیں نکالو گے ہم تمہیں مارنا بند نہیں کریں گے ۔ آخر ان لڑکوں نے میرے بچے کو اس وقت چھوڑا جب میرے بچے نے چوہدری ظفر اللہ کو غدّار کہدیا اور بڑی مشکلوں سے چھوٹ کر روتا روتا گھر آیا ۔ ایک دن بڑے بڑے لڑکے اس کی جوتی اٹھا کر لے گئے ۔ جلوس نکلنے کی وجہ سے سب دکانیں بند تھیں ۔ اس لیے اور جوتی خریدی بھی نہ جا سکی اور نہ ہی میرے پاس کوئی آدمی جوتا لا کر دینے والا موجود تھا ۔

ایک رات کچھ لڑکے میرے مکان میں داخل ہوئے ۔ پھولوں کے گملے اور چند برتن اٹھا کر لے گئے ۔ ان کے علاوہ اور بھی نقصانات ہوئے ۔

ہر روز کئی کئی جلوس نکالے جاتے اور ہمارے گھر کے سامنے آ کر خوب مظاہرہ کرتے اور خوب ناچتے ۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ اور ہم احمدیوں کا سیاپا کیا جاتا ۔ ایک لڑکے کا منہ کالا کر کے اس کو چارپائی پر لٹا کر اُسے اٹھاتے پھرتے اور کہتے کہ یہ ظفر اللہ کا جنازہ ہے ۔ ایک آدمی کو جوتوں کا ہار پہنا کر جلوس کے آگے نچایا جاتا اور اُسے گالیاں دی جاتیں کہ یہ مرزا غلام احمد ہے اور ہمارے گھر کے چاروں طرف گھومتے ۔ گندی گالیاں دی جاتیں جو لکھی بھی نہیں جا سکتیں ۔

مَیں اور میرا چھوٹا بچہ دروازے بند کر کے اندر بیٹھے رہتے ۔ پھر مکان پر پتھراؤ کیا جاتا ۔ بہت زور سے پتھر ہمارے مکانوں اور کھڑکیوں پر آ کر لگتے ۔ ہمارے روشندانوں کے شیشے سب توڑ دیئے گئے جن کی اب تک مرمت نہیں کروائی جا سکی ۔

ایک عورت جو میرے گھر میں کام کرتی تھی اُسے روپوں کا لالچ دے کر ہمارے گھر میں کام کرنے

سے روک دیا گیا۔ ہم احمدیوں سے بائیکاٹ کیا گیا اور سودا سلف دینے سے دوکانداروں کو منع کر دیا گیا۔ ایک دن میرا بچہ سبزی لینے گیا۔ دکاندار نے اُسے سبزی دے کر پیسے لے لیے اور بعد ازاں سبزی چھین لی۔ اور بچہ روتا روتا گھر آگیا۔ ہمارے پاس آٹا ختم ہو گیا تھا اور آٹا پسایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے ہم دو دن بغیر آٹے کے رہے۔

دودھ والی سے کہا گیا کہ ان کو دودھ نہ دیا کرے مگر وہ وفادار نکلی اور خفیہ طور پر دودھ دے جاتی۔ بھنگن کو بھی بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہم چائے پی کر اندر خاموشی سے بیٹھے رہتے۔ ایک دن ہمیں ایندھن کی بہت تنگی آئی۔ ایک دن ہمارے گھر کو آگ لگانے کی سکیم تھی۔ چند لوگ ہمارے گھر کی طرف آکے کچھ اشارے کرتے رہے مگر واللہ اعلم کیا وجہ ہوئی منتشر ہو کر چلے گئے۔ شاید پولیس والے گشت پر آتے نظر آئے ہوں۔ ہماری کھڑکیوں کو جالی لگی ہوتی تھیں۔ یہ سب کچھ ہمیں نظر آتا تھا۔ مجھے ساری ساری رات جاگنا پڑتا جس کی وجہ سے میری صحت خراب ہو گئی اور ابھی تک مکمل درست نہیں ہوئی۔ نوکرانی کے ہٹائے جانے سے سارا کام خود کرنا پڑتا۔ دھوبی کے پاس ہمارے کپڑے گئے ہوئے تھے۔ اس نے کپڑے دینے سے انکار کر دیا۔

ایک دن پولیس نے ہمارے مکان پر چھاپہ مارا اور تلاشی لی۔ صرف مَیں اور میرا چھوٹا بچہ اس وقت گھر پر تھے۔ لوگ ہمارے گھر کے اِردگرد جمع ہو گئے۔ پولیس نے مجھے یہ موقع نہ دیا کہ مَیں کسی عزیز کو بلا لیتی۔ جس طرح ڈاکوؤں کے گھر میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح ہمارے گھر میں داخل ہوئے۔ ناقِل) بچہ کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس وقت مجھ پر بہت خوف طاری ہوا۔ پولیس نے گھر کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گھر میں سے کوئی بھی قابلِ اعتراض چیز نہ نکلی۔ جس وقت پولیس نے چھاپہ مارا اس وقت عصر کا وقت تھا مَیں نماز پڑھنے لگی تھی۔ انہوں نے کہا ہمارے ساتھ ہو کر گھر کی تلاشی دلاؤ۔ مَیں نے کہا پہلے مجھے عصر کی نماز پڑھ لینے دو سپاہیوں نے مجھے ایسا کرنے سے روکا لیکن تھانیدار نے کہا پڑھ لو۔ ایک دن مجھے ہمسایوں میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ آپ بہنوں جیسی ہیں اس لیے آپ کے لیے بہتر ہے کہ آپ مکان چھوڑ کر کہیں چلے جائیں یا احمدیت سے انکار کر دیں۔

انہوں نے کہا کہ آپ کی یہاں خیر نہیں۔ پبلک کے تمہارے متعلق بہت بُرے ارادے ہیں۔ میں نے کہا میں نہ مکان چھوڑ کر جا سکتی ہوں اور نہ احمدیت سے انکار کر سکتی ہوں لیکن میرے دل میں خوف ضرور تھا کہ کہیں ان لوگوں کو میرے جواب سے طیش نہ آجائے۔

یہ ہیں مشکلات جن کا ہمیں سامنا کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ایک لمبا عرصہ تک حبس اور خوف وہراس کی حالت میں رہے ہے۔"

۱۱۔ جناب محمد حسین صاحب سیکرٹری امور عامہ جڑانوالہ اپنے ایک بیان میں لکھتے ہیں کہ۔

"ان دنوں عبدالرشید ولد عبدالرحمٰن مہاجر طالب علم کو دو دفعہ پیٹا گیا۔ ایک دفعہ بازار میں بعض دکانداروں نے پیٹا۔ جب وہ اپنے کام سے وہاں سے گزر رہا تھا اور دوسری دفعہ جب وہ سکول میں تعلیم کے لیے گیا اس کا سر پھٹ گیا۔

افتخار احمد طالب علم کو جس کی عمر قریباً آٹھ سال ہے سکول میں لڑکوں نے مار مار کر مجبور کیا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو گالیاں دو اور چوہدری ظفر اللہ خاں کو غدار کہو۔ اُسے اس وقت تک پیٹتے رہے جب تک اُس نے مجبور ہو کر چوہدری ظفراللہ خان کو غدار نہ کہا۔ نہ ماسٹر نے شکایت سُنی اور نہ کسی لڑکے نے اُسے بچایا۔ بچہ کئی دن تک سکول نہ گیا۔

گرل سکول میں احمدی لڑکیوں کو روزانہ گالیاں دی جاتی رہیں یہاں تک کہ سید عنائت علی شاہ زیروی کی لڑکی امتحان میں سے اُٹھ کر گھر کو چلے آنے پر مجبور ہو گئی۔ اور آئندہ تعلیم سے محروم ہو گئی۔ میاں محمد شریف صاحب اور چوہدری سردار احمد صاحب کی لڑکیوں کو بھی سکول چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اُستانی کو جب شکایت کی گئی تو اس نے (الٹا) ہماری لڑکیوں کو ڈانٹا اور کہا تم کو جتنا پیٹا جائے تھوڑا ہے۔ تم نے ہزاروں مسلمانوں کو گولیوں سے مروایا ہے۔ ڈاکٹر محمد انور صاحب امیر جماعت احمدیہ جڑانوالہ کی چھوٹی بچی جو بازار سے کچھ سودا لانے کے لیے جا رہی تھی کسی نے اُسے دھکا دیا اور پانچ روپیہ کا نوٹ اس سے چھین لیا۔"[1]

---

[1] ۔ڈاکٹر صاحب موصوف نے محترم ملک فضل حسین صاحب کو بتلایا کہ کسی شخص نے میری بچی کو دھکا دیا اور پانچ روپے کا نوٹ چھین کر کہنے لگا کہ مرزائیوں کا سب کچھ چھین لینا جائز ہے اور اپنی راہ چلتا بنا۔ کسی نے اُسے نہ ٹوکا۔ وہ بچی روتی ہوئی گھر آئی اور یہ واقعہ سنایا۔

اسی طرح ڈاکٹر صاحب کے بچے محمد اکرم عمر ۶ سال کو بازار میں لڑکوں نے پیٹا ۔ نیز میاں عبدالرحیم صاحب صراف کے بچے کو بازار سے گزرتے وقت پیٹا ۔"

چک نمبر ۱۱۹ گ ب

۱۱ ۔ میاں فضل دین صاحب قوم جٹ پیشہ زمیندار نے باقرار صالح مندرجہ ذیل بیان دیا کہ :۔

" ہمارے گاؤں چک نمبر ۱۱۹ گ ب میں عرصہ دو سال سے زیادہ شدت کے ساتھ ہمارے خلاف ہر قسم کی شرارت کی جا رہی ہے ۔ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۵۲ء کو ایک مخالف نے بلا کر ہماری بے عزتی کی اور ڈرایا کہ احمدیت سے توبہ کرو ورنہ تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے ہم اپنے عقائد پر ڈٹے رہے جس پر اوّلاً ہمارے ساتھ تمام تعلّقات منقطع کر لیے ۔ ہمارا حُقّہ پانی بند کر دیا گیا ۔ کنوئیں سے پانی لینے سے روک دیا گیا ۔ فرداً فرداً سب احمدیوں کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا ۔ موجودہ شورش میں تمام گاؤں کے گاؤں نے قرآنِ کریم اپنی لڑکیوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ ہم لڑکیوں سے بُرا کریں اگر ہم ایک ایک مرزائی قتل نہ کر دیں ۔ یہ واقعہ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کا ہے ایک شخص نے ہمیں کہا کہ تم نے ہمارے مولوی پکڑ وائے ہیں ۔ اب ہم سے بھلا ایک گھر مرزائیوں کا ختم نہ ہو سکے گا ۔ چنانچہ سب لوگ جلوس کی شکل میں ہمارے گھر کے سامنے اکٹھے ہو گئے اور نہایت فحش قسم کی گالیاں دینی شروع کر دیں ۔ ہم اندر سے دروازے بند کر کے بیٹھے رہے ۔ بعد میں ان میں سے ایک نے کہا کہ ایک مرزائی نے تھانہ میں جا کر رپورٹ لکھوا دی ہے ۔ یہ سن کر سب جلوس منتشر ہو گیا ۔ اس طرح ہم بچ گئے ۔ پھر ہم رات کو ۸ بجے بچ بچا کر تھانہ جڑانوالہ میں پہنچے ۔ انچارج صاحب وہاں گئے اور پچیس آدمیوں کے انگوٹھے اس تحریر پر لگوائے کہ وہ آئندہ شورش نہ کریں گے ۔ اس سے پندرہ روز پہلے خاکسار فضل الدین کو بلا کر جوتے لگائے گئے ۔ نذیر احمد کو اس قدر زدوکوب کیا گیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا ۔ محمد شریف احمدی کے پیٹ میں چاقو گھونپ دیا گیا مگر خدا کے فضل سے جان سے سب بچ گئے ۔"

چک نمبر ۵۶ ۔ ۵۷

۱۲ ۔ میاں عاشق محمد خان صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک ۵۶ ۔ ۵۷ نے بیان دیا کہ :۔

" چک ۵۶ ۔ ۵۵ گ ۔ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور کی جماعت احمدیہ کے خلاف یکم مارچ

تا ۸ ر مارچ مختلف قسم کے مشورے اور خفیہ اجلاس ہوتے رہے ۔ فیصلہ ہوا کہ جو کچھ جمعہ کے خطبہ میں امام مسجد کہے گا اس پر عمل ہو گا ۔ جمعہ کے خطبہ میں مولوی ..... نے کہا کہ مجاہدِ اسلام لاہور وغیرہ شہروں میں اپنی چھاتیوں پر گولیاں کھا رہے ہیں لیکن تم ہو اپنے گھروں میں خواب غفلت میں سو رہے ہو ۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس فرقۂ مرزائیہ کے ہر فرد کو موت کے گھاٹ اتار دو ۔ کفن سر پر باندھو ۔ اگر مارے گئے تو شہید ورنہ غازی ۔ ثواب آخرت کے علاوہ اس دنیا کی لوٹ سے حصہ پاؤ ۔ مرزائیوں کی عورتیں تم پر بلا نکاح حلال ہیں ۔ اب ہماری ٹکر حکومت اور مرزائی دونوں سے ہے ۔ انشاء اللہ ہم ان کو مٹا کے چھوڑیں گے ...... بعد نماز جمعہ ایک خوفناک جلوس نکالا گیا جس میں ہے صد نفوس شامل ہوئے کافی تعداد کے پاس مہلک ہتھیار تھے ۔ احمدیوں کے بزرگوں کو دل کھول کر گالی گلوچ کیا گیا اور ہر احمدی کے بند دروازے (کیونکہ احمدیوں نے خوف سے دروازے بند کر لیے تھے) کے سامنے پکارا گیا کہ تمہیں ایک دو دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ اپنے غلط عقیدہ کو بدل دو ۔ ورنہ تمہارے گھر بار لوٹ لئے جائیں گے ۔ تمہاری عورتوں کی بے عزتی کی جائے گی اور تمہیں قتل کر دیا جائے گا اور کہا کہ تمہاری عورتوں کی تقسیم اب ہی کر لی ہے ......
افرادِ جماعت کو پابند مسکن کر دیا اور باہر کی دنیا سے ان کا سلسلہ پیغام رسانی توڑ دیا گیا ۔ ہر قسم کی تنگی دی گئی ۔ ۹ ر مارچ کو پروگرام پر عمل پیرا ہونے کے لیے بعد دوپہر جلوس نکالا گیا ۔ جلوس نہایت خوفناک صورت اختیار کیے ہوئے تھا ۔ ان کے ارادے نہایت بُرے تھے لیکن قدرتاً تمام گاؤں میں افواہ پھیل گئی کہ عاشق محمد خان احمدی چک نمبر ۵۶ نے تھانہ میں اطلاع کی ہوئی ہے اور پولیس آرہی ہے ۔ اس افواہ نے دشمنوں کے منصوبہ کو عملی رنگ اختیار نہ کرنے دیا اور جلوس کو خود ہی پولیس کے خوف سے منتشر کر دیا .... اور فیصلہ کیا گیا کہ آج کا دن پولیس کا انتظار کر لو اور احمدیوں کے قتل ، لوٹ مار اور عورتوں کی بے عزتی کو کل پر چھوڑ دو ۔ اے ایس آئی چک ۵۵ گ ب ۱۰ بجے قبل دوپہر پہنچ گئے اور نمبردار (وغیرہ) سے وعدہ لیا کہ ہم ہر قیمت پر گاؤں میں امن قائم رکھیں گے ۔

افسوس باوجود بحالی امن کا اقرار کرنے کے پھر بھی اس جماعت پر یلغار کی گئی جیسا کہ اسی چک کے متعلق محمد حسین خان صاحب سیکرٹری امور عامہ جڑانوالہ نے تحریری شہادت دی کہ :-

در چک نمبر ۵۵ ر ۵۶ میں احمدیوں کو گھیر لیا گیا۔ تقریباً ساری جماعت کو قتل کرنے کی دھمکی سے مجبور کر کے دستخط لے لیے کہ وہ احمدیت سے باز آتے ہیں۔ ماسٹر عاشق محمد صاحب اور سید عنایت علی شاہ صاحب کو بہت پریشان کیا۔ مکان میں بند رکھا۔ قتل کرنے کو تیار ہو گئے۔ ان کی طرف سے جڑانوالہ میں اطلاع آجانے پر ہم نے پولیس بھجوا دی۔ پولیس نے حالات پر قابو پا لیا۔"

چک نمبر ۳۶ تھانہ ستھیانہ

۱۴۔ جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ ضلع لائلپور کا بیان ہے :-

"چک نمبر ۳۶ ستھیانہ میں چند احمدی گھر ہیں۔ مولویوں نے وہاں جا کر تقریریں کیں۔ احمدیوں پر حملہ ہوا۔ بارہ احمدی سخت زخمی ہوئے۔ ٹکوے، بلم، کلہاڑے ان پر استعمال ہوئے۔ چار کی حالت ایسی تھی کہ قریب الموت تھے۔ ۲۸ر مارچ ۱۹۵۳ء کو یہ واقعہ ہوا۔ ۲۹ر مارچ کو راقم مع ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسر ڈاکٹر رشید احمد صاحب ایمبولینس کار لے کر پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب نے چار آدمیوں کی حالت انتہائی مخدوش پا کر انہیں شہر لائل پور کے ہسپتال میں منتقل کر دیا۔ ۳۵ر غیر احمدی زیر دفعہ ۳۰۷/۱۴۹ زیر چالان ہیں لیکن دوسرے تیسرے روز بعد احمدی مجروحین اور ان کے لواحقین کا بھی اسی دفعہ میں چالان کر دیا گیا۔ دونوں مقدمے عدالت میں ہیں۔ اس لیے اُن کے متعلق کوئی رائے زنی نہیں کی جا سکتی۔

۱۵۔ حمید احمد صاحب ساکن چک نمبر ۳۶ گ ر ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور نے لکھا کہ :-

"میرے چک میں احمدیوں کے ۷ر گھر ہیں۔ ہمارے گاؤں کے مولویوں نے بہت اشتعال پیدا کیا اور گاؤں میں ماہِ مارچ ۱۹۵۳ء میں قریباً ہر روز جلسہ کیا اور احمدیہ جماعت کے خلاف بہت گند اچھالا۔ سخت بد زبانی کرتے۔ اسی اشتعال پھیلانے کی وجہ سے پولیس نے سرکردہ چار مولویوں کو گرفتار کر لیا اور اس طرح چک میں امن برقرار رکھنے میں پولیس کامیاب ہوئی۔ یہ چاروں مولوی چند دن کے بعد رہا ہو کر واپس گاؤں میں آ گئے اور باقاعدہ تنظیم کے ساتھ حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ ہم احمدیوں کا گاؤں کے لوگوں سے بائیکاٹ کروایا۔ جلوس صبح شام نکالتے، نہایت فحش ناقابلِ برداشت اور انتہائی شر انگیز اور اشتعال انگیز گالیاں نکالتے رہے۔ اور گھروں میں پتھر پھینکتے رہے اور پولیس نے ہماری رپورٹ پر دو سپاہی چک میں تقریباً دس یوم رکھے۔ اور

اس طرح ان دنوں ہم اُن کے خطرناک ارادوں سے محفوظ رہے۔ مورخہ ۲۸ مارچ کو رہا شدہ مولویوں نے پروگرام کے مطابق ہمارے آدمیوں پر حملہ کیا۔ جبکہ وہ خراس پر آٹا پیسنے گئے اور اس طرح ۱۶ آدمیوں کو برچھوں، کلہاڑیوں اور ڈانگوں سے زخمی کیا۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی اور (اُن کے) ۲۵ آدمیوں کا چالان کیا۔ دو تین یوم بعد ہمارے خلاف بھی لڑائی کا جعلی پرچہ کرا دیا گیا۔ اور ہمارے آدمیوں کا چالان کر دیا۔ تین ماہ تک ہماری ضمانتیں نہ ہوئیں اور گھر پر کوئی کام کرنے والا نہ رہا۔ وقوعہ کے ڈھائی ماہ بعد ہمارے ایک احمدی محمد یعقوب کے گھر گاؤں والوں نے نقب زنی کی واردات کرادی۔ الخ"

جلیانوالہ متصل گوجرہ

ماسٹر محمد شفیع صاحبؓ اسلم نے جلیانوالہ متّصل گوجرہ کا مندرجہ ذیل واقعہ انہی دنوں حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا کہ:۔

" ہمارے گاؤں جلیانوالہ میں گو اندر ہی اندر کھچڑی پک رہی تھی مگر بظاہر امن تھا کہ ۷ مارچ کو گوجرے میں حالات زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے دس بارہ مستورات ہمارے ہاں چلی آئیں تاکہ غنڈہ عناصر سے محفوظ رہ سکیں اس پر ہمارے گاؤں میں ایک آگ لگ گئی اور سرکردہ لوگ ہمیں کہنے لگے کہ تم نے ان عورتوں کو پناہ کیوں دی ہے چنانچہ سارے گاؤں میں مخالفت بھڑک اٹھی ......
مستورات کے یہاں آنے میں ایک لطیفہ یہ ہوا کہ ایک عورت اپنا ایک ٹرنک ساتھ لے آئی جو کسی قدر لمبا تھا اور قدرے وزنی بھی۔ گاؤں کے لوگوں نے سمجھا کہ اس میں اسلحہ ہے اور یہ مرزائیوں نے ہمارے لیے شہر سے مستورات کے بہانے منگوایا ہے اس وہم سے وہ لوگ اپنے مزموم ارادوں سے باز رہے "

جناب ملک فضل حسین صاحب کی تحقیق کے مطابق ضلع لائلپور میں

"اس قسم کی مار دھاڑ اور جبر و تشدّد وہیں ہوا جہاں کہ احمدی اقلیّت میں تھے۔ کمزور ولاچار تھے۔ برعکس اس کے جس جگہ بھی احمدی اکثریت میں تھے۔ یا ان کی اچھی خاصی آبادی تھی یا جہاں تھوڑے ہوتے ہوئے بھی اُن کے دلوں میں جرأت و مردانگی کا مادّہ کافی موجود تھا۔ وہاں کسی قسم کا فتنہ و فساد اور ہنگامہ آرائی نہ ہو سکی۔ بطور مثال سمندری سے تین میل دُور چک نمبر ۴۷۹ کا ذکر کافی ہوگا۔ اس گاؤں میں احمدی بمشکل دس پندرہ ہوں گے۔ جب احرار نے ان کو جلوس کے

لہ وفات

ذریعہ تنگ اور پریشان کرنا چاہا تو بقول چوہدری عبدالمجید خان صاحب" انہوں نے جلوس کے سامنے نکل کر کہا کہ روز روز کا جھگڑا آج ہی ختم کرلو۔ لڑ کر دیکھ لیتے ہیں۔ ان کے اس چیلنج نے دشمن کو بےحوصلہ کر دیا۔ اور پھر وہاں نہ جلوس نکلا اور نہ گڑبڑ ہوئی"۔



فصلِ سوم

ضلع جھنگ

جھنگ مگھیانہ میں شورش کے دوران اصل خطرے کے ایّام ۶، ۷ مارچ کے تھے جن میں فتنہ وفساد انتہائی عروج پر تھا۔ اور اندیشہ تھا کہ جانی و مالی نقصان احمدیوں کا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے شریروں کا رُخ دوسری طرف پلٹ گیا احمدی محفوظ رہے البتہ ان کے خلاف بائیکاٹ اور پکٹنگ کی تحریک بہت شدید تھی ان دنوں احمدیوں کی بیس کے قریب دکانیں شہر میں تھیں۔ جو ان کو بند رکھنا پڑیں۔ ان کی اور کھاچوں[1] کے احمدی مہاجرین کی کئی ایک چھوٹی چھوٹی فیکٹریاں بند رہیں کیونکہ مزدوروں کو کام کرنے سے روک دیا گیا۔ اور احمدیوں سے لین دین کرنے والے شخص کے لیے یکصد روپیہ جرمانہ مقرر کیا گیا۔ میاں بشیر احمد صاحب (نائب امیر جماعت احمدیہ مگھیانہ۔ ایجنٹ سٹینڈرڈ ویکیم آئل کمپنی جھنگ) کی دکانیں ان ایام میں کھلی رہیں مگر سوائے پٹرول پمپ کے کوئی کاروبار نہ ہوا کیونکہ پکٹنگ جاری تھی اور پٹرول بھی پنجاب ٹرانسپورٹ کے سوا کسی نے نہیں لیا۔ ان کی دکان اور پمپ کے سامنے ہی روزانہ جلوس آکر اکھاڑا لگاتا اور وہیں سے منتشر ہو جاتا۔ بالآخر مقامی حکام کے تعاون سے پکٹنگ ناکام ہوگئی اور احمدیوں کا کاروبار پھر سے چل نکلا۔

اقتصادی بائیکاٹ کے علاوہ بھنگیوں اور حجاموں کو احمدیوں کا کام کرنے سے روک دیا گیا۔ احمدی احباب نے ان تمام حرکتوں کا صبر و استقلال سے مقابلہ کیا۔[2]

---

[1] بنگہ ضلع جالندھر کے نواح میں ایک گاؤں

[2] ملخص مکتوب چوہدری عبدالغنی صاحب امیر جماعت احمدیہ مگھیانہ بحضور حضرت مصلح موعود (۱۹؍ مارچ ۱۹۵۳ء)

مکتوب میاں بشیر احمد صاحب جھنگ مگھیانہ بحضور حضرت المصلح الموعود (۱۶؍ مارچ ۱۹۵۳ء)

رپورٹ مولوی عبدالرحیم صاحب عارف مربی جھنگ مگھیانہ بنام حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب (۶؍ مارچ ۱۹۵۳ء)

شورکوٹ ان ایام میں بدامنی سے محفوظ رہا اور جلوس پُرامن رہے اور ان میں کسی قسم کا کوئی نازیبا نعرہ نہیں لگایا گیا جو مقامی حکام کے تعاون اور حسن انتظام کا نتیجہ تھا۔ ایک شخص نے ازراہِ شرارت حکیم محمد زاہد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کے خلاف تحصیلدار صاحب کی عدالت میں بیان دیا کہ انہوں نے ہماری عورتوں کو گالیاں دی ہیں مگر یہ واقعہ سراسر فرضی تھا چنانچہ وہ بری کر دیئے گئے [۱]

بستی وریام گڑھ مہاراجہ، پیر عبدالرحمان بس سٹینڈ اور تھانہ بھوانہ کی احمدی جماعتوں میں بھی خیریت رہی [۲]

ربوہ۔ احمد نگر اور چنیوٹ اور اس کے ماحول پر کیا بیتی؟ اس کی کسی قدر تفصیل اب بیان کی جاتی ہے

ربوہ اور اس کا ماحول پُر فتن ایام میں

جہاں صوبہ پنجاب کی بہت سی احمدی جماعتوں کو مارچ ۱۹۵۳ء کے فتنۂ محشر اور ہنگامۂ قیامت سے دوچار ہونا پڑا، وہاں ربوہ اور اس کا ماحول بھی بائیکاٹ، محاصرہ اور قتل و غارت کی دھمکیوں کے تکلیف دہ ابتلاء میں گزرا۔ یہ ایام بہت صبر آزما تھے اور کئی تلخ یادیں چھوڑ گئے۔ اس دور کے احوال و کوائف تاریخ وار درج کیے جاتے ہیں:۔

۳/ مارچ

۳/ مارچ ۱۹۵۳ء کو صبح چھ بجے مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی مربی سلسلہ احمدیہ نے لائلپور سے یہ تحریری اطلاع بھجوائی کہ۔

"حالات نہایت مخدوش ہیں۔ ہر احمدی گھر پر ہر لحظہ حملہ متوقع ہے کل جناب ایکسپریس ۳۰۔ ۳۵ منٹ تک چنیوٹ میں روکے رکھی اور ہر ڈبہ میں احمدیوں کی تلاشی لی گئی تاکہ انہیں باہر نکال کر مار دیا جائے۔ چنیوٹ پولیس یا فوج کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ گاڑی جب لائلپور پہنچی تو سگنل سے باہر روک لی گئی اور تین گھنٹہ تک روکے رکھی بالآخر گولی چلانا پڑی"۔

۴/ مارچ۔ اس دن چنیوٹ گورنمنٹ گرلز سکول کی معصوم احمدی بچیوں کو جوتیوں سے پیٹا

---

[۱] مکتوب بحضور حضرت مصلح موعود مرسلہ حکیم عبدالرحمان صاحب شمس سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ شورکوٹ (مورخہ ۱۱/ مارچ ۱۹۵۳ء) [۲] کارڈ مولوی عبدالرحیم صاحب عارف بنام حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ ربوہ (۱۸/ مارچ ۱۹۵۳ء)

گیا۔ رات کو لڑکوں کا جلوس شہر میں گشت کرتا اور ہندوستان زندہ باد اور پاکستان مردہ باد کے نعرے لگاتا رہا۔

۵ر مارچ ۔ صبح کو لائلپور جانے والی چناب ایکسپریس جب ربوہ ٹھہری تو انجن پھولوں سے سجا ہوا تھا اور سواریوں کے ہاتھ میں مطبوعہ اور دستی اشتہارات تھے جن پر "بناوٹی نبی مردہ باد" "مرزائیوں کو اقلیت قرار دو" "ظفراللہ کو اتار دو" "مجاہد بنو" کے الفاظ درج تھے گاڑی میں نعرے بھی لگائے گئے۔ جن سے ملک میں ابھرنے والے فتنہ کے نئے رجحانات کی نشان دہی ہوتی تھی۔

مرکز میں لاہور اور سیالکوٹ سے بعض احمدیوں کی شہادت کی اطلاعیں پہنچیں جس پر شام کو وزیرِ اعظم پاکستان، پنجاب کے چیف سیکرٹری، ہوم سیکرٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس کو تار دیئے گئے جن میں لاہور اور سیالکوٹ کے احمدیوں کی تشویشناک صورتِ حال سے مطلع کیا گیا تھا۔ ایک تار حفاظتِ ربوہ کے انتظامات کے لیے ڈپٹی کمشنر صاحب جھنگ کو بھی دیا گیا۔

انسپکٹر صاحب پولیس اور ایس۔ ڈی۔ ایم صاحب چنیوٹ نے بعض احمدیوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے بچوں کا سرِ دست ہنگامی حالات میں ربوہ کے سکول میں آنا اور جانا بند کر دیں۔ خطرہ ہے کہ کوئی نقصان نہ ہو جائے۔

آج بھی چنیوٹ میں جلوس نکلا جس میں دو تین ہزار مرد اور سو کے قریب عورتیں بھی شامل تھیں چنیوٹ گرلز سکول کی احمدی بچیوں کی فہرست بنائی گئی اور استانیوں نے مشورہ کیا کہ ان کو غنڈوں کے حوالہ کیا جائے گا۔

۶ر مارچ ۔ جناب شیخ محمد حسین صاحب[1] پنشنر سیکرٹری مال و قائم مقام امیر جماعت احمدیہ چنیوٹ نے سب انسپکٹر صاحب پولیس تھانہ صدر چنیوٹ اور پریذیڈنٹ صاحب میونسپل کمیٹی چنیوٹ کو تحریری درخواست دی کہ۔

"جماعت احمدیہ کی بیس پچیس لڑکیاں ایم بی گرلز مڈل سکول محلہ گڑھا میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور اب امتحان سالانہ قریب آ گیا ہے۔ گرلز سکول میں استانیوں کی موجودگی میں حنفی مسلمان لڑکیاں، احمدی...... لڑکیوں کو ہر قسم کی طعن تشنیع اور گالی گلوچ کا مظاہرہ کر کے سخت تنگ کرتی

[1] وفات ۷ر جون ۱۹۷۶ء

ہیں اور دہشت بھی پیدا کرتی ہیں کہ ہم مرزائیوں کو مار ڈالیں گے یہ کریں گے وہ کریں گے۔ لہٰذا مؤدبانہ گزارش ہے کہ فوری طور پر ہماری بچیوں کی حفاظت کا انتظام فرمایا جائے اور دوسری لڑکیوں کو ایسی شنیع حرکات کرنے سے روکنے کا انتظام فرمایا جائے مگر اس درخواست پہ کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

اسی روز جماعت احمدیہ چنیوٹ کے ایک وفد نے انچارج صاحب تھانہ چنیوٹ کو یہ عرض داشت بھی پیش کی کہ آج جمعہ کی نماز سب احمدی اپنی بیت الذکر میں ادا کریں گے۔ خبریں آرہی ہیں کہ مشتعل نوجوانوں کو شرارت کے لیے اکسانے کے علاوہ چاقو، چھرے وغیرہ سے مسلح کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اس لیے احمدی حلقوں اور احمدیہ بیت الذکر کی حفاظت کا بندوبست کر کے ممنون فرمائیں۔ انچارج صاحب نے احمدی وفد سے وعدہ کیا کہ میں ابھی دو تین سپاہی احمدیہ بیت الذکر کے لیے بھیجتا ہوں مگر موقعہ پر نہ صرف ایک سپاہی بھی نہیں بھیجا گیا بلکہ پولیس نے احمدی حلقوں کا گشت کرنا بند کر دیا۔

نماز جمعہ کے بعد شیخ محمد حسین صاحب اور چوہدری جمال الدین صاحب[1] A. D. M. سے ملے انہوں نے دورانِ گفتگو کہا "آپ اطمینان سے اپنے گھروں کو بند کر کے بیٹھے رہیں اگر میں نے پولیس کو لگایا تو اشتعال زیادہ ہوگا میں نے شہر کے بڑے بڑے لوگوں کو تنبیہ کر دی ہے کہ احمدیوں کو کچھ نہ کہا جائے اور نہ نقصان کیا جائے اگر کسی احمدی کا نقصان ہوا تو ایک نہیں ہزار گولی چلاؤں گا۔ آپ گھروں میں بیٹھیں جلوس اور بازار میں نہ جائیں۔"

اس ملاقات کے چند منٹ بعد دس پندرہ ہزار کا ایک جلوس A. D. M. کے پاس پہنچا جس میں احمدیوں کو شدید گالیاں دی جارہی تھیں اور اشتعال انگیز نعرے لگا رہے تھے۔

کانڈیوال میں صرف ایک گھر احمدی کا تھا جسے لوٹنے کی کوشش کی گئی۔

اسی روز قریباً ۲ بجے دوپہر کیپٹن چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ (مقیم دارالنصر ربوہ) چنیوٹ سے بذریعہ لاری ربوہ آرہے تھے کہ ایک شخص نے جو لاری میں بیٹھا ہوا تھا دریا عبور کرتے ہی کہا کہ ۸ تاریخ کو ربوہ پر حملہ ہوگا اس حملہ میں فرنٹیئر کے پٹھان بھی شامل ہوں گے۔"

---

[1] وفات ۱۸ رمئی ۱۹۸۷ء بمقام لندن

۷ ,مارچ ۔ ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر بابو بشیر احمد صاحب سے صبح کو بذریعہ تار کسی نے پوچھا کہ "سنا ہے مرزا بشیر الدین کو لاہور میں گولی مار دی گئی ہے" اسٹیشن ماسٹر صاحب نے تردید کی تو پھر اس نے کسی اور اسٹیشن سے رابطہ قائم کیا اُسے جواب ملا کہ بات درست ہے مگر بشیر احمد جھوٹ بولتا ہے بابو صاحب نے یہ بات بھی سُنی ۔

پولیس افسر صاحب چینوٹ نے بعض احمدیوں سے کہا کہ " اب ہمیں بہت خطرہ ہو گیا ہے اس لیے آپ اپنی حفاظت خود کریں " چینوٹ کے ایک احمدی عطاء اللہ خاں صاحب نے اطلاع دی کہ " انچارج تھانہ اے ڈی ایم وغیرہ وغیرہ عاجز آ چکے ہیں تمام احمدیوں کے گھر خدا کے بھروسہ پر ہیں ۔"

قبل ازیں لالیاں کے حالات کنٹرول میں تھے مگر چینوٹ کے ۱۵ ,۱۶ افراد نے لالیاں میں بھی یکایک اشتعال کی فضا پیدا کر دی ۔ چنانچہ ۷ ,مارچ کی صبح یہاں ۲½ ہزار کے ایک ہجوم نے جناب ایکسپریس کو روک لیا اور انجن پر چڑھ کر مختلف قسم کے نعرے لگائے گئے ۔ مولوی عبدالحق صاحب بد و ملہی کے بیان کے مطابق یہ نعرے تھے :۔ " ہندوستان زندہ باد ۔ پاکستان مردہ باد " پولیس سب کچھ دیکھنے کے باوجود بے بس ہو کر کھڑی رہی ۔

۸ ,مارچ ۔ ربوہ کے جنوب مشرقی جانب ایک گاؤں چھنباں ہے جس کے معزز غیر احمدیوں نے ان ایام میں بہت اچھا نمونہ دکھایا ۔ اور نہ صرف اہل ربوہ کو اس گاؤں سے باقاعدگی کے ساتھ دودھ پہنچتا رہا بلکہ ربوہ کے بعض احمدی دکاندار وہاں روزانہ جاتے اور دودھ لاتے رہے ۔ ۸ ,مارچ کو ایک سپاہی نے انہیں یہ کہکر بائیکاٹ پر اکسانا چاہا کہ ربوہ میں خطرہ ہے ۔ دودھ وغیرہ کوئی چیز وہاں لے کر نہ جاؤ لیکن چھنبی کے شرفاء قطعاً بائیکاٹ پر آمادہ نہ ہوئے ۔

محلہ دارالیمن ربوہ کے بعض احمدی احباب اپنی مستورات اندرون شہر چھوڑ گئے تھے ۔ ۸ ,مارچ کو یہ دوست اپنی خواتین بحفاظت واپس اپنے محلہ میں لے آئے ۔ سوائے ایک کے جن کی نسبت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ (جنرل پریذیڈنٹ) نے حضور کی خدمت میں اگلے روز اطلاع دی کہ " آج انہوں نے تحریر لکھ دی ہے کہ وہ آج مستورات کو واپس لے جائیں گے ۔ پریذیڈنٹ محلہ کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ ان کی واپسی پر رپورٹ کریں ۔"

لالیاں سے ڈاکٹر فضل حق صاحب صدر جماعت احمدیہ نے اطلاع دی کہ

"آج صبح سے لوگ جمع ہونے شروع ہوئے اس وقت جلوس نکل رہا ہے اور نعرے لگ رہے ہیں پبلک میں اشتعال پایا جاتا ہے۔ شرفاء پُرامن رہنے کی تلقین کر رہے ہیں لیکن مفسد پرداز باز نہیں آرہے ...... جماعت کے حوصلے خدا کے فضل و کرم سے بلند ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہے ہمیں معلوم نہیں کہ اُن کے کیا ارادے ہیں ہم ہر قربانی کے لیے تیار ہیں۔"

حضرت مصلح موعود نے اس رپورٹ پر اپنے دستِ مبارک سے لکھا "جزاکم اللہ احسن الجزاء۔"

۹ر مارچ۔ مرکز کی طرف سے چھ کارکنان گوجرانوالہ، لائلپور، لاہور، سیالکوٹ، چنیوٹ اور سرگودہا کو مفصل ہدایات دیکر روانہ کیے گئے۔

شام کو نظارت امور عامہ میں حسب ذیل رپورٹ موصول ہوئی کہ :۔

"ربوہ کا سب سے پہلے بائیکاٹ کوٹ امیر شاہ[1] کے آدمیوں نے کیا پہلے پہلے دودھ بند کیا پھر دوسری اشیاء۔ صرف چارہ بعض ہمارے دوست لے آتے تھے آج شام کو جب ہمارے ربوہ کے دوست یعنی غلام حسین گڈے والے کے آدمی چارہ لینے کے لیے گئے تو گاؤں کے آدمیوں نے انہیں چارہ کاٹنے سے منع کر دیا اور کہا کہ ...... شاہ کا آدمی رجوعہ سے آیا ہے کہ ربوہ والوں کا پورا پورا بائیکاٹ کر دیا (گیا) ہے اس لیے چارہ وغیرہ نہیں مل سکتا۔"

مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مبلغ بلاد عربیہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ ان دنوں احمد نگر کے پریذیڈنٹ تھے۔ آپ نے فسادات کے دوران نہ صرف احمد نگر اور اس کے قرب و جوار میں آباد احمدیوں کو چوکس، مستعد اور بیدار رکھا بلکہ مرکز کو احمد نگر اور اس کے ماحول لالیاں، کوٹ قاضی۔ مل پیرا بیکوکے۔ کوٹ امیر شاہ وغیرہ کی رپورٹ بھجواتے رہے۔ ۹ر مارچ سے آپ نے حضرت سیدنا المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت اقدس میں براہ راست روزانہ دو وقت اطلاعات پہنچانے

---

[1] ایک گاؤں جو کہ ربوہ سے متصل شمالی جانب واقع ہے۔

کا انتظام بھی کر دیا۔

اس روز حضور کی خدمت بابرکت میں آپ کی حسب ذیل پہلی رپورٹ موصول ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدکم اللہ بنصرہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

احمد نگر میں جماعت کے افراد کو اپنی حفاظت اور مستعدی کے لیے کہا گیا ہے خدام الاحمدیہ کے ماتحت نوجوانوں کی تنظیم کی جاچکی ہے۔ بہت سے انصار بھی اس تنظیم سے ملحق ہیں مضبوط آدمی یہاں پر ۸۰ ہیں۔ کل تعداد مردوں کی ۱۵۰ کے قریب ہے

مقامی غیر احمدی صاحبان کے چار پانچ لیڈر ہیں۔ دو یہاں کے پیروں میں سے ہیں۔ ایک سربراہ نمبردار[1] ہیں اور ایک برانچ پوسٹماسٹر ہیں[2]۔ وہ مسلم لیگ کے بھی ممبر ہیں۔ تین دن قبل ہمارا ایک اجتماع ہوا تھا۔ جس میں ان لوگوں نے اقرار کیا تھا کہ ہم ہر حالت میں جماعت احمدیہ کے ساتھ ہیں اور کسی صورت میں فساد میں حصہ نہ لیں گے اور نہ کسی کو حصہ لینے دیں گے۔ ہم نے بھی اپنی طرف سے پورے طور پر ان کی حفاظت کا یقین دلایا تھا۔

کل صبح ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے بعض لوگ ڈر کی وجہ سے احمد نگر سے باہر جا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ سب لوگوں کو جمع کریں میں انہیں ہر طرح تسلی دلاتا ہوں۔ وہ سب پیر خادم حسین صاحب کے مکان پر جمع ہوئے۔ جماعت کی طرف سے چھ سات آدمی ہم وہاں گئے اور باہمی سمجھوتہ ہوا کہ احمد نگر میں ہم سب مل کر ہر قیمت پر امن قائم رکھیں گے۔ اس سے انہیں بھی اطمینان ہو گیا۔ انہوں نے چار ممبر اپنی طرف سے مقرر کیے۔ اور چار ہمارے

---

[1] عیسیٰ صاحب [2] رحمت علی صاحب

مقرر ہوئے جن کا کام امن قائم کرنا ہوگا۔ غیر احمدیوں نے اس کمیٹی کے صدر کے لیے مجھے ہی منتخب کیا ہے۔ ہماری طرف سے اس کمیٹی میں چوہدری غلام حیدر[1] صاحب، قریشی محمد نذیر صاحب[2]، چوہدری علی شیر صاحب اور مولوی ظفر محمد صاحب[3] اور خاکسار مقرر ہوئے ہیں۔

جماعتی مقامی انتظامات میں عام تنظیم اور خدام کی اعلیٰ نگرانی قائد احمد نگر مولوی عبد المنان صاحب[4] قادر آبادی کے سپرد ہے۔ اور مولوی شریف احمد صاحب خالد گجراتی دفاعی انتظامات کے نگران ہیں.....

کل شام سے پانچ سپاہی پھر احمد نگر میں آ گئے ہیں انہیں اپنی نگرانی میں ایک کمرہ میں ٹھہرایا گیا ہے۔ ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام جماعت کے زیر انتظام کیا جا رہا ہے۔ آج غیر احمدی حلقوں میں ایک افواہ ہے کہ میانوالی کے پٹھانوں کا تین ہزار کا ایک جتھہ پیدل آ رہا ہے اور وہ جتھہ سرگودہا پہنچ چکا ہے۔

ایک غیر احمدی نے خبر دی ہے کہ مہر محمد محسن صاحب[5] نے اس تحریک میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ اس وقت چنیوٹ سے دو تین آدمی گاؤں کے لوگوں میں پراپیگنڈا کر رہے ہیں اور جھوٹی خبروں سے انہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کا پورا پتہ کر کے انشاء اللہ اطلاع دی جائے گی۔

آج سے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ انشاء اللہ حضور کی اقدس میں روزانہ دو وقت احمد نگر کی رپورٹ براہ راست بھی بھیجی جایا کرے گی انشاء اللہ

یہاں پر مردوں، عورتوں اور بچوں سب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورا حوصلہ اور ہمت ہے۔ حضور کے اعلانات روزانہ بیت الذکر میں سنائے جاتے ہیں۔

خاکسار خادم ناچیز ابو العطاء جالندھری ۱۲ بجے دن ۳/۵۳ ۹

---

[1] سپرنٹنڈنٹ جامعہ احمدیہ وفات ۲۴ مئی ۱۹۸۱ء [2] استاد جامعہ احمدیہ وفات ۲ جنوری ۱۹۷۰ء [3] استاد جامعہ احمدیہ وفات ۲۹ اپریل ۱۹۸۲ء [4] مربی سلسلہ احمدیہ (وفات ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۸ء) [5] "مہر محمد حسن" ایم ایل اے لالیاں۔

اسی روز چنیوٹ سے جمال الدین احمد صاحب کی یہ رپورٹ پہنچی کہ :۔

"موضع کوٹ خدایار جو چنیوٹ سے تین میل پر ہے وہاں صرف ایک دو گھر احمدی ہیں اور انہیں کل سے سخت پریشان کیا جا رہا ہے انہوں نے ایک درخواست انچارج تھانہ چنیوٹ کے نام ارسال کی ہے مگر وہ فوری توجہ اور ضروری امداد کے مستحق اور خطرہ میں ہیں"

"راہ گزرتے احمدیوں پر آوازے کسے جاتے ہیں، گالیاں دی جا رہی ہیں اور مختلف افواہیں گرم ہیں۔ لوٹ مار اور قتل و غارت آگ کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں عملی طور پر چنیوٹ میں کوئی نقصان احمدیوں کا نہیں ہوا"

لالیاں کے احمدی اس روز شدید خطرے سے دوچار ہو گئے کیونکہ مخالفین نے بیت الذکر میں جمع ہو کر احمدیوں کے مکانوں کو جلانے اور لوٹنے کا جو منصوبہ باندھا تھا اُس کا آغاز کر دیا گیا چنانچہ ڈاکٹر فضل حق صاحب پریذیڈنٹ جماعت نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں اس منصوبہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھا :۔

"ہماری دعاؤں سے خاص طور پر امداد فرمائیں۔ مقامی دوستوں کے رشتہ دار اکٹھے ہو کر ان کے پاس جاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں تم قتل کیے جاؤ گے ورنہ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ انہیں دن رات ڈرا دھمکا رہے ہیں۔ مہاجروں کو بھی دھمکی دے رہے ہیں ہم ساری رات جاگتے رہتے ہیں کاروبار بند پڑے ہیں مگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین ہے انشاء اللہ ہم اللہ تعالیٰ کے رستہ میں ہر قربانی کے لیے تیار ہیں آپ ہماری پشت نہیں دیکھیں گے۔ بہر کیف آج ان کے ارادے انتہائی خطرناک ہیں اللہ تعالیٰ فتنہ پردازوں کے ارادوں میں ان کو ناکام کرے ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قربانی کا موقع دیا ہے حضور دعاؤں میں یاد رکھیں میں آج اپنا چندہ مبلغ پچاس روپیہ بھی سیکرٹری مال شیخ مہریار صاحب کے ذریعہ بھیج رہا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی اس لحاظ سے سُرخرو ہو جاؤں میرے ذمہ کوئی بقایا نہ ہو۔ برادرم میر احمد صاحب ولد میاں احمد دین صاحب زرگر بھی اخلاص سے کام کر رہے ہیں"

۱۰ مارچ۔ چنیوٹ، ربوہ، بھینی اور کچھی وغیرہ مقامات سے اطلاعات کی فراہمی چوہدری صلاح الدین احمد صاحب[1] سابق ناظم جائیداد کے سپرد تھی جو اپنی رپورٹیں ان دنوں باقاعدہ ناظر

---

[1] وفات ۲۴ فروری ۱۹۸۷ء

اعلیٰ صاحب کو اور اس کی نقل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور بھجواتے تھے۔ چوہدری صاحب موصوف نے رپورٹ دی کہ:۔

"آج ملک احمد خاں صاحب کو چٹھیاں دے کر رجوعہ بھیجا گیا ...... سید غلام محمد شاہ سابق ایم ایل اے ابن سیّد سردار حسین شاہ و مہر شاہ سے ملاقات ہوئی۔ میری چٹھی پڑھ کر ان ہر دو نے اس امر سے انکار کیا کہ انہوں نے لوگوں کو دودھ وغیرہ لے جانے سے روکا ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی قسم کے بائیکاٹ کی ترغیب دلائی ہے۔ سید غلام محمد شاہ صاحب نے یہ بھی کہا کہ شاید ان کے والد صاحب نے مزارعان وغیرہ کو اس ضمن میں کچھ کہا تھا نیز اس نے کہا کہ "آپ بھی ہم سے ناراض ہیں اور چنیوٹ والوں نے بھی کل ہمارا جنازہ نکالنا ہے۔ اس وجہ سے کہ ہم گرفتار نہیں ہوئے"۔

"بھٹہ جات سے چار پتھیرے جو چنیوٹ کے ہیں وہاں بھجوائے گئے۔ انہوں نے وہاں اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ اگر ۱۱ مارچ ۱۹۵۳ء کو کوئی خطرہ ہے تو کیا ہم وہاں سے چلے آئیں اُن کے رشتہ داروں نے جواب دیا کہ ربوہ پر کون حملہ کر سکتا ہے اور کس کی طاقت ہے۔ پتھیروں نے کہا کہ پھر بھی اپنے ذمہ دار آدمیوں سے پوچھ لو ہم بھی بیچ میں یونہی نہ مارے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے شرارتی عناصر سے پوچھا جنہوں نے جواب دیا کہ ربوہ پر حملہ کیسے ہو سکتا ہے چنیوٹ والے تو سب بزدل ہیں اور ربوہ کی طرف کوئی مُنہ نہیں کرتا"۔

"جس قدر اطلاعات حاصل ہوئی ہیں اُن سے میرا تأثر یہ ہے کہ ۱۱ مارچ ۱۹۵۳ء والی بات یعنی حملہ کی صورت بہت مشکل ہے ویسے دیہات میں زہر پھیلانے کی کوشش جاری ہے۔ موضع چھنی کے علاوہ کھچی کی طرف سے بھی کسی قدر دودھ آنا شروع ہو گیا ہے"۔

چنیوٹ سے آمدہ (صبح سات بجے) کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ:۔

"سُنا ہے کہ رجوعہ سے آنے والے لوگوں نے شہر کے کارکنوں سے مل کر یہ پروگرام بنایا ہے کہ احمدیوں کو مجبور کر کے کیمپ کی صورت میں تبدیل کرا دیا جائے اور شہر سے نکلوا دیا جائے"۔

"باہر سے بلائے گئے رضاکاروں اور عوام کے ذریعہ سے فساد، لوٹ مار وغیرہ کرانے کا پروگرام بن رہا ہے اور علانیہ کہا جا رہا ہے کہ پولیس کا جبکہ پہرہ شہر پر نہیں ہے۔ رائفلوں

والے اب جاچکے ہیں اب کس کا ڈر ہے اور کب تک انتظار کرو گے"

احمدیوں کو کیمپ میں رکھنے کی تجویز انتہائی شر انگیز تھی جس کا فوری نوٹس حضرت مصلح موعود نے لیا اور ارشاد فرمایا "فوراً اس کے متعلق ڈی سی کو لکھا جائے اور تار دی جائے" چنانچہ دفتر امور عامہ کی طرف سے اس کی تعمیل کی گئی۔

میاں فرزند علی صاحب ملازم تعلیم الاسلام ہائی سکول نے تحریری بیان دیا کہ وہ صبح بجے چنیوٹ کی منڈی میں گئے تھے۔ تین چار آدمیوں نے انہیں زدوکوب کیا اور پکڑ کر منڈی سے باہر نکال دیا۔

اسی روز ½۸ بجے شام ربوہ میں ایک سہ رکنی اصلاحی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے سیکرٹری مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ مقرر ہوئے۔ کمیٹی کے پہلے اجلاس میں ربوہ کے داخلی انتظام کے سلسلہ میں متعدد اصلاحی فیصلے کیے گئے اور قرار پایا کہ (۱) اجلاس کے لیے آئندہ کورم دو ممبران کا ہوگا (۲) بعد نماز عصر کمیٹی کا بشرط ضرورت اجلاس ہوگا (۳) سرسری بیان لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (۴) اجلاس بیت مبارک میں ہوا کرے گا۔

۱۱ مارچ۔ پچھلے چند دنوں سے ربوہ پر حملہ ہونے کی افواہیں زور شور سے پھیل چکی تھیں اس لیے اس روز مولانا ابوالعطاء صاحب نے احمد نگر سے خاص طور پر لالیاں، کوٹ قاضی، مل پھرا یکوکے اور کوٹ امیر شاہ وغیرہ دیہات میں بعض احمدی و غیر احمدی معزز دوستوں کو خبر رسانی کے لیے بھیجا۔ احمد نگر کے مقامی غیر احمدیوں سے معلوم ہوا کہ ابھی تک انہیں کوئی پختہ اطلاع نہیں البتہ عورتوں کے ذریعے یہ افواہ پہنچی کہ گیارہ مارچ کو ربوہ پر حملہ ہوگا۔ اس متوقع خطرہ کے پیش نظر سیدنا حضرت مصلح موعود نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب، اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا چنانچہ حضور نے قائمقام ناظر امور عامہ کے ایک مراسلہ پر اپنے قلم مبارک سے لکھا "میاں بشیر احمد صاحب، مولوی ابوالعطاء، شاہ صاحب مجھ سے جلد ملیں تا ڈیفنس کے بارے میں غور کر لیا جائے"

اطلاع ملی کہ ایک باوردی شخص جو اپنے آپ کو گورنمنٹ کا آدمی ظاہر کرتا ہے اور گھوڑ سوار ہے۔ ربوہ سے ½۵ میل کے فاصلہ پر موضع ڈاور کی طرف پھر رہا ہے اور لوگوں کو ربوہ کیطرف

دودھ لانے سے روک رہا ہے اس نے یہ افواہ بھی پھیلائی ہے کہ ربوہ والوں نے دودھ پہنچانیوالی خواتین میں سے ایک کو بُری طرح ہلاک کر دیا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی صداقت نہ تھی۔

۱۲ مارچ۔ پتہ چلا کہ موضع کچھی اور ملحقہ دیہات کے لوگوں پر ربوہ کا معاشی بائیکاٹ کرنے کے لیے سخت دباؤ ڈالا جا رہا ہے مگر اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوسکی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض دیہات میں یہ مشہور کیا جا رہا ہے کہ ربوہ میں گندم اور مکی کی گاڑیاں آگئی ہیں نیز دودھ گھی وغیرہ بھی بذریعہ ریل بہتات کے ساتھ پہنچ رہا ہے اس لیے بائیکاٹ کرنے والے صرف اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

چنیوٹ سے چوہدری جمال الدین احمد صاحب نے مفصل رپورٹ بھجوائی کہ یہاں آج احمدیوں کے خلاف مکمل اقتصادی بائیکاٹ شروع ہو گیا ہے۔ اس دن دکانوں پر بورڈ لگایا گیا کہ "مرزائی اصحاب سے سودا مانگ کر شرمندہ نہ ہوں" بازار میں والنیٹرز گھومنے لگے جو دکانداروں کو احمدیوں کے پاس سودا فروخت کرنے سے منع کرتے تھے اور ۵۰ روپے جرمانہ کی دھمکی دیتے یا دکان لوٹ لینے کی۔ احمدی دکانداروں کو سودا اور پھل دینے سے منع کر دیا گیا۔ ایک احمدی بابا فضل الٰہی صاحب آٹا پسوانے کے لیے گئے تو مشین والوں نے انکار کر دیا۔

فضا یکدم زیادہ خراب ہو گئی۔ اشتعال بڑھ گیا۔ بعض احمدی دکانوں پر پتھراؤ کیا گیا کھلم کھلا تشدد یعنی احمدیوں کو قتل کرنے یا مرتد کرنے کے لیے دھمکیاں دی جانے لگیں۔ اور ان کے مکانوں کو نذرِ آتش کرنے کے ارادے ظاہر کیے جانے لگے اور شہر مکمل طور پر انارکی کی لپیٹ میں آگیا جس کا اثر اردگرد کے دیہات میں بھی پوری سرعت سے پھیل گیا۔

سیکرٹری صاحب امور عامہ جماعت احمدیہ چنیوٹ نے بھی اس دن جو ابتر اور تشویشناک حالات مرکز میں ارسال کیے ان کے آخر میں لکھا کہ " ایسے حالات میں جماعت بے بس ہے چند روز میں بھوک کا شکار ہونا شروع ہو جائیں گے نیز اپنے گھروں میں ہر وقت اندر ہی خطرناک حالات کی بناء پر رہتے ہیں مجبوری کے وقت بازار میں جاتے ہیں ہماری حالت قابلِ رحم ہونے والی ہے خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ جلد مدد کے لیے پہنچے۔"

حضرت مصلح موعود نے اس رپورٹ پر اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا۔

"احمدی ہو کر کیا آپ سمجھتے تھے کہ آپ کے گلے میں ہار پہنائیں گے کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے گلے میں ہار پڑے تھے"؟

۱۴ مارچ - چنیوٹ میں بعد نماز جمعہ جلوس نکلا جس میں شامل ہونے والوں کی تعداد قریباً ۳ ہزار تھی۔ ملٹری کے سپاہی اڈے سے گزرے تو ان کے خلاف نعرے لگائے گئے۔

شیخ محمد حسین صاحب قائمقام امیر جماعت احمدیہ چنیوٹ نے سب انسپکٹر صاحب کو جماعت کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں مجبور ہوں میری پشت پر کوئی نہیں۔ سپاہی جواب دے چکے ہیں فورس طلب کی تھی وہ مل نہیں رہی ایک دوسرے تھانیدار صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے آدمیوں کو ربوہ کیوں نہیں بھیج دیتے؟

ساڑھے چار بجے شام کی رپورٹ موصول ہوئی کہ "غیر احمدی مستورات اپنے تعلق والے گھروں کو از راہ ہمدردی آگاہ کر رہی ہیں کہ آج حملہ ہوگا اور رات کو آگ وغیرہ لگے گی"۔

آج لالیاں میں باہر سے آنے والے ایک مولوی صاحب نے خطبہ جمعہ میں یہ کہکر اشتعال دلایا کہ فلاں جگہ اتنے مسلمان مارے گئے اور فلاں جگہ اتنے۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو کم از کم مرزائیوں سے بائیکاٹ ہی کر دو پھر لوگوں سے اقرار لیا اور ہاتھ اٹھوائے۔ لالیاں کے مقامی خطیب نے کہا کہ لوگ ہاتھ اٹھاتے ہیں عمل نہیں کرتے اس پر ایک مہاجر نے کہا کہ جو عمل نہ کرے اس کو سزا دیجائے یاد رہے ایک رپورٹ کے مطابق انہی دنوں اہل چنیوٹ نے لالیاں والوں کو مہندی اور چوڑیاں بھجوائیں۔

پولیس کے بعض سپاہی احمد نگر میں متعین تھے جو فراغت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور رسالے پڑھتے رہتے تھے ان میں سے بعض نے اس روز یہ اظہار کیا کہ ہم پر وفاتِ مسیح کا مسئلہ تو بالکل کھل گیا ہے اور حضرت مرزا صاحب کا مبلغ اسلام ہونا بھی ہمیں مسلّم ہے مگر مسئلہ نبوت ابھی تک واضح نہیں ہوا۔

احمد نگر کے احمدیوں نے ہنگامی حالات کی وجہ سے اس روز جمعہ بھی گھروں میں ہی ادا کیا اور حضرت مصلح موعود کا تازہ خطبۂ ربوہ کا خلاصہ احباب تک پہنچا دیا گیا۔

۱۴ مارچ - جامعہ محمدیہ شریف[1] (ضلع جھنگ) کے طلبہ نے ربوہ اور احمد نگر کے مضافات میں دورہ کر کے لوگوں کو احمدیوں کے سوشل بائیکاٹ کی تلقین کی۔ بعض جگہ انہوں نے یہ بھی کہا وزیر اعلیٰ پنجاب (میاں ممتاز محمد خان دولتانہ) ہمارے ساتھ ہیں۔

چنیوٹ میں جلوس نکالا گیا نیز احمدیوں کا بائیکاٹ کرنے پر زور دیا گیا اور دکانداروں سے کہا گیا کہ جو "مرزائیوں" کو سودا دیتا پکڑا گیا اس کا منہ کالا کر دیا جائے گا۔

بُرجی اور دیگر دیہات میں یہ افواہیں پھیلائی گئیں کہ جو شخص ربوہ جاتا ہے قتل کر دیا جاتا ہے۔ جو بالکل سفید جھوٹ تھا۔

معلوم ہوا کہ میانوالی سے جس جتھہ کے چنیوٹ پہنچنے کی خبریں آ رہی تھیں اُسے سرگودھا سے ہی واپس کر دیا گیا ہے نیز جتھہ کے بعض لوگوں کو گرفتار کر کے شاہ پور میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

۱۵ مارچ - ماحولِ ربوہ کی بعض اطلاعات سے معلوم ہوا کہ عوام میں احراری ایجی ٹیشن کے خلاف نفرت کی ایک رَو پیدا ہو رہی ہے اور یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ احرار نے یہ قدم اٹھا کر بُرا کام کیا ہے۔

۱۶ مارچ - اس دن ربوہ کے ایک احمدی دودھ فروش بعض دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ربوہ کے قریبی گاؤں (ستی والا) سے دودھ لیے آ رہے تھے۔ کہ ۵، ۶ آدمیوں نے ان پر حملہ کر کے دودھ کا برتن چھین لیا۔ اور پھر پورے گاؤں کو اکٹھا کر لیا ہجوم میں کوئی کہتا ان کو قتل کر دو۔ کوئی کہتا ان کو گڑھا کھود کر دفن کر دو۔ ایک شخص جو اپنے آپ کو سپاہی ظاہر کرتا تھا کہنے لگا کہ اگر انہیں یہاں قتل کر دیا جائے تو حکومت ذمہ دار نہ ہو گی۔ بہت دیر تک یہ ہنگامہ جاری رہا۔ آخر بڑی مشکل سے یہ لوگ ربوہ پہنچے مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی محتسب ربوہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت مصلح موعود کی خدمت میں پہنچاتے ہوئے لکھا:۔

"اس واقعہ کی اطلاع انچارج تھانہ لالیاں کو کر رہا ہوں کہ وہ انسداد فرمائیں یہاں کی c.t گارد

---

[1] دریائے چناب کے دوسرے کنارے چنیوٹ جھنگ سڑک پر ایک سنّی درگاہ مہتمم و بانی مولوی محمد ذاکر صاحب۔ تاریخ بنیاد ۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۳۳ء

کو توجہ دلائی جائے تو وہ پروا نہیں کرتی کہ یہ کام تھانہ والوں کا ہے کوٹ امیر شاہ کے ایک شخص ... نے آکر کہا تھا کہ مجھے روکتے اور دودھ گراتے ہیں ۔ C. P کے سپاہی نے کہا یہاں آکر کیوں بتاتے ہو چنانچہ دوسرے روز .... واس) کا منہ کالا کر کے اُسے کوٹ امیر شاہ میں مارا گیا ۔ کسی مشتبہ آدمی کو بھی C. P اُسے احمد نگر گارد کے پاس بھیجنا پڑتا ہے "

لالیاں سے تحریری اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے جو ایک مقامی باثر شخصیت کا کاردار تھا ڈاکٹر فضل حق صاحب پریذیڈنٹ کے بیٹے عطاء الحق سے کہا کہ

" ہوش کرو ۔ چند دن اور گھوم پھر لو قتل کر دیئے جاؤ گے "

ان ہر دو ناخوشگوار واقعات کے علاوہ مضافاتِ ربوہ میں عام طور پر یہ دن سکون و امن سے گزرا ۔

۱۷ مارچ ۔ اس روز ڈاکٹر فضل حق صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لالیاں کا خط حضور کی خدمت میں موصول ہوا جس میں یہ خوشخبری لکھی تھی " اب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھل گئے ۔ بالکل سکون ہے ہڑتال بھی ختم ہو گئی ہے "

احمد نگر میں مقیم تین سپاہی بعض ایسے دیہات میں گئے جہاں ابھی تک ربوہ کی طرف دودھ لانے میں روکاوٹیں کھڑی کی جا رہی تھیں ۔ بائیکاٹ کی پشت پناہی کرنے والوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ مزاحمت نہ ہوگی ۔ اس کارروائی کے نتیجہ میں ربوہ کے معاشرتی محاصرہ کے باقی ماندہ اثرات بھی ختم ہو گئے اور دودھ بلا روک ٹوک آنے لگا ۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔ بایں ہمہ ملک کے مختلف مقامات پر یہ خبریں بدستور پھیلائی جاتی رہیں ۔ کہ ربوہ میں ایک لاکھ جتھہ جا رہا ہے بلکہ کمال ڈیرہ سندھ میں یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ ربوہ پر حملہ بھی ہو چکا ہے ۔

۱۸ مارچ ۔ پتہ چلا کہ ضلع سیالکوٹ وغیرہ میں یہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ معاذ اللہ ربوہ کو جلا دیا گیا ہے اور سب احمدی قتل کر دیئے گئے ہیں ۔ اس پراپیگنڈا کا علم ماسٹر حمید احمد صاحب[1] شناسی مقیم ربوہ کے ایک غیر احمدی رشتہ دار کے ذریعہ ہوا جو اس دن دوپہر کے قریب ان کی خیریت دریافت کرنے کو ربوہ پہنچے تھے ۔

۲۰ مارچ ۔ نماز جمعہ کے بعد چنیوٹ میں جلوس نکالا گیا جس میں گوجرانوالہ ، سیالکوٹ اور جڑانوالہ

---

[1] وفات ۹ مئی ۱۹۸۹ء

کے رضا کار بھی شامل تھے ۔ جلوس میں برملا یہ دھمکی دی گئی کہ حکومت اس وقت ہمارے مطالبات منظور کرے گی جب احمدیوں کے گھر جلائے جائیں گے ۔

۱۲، مارچ ۔ چنیوٹ کے احمدیوں کے خلاف بائیکاٹ کی مہم تیز تر کر دی گئی احمدیوں کی دکانیں کھلی تھیں مگر گاہکوں کو وہاں سے سودا خریدنے نہ دیا جاتا ایک احمدی ٹرنک ساز نواب الدین صاحب نے بتایا کہ گاہکوں کو یہ کہکر روکا جاتا ہے کہ یہ مرزائی کی دکان ہے اس سے سودا نہ خریدیں ۔ ایک احمدی کسی غیر احمدی دکاندار سے سودا خریدنے گئے اس نے سودا دے دیا مگر دوسروں نے اسے روک دیا وہ احمدی گھر چلے گئے تھوڑی دیر بعد یہ دکاندار گھی وغیرہ خود احمدی کو دینے جا رہا تھا کہ لوگوں نے اُسے زبردستی منع کر دیا ۔

۲۱، ۲۲، مارچ کی درمیانی شب کو چنیوٹ میں ڈھول بجا کر جلوس نکالا گیا جس میں احمدیت ، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور وزیر اعظم پاکستان کے خلاف گند اُچھالا گیا اور گندے نعرے لگائے گئے ۔

۲۳، مارچ ۔ چنیوٹ سے رپورٹ ملی کہ " سوشل بائیکاٹ تا حال جاری ہے منڈی کے سب آڑھتیوں کی کمیٹی نے منڈی سے احمدیوں کو سودا دینے کے خلاف آڑھتیوں سے وعدے لے رکھے ہیں ۔ لہٰذا منڈی سے احمدیوں کو نہ گندم نہ سبزی دی جاتی ہے ویسے والیں اور سبزی وغیرہ بچوں کے ذریعہ شرفاء سے لے لی جاتی ہے ۔ غنڈوں کے ڈر سے شرفاء بھی احمدیوں کے بڑے آدمیوں کو سودا نہیں دیتے چپکے سے کہہ دیتے ہیں کہ کسی بچہ کو بھیج دینا "



تیسرا باب

اضلاع منٹگمری (ساہیوال) اور لاہور کی احمدی جماعتوں کے واقعات

فصلِ اوّل

ضلع منٹگمری (ساہیوال)

تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب کے فاضل جج اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ۔

"اس ضلع میں کسی قدر اہمیت کے واقعات صرف وہ تھے جو اوکاڑہ میں پیش آئے" [1]

اوکاڑہ کے واقعات کا پس منظر صدر انجمن احمدیہ کے عدالتی بیان میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"۱۹۴۹ء میں احرار نے عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے احمدیوں کو گالیاں دینے اور ان پر ظلم و ستم ڈھانے کے پرانے ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا۔ اور انہوں نے کانفرنسیں کیں جن میں متواتر یہ بیان کیا گیا کہ احمدی واجب القتل ہیں اور ان کا قتل کرنا ثواب کا کام ہے۔ ان زہریلی تقریروں کا نتیجہ اوکاڑہ کے نزدیک ایک احمدی مدرس مسمی غلام محمد کے قتل کی صورت میں برآمد ہوا۔ قاتل نے اقبال کیا کہ اُسے مولویوں کی تقریروں نے قتل پر اکسایا ہے۔ سیشن جج نے قرار دیا کہ اُسے مولویوں کی گزشتہ شب کی تقریروں نے متاثر کیا ہے۔ ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے یہ تقریریں کی تھیں اور جن کے نتیجہ میں قتل کی واردات ہوئی تھی کوئی کارروائی نہ کی گئی۔"

رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء میں لکھا ہے کہ:۔

"۴ مارچ کو تین ہزار کا ایک ہجوم ریلوے اسٹیشن پر پہنچا اور اس نے ڈاؤن پاکستان میل کو تین گھنٹے تک روکے رکھا۔ ہجوم نے ڈبوں کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ ٹرین روکنے والی ویکیم کی زنجیریں توڑ ڈالیں اور مسافر عورتوں کو بے آبرو کیا۔

۸ مارچ کو اوکاڑہ کے قریب ٹیلیگراف کے تار کاٹ دیئے گئے۔ ۳ اپریل کو جامع

---

[1] رپورٹ صفحہ ۱۹۰

مسجد میں چند آتش ریز تقریروں کے بعد عورتوں کا ایک جلوس نکلا جو کچھ کتبے اور جھنڈے اٹھائے ہوئے تھیں۔ پولیس نے کتبے چھیننے کی کوشش کی جس پر پانچ سو آدمیوں کا ایک پُرغیظ ہجوم پولیس پر پل پڑا۔ پولیس اس ہجوم کو پیچھے ہٹا رہی تھی کہ ستر سال کا ایک بوڑھا زخمی ہوا اور ہسپتال میں فوت ہو گیا۔

۸۔ مارچ کا ایک اور واقعہ بھی ہے اگرچہ اس کا ذکر کسی سرکاری بیان میں موجود نہیں لیکن ہمارے نزدیک اس کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ حافظ محمد بخش سیکرٹری جماعت احمدیہ چک نمبر ۴/۲ (نزد اوکاڑہ) اور ان کے کنبے کے اشخاص کو جن میں ایک بی۔ اے اور دوسرا بی۔ اے ایل ایل بی ہے مجبور کیا گیا کہ اپنے عقیدے سے توبہ کریں اور تحریک احمدیہ کے بانی کو گالیاں دیں۔ پھر چار پانچ ہزار کا ایک ہجوم ان کو اُن کے گاؤں سے جامع مسجد اوکاڑہ میں لایا جہاں وہ مولوی ضیاء الدین اور مولوی معین الدین کے سامنے پیش کیے گئے اور ان سے کہا گیا کہ مولویوں کے سامنے اپنے عقائد سے منحرف ہونے کا اعلان کریں۔ الخ[1]

اوکاڑہ کے واقعات چشم دید بیانات کی روشنی میں

۱۔ جناب چوہدری حاکم علی صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ اوکاڑہ نے انہی دنوں اطلاع دی کہ :-

"۴۔ مارچ کی رات ایک احمدی دکاندار شیخ محمد اقبال منیاری فروش کی دکان جو ایک بڑے لکڑی کے کھوکھا میں تھی، لوٹنے کے بعد اُسے آگ لگا دی۔ وہ جل کر راکھ ہو گئی۔ مجسٹریٹ اور پولیس موقع پر پہنچ گئی تھی بعد ازاں شیخ محمد صدیق صاحب آڑھتی کی نئی کوٹھی جو زیر تعمیر تھی اس کے دروازے اور کھڑکیاں جلا دی گئیں۔ ۷۔ مارچ کو حالات زیادہ خراب ہو گئے کیونکہ یہ ٹولیاں تمام رات احمدیوں کے مکانوں کے سامنے ہلڑ بازی، نعرے، گالی گلوچ سے شور مچاتی اور پتھر مارتی رہیں۔ چند گھروں سے احمدیوں کو مسجد میں لایا گیا۔ ۷۔ مارچ صبح شہر کے تمام سکول بند کروا دیئے گئے اور میٹرک کے مقامی تین سنٹروں کے امیدواروں کو بھی پرچہ نہ کرنے دیا اور تمام طلبہ، لڑکے اور دوسرے لوگ جلوس کی شکل میں گلیوں، بازاروں میں نعرے لگاتے رہے احمدیہ بیت الذکر میں بھی پتھر پھینکے۔ شہر میں بہت زیادہ خوف وہراس پھیلایا گیا اور کھلم کھلا اعلان

---

[1] تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۱۹۰ وصفحہ ۱۹۱۔ [2] اصل رپورٹ میں بیت الذکر کی بجائے مسجد کا لفظ ہے (ناقل)

کیا گیا کہ لاہور اور سیالکوٹ کا بدلہ اوکاڑہ میں لیا جائے گا۔ ہمسایوں نے احمدیوں کو عورتوں کے ذریعہ خوف دلانا شروع کیا کہ آج رات احمدیوں کے مکانوں پر حملہ ہوگا اور مستورات اور بچوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ ملنے والوں کے ذریعہ بطور ہمدردی اور خیر خواہی کے کہلایا گیا کہ ہم تعلقات کی وجہ سے صرف آپ کو اطلاع دے رہے ہیں کہ آپ کے مکان پر حملہ ہوگا۔ میرے تعلقات نے مجبور کیا کہ میں خفیہ آپ کو اطلاع دوں ۔ علاوہ ازیں پانچ پانچ دس کی ٹولیوں میں احمدیوں کے مکانوں کے گرد منڈلانا شروع کیا اور کبھی اِس طرف کبھی اُس طرف کھڑے ہو کر آواز کسنے اور مشوروں کی شکل میں باتیں کرنا شروع کر دیا ...... اگلے روز ... بازاروں میں بذریعہ لاؤڈ سپیکر کہا گیا کہ بہت سے مرزائی مسلمان ہو چکے ہیں۔ وہ رات کو یقین دلائیں گے۔ باقی جس مرزائی نے مسلمان ہونا ہو وہ بھی آئے۔ ہم اس کی حفاظت کریں گے اور اس کے بعد وہ ہمارے بھائی ہوں گے۔

رات کو چوہدری غلام قادر صاحب[1] پریذیڈنٹ کے مکان کے دروازہ پر سپرٹ پھینکی گئی۔ لیکن آگ لگنے سے پہلے پتہ چل گیا۔ باقی مکانوں کے متعلق بھی افواہ پھیلائی گئی کہ آج رات آگ لگا دی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے گو آج حالات بہتر ہیں لیکن افواہیں بہت خطرناک اور دہشت ناک قسم کی پھیلائی جا رہی ہیں"۔

۲۔ نصر اللہ خان صاحب باجوہ مالک پٹرول پمپ اوکاڑہ کا بیان ہے :-

۸ر مارچ کا واقعہ ہے ایک جلوس ...... ستلج کاٹن ملز کی طرف سے لاہور جانے کے لیے دیپالپور چوک سے گزرا ...... جب جلوس گزر رہا تھا تو کسی نے بتایا کہ یہ پٹرول پمپ مرزائیوں کا ہے۔ جلوس کے ساتھ پولیس کافی تعداد میں تھی۔ پولیس والوں کو جب علم ہوا کہ جلوس والے پمپ کو توڑنا چاہتے ہیں تو وہ عمداً آگے نکل گئے اس پر جلوس والوں نے پتھر مار کر پٹرول پمپ کی بلڈنگ جس کے تین طرف شیشے لگے ہوئے تھے بالکل برباد کر دیا اور پمپ کو بھی خراب کر دیا۔

۳۔ شیخ محمد صدیق صاحب لکھتے ہیں :-

"آغاز ماہ مارچ ۱۹۵۳ء میں ہمارے خلاف بوجہ احمدی ہونے کے بہت شور و شر تھا اور ہم

---

[1] حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں سے تھے ولادت ۱۸۸۵ء بیعت ۱۸۹۷ء وفات یکم اپریل ۱۹۶۶ء

پر مکان میں ، دکان پر ، چوبارہ پر حملہ کیا گیا ۔ پولیس اور مقامی افسران کو بذریعہ فون مطلع کیا جاتا رہا مگر کوئی امداد نہ ہوئی ۔ آخر ہمسایوں نے حکمت عملی سے ہمیں اندرونِ محلہ کے حملوں سے تو بچالیا مگر محلہ کے باہر ٹیلیفون کے دفتر کے سامنے جو میری کوٹھی زیر تعمیر تھی اس کے دروازے کھڑکیاں اور دیگر عمارتی سامان جلایا گیا اور توڑ پھوڑ کر تباہ کر دیا گیا ۔

۴ ۔ اوکاڑہ کے ایک احمدی دکاندار (شیخ محمد یعقوب صاحب) کا بیان ہے :-

"۶ تاریخ کو میرے لڑکے محمد اقبال صاحب کے کھوکھا کو ہجوم نے آگ لگا دی ۔ میں سات تاریخ کو جائے وقوع پر دیکھنے گیا ۔ تمام سامان وغیرہ جلا ہوا تھا ۔ نقصان کے باعث مجھے از حد صدمہ ہوا ۔ میں خود ضعیف آدمی ہوں ۔ اتنی ہمت نہیں رکھتا کہ صدمات کو برداشت کر سکوں ۔ مجھے ایک سپاہی ہمراہ لے کر اپنے مکان پر چھوڑ گیا ۔ میں وہاں نقصان کے غم میں بیٹھا ہی تھا کہ میرے چند عزیز ...... جائے وقوعہ پر پہنچے ۔ انہیں ہجوم نے گھیر لیا ۔ جس طرح وہ اپنی جان بچا کر واپس پہنچے انہوں نے اپنی داستان سنائی تو اور بھی صدمہ بڑھ گیا ۔ ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ ہجوم ہمارے دروازے پر اکٹھا ہو گیا اور شور ڈالنے لگا کہ اگر تم بچنا چاہتے ہو تو احمدیت سے لاتعلقی کا اعلان کر دو ورنہ تمہارے بچے قتل کر دیئے جائیں گے ۔ عورتیں اٹھالی جائیں گی ۔ ہم نے کچھ روپیہ تقریباً ۲۶،۲۵ لوگوں کو ادھار دیا ہوا تھا ۔ اس کی ادائیگی کے متعلق کہدیا کہ وہ نہیں دیا جائے گا ۔"

۵ ۔ ایک احمدی سوداگر چرم اوکاڑہ نے بیان دیا کہ :-

"میرے پاس میرا بیوپاری سوداگر چرم ...... منٹگمری کئی بار آتا رہتا تھا ۔ شورش کے ایام میں بھی میرے پاس آیا ۔ میرا اور اس کا لین دین تھا ۔ وہ اپنا قرضہ وصول کرنے کی نیت سے آیا تھا ۔ اس نے چھ مارچ کو مجھے کہا کہ اگر تم بچ سکتے ہو تو بچ جاؤ ۔ گھر سے اپنا سامان وغیرہ سنبھال لو اور بال بچوں کو کسی اور جگہ بھیج دو کیونکہ اب پاکستان میں یا مرزائی رہیں گے یا مسلمان ۔ ۱۵۰۰ مسلمان کے حصہ میں ایک مرزائی آتا ہے جو ان سے بچ نہیں سکتا ۔ سات مارچ کو آکر مجھ سے کہا کہ میرا حساب چکا دو کیوں کہ اب تم بالکل ختم ہونے والے ہو ۔ میں نے تقریباً پانچ ہزار روپیہ اس کا دینا تھا جس کو میں نے چمڑا وغیرہ دے کر پورا کر دیا ۔ جونہی وہ اپنا مال اٹھانے لگا دس پندرہ

غنڈے آگئے اور انہوں نے مجھے اور اس کے مال کو جو میں نے اُسے دیا تھا گھیر لیا اور کہنے لگے کہ ہم مرزائیوں کو اور اُن کے مال کو ہرگز نہیں جانے دیں گے ۔ یہ سب مال تحفظ ختم نبوت کیلئے خرچ ہو گا ۔ مظفر مذکور نے مجھے از حد دہشت زدہ کیا اور مجھ پر لین دین کے معاملہ میں بھی اس قدر سختی کی جو بیان سے باہر ہے “۔

۶ ۔ صدر بازار اوکاڑہ کے ایک اور احمدی دکاندار کا بیان ہے کہ :۔

” شورش کے ایام سے ۱۰۔۱۵ دن قبل ہمارا پڑوسی ...... دکاندار صدر بازار اپنے گاہکوں سے یہ کہتا رہتا تھا کہ ۲۲ / فروری کے بعد ان مرزائیوں کو ختم کر دیا جائے گا اور ان کی لڑکیاں اُٹھا کر لے جاویں گے ۔ جو گاہک ہمارے پاس آتا اُسے کہتا کہ مرزائیوں سے کیوں سودا خریدتا ہے ۔ تیرا منہ کالا کر دیا جاوے گا ۔ ۲۳ / فروری کے بعد یہ کہتا رہا کہ صرف ایک دو دن کے یہ مہمان ہیں حتیٰ کہ مارچ کی ۵ تاریخ آگئی صبح دکان کھولتے ہوئے اس نے کہا کہ کل تمام مرزائی ختم کر دیئے جاویں گے ۔ کوئی نظر نہیں آوے گا ۔ اس طرح متواتر ہمیں دہشت زدہ کرنے کی کوشش کی جاتی رہی اور ہمارے مکان میں ہمارا پڑوسی ...... ہمیں بار بار یہ اطلاع دے رہا تھا کہ تمہارے مکان کو آگ لگانے لگے ہیں ۔ تم جلد مسلمان ہو جاؤ ورنہ آگ لگا دی جاوے گی ۔ ۶ / مارچ کو محمد اقبال کی دکان جو لکڑی کے کھوکھا کی تھی جلا دی گئی ۔ اس وقت ہمارے مکان کے قریب مجلس عمل کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہو رہا تھا جس میں مولوی ...... تقریر کر رہا تھا اور پبلک کو اشتعال دلا رہا تھا کہ مرزائیوں کو مار دو ۔ آگ لگا دو ۔ جلا دو ۔ پبلک اشتعال میں آکر نعروں پر نعرے لگا رہی تھی اور اس قدر دہشت ناک صورت تھی کہ ابھی ہمیں ہمارے مکان اور دکان کو آگ لگا دی جائے گی “۔

۷ ۔ ریل بازار اوکاڑہ کے ایک منیاری فروش احمدی نے بتایا کہ :۔

” مورخہ ۷ / مارچ ۱۹۵۳ء بروز ہفتہ جبکہ ہم پر ایک روز قبل ۶ / مارچ بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز مغرب ۷ بجے شام جلوس نے ہمارے مکان پر پتھراؤ کیا اور کھوکھا ملکیتی شیخ محمد اقبال واقع چوڑی گلی ریل بازار کے دروازے اور تختیاں وغیرہ توڑیں تو ہم سب دہشت زدہ ہو کر اپنے مکان کو کھلا چھوڑ کر شیخ رحیم بخش ولد شیخ دیوان احمد ساکن ڈی بلاک کے مکان پر چلے آئے تھے

ہمارے آنے کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد کھوکھا مذکور کو آگ لگا دی گئی تھی۔ صبح سات مارچ کو تقریباً گیارہ بجے دن کے ایک حوالدار صاحب پولیس بلا وردی سفید کپڑوں میں آئے اور ہمیں کہا کہ اپنے مکان کو قفل لگا لو اور وہاں سے اپنا ضروری سامان بھی لے آؤ۔ ہم اس کے ساتھ چار کس مع ایک بچہ کے اپنے مکان واقع چوڑی گلی ریل بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔ چوڑی گلی کے مشرقی حصہ کی جانب ایک تھانیدار صاحب مع وردی کھڑے تھے انہوں نے ایک حوالدار صاحب کو روکا کہ بلا وردی انہیں تم ساتھ کیوں لائے ہو۔ ...... ہم نے اپنے مکان پر پہنچ کر سامان ریڑھے پر رکھا تھا کہ ہمارے سامان کو ریڑھے سے اتروا کر رکھ دیا گیا اور کہا گیا کہ ہمارے نوجوان اس قدر گورنمنٹ نے گولیوں سے مار دیئے ہیں اور یہ سب انہی کی باعث ہوا ہے اور ان کو اور ان کے سامان کو کیوں جانے دیں۔ قریب تھا کہ یہ لوگ اشتعال میں آکر ہم پر حملہ کر دیں کہ ہم اپنے مکان کے اندر چلے گئے اور کواڑ وغیرہ بند کر لیے۔ ہم میں سے ایک لڑکا بچ بچا کر ہمارے بھائی شیخ ..... کے پاس پہنچا اور انہیں اطلاع دی۔ انہوں نے آکر ہجوم کو یہ کہہ کر تسلّی دی کہ آپ لوگ ان کو ماریں نہیں۔ یہ سب مسلمان ہو جائیں گے۔ اور اس طرح سے ہجوم سے کہہ کر ہمیں چھڑایا اور ہم اپنے مکان پر آ گئے۔"

مضافاتِ اوکاڑہ کے واقعات

۱۔ حوالدار محمد ابراہیم صاحب کا بیان ہے:-

"چک نمبر ۳۲ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں ہم دو احمدیوں کے گھر ہیں۔ ایک میرا اور ایک میرے خسر چوہدری عدالت خان ولد شیر خان قوم راجپوت کا۔ شورش کے ایام میں ہمیں از حد تنگ کیا گیا حتیٰ کہ تمام دیہہ کے مشترکہ کنویں پر سے پانی لے کر پینے تک نہیں دیا۔ کئی دنوں تک ہم شہر کے کھالے سے پانی لے کر پیتے رہے۔ یہ لوگ جلوس اور جتھہ کی شکل میں ہمارے مکانوں پر آتے۔ نہایت گندے نعرے لگاتے۔ اینٹ اور پتھر ہم پر برساتے تھے۔ ہمیں پنچایت میں بٹھا کر شدید دھمکیوں کے بعد احمدیت سے تائب ہونے پر مجبور کرتے رہے۔ لیکن ہمارے انکار پر ہمارا سوشل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ سرفراز حسین صاحب نائب تحصیلدار اوکاڑہ موقعہ پر تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے گاؤں والوں کو سمجھایا۔ ان کے سامنے اتنا اقرار کیا کہ ہم ان کو کنویں سے نیچے نالی میں برتن رکھوا کر خود پانی دیدیا کریں گے۔ یہ لوگ ہمارے کنویں پر نہ چڑھیں۔

ہمیں قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ ہم نے ان تمام باتوں کی رپورٹ تھانہ اوکاڑہ میں دیدی تھی....
بعد میں شہر کے کھالے سے بھی پانی لینا بند کر دیا تھا۔ آخر ہم جوہڑ سے پانی لے کر پیتے رہے۔"

۲۔ محمد خاں صاحب ولد عالم خاں صاحب نے ایک بیان میں لکھا:-

"شورش کے ایام میں ہمارے گاؤں کے چک نمبر ۱۲ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں ہم احمدیوں کو جن کا گاؤں میں صرف ایک ہی گھر تھا سخت تنگ کیا گیا۔ ہمارے رہائشی مکان واقعہ چک مذکورہ کو لوگوں نے جتھے کی صورت میں آکر نذرِ آتش کر دیا۔ علاوہ مکان کے اس میں خانگی سامان بھی تھا جو اس کے ساتھ ہی جل گیا یہ واقعہ تقریباً رات کے دس بجے ہوا۔ مقامی چک کے باشندے جمع ہو کر ایک جلوس میں ہمارے مکان کے سامنے آئے۔ نہایت گندی گالیاں اور اشتعال انگیز نعرے لگاتے رہے ہمارے مکان کے دروازہ کو پتھر بھی مارے گئے۔ آخر جلوس ہمارے مکان کے آگے بڑھ گیا جس میں سے پانچ اشخاص ..... الگ ہو گئے۔ واپس آکر انہوں نے ہمارے مکان کو آگ لگا دی۔ ہمارا مکمل بائیکاٹ کیا گیا جو تقریباً ۱½ ماہ تک جاری رہا۔ ہم نے اس واقعہ کی رپورٹ تھانہ اوکاڑہ میں دی تھی۔ تھانیدار فضل احمد تفتیش کے لیے گیا لیکن موقعہ پر جاکر کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ الٹا ان لوگوں کے حوصلہ کو بڑھا دیا۔ دوسرے روز ہم نے مجسٹریٹ صاحب کے سامنے واقعہ کی رپورٹ کی جس پر دوبارہ فضل احمد تھانیدار چک مذکور میں آیا اور مذکورہ بالا پانچ اشخاص میں سے تین کو اپنے ہمراہ تھانہ میں لے آیا۔ یہاں آکر ان کی ضمانت لے کر چھوڑ دیا۔"

۳۔ میاں نور محمد صاحب کی شہادت ہے کہ:-

"میں چک ۵۴/۲-L میں اکیلا احمدی ہوں۔ اور عرصہ پانچ سال سے اس چک میں رہتا ہوں۔ موجودہ شورش میں پہلے تو چک کے لوگ خاموش رہے لیکن چھ مارچ کے بعد رات کو جلوس کی شکل میں جمع ہو کر نعرے لگانے شروع کیے گئے۔ ۷، ۸/مارچ ہر دو راتوں کو بہت بڑا مجمع نعرے لگاتا ہوا میرے احاطہ کے گرد جمع ہو گیا۔ اور زور زور سے نعرے لگانے شروع کیے گالیاں دیتے رہے اور کہتے رہے کہ باہر نکلو یا مسلمان ہو جاؤ لیکن کوئی آدمی احاطہ کے اندر داخل نہیں ہوا۔ ہر رات تقریباً دو گھنٹہ تک متواتر نعرے لگاتے شور کرتے، گالیاں دیتے اور ڈرانے دھمکانے کے بعد واپس چلے جاتے رہے۔ لیکن ۹/مارچ شام ہوتے ہی ایک بڑا مجمع نعرے

لگاتا ہوا احاطہ کے دروازہ پر پہنچ گیا اور احاطہ میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ہم نے کہا کہ احاطہ سے باہر رہیں۔ اندر نہ آئیں لیکن چونکہ پہلے ہر دو روز کے واقعہ کی اطلاع نمبردار دیہہ کو ساتھ ساتھ دیتے رہے اور اس روز صبح نمبردار نے بھی کہہ دیا کہ تم خود اپنا انتظام کر لو میں آج تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ گاؤں کے لوگ میرے بہت خلاف ہو رہے ہیں اور اس روز صبح سویرے سے ہی مختلف قسم کی دھمکی آمیز پیغامات آ رہے تھے۔ لہٰذا شام کے وقت عورتوں اور بچوں کو قریبی چک نمبر ۵۵ ۔۱ میں پہنچا دیا اور سامان مال مویشی اور تمام دیگر افراد گھر میں ہی موجود رہے۔ مجمع نے حسبِ معمول احاطہ کے گرد جمع ہو کر نعرے لگانے اور گالیاں دینی شروع کیں دو تین جگہ آگ لگانے کی کوشش کی۔ ہم خاموش احاطہ کے اندر بیٹھے رہے۔ البتہ ان کی منّت سماجت کی کہ مکان کو آگ نہ لگائیں اور ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دیں لیکن یہ مجمع بڑھتا گیا اور کوئی کہتا آگ لگاؤ۔ کوئی کہتا مار دو۔ کوئی کہتا توبہ کرو۔ یہ مختلف نعرے لگاتے رہے۔ آخر دس بجے کے قریب مٹی کا تیل ڈال کر ایک کوٹھے کو آگ لگا دی۔ جب آگ کافی بھڑک اٹھی تو تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ صبح تھانہ اوکاڑہ میں اطلاع دی گئی تو اے ایس آئی صاحب پولیس موقعہ پر تشریف لائے۔ مکان جل کر راکھ ہو چکا تھا۔“

۴۔ چوہدری نصیر احمد صاحب نے بیان کیا :-

”چک نمبر ۳۰/۱۱ ۔۱ ضلع منٹگمری میں احمدیہ جماعت ہے۔ لیکن اس چک میں بھی زیادہ آبادی غیر احمدیوں کی ہے۔ گردونواح میں سب غیر احمدیوں کے چک ہیں۔ تحریکِ احرار کے زمانہ میں اس علاقہ میں بھی احمدیوں کی مخالفت کی گئی ہے۔ جلوس نکالے گئے۔ تعداد اور طاقت کے لحاظ سے ہم غیر احمدیوں کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضور کی دعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے خود ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ یہ فتنہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ خود غیر احمدیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ چوہدری نصیر احمد کے پاس اتنا اسلحہ ہے کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ کئی لوگوں نے باہر کے لوگوں میں حلفاً یہ کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے حالانکہ یہ سب غلط تھا۔ اس جھوٹی مخبری کی بناء پر پولیس نے میری تلاشی بھی لی۔ لیکن کوئی ناجائز چیز برآمد نہ ہو سکی۔“

فصل دوم

لاہور شہر اور اس کے مضافات

اس پُر آشوب زمانہ میں تشدد، قتل و غارت اور آتش زنی کی سب سے ہولناک وارداتیں لاہور میں ہوئیں۔ جماعت احمدیہ لاہور پر ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو کیا بیتی؟ اس کا نقشہ تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججان نے حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے:۔

"اس دن کے واقعات کو دیکھ کر "سینٹ بارتھولومیوڈے" یاد آتا تھا حتیٰ کہ ڈیڑھ بجے بعد دوپہر مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا..... ایک دن قبل ایک احمدی مدرس قتل کر دیا گیا تھا۔ ۶ مارچ کو ایک احمدی محمد شفیع برما والا مغل پورہ میں ہلاک کر دیا گیا۔ اور کالج کے ایک احمدی طالب علم[1] کو بھاٹی دروازہ کے اندر لوگوں نے چھرے مار مار کر قتل کر دیا ایک اور احمدی یا (مفروضہ احمدی) مرزا کریم بیگ کو فلیمنگ روڈ پر چھرا مار دیا گیا اور اس کی نعش ایک چتا میں پھینک دی گئی جو فرنیچر کو آگ لگا کر تیار کی گئی تھی۔ احمدیوں کی جو جائیدادیں اور دکانیں اس دن لوٹی یا جلائی گئیں وہ یہ تھیں:۔ پاک ریز۔ شفاء میڈیکل۔ اور سوکو۔ موسیٰ اینڈ سنز کی دکان، راجپوت سائیکل ورکس۔ ملک محمد طفیل اور ملک برکت علی کے چوب عمارتی احاطے اور گودام۔ میسن روڈ پر ملک عبد الرحمٰن کا مکان۔ مزنگ روڈ اور ٹمپل روڈ پر پانچ احمدیوں کے مکان جس میں شیخ نور احمد ایڈووکیٹ کا مکان بھی شامل تھا۔ تیسرے پہر ایک ممتاز ایڈووکیٹ مسٹر بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ لاہور کا مکان گھیر لیا گیا، ہجوم اس مکان میں

---

[1] جمال احمد صاحب (ابن مستری نذر محمد صاحب) شہید کی عمر ۱۷ سال ۵ دن تھی آپ کو پہلے لاہور میں امانتاً دفن کیا گیا پھر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے ۵ نومبر ۱۹۵۴ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپرد خاک کیے گئے (لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۵۶۴ مؤلفہ مولانا شیخ عبد القادر صاحب اشاعت فروری ۱۹۶۶ء) [2] آپ نہایت مخلص احمدی تھے

داخل ہونے ہی والا تھا کہ مسٹر بشیر نے اپنے دفاع میں چند گولیاں چلائیں۔ ایک خاص فوجی عدالت نے اس کے اس فعل پر مقدمہ چلایا۔ لیکن وہ بری کر دیئے گئے۔ ۶، ۷ مارچ کی رات کو عبدالحکیم مالک یانویر الیکٹرک اینڈ بیٹری سٹیشن کے مکان پر چھاپہ مارا گیا۔ اور ان کی بوڑھی والدہ قتل کر دی گئی۔[1]

فاضل ججوں نے چھ مارچ کو "سینٹ بارتھالومیوڈے"[2]

(Saint Bortholomew's Day) قرار دے کر فرانس کی مذہبی تاریخ کے اُن خونچکاں واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے جو ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کو وقوع پذیر ہوئے جبکہ فرانس کے اکثریتی عیسائی فرقہ رومن کیتھولک نے مسیحی کلیسیا کے دینی مصلح مارٹن لیوتھر کے پراٹسٹنٹ معتقدوں کا (جو ہیوگوناٹ Huguenots کہلاتے تھے) نہایت بیدردی سے قتلِ عام کیا مورّخ سولی مقتولین کی تعداد کا اندازہ ستر ہزار بتاتا ہے مگر لارڈ ایکٹن آٹھ ہزار اور اے جے گرانٹ کے خیال میں دس ہزار قتل ہوئے۔ اس وقت فرانس پر چارلس نہم Charles IX بادشاہ تھا اور کیتھرین ڈی میڈیچی (Cathrine De Medici) ملکہ تھی یہ دونوں کیتھولک تھے مگر اُن کے دربار کا ایک ممتاز رکن ایڈمرل ڈی کالگنی Coligny پراٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا کیتھرین کو کالگنی کے روز افزوں اثر کو دیکھ کر یہ حسد اور خوف پیدا ہوا کہ اگر کوئی تدبیر نہ کی گئی تو بہت جلد اس کا اقتدار زائل ہو کر امور سلطنت میں وہ بے اثر ہو کر رہ جائے گا۔ اُس نے پہلے تو کالگنی (Cloigny) کو قتل کرانے کی سازش کی جس میں ناکامی کے بعد بادشاہ کے بھائی ہنری اور ہنری ڈیوک گائز اور پیرس کے دیگر عمائد کے ساتھ منصوبہ باندھا کہ پیرس کے مذہبی دیوانوں اور عوام کو کالگنی کے ہم مذہب فرقہ کو واجب القتل بتلا کر اس کے خلاف مشتعل اور برانگیختہ کر دیا جائے۔ بادشاہ چارلس نہم اگرچہ کالگنی سے محبت والنس رکھتا تھا، اس کے فرقہ ہیوگناٹ (Hugenot) کو موت کے گھاٹ اتارنے پر آمادہ ہو گیا کیونکہ اس کو باور کرایا گیا کہ خود اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس قتلِ عام کو میڈرڈ اور روم میں فتح قرار دیا گیا اور اس پر بہت خوشیاں منائی گئیں۔

جماعت احمدیہ کے خلاف بھی از روئے شریعت مرتد اور سنگسار کیے جانے کا مطالبہ کئی

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۶۱

[2] Collier's Encyclopaedia Vol III Pg. 643 مطبوعہ امریکہ و برطانیہ ۱۹۶۷ء

سال سے پوری شدت سے جاری تھا اور مرکزی حکومت خصوصاً جناب خواجہ ناظم الدین صاحب وزیر اعظم پر اس کے لیے بالخصوص دباؤ ڈالا گیا تھا مگر خواجہ صاحب احمدیوں کی موت کے پروانہ پر دستخط کرنے نہ پائے تھے کہ اُن کی حکومت کا تختہ الٹ گیا وگرنہ جیسا کہ انہوں نے اپنے عدالتی بیان میں تسلیم کیا درپردہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ :۔

"اگر نوّے فیصدی علماء اس پر اتفاق کر لیں کہ مرزا غلام احمد کو ماننے والا کافر ہے اور اس کو سنگسار کر کے ہلاک کر دینا چاہیئے تو وہ اس فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیں گے۔"[1]

لاہور اور اس کے ماحول کے واقعات (۶ مارچ ۱۹۵۳ء)

"سینٹ بارتھالومیوڈے" کے ضمنی ذکر کے بعد لاہور اور اس کے ماحول پر روشنی ڈالی جاتی ہے :۔

۱۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لکھا کہ :۔

"...... شہر کے مختلف حصوں سے انتہا درجہ تشویشناک اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ کئی بار سراج الدین صاحب کے متعلق یہ پیغام موصول ہوا کہ اگرچہ وہ اپنے بچے اور مستورات کہیں بھجوا چکے ہیں لیکن وہ خود اور ان کے بھائی پہلوان معراج الدین خطرناک حالات میں گھرے ہوئے ہیں۔ دشمنوں نے نرغہ ڈالا ہوا ہے۔ اسی طرح مسعود احمد صاحب الفضل کی طرف سے پیغام موصول ہوا کہ وہ بھی دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں ان کا انتظام کیا جائے۔ مہاشہ فضل حسین صاحب کے گھر کو بھی آگ لگانے کی کوشش ہو رہی تھی۔ انہوں نے بھی مدد کی درخواستیں بھیجیں۔ ان تفاصیل میں گزشتہ اٹھتالیس گھنٹوں میں ہر لحہ ایسے ہی پیغامات موصول ہوتے رہے۔ اور میں نے اور میرے رفقاء نے ہر ممکن مساعی کی کہ پولیس کے افسران کو مدد کی طرف متوجہ کریں اور کئی بار میاں مظفر احمد صاحب کی وساطت سے بھی کوشش کی لیکن نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اور حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ اس وقت یہ حالت ہے کہ ملک برکت علی صاحب ٹمبر مرچنٹ راوی روڈ کی دکان ملک محمد طفیل صاحب سوداگر چوب۔ مستری نذر محمد صاحب آرہ، مستری موسیٰ صاحب اور

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۱۳

محبوب عالم صاحب کی دکانات جل چکی ہیں ۔جہاں تک لُوٹ کا سوال ہے کئی دکانیں لُٹ چکی ہیں۔ ہمارے مخلص کارکن جنہوں نے موجودہ فتنہ میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کیا ہے اور جن کی خاص سفارش کرنی چاہتا ہوں وہ محمود الحسن پاکستان گھی سٹور ہیں۔ اس وقت ان کی دکان بھی لُٹ چکی ہے ۔ اور شہر سے کئی اطلاعات موصول ہو چکی ہیں .... آج شیخ نور احمد صاحب (وکیل) کے حالات بہت تشویشناک صورت اختیار کر گئے ہیں۔ پرسوں رات اُن کے گھر پر خشت باری ہوئی شیشے توڑ دیئے گئے۔ گزشتہ شب اُن کے گھر پر حملہ بھی ہوا لیکن زیادہ سنگین حالات رونما نہیں ہوئے۔ آج حالات زبوں تر ہو گئے اور ان کے بال بچوں کو ایک وکیل صاحب نکال کر لے گئے ۔ مجھے اطلاع موصول ہوئی کہ اُن کی جان خطرہ میں ہے ۔۔

میرے ساتھ کے کرایہ داروں کا ایک لڑکا ہوائی جہازوں میں ملازم، اس نے اپنے مکان کے حصہ سے ضروری سامان لے جانے کے لیے ایک ٹرک منگوایا جس کے ساتھ فوج کے سپاہی بھی تھے ۔ میں نے اس ٹرک کو وہاں بھجوا کہ ان کو اپنے ہاں بلوا لیا ۔ وہ ابھی پیچھے ہی تھے کہ ان کے گھر کے سامان کو نکال کر آگ لگا دی گئی۔ اور سیاہ دھواں آسمان سے اُٹھتا نظر آیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر مجمع اُمنڈتا ہوا ۱۳ ٹمپل[1] روڈ پر حملہ آور ہوا ۔ گلی والے دروازے کو آگ لگا دی۔ ٹمپل روڈ والے دروازے کو توڑ کر اس میں داخل ہو گئے۔ سر عبد القادر کی کوٹھی پر بھی چڑھ گئے اور سڑک سے بھی اور ارد گرد سے بھی شدید خشت باری شروع کر دی۔ اس سے پہلے وہ میرے بورڈوں کو آگ لگا چکے تھے اور ساتھ لے بھی گئے تھے ۔ حالات جب بے قابو ہو گئے تو میرے رفیقوں نے جن کے پاس بندوقیں تھیں ہوا میں فائر کئے لیکن اعجاز الحق صاحب جن کی گولی مجمع میں سے کسی کو لگ گئی وہ شاید زخمی ہوا یا مر گیا ۔ ان گولیوں سے مجمع منتشر ہو گیا اور کوٹھی آگ لگنے اور جانیں ضائع ہونے سے بچ گئی۔ اسی عرصہ میں ملک عبد الرحمٰن صاحب کی کوٹھی کو بھی لوٹ لیا۔ اسی طرح ملک عبد الرحمٰن صاحب جو ڈاکٹر یعقوب صاحب کے بھائی ہیں اور رفعت محمود صاحب صاحب جو لکشمی بلڈنگز میں بیڈن روڈ اور مال روڈ کے ساتھ لگی ہوئی عمارت میں رہتے ہیں ان کا انخلاء کر کے

---

[1] جہاں شیخ بشیر احمد صاحب مقیم تھے

ٹمپل روڈ پر پہنچا دیا گیا ہے

اور مختلف جگہوں سے مختلف لوگوں کو لا کر جن کی مجموعی تعداد سو کے لگ بھگ ہے ٹمپل روڈ میں جمع کر دیا گیا ہے .... مارشل لاء نافذ ہو چکا ہے۔ مَیں مشورہ کے لیے رتن باغ آیا تھا اور کرفیو کی وجہ سے یہیں ٹھہر گیا ہوں۔" الخ

۲۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے (جو ان فسادات کے دوران لاہور سول سیکرٹریٹ میں تھے اور رتن باغ میں مقیم تھے) ۶ر مارچ ۱۹۵۳ء کو حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

۶/۳/۵۳ بسم اللہ

یا عمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لاہور میں کل سے حالات سخت تشویشناک ہو گئے ہیں۔ اور بالکل ۱۹۴۷ء کے فسادات کا نظارہ نظر آتا ہے۔ کوئی حکومت معلوم نہیں دیتی۔ کل اور آج کے واقعات مختصراً درج ہیں۔

۱۔ کل ماسٹر منظور احمد صاحب مدرس باغبانپورہ شہید کر دیئے گئے۔

اسی قسم کی خبر محمد شفیع صاحب برمی کے متعلق ہے۔

آج صبح راجپوت سائیکل ورکس، مستری موسیٰ کی دوکان شفاء میڈیکو، منیر کی دکان Orsinco ملک عبدالرحمان صاحب کے گھر کو لوٹا گیا۔ اور آگ لگائی گئی۔ ملک عبدالرحمان اپنی فیملی کے ساتھ دوسرے کسی مکان میں جا چکے تھے۔

ہسپتال میں ممانی جان[1] کا رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں بھی بدمعاشوں نے پہنچنے کی کوشش کی اب انہیں Ambulance کے ذریعہ یہاں مکان رتن باغ پر لایا جا رہا ہے۔ ممانی جان شام کو رتن باغ بخیریت پہنچ گئی ہیں۔

احمدی اپنے گھروں میں مقید ہیں۔ اور ان کی جان و مال خطرے میں ہے۔ پولیس قریباً بے بس ہو چکی ہے اور ابھی تک فوج کے سپرد انتظام نہیں کیا گیا۔ ابھی مَیں نے گورنمنٹ ہاؤس سے پتہ

---

[1] حضرت اُمّ داؤد صالحہ خاتون صاحبہ بیگم حضرت سید محمد اسحٰق صاحب وفات ۸ ستمبر ۱۹۵۳ء

کیا تھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ اس کا فیصلہ ہو رہا ہے ۔

آج صبح یہاں جماعت کے احباب نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جہاں جہاں احمدی اکیلے ہیں۔ وہ یا تو دوسرے اس محلہ کے احمدی کے گھر چلے جائیں اور یا پھر اپنے اپنے محلہ میں ایک Pocket بنا لیں اور وہاں سب اپنی حفاظت کریں ۔

ایک جیپ کا انتظام کر کے پولیس سے مدد کی کوشش کی جا رہی ہے ۔کہ وہ امداد دیں ۔تا محلہ جات وغیرہ میں گشت کر کے احمدیوں سے Contact قائم رکھا جائے ۔ اور جو مدد ہو سکے دی جاوے ۔ یوں احمدیوں کی آمد و رفت باہر مشکل ہے ۔اور خطرہ سے خالی نہیں ۔

گورنمنٹ کا ابھی ابھی اعلان ہوا ہے ۔ کہ پنجاب کی حکومت نے یہ فیصلے کیے ہیں ۔ کہ وہ اس تحریک کے لیڈران سے گفت و شنید کرے ۔

مرکزی حکومت کو سفارش کی جا رہی ہے کہ وہ چوہدری صاحب کو مستعفی ہونے پر مجبور کریں۔ کیونکہ یہ عوام کا مطالبہ ہے ۔

آج شام کو شیخ بشیر احمد صاحبؓ[1] کے مکان پر بھی حملہ ہوا ۔ کوئی ایک ہزار کا ہجوم تھا ۔ پولیس بھی اس وقت موجود نہ تھی اس لیے اپنے والنٹیرز نے اس حملہ کو بندوق چلا کر کامیابی کے ساتھ واپس کیا۔ اب میں یہ خط شام کے ساڑھے آٹھ بجے مکمل کر رہا ہوں ۔ چاروں طرف سے نعروں وغیرہ کی آواز آ رہی ہے ابھی تک حالات پوری طرح قابو میں نہیں آئے ۔ گو کچھ فرق پڑتا نظر آ رہا ہے ۔ حضور خاص طور پر دعا فرماویں۔ اور اگر کوئی ہدایات ہوں تو وہ بھی ارشاد فرماویں امید ہے کہ آئندہ بارہ گھنٹہ تک فوج حالات پر مکمل طور پر قابو پا لے گی ۔

قیوم[2] اور میں کل شام سے رتن باغ آ گئے ہیں ۔

بعض دوست ملک عبداللہ خالد اور دوسرے دوست کہہ رہے ہیں ۔ کہ یہاں آ جاؤ ۔ لیکن باقی عزیزوں کے ساتھ رتن باغ میں ہی رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔

پرسوں اور آج ہمارے سیکرٹریٹ کے کلرکوں نے بھی ہڑتال کر دی ۔ اور کیپا ونڈ کے اندر نعرے

---

[1] ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور مراد ہیں۔ [2] مراد صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ

لگانے شروع کر دیئے ۔ مجھے احساس ہے کہ حالات مشرقی پنجاب کے فسادات سے اگر زیادہ نہیں تو اس کے برابر ضرور ہیں ۔

طالبِ دعا خاکسار

منظفر احمد

نوٹ :۔

شام کو میں نے خالد ملک کو فون کیا تھا اس سے پتہ چلا کہ مرکز نے صوبہ پنجاب کی حکومت کی درخواست کہ چوہدری صاحب کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا جائے ، کو Resist[1] کیا ہے ۔ اب دیکھنے کی بات ہے کہ مرکز کے اس جواب پر صوبہ کی حکومت مزید کیا فیصلہ کرتی ہے ؟

خاکسار

منظفر احمد

۳ ۔ ملک عبدالرحمٰن خان صاحب (برادر ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب) نے اسی روز امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور کو اطلاع دی کہ :۔

" ۶ ؍ مارچ علی الصبح سے فضا نہایت مکدر ہوگئی ۔ صبح ہمارے ایک غیر احمدی رشتہ دار نے بتایا کہ تحریک کے سرغنوں نے جن کا صدر مقام مسجد وزیر خاں تھا فیصلہ کیا ہے کہ " تحریک راست اقدام "، جن کا رُخ پہلے گورنمنٹ کی طرف تھا آج سے احمدیوں کی طرف بھی ہوگا ۔ اور اس نے ان منصوبوں کا ذکر جو احمدیوں کے متعلق ہوئے آگاہ کیا اور بتایا کہ کس طرح جلد ہی احمدیوں کا پہلے لاہور میں ، پھر دیگر نواحی شہروں میں وہی حشر ہوگا جو مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا ہوا ۔ ارد گرد کی مسموم فضاء کے پیش نظر ہمیں یہ باور کرنے میں ذرا بھی تامل نہ تھا اور اسی رشتہ دار کے مشورہ سے اپنی حفاظت کے لیے سوچنے لگے ۔

خوش قسمتی سے جس علاقہ میں میری رہائش ہے وہاں اکثر تعلیم یافتہ اور مہذب لوگ آباد ہیں ۔ اس لیے نسبتاً اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا ۔ البتہ میری معمّر والدہ صاحبہ ، ہمشیرہ اور چھوٹے بھائی

---

[1] سختی سے رد کرنا

کے بال بچے قلعہ گوجر سنگھ عبدالکریم روڈ کے اس علاقہ میں رہتے تھے جو امرتسر کے شوریدہ پشت اور شرارت پسند لوگوں کی آماجگاہ ہے۔ اس لیے صبح ۹ ر۱۰ بجے کار لے کر میں اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد یعقوب خان آف میو ہسپتال کو وہاں سے .... چھپ چھپا کر لے آیا کیونکہ ہمسائیوں تک کی نظر میں آنے والے حالات کی غمازی کر رہی تھیں۔ ملازم اور بھانجا وہاں ہی رہ گئے تھے۔

جب واپس گھر پہنچے تو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد ملازم وہاں سے بھاگ کر آیا اور بتایا کہ غنڈوں کا ایک گروہ جس کی سرکردگی بعض خوش پوش نوجوان کر رہے ہیں مکان میں گھس کر لوٹ کھسوٹ میں مشغول ہے۔ اور ساتھ ہی کچھ اشیاء گھر کے سامنے رکھ کر نذر آتش کر رہے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی میں نے قلعہ گوجر سنگھ کے تھانہ میں فون کیا مگر ایک گھنٹہ متواتر کوشش کرنے کے باوجود نمبر نہ مل سکا۔ اس کے بعد یعنی پہلے ملازم کے آدھ پون گھنٹہ کے بعد دوسرے ملازم نے جس کو گھر سے صورتِ حال کا پتہ لینے کے لیے بھیجا تھا آکر اطلاع دی کہ لوٹ کھسوٹ اور آتش زدگی کا عمل زور وشور سے جاری ہے محلہ والے ویسے کھڑے ہیں اور مداخلت نہیں کر رہے۔ اس دوران میں تھانہ سول لائن میں فون کیا کہ اس وقت میرے چھوٹے بھائی اور ہمشیرہ کا مکان لوٹا اور جلایا جارہا ہے۔ خدا کے واسطے اس وقت مدد کرو۔ جو اگر اس وقت پہنچ سکے تو کچھ نقصان سے بچ جائے گا۔ وہاں سے اطلاع ملی کہ اس کام کے لیے فلاں نمبر پر فون کرو۔ اس نمبر سے بتایا گیا کہ اس وقت ان کے پاس فالتو آدمی نہیں سارا عملہ ڈیوٹیوں پر متعین ہے۔ جس وقت کوئی فارغ ہوگا وہاں بھیج دیا جائے گا ...... ان سے بھی میں نے منت سماجت کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس کے بعد میں نے باری باری ڈی ایس پی اور ایس ایس پی کے دفتر اور گھر پر فون کیا مگر ہر جگہ سے یہی اطلاع ملی کہ ڈیوٹی پر گئے ہوئے ہیں۔ پھر میں نے چیف منسٹر مسٹر دولتانہ کے دولت کدہ پر فون کیا جہاں سے اُن کے پی۔ اے کو عرض کیا گیا تو اس نے کہا کہ دولتانہ صاحب تو اس وقت گورنر صاحب کے بنگلہ پر میٹنگ میں مشغول ہیں البتہ پولیس کے ایک سینئر آفسر جن کا نام دریافت کرنے پر بھی انہوں نے نہ بتایا انہیں میں نے فون پر کہا کہ اس وقت میرے بھائی اور ہمشیرہ کا مکان لوٹا جا رہا ہے سامان نذر آتش ہو رہا ہے ہمسایہ تک تماشائی بنے ہوئے ہیں اگر اس وقت چند مسلح سپاہی وہاں پہنچ سکیں تو صورتِ حال

جو نازک تر ہو رہی ہے بہتر ہو سکتی ہے۔ منت اور لجاجت سے اسلام اور انسانیت تک کا واسطہ دے کر اُسے مدد کی درخواست کی مگر اس کا یہی جواب تھا کہ ہر جگہ ایسے ہی حالات ہیں اور آگیں لگی ہوئی ہیں۔ پولیس کس کس کی مدد کرے۔ مَیں نے کہا بھی کہ ہم احمدی جو اس وقت ظلم کا نشانہ اور تختہ مشق بنے ہوئے چند گنتی کے ہیں لاکھوں کی آبادی میں ہمارا اتنا سب ہی کیا ہے مگر اس افسر نے یہ کہہ کر ٹیلی فون بند کر دیا کہ افسوس ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔"

۳۔ شیخ عبدالحمید صاحب نے انہیں دنوں مزنگ سے ایک پوسٹ کارڈ میں حسب ذیل روداد لکھی کہ:-

"جمعہ کے روز بعد از دوپہر ہمارے مکان پر بھی حملہ ہو گیا۔ بمشکل جانیں بچا کر اور ملٹری کا انتظام ہو جانے پر رات کے وقت شیخ بشیر احمد صاحب کی کوٹھی پر بچوں کو لے کر پہنچے۔ میرے پاس اسی مکان میں میرا اپنا راشن ڈپو بھی تھا۔ وہ ڈپو اور مکان کا تمام کار آمد سامان لوٹ لیا گیا۔ باقی سامان کو بر لب سڑک رکھ کر جلا دیا گیا۔ اسی لوٹ کے باعث ہمارے پاس اوڑھنے کے لئے ایک چادر تک بھی باقی نہیں رہی۔ مکان کے در و دیوار تک کو بھی جہاں تک حملہ آوروں سے ممکن ہو سکا نقصان پہنچانے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ اب اس مکان میں رہنا ناممکن ہوگا۔"

شیخ صاحب کے مکان کے بالکل قریب ہی مزنگ کی پولیس چوکی ہے۔ مگر باوجود اس کے غنڈوں نے چھاپہ مار کر ایک بے کس اکیلے اور لاچار احمدی کا گھر بار تباہ و برباد کر کے ہی چھوڑا اور انہیں مالی طور پر گیارہ ساڑھے گیارہ ہزار روپیہ کا نقصان پہنچا گئے۔ اور وہ پولیس جو فساد سے قبل انہیں ہر طرح تسلی و تشفی دیتی رہی تھی وقت پڑنے پر ان کے کام نہ آسکی۔

۴۔ جماعت حلقہ گنج (مغلپورہ) لاہور کے صدر صاحب نے ایک تحریری بیان میں فسادات لاہور کا پس منظر بتاتے ہوئے لکھا:-

"مذکورہ بالا حالات نے ہمارے حلقہ کی فضاء کو بھی کما حقہٗ متاثر کیا۔ یہاں کے لوگ بھی احمدیوں کے خلاف ہو گئے۔ سب سے پہلا واقعہ باغبانپورہ میں ماسٹر منظور احمد صاحب کی شہادت

کاروائی ہوا ۔ جو اخبارات میں آچکا ہے ۔ اس سے اگلے روز احمدیوں کے گھروں پر شریروں اور بدمعاشوں نے جلوس کی شکل میں آ آکر ہمارے خلاف نعرے لگائے ۔ پتھر پھینکے اور گالیاں دینی شروع کر دیں ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمدی اپنے گھروں میں محصور ہو گئے ۔ ہماری جماعت نے متعدد بار تھانہ مغلپورہ میں جاکر حالات کی نزاکت کی اطلاع دی اور مدد طلب کی مگر تھانہ والوں نے صاف الفاظ میں اپنی معذوری کا اظہار کیا اور کہا کہ لوگ سب خلاف ہیں ۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔۔۔۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جمعہ کی صبح کو ہمارے حلقہ راج گڑھ کے ایک نہایت مخلص دوست محمد شفیع صاحب جب بیت الذکر سے صبح کی نماز ادا کر کے گھر جا رہے تھے راستہ میں روز روشن میں چاقوؤں سے شہید کر دیئے گئے ۔۔۔۔ ساہوواڑی میں ایک احمدی دوست محمد عظیم تھے شریر لوگوں نے اُن کے مکان پر جاکر اُن کو ڈرایا ۔ دھمکایا اور ان سے زبردستی احمدیت سے توبہ کرائی ۔ وہاں کے مولوی صاحب نے اُن کا دوبارہ نکاح پڑھ کر چھوہارے بھی تقسیم کیے ۔۔۔۔ گلی نمبر ا مکان نمبر ۲ رام گڑھ میں احمدیوں کا ایک اکیلا مکان تھا ۔ اس پر حملہ کیا گیا ۔ دروازے توڑ دیئے گئے اور چاقوؤں اور چھروں سے مسلح ہو کر غنڈے قتل اور لوٹ کے ارادہ سے اندر داخل ہو گئے (مگر) محلہ کے بعض معززین نے بمشکل ان کو نکالا اور پھر تھانہ میں مدد کے لیے اطلاع کی ۔ (چونکہ) اس وقت مارشل لاء لگ چکا تھا ۔ اس لیے فوج کے کہنے پر پولیس کی گارد وہاں جاکر ان کو بحفاظت مغلپورہ لائی ۔ جمعہ کے روز احمدیوں کی حالت نہایت خطرہ میں تھی ۔ وہ سمٹ سمٹا کر محصور ہو گئے تھے متواتر کئی راتوں سے وہ جاگ رہے تھے اور غنڈے باہر دروازے توڑ رہے تھے پتھر مار رہے تھے ۔ گالیاں دیتے اور اس فکر میں تھے کہ جس طرح ہو سکے احمدیوں کو ختم کیا جائے ۔ احمدی ایک دوسرے کی خیر و عافیت بھی نہیں معلوم کر سکتے ۔ باوجود اس کے کہ ۱/۲ ۱ بجے مارشل لاء لگ گیا تھا پھر بھی محلہ کے اندرونی حصوں کو خطرہ بدستور تھا ۔ جمعہ اور ہفتہ کی (درمیانی) شب کو جماعت گنج کے پریذیڈنٹ میاں عبدالحکیم صاحب کی والدہ (جو کہ غیر احمدی تھیں) کو شہید کیا گیا اور ان کا روپیہ اور مال اسباب لوٹ لیا گیا ۔ اُن کے نقصان کا اندازہ نقدی مع دیگر سامان مبلغ بارہ ہزار روپیہ ہے ۔ بابو عبدالکریم صاحب حلقہ گنج مغلپورہ کے مکان کو اسی رات پہلے لوٹا گیا اور پھر لوٹنے کے بعد آگ لگائی گئی ۔ ان کے نقصان کا اندازہ -/۶-۳۷ روپیہ ہے ۔

احمدیوں کے مکانوں کا پتہ محلہ کے بعض شریروں نے باہر سے آنے والے بدمعاشوں کو بتایا ...... مستری محمد اسماعیل صاحب اور عبدالرزاق صاحب جو کہ ریلوے کوارٹر مغلپورہ میں رہتے ہیں ان کے کوارٹروں پر حملہ کیا گیا اور ان کو لوٹا گیا۔ عبدالرزاق صاحب کمپونڈر ریلوے کا اندازہً نقصان ۸۴۳ روپے تھے اُن کے بڑے بھائی کو شریروں نے محض اس لیے مارا کہ وہ ان کے بال بچوں کو محفوظ جگہ لے جانے کے لیے آیا تھا۔ حالانکہ وہ خود غیر احمدی تھا۔ مستری محمد اسمٰعیل صاحب ملازم ریلوے کا سامان لوٹ لیا گیا اور اُن کی بھینس بھی کھول کر لے گئے تھے۔ بھینس تو بعد میں پولیس نے برآمد کرا دی۔ مگر دیگر نقصان جس کا اندازہ ۱۵۰۰ روپے ہے وہ نہیں پورا کیا گیا۔" الخ

رام گلی

۵۔ جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کا بیان ہے کہ:۔

"میرا مکان برانڈرتھ روڈ رام گلی نمبر ۳ میں واقع ہے۔ جس کے چار دروازے رام گلی نمبر ۴ میں کھلتے ہیں یہاں یہ مکان "رہنمائے تعلیم بلڈنگ" کے نام سے مشہور ہے میرے نام مکان کا نچلا حصہ الاٹ ہے۔ اُوپر کے حصوں میں تین غیر احمدی ہمسائے آباد ہیں۔

۱۔ فسادات سے بہت پہلے ایک صاحب میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ "میں اسی محلہ میں رہتا ہوں۔ اور آپ سے یہ کہنے آیا ہوں۔ کہ جب موقع آیا۔ تو ہم لوگ سب سے پہلے آپ کے مکان کو آکر آگ لگائیں گے۔ آپ ہوشیار رہیں"۔

میں نے اُن سے کہا "کیا آپ کا اسلام یہی کہتا ہے کہ جو اپنا مخالف ہو اُسے پھونک دو" فرمانے لگے "جی ہاں ہمارا اسلام یہی کہتا ہے"۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ "بہتر ہے اس وقت تو آپ تشریف لے جائیں۔ جب موقع ہو گا تو آپ تشریف لے آئیں۔ اور مکان کو آگ لگا دیں"، میں فسادات کے موقع پر ان کا منتظر رہا۔ مگر اس وقت یا اس کے بعد آج تک اُن کو نہیں دیکھا۔ صورت آشنا ہوں۔ نام نہیں جانتا۔

۲۔ فسادات سے پہلے متعدد مرتبہ نہایت گندے اور فحش اشتہارات ہاتھ سے لکھے ہوئے میرے ذاتی لیٹر بکس پر اور میری گلی کے کھمبوں پر چسپاں کیے گئے۔ جو محلے کے شریف اصحاب نے اُتار کر پھاڑ دیئے۔

۳۔ فسادات سے دو چار دن پہلے ایک صاحب میرے آئے اور کہنے لگے " امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور کا حکم ہے کہ آپ اپنے گھر کے تمام افراد کے نام اور عمر وغیرہ ایک کاغذ پر لکھ دیں۔ تاکہ وہ نام پولیس میں دیکر حفاظت کی تدابیر کی جائیں "۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ " امیر صاحب کا تحریری حکم لے آیئے۔ مَیں ان کا خط پہچانتا ہوں۔ پھر آپ کو لکھدوں گا "۔ مگر وہ پھر نہیں آئے۔

۴۔ فسادات کے دنوں میں لوگوں کی ٹولیاں کم تر دن میں اور بیشتر راتوں کو آتیں۔ اور کتنی کتنی دیر تک میرے مکان کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت اشتعال انگیز نعرے لگاتیں۔ اور چلی جاتیں یہ سلسلہ رات کے ایک اور دو بجے تک جاری رہتا۔ ہم لوگ کواڑ مضبوطی سے بند کیے اندر گھر میں بیٹھے رہتے۔ اور سب کچھ سنتے رہتے۔

۵۔ فسادات کے ایام میں اس امر کی برابر خبریں ملتی رہیں کہ لوگ ارادہ کر رہے ہیں۔ کہ رات کو پٹرول ڈال کر تمہارے مکان کو آگ لگا دیں اور بوتلیں لیے پھر رہے ہیں۔

۶۔ آخر ۶ مارچ کو وہ لوگ آ گئے۔ اور مکان کو پھونک دینا چاہا۔ مگر مشکل یہ آ پڑی کہ مکان کی اوپر کی منزلوں میں دوسرے غیر احمدی حضرات رہتے تھے۔ اور نیچے کی منزل کو آگ لگانے سے اوپر تک تمام مکان جلتا تھا۔ اس لیے وہ لوگ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور مجبوراً چھوڑ کر چلے گئے۔ اوپر کی منزل میں جو غیر احمدی رہتے ہیں۔ انہوں نے فسادیوں سے یہ بھی کہا " تم تو آگ لگا کر چلدو گے۔ مگر میں سرکاری ملازم ہوں جب بعد میں سرکار مجھ سے جواب طلب کریگی۔ کہ تم نے کیوں نہ روکا۔ تو مَیں کیا جواب دوں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ مَیں مارا جاؤں گا پھر مَیں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ ان کے گھر میں سوائے قرآن شریف اور دینی کتابوں کے کچھ نہیں۔ تم قرآن شریف کے نسخوں کو کس طرح جلا سکتے ہو؟ جو قرآن شریف اُن کے پاس ہیں اُن میں سے ایک قرآن انہوں نے مجھے بھی پڑھنے کے لیے دیا تھا۔ اور وہ میرے پاس ہے "۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کہ اچھا وہ قرآن شریف ہمیں لا کر دکھاؤ "۔ مَیں نے اُن صاحب کو چند دن پہلے تفسیر کبیر کی پہلی جلد پڑھنے کے لیے دی تھی۔ وہ انہوں نے لا کر بلوائیوں کو دے دی کہ لو دیکھ اس پر بلوائی تفسیر کبیر اپنے ساتھ لے گئے۔ اور مکان کو چھوڑ گئے۔ بعد کے ایام میں ایک شخص اُن میں سے آیا اور بڑی خاموشی کے ساتھ وہ تفسیر کبیر اُن کو واپس کر گیا۔ جو انہوں نے مجھے دیدی۔

فسادات کے ان تمام ایام میں محلہ اور گلی والوں کا برتاؤ میرے ساتھ بالعموم نہایت شریفانہ رہا۔ جو کچھ شورش مچائی۔ وہ عام طور پر باہر کے لوگوں نے مچائی۔

مَیں نے ان تمام واقعات میں سے کسی واقعہ کی رپورٹ پولیس میں نہیں کی۔ نہ کبھی پولیس کو اپنی امداد کے لیے بلایا۔ الحمد للہ میرا کوئی نقصان ان فسادات کے ایام میں نہیں ہوا۔

خاکسار

(شیخ) محمدؐ اسماعیل پانی پتی

مکان نمبر ۱۸ رام گلی نمبر ۳ لاہور — ۴؍ جولائی ۱۹۵۳ء

۶۔ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری اپنی کتاب تجلی قدرت میں لکھتے ہیں:

"۱۹۵۳ء میں جب مَیں ناصر آباد (سندھ) میں کام کر رہا تھا اس وقت ساری مذہبی پارٹیاں ہمارے خلاف ہوگئیں اور پھر حکومت بھی خلاف ہوگئی۔ اس وقت برخوردار مسعود احمد بھی لاہور میں کام کرتا تھا۔ اکبری منڈی میں دکان تھی آسٹریلیا بلڈنگ میں ایک سو ستّر روپیہ پر نچلا حصّہ کرایہ پر تھا۔ اس مکان کے مالک آسٹریلین بلڈنگ والے خاندان کے ممبر تھے۔ مَیں چونکہ اس وقت سندھ میں تھا ناصر آباد کا مینجر لگا ہوا مَیں نے خواب میں مسعود احمد کو دیکھا جو کہ نہایت پریشان حالت میں تھا اور کہتا تھا کہ ابا جان! آج ہم مہاجر بن گئے۔ اس وقت دکان کا قرضہ دو لاکھ کے قریب بازار کے ذمہ تھا اور گودام میں جو مکان کے ساتھ تھا ستّر ہزار کا مال پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا آج ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ آج مہاجر ہوگئے۔

اس خواب کے ذریعہ مجھے پریشانی ہوگئی۔ مَیں نے صدقہ بھی دیا اور دعا بھی کی اور مسعود احمد کو خط لکھا کہ تمہارے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہونے کی تو امید نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ مَیں نے اس غرض سے دریافت کیا تھا کہ اگر پیدا ہونے والی لڑکی ہو تو چونکہ لڑکی جہیز میں کچھ لے جاتی ہے۔ مَیں نے سمجھا کہ یہ خواب اس طرح بھی پورا ہوسکتا ہے۔ جب اس نے مجھے یہ جواب دے دیا۔ ادھر خطرات بڑھ رہے تھے۔ مَیں نے دعائیں شروع کر رکھی تھیں چنانچہ مارکیٹ میں جو دکان تھی خطرہ پیدا ہوا کہ لوٹ لی جاوے گی تو مسعود احمد صاحب اپنے کھاتہ جات کو گھر لے آئے اور دکان بند کر دی۔ ان کا دکان پر آنا جانا بھی بند ہوگیا۔

دکان کو بند ہوئے ابھی دو تین روز ہوئے تھے کہ شریروں نے دکان کے تالے توڑ کر جلا دی اور سمجھا کہ بازار میں جو حساب کتاب تھے وہ کاپیاں حساب کی بھی جل گئی ہوں گی۔ اور وہ بھی نہیں لے سکیں گے۔ مکان پر یہ حالت ہو گئی کہ جرنیلی سڑک سے فٹ پاتھ کے قریب کوچے میں دروازہ تھا۔ دن میں دو دو تین تین دفعہ ہزار ہزار آدمی سڑک پر پہنچ کر گالیاں دیتے تھے لیکن کوچے کا دروازہ نہیں توڑتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ اندر صرف دو آدمی ہیں اور ان کے پاس اسلحہ ہے۔ جتنے کارتوس ہوں گے اتنے تو یہ مار سکتے ہیں نکلنے کے بعد پھر ان کو قابو کیا جا سکتا ہے۔

جب یہ حالت ہو گئی تو مسعود احمد نے اپنی بیوی سے یہ بات کہی مالک مکان کی بیوی سے یہ بات جا کر کہو کہ ہمارا ستر ہزار کا مال آپ کے مکان میں پڑا ہے ہم یہ سب سامان آپ کے سپرد کرتے ہیں۔ براہِ مہربانی اپنی موٹر میں پولیس لائن تک پہنچا دیں۔ ان کی بیوی نے اپنے خاوند سے جا کر دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ جماعت کے سب لوگوں کے لیے تاریخ مقرر ہے۔ اس دن یہ سب قتل ہو جاویں گے .... میں اپنی بیس ہزار کی موٹر کیسے تڑوا لوں۔

یہ جواب سن کر جب وہ واپس آئی اور مسعود احمد کو بتایا تو مسعود احمد خود مالک مکان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ ساری جماعت کے لوگ قتل ہو جائیں گے یہ بالکل غلط بات ہے۔ خدانخواستہ چند آدمی شہید ہو جائیں تو ہو جائیں۔ باقی آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ اگر آپ مہربانی کرتے تو ہم یہ سب سامان آپ کے پاس چھوڑ کر چلے جاتے مگر انہوں نے بھی حامی نہ بھری۔ یہ واپس اپنے مکان میں آ گئے۔

ایک رات گزری تھی کہ صبح کو قریشی محمد اقبال صاحب لائن افسر موٹر لے کر وہاں پہنچے اور ان کی موٹر کے آگے پیچھے دو مشین گنوں والی موٹریں تھیں اور انہوں نے آ کر کہا کہ فوراً جلدی جلدی چلے آؤ۔ مکان کو اسی طرح رہنے دو۔ کوئی سامان زیور کچھ نہیں لیا۔ صرف چار جوڑے کپڑوں کے رکھے اور وہاں سے چلے گئے۔ اور پولیس لائن جا کر مجھے خط لکھ دیا کہ آج ہمارے پاس صرف چار جوڑے کپڑوں کے رہ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے ان کو پولیس لائن میں گئے ابھی دو دن ہی ہوئے تھے کہ مارشل لاء

گیا اور فوج نے حکومت سنبھال لی ۔ خطرہ کے دُور ہوتے ہی مسعود احمد صاحب واپس اپنے گھر چلے گئے تو سارا سامان بدستور پڑا تھا ۔ چار پانچ روز کے بعد جب بازار میں امن ہو گیا تو ہم نے دکان کھولی ۔ جن جن لوگوں کے پاس روپیہ تھا اُن سے مطالبہ کیا تو انہوں نے یہی کہا کہ ہمیں بہی کھاتہ دکھاؤ ۔ اُن کو کہہ دیا گیا کہ آؤ دیکھ لو ۔ بہی کھاتہ دیکھ کر لوگ حیران تھے کہ دکان تو ساری جلا دی گئی تھی یہ بہی کھاتہ کہاں پڑا تھا ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دکان بھی بچا دی مکان بھی اور جان بھی محفوظ رکھی ۔ اس واقعہ کا اثر مالکِ مکان پر ایسا ہوا کہ انہوں نے سلسلہ کی کتابیں دیکھنی شروع کر دی اور اپنے خاندان کے لوگوں کو احمدیوں سے ملایا کرتے تھے ۔" [1]

۷ ۔ حضرت ڈاکٹر حافظ عبد الجلیل صاحب [2] شاہجہانپوری کیمسٹ و ڈرگسٹ اندرون موچی دروازہ لکھتے ہیں کہ : ۔

"میری دکان ۶ / مارچ کو لوٹی گئی اور بُری طرح صفائی کی گئی یہاں تک کہ دوائیاں لوٹنے اور توڑنے کے بعد میز ، کرسی تمام سامان دکان کا ضائع کیا اور گھروں کو لے گئے دکان کا فرش اور دیواریں ضائع ہونے سے خراب ہو گئیں اور چھوٹی الماریاں اٹھا کر لے گئے اور بڑی الماری کے شیشے توڑ گئے ۔ یہ نہایت سفاکی اور بربریت کا نمونہ پیش کیا گیا ۔ ان دنوں بعض سائیکل سوار گزرتے تو وہ ساتھیوں سے کہتے کہ یہ دکان مرزائی کی ہے نوٹ کر لو ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ افسوس کا مقام ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا دن کے اڑہائی بجے تھے اور پولیس اسٹیشن میری دکان سے قریباً ۵۰ گز کے فاصلہ پر واقعہ ہے ۔ باوجود پولیس کو علم ہونے کے ٹس سے مس نہ ہوئی اور اپنے فرض منصبی کو بھلا دیا ۔ جب میں نے متعدد بار پولیس والوں سے پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہمارے افسران کی طرف سے ہم کو یہی حکم ہے کہ نہ وردی پہنیں اور نہ ہی ہاتھ اٹھائیں ۔ اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ ان پولیس والوں کی بے پرواہی سے ہم غریب لٹے گئے ۔"

---

[1] "تجلّی قدرت" صفحہ ۱۶۹ تا صفحہ ۱۷۱ (طبع اوّل)
مؤلفہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری [2] ولادت ۱۸۹۱ء بیعت ۱۹۰۴ء وفات یکم دسمبر ۱۹۷۰ء

آپ نے جو نقصان کی تفصیل سرکاری حکام کے سامنے پیش کی وہ قریباً ساڑھے تیس ہزار روپیہ کی تھی۔ بلوائیوں نے تو آپ کو جان سے مار ڈالنے کا بھی تہیہ کر لیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان موذیوں سے بچایا۔

بھاٹی گیٹ

۸۔ حضرت میاں معراج دین صاحب پہلوان[1] بھاٹی گیٹ لاہور کا بیان ہے کہ۔

"۶ مارچ ۱۹۵۳ء ..... قتل، غارت کرنے اور لوٹ مار اور آتشزدگی کرنے کا آخری دن تھا۔ ۶ مارچ کی صبح کو سب دوستوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے تو یہ بات قرار پائی کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں جا کر یہ کہیں کہ حالات بہت خراب ہو چکے ہیں آپ کوئی انتظام کریں لوگوں کے ارادے ہمارے متعلق بہت خطرناک ہیں۔ اگر کوئی روک تھام نہ کی گئی تو نتیجہ اس کا تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ وفد کے چار دوست کچہری کی طرف روانہ ہو گئے اور بعد میں لحظہ بلحظہ ہجوم بڑھتا گیا اور حالات درندگی۔ وحشت اور دیوانگی لیے ہوئے خراب سے خراب تر ہو گئے۔ اور ادھر یہ ہوا کہ ہمارے نوجوانوں کے بعض شریف اور ہمدرد دوست اپنے اپنے گھروں میں اُن کو بچوں اور عورتوں سمیت لے گئے۔ محلہ پیڑنگاں میں صرف ہم چار افراد رہ گئے۔ (معراج دین خاکسار، حکیم سراج دین صاحب اور ان کا لڑکا مبارک احمد طالبعلم ٹی آئی کالج اور ایک لڑکا ناصر احمد طالبعلم ٹی آئی کالج) مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر ہمیں بھی گھر میں دروازے بند کر کے بیٹھنا پڑا۔

نو بجے کے قریب ہمارے ایک عزیز غیر احمدی نے ہمیں آ کر یہ خبر دی کہ اونچی مسجد کے قریب ایک سائیکل سوار نوجوان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ہمیں یہ سنکر ایک دھکا سا لگا کہ مبارک احمد کی سائیکل لے کر نوجوان عبدالستار ابھی ابھی کالج کی طرف گیا تھا۔ کہیں وہی غریب نہ ہو۔ پھر ہم نے اسی عزیز مذکور سے کہا کہ اچھی طرح دیکھ آؤ کہ مقتول کون ہے؟ وہ گئے اور آ کر کہا کہ مستری نذر محمد صاحب کا لڑکا جمال احمد ہے جسے قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ سُنکر ہمیں سخت صدمہ ہوا۔ مگر ہم مجبور

---

[1] ولادت ۱۸۸۰ء وفات ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء ‡ [2] اسی حلقہ میں عبدالرحیم صاحب ڈسپنسر کا مکان بھی تھا جو ۶ مارچ کو لوٹ لیا گیا

کچھ نہیں کر سکتے تھے چاروں طرف درندگی پھیلی ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ کے وہیں بیٹھ رہے۔ اس کے بعد فرداً فرداً محلہ کے بعض آدمی آتے رہے اور کہتے رہے کہ ہم بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے کوئی کہتا کہ ہم کارے آتے ہیں اور تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچا آتے ہیں۔ کوئی کہے کہ آپ اپنے مکان کے ساتھ والے مکان پر اوپر سے کود کر چلے جائیں اور پھر فلاں گلی میں چلے جائیں اور پھر فلاں مکان میں چلے جائیں تو آپ محفوظ ہو جائیں گے۔ اور ہم مشتعل فسادیوں سے کہدیں گے کہ وہ تو یہاں نہیں ہیں کہیں جا چکے ہیں وغیرہ وغیرہ مضحکہ خیز تجویزیں بتاتے رہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم یہ تماشہ دکھانا نہیں چاہتے کہ بھاگتے اور چھپتے پھریں اس وقت کون ہے جس کی نظر ہم پہ لگی ہوئی ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر یہیں رہیں گے وہی ہماری مدد کرے گا۔ اور ہمارے پاک امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر رہو اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں کرتے رہو وہ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ آپ لوگوں کی اس ہمدردی کا بہت بہت شکریہ۔ پھر ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ہم نے پڑھیں اور دعائیں کرتے رہے۔

ڈیڑھ یا دو بجے دن کے مارشل لاء لگ چکا تھا مگر اندرونِ شہر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ بدستور اسی طرح شور و غوغا اور لٹیروں کے لوٹے جلوسوں کی شکل میں پھر رہے تھے۔"

۹۔ مستری نذر محمد صاحب (محلہ پٹرنگاں اندرون بھاٹی دروازہ) نے اپنے جواں سال اور نہایت پیارے احمدی بچے کی شہادت کا دردناک واقعہ بتاتے ہوئے لکھا۔

"۶ر مارچ کی صبح کو نو بجے حکیم سراج الدین صاحب نے مجھے بلایا۔ میں اُن کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تین چار آدمی ڈپٹی کمشنر صاحب کے پاس جا کر کہیں کہ وہ ہم کو پولیس دیں۔ ہم کو بہت خطرہ ہے ان دوستوں کے کہنے پر میں نے بچوں کو ۵ر مارچ کو جمعرات کے دن ڈبی بازار اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کے ہاں بھیج دیا ہوا تھا۔ گھر میں میں اور میرا لڑکا جمال احمد ہی تھے۔ ۶ر مارچ کی صبح کو ہمیں لوگ آ کر کہنے لگے کہ تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ تم اب یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم نے کہا ہم نہیں جائیں گے ...... میں نے اپنے لڑکے کو کہا کہ تم داتا گنج کے پاس میرے ایک دوست غیر احمدی امام بخش کا گھر ہے۔ وہاں چلے جاؤ کیونکہ میں کچہری چلا ہوں۔ شائد تمہیں اکیلا پا کر کوئی نقصان پہنچائیں۔ ہم کچہری گئے۔ مگر وہاں ڈپٹی کمشنر صاحب نہ ملے کیونکہ وہ آئے ہی نہ تھے۔

پھر مَیں ڈاکٹر رفیق صاحب جو کہ ڈینٹل سرجن ہیں اُن کے مکان میں آیا تو وہاں ہمارے محلہ کے احمدی مولوی عبدالرحیم صاحب کمپاونڈر اور میاں محمد اقبال صاحب زرگر موجود تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد مولوی عبدالرحیم صاحب کا لڑکا وہاں آیا۔ اس نے کہا کہ جمال احمد شہید کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی لاش بھی اٹھا کر لے گئے ہیں........ مَیں اپنی دکان (آرہ مشین) پر گیا تو وہاں کے غیر احمدی ہمسائے کہنے لگے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ فسادی تمہیں دو تین دفعہ دیکھ گئے ہیں۔ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ ہم تمہاری دکان کی حفاظت کریں گے۔ مگر جب جمعہ کے وقت حفاظت کرنے والے چلے گئے تو بلوائیوں نے پیچھے سے آ کر آگ لگا دی۔ جس سے ہماری (عمارتی لکڑی کی) دکان مشینری۔ لکڑی۔ درخت وغیرہ سب جل کر راکھ ہو گئے........ جب مارشل لاء کی وجہ سے کچھ امن ہو گیا تو ہم گھر آئے دیکھا ہمارے گھر کا سارے کا سارا سامان لٹ چکا تھا حتیٰ کہ کپڑے کا ایک ٹکڑا تک نہ بچا تھا۔ جمال احمد کے قتل کی رپورٹ محمد صادق نے دیدی جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ گھر کی (لوٹ کی) رپورٹ مَیں نے جا کر میاں محمد شفیع صاحب کو دی۔ جو کہ ہمارے علاقہ کے تھانیدار تھے اور بھاٹی گیٹ کی پولیس چوکی کے انچارج تھے الخ"

محترم نذر محمد صاحب ایک اور بیان میں تحریر فرماتے ہیں:-

"میرا لڑکا.... جمال احمد نہایت خوبصورت شریف طبع اور نیک صالح تھا یہ تعلیم الاسلام کالج فسٹ ایئر میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ جس دن انہوں نے شہید کیا اس دن نماز جمال احمد نے بہت لمبی پڑھی میں نے اس سے پوچھا کہ جمال احمد تم نے نماز بہت لمبی پڑھی ہے تو وہ خاموش ہو گیا۔"

حالاتِ لاہور پر ایک طائرانہ نظر تفصیلی بیانات قلمبند ہو چکے اب جماعت احمدیہ لاہور کی مالی اور جانی قربانیوں کا جائزہ لینے کے لیے ۳ تا ۱۰ مارچ ۱۹۵۳ء تک کے حالاتِ لاہور پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ یہ جائزہ مندرجہ ذیل علاقوں پر مشتمل ہے:-

راوی روڈ۔ رتن چند روڈ۔ بھاٹی گیٹ۔ چوک مسجد وزیر خاں۔ گمٹی بازار۔ بیرونی دہلی دروازہ موہن لال روڈ۔ نئی انارکلی۔ پرانی انارکلی۔ نیلا گنبد۔ میو ہسپتال۔ خواجہ دل محمد روڈ۔ فلیمنگ روڈ۔ ریلوے روڈ۔ نسبت روڈ قلعہ گوجر سنگھ۔ میکلیگن روڈ۔ میکلوڈ روڈ۔ میس روڈ۔

ٹمپل روڈ۔ مزنگ روڈ۔ عزیز روڈ۔ مصری شاہ۔ کاچھو پورہ۔ سلطان پورہ۔ محلہ وسن پورہ۔ گنج مغلپورہ۔ باغبانپورہ۔ نئی آبادی دھرمپورہ۔

راوی روڈ ۶ مارچ کو ملک برکت علی صاحب کی ٹمبر کی دکان اور مکان نذرِ آتش کر دیا گیا۔ تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔ اسی طرح ملک محمد طفیل اینڈ سنز ٹمبر مرچنٹ کا قیمتی سامان بھی جل کر راکھ ہو گیا۔

رتن چند روڈ

بلوائیوں نے ۶ مارچ کو محمد یونس صاحب کی ٹمبر کی دکان جلا دی۔

بھاٹی گیٹ جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے اس حلقہ کے احمدیوں کو بھی بلوائیوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونا پڑا۔ علاوہ ازیں ۶ مارچ کو ایک نہایت مخلص احمدی نوجوان جمال احمد صاحب طالبعلم تعلیم الاسلام کالج شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

چوک مسجد وزیر خان ۶ مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ قریباً ۱۱ بجے دن بلوائیوں نے مسعود احمد صاحب اور محبوب عالم اینڈ سنز کے مکان کو لوٹنے کے بعد آگ لگا دی۔ اسی طرح نیلا گنبد میں دکان "محبوب عالم اینڈ سنز" کا سامان لوٹ کرلے گئے اور عمارت کو نذرِ آتش کر دیا۔

گمٹی بازار — یہاں حافظ رحمت الٰہی صاحب کی دکان تھی جو لوٹی اور جلائی گئی۔

بیرون دہلی دروازہ ۶ مارچ کو ایک غضبناک ہجوم نے جو ایک سو افراد پر مشتمل تھا۔ احمدیہ بیت الذکر دہلی دروازہ پر حملہ کیا اور سلسلہ احمدیہ کے مشہور مبلغ مولانا ابو البشارت عبد الغفور صاحب بلوائیوں میں گھر گئے۔

عبد القدیر صاحب ہارون (ولد ڈاکٹر عبد الحمید صاحب چغتائی) کو قریباً سو افرادِ خاندان سمیت ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح کو عوام کے بے پناہ جوش و خروش کی بناء پر ۶۸/۲ ماڈل ٹاؤن میں منتقل ہونا پڑا اور اسی رات اُن کا مکان نذرِ آتش کر دیا گیا۔

موہن لال روڈ ہدایت اللہ صاحب کارکن انشاء پریس موہن لال روڈ لاہور کا مکان لوٹ لیا گیا اور چارپائیاں اور بستر جلا دیئے گئے۔ بعد ازاں ایک مولوی صاحب نے تمام محلہ میں یہ فتویٰ دے دیا کہ یہ لوگ واجب القتل ہیں اور ان کا سامان لوٹنا اور جلانا جائز ہے

نئی انارکلی ۶ مارچ کو ایچ نیاز احمد صاحب کی کپڑے کی مشہور فرم "الفردوس" (بی ۸۵) فساد کی نذر ہوگئی اور اس کا نہایت قیمتی سامان، کپڑے اور فرنیچر لوٹ لیا گیا۔

پرانی انارکلی اس حلقہ کے معزز اور شریف غیر احمدی ہمسایوں نے محبت اور رواداری کا بہت عمدہ نمونہ دکھایا جسکی وجہ سے افراد جماعت ہر قسم کے جانی اور مالی نقصان سے محفوظ رہے، تاہم انہیں ہراساں اور پریشان کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی اور جلوسوں میں نہایت گندے نعرے لگائے جاتے تھے۔ اس حلقہ میں مندرجہ ذیل احمدی رہائش پذیر تھے۔

شیخ عبداللطیف صاحب۔ شیخ عبدالرشید صاحب، شیخ عبدالرحیم صاحب (۱۶ بھگوان سٹریٹ) چوہدری اکبر علی صاحب (۱۶ نابھ روڈ) منور احمد صاحب (۵۲ مدنی چند سٹریٹ)، میاں شریف احمد صاحب (۱۳ لاج روڈ)۔ محمد یونس صاحب (۸ اچرچ روڈ)۔ چوہدری عبدالغنی صاحب (۱۲ پام سٹریٹ) ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب (کپور تھلہ ہاؤس)

مقدم الذکر چار احمدیوں کے سوا باقی سب کو دو تین روز کے لیے اپنے مکانات چھوڑ کر جانا پڑا۔ بلوائیوں نے ان کے مکانات پر نشان دہی کی اور ان کو لوٹنا اور آگ لگانا چاہا مگر ہمسایوں کی مخالفت کے باعث وہ اس منصوبے میں ناکام رہے۔ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو چوہدری اکبر علی صاحب کے مکان کو نذر آتش کرنے کی دھمکی دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مکان میرا نہیں بلکہ حکومت پاکستان کا ہے اس کے بعد محلے میں سے بعض لوگوں نے آپ کو احمدیت سے توبہ کرنے کی "نصیحت" کی مگر آپ نے انکار کیا تو انہوں نے دو چار دن کے لیے مکان چھوڑنے کو کہا ان کے بیٹے منور علی[1] صاحب کو پیٹا گیا بلکہ حملہ آوروں نے اُن پر چاقو سے وار کرنے کی بھی کوشش کی۔ چوہدری اکبر علی صاحب نے انہیں للکارا اور وہ بھاگ گئے۔

نیلا گنبد ۶ مارچ کی تاریخ نیلا گنبد اور خواجہ دل محمد روڈ کے احمدیوں کے لیے قیامت سے کم نہیں تھی چنانچہ اس روز حکیم عبدالرحیم صاحب کی دکان پر ایک احمدی مرزا کریم بیگ

---

[1] میاں منور علی صاحب اب انگلستان میں قیام پذیر ہیں اور سلسلہ کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔

صاحب ولد جواہر بیگ صاحب کو شہید کرنے اور ان کی نعش جلا دینے کے بعد حکیم صاحب کا مکان و دکان لوٹ لی گئی ۔

نور علی خاں صاحب (ولد حکیم یوسف علی خان صاحب) کا دواخانہ "مفرح حیات" (قائم شدہ ۱۹۳۰ء) تباہ کر دیا گیا مکان و دکان ڈاکٹر نور محمد صاحب، قاضی محمد صادق صاحب ٹوپی والا کی دکان مستری موسیٰ اینڈ سنز کی دکان اور رہائشی مکان سب نہایت بے دردی سے جلائے اور لوٹ لیے گئے ۔ محمد احمد صاحب کا سب سامان لوٹ لیا گیا اور ان کی کار نذرِ آتش کر دی گئی ۔ یہ جمعہ کے روز ۱۱ بجے صبح کا واقعہ ہے ۔

میو ہسپتال حملہ آوروں نے ۶ مارچ کو عبدالعزیز صاحب کا "پاک ریز ایکس ریز کلینک" لوٹا اور عمارت کو آگ لگا دی ۔

فلیمنگ روڈ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء بعد نماز جمعہ بلوائیوں نے محمد یحییٰ صاحب اور مبارک احمد صاحب کے مکان کا تمام قیمتی اثاثہ لوٹ لیا اور باقی سامان گھر کے سامنے رکھ کر آگ لگا دی ۔

گوالمنڈی ریلوے روڈ چوہدری عبداللطیف صاحب (ولد حاجی عبدالکریم صاحب) کا گودام چوک برف خانہ کے چھ کمروں میں تھا جسے بلوائیوں نے ۶ مارچ لوٹا اور جلا دیا ۔

اسی طرح عبدالرشید صاحب کے مکان کا قیمتی سامان حملہ آوروں کے ہاتھوں لُٹ گیا ۔

نسبت روڈ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو بلوائیوں نے سمیع اللہ بھٹی صاحب کی دکان "شفا میڈیکو" ۶۹۔ نسبت روڈ لاہور (چوک میو ہسپتال) کو پہلے جی بھر کے لوٹا اور پھر نذرِ آتش کر دیا ۔

قلعہ گوجر سنگھ ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب کے بھائی اور ہمشیرہ کا مکان لوٹا اور سامان جلایا گیا ۔ محمود الٰہی صاحب سیلز انسپکٹر ریلوے رسید رام پارک عبدالکریم روڈ) کے مکان میں لوٹ مار اور آتشزدگی کی واردات ہوئیں ۔

میکلیگن روڈ

۶ر مارچ کو ہجوم نے عبدالکریم خانصاحب بی اے کے گھر کا سامان جلا دیا۔

میکلوڈ روڈ

اکبر علی صاحب کی دکان کارز سٹور ۵ رمارچ ۱۹۵۳ء کو بلوائیوں نے جلا کر خاکستر کر ڈالی۔

۱۹ میسن روڈ

۶ر مارچ ۴ بجے شام دو سو سے زائد بلوائی چاند بیگم صاحبہ کے مکان میں ڈیڑھ گھنٹہ تک لوٹ مار کرتے رہے اور تمام قیمتی سامان ہتھیا لے گئے اور دروازے اور کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔

۶۵۔ ٹمپل روڈ

شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت لاہور کی کوٹھی کے علاوہ اس حلقہ کے دوسرے احمدی بھی حملہ آوروں کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بنے۔ مثلاً عبدالحمید صاحب ناظم دفتر جماعت احمدیہ کے مکان پر بلوائیوں نے شدید حملہ کیا اور مکان کا تمام سامان لوٹ لیا اور فرنیچر وغیرہ مع قیمتی کتب کے جن میں قرآن مجید کے چند نسخے بھی تھے برلب سڑک جلا دیا گیا ان کا راشن ڈپو بھی لوٹ لیا گیا۔

مزنگ روڈ

۶ر مارچ ۱۹۵۳ء کو بلوائیوں نے کوٹھی نمبر ۶۴ کی بالائی منزل پر حملہ کیا اور مسعود احمد خان صاحب دکلرک پنجاب سول سیکرٹریٹ لاہور) محمود احمد خان صاحب ایم اے (ایکسائز انسپکٹر سنٹرل ایکسائز) مسعودہ ابراہیم صاحبہ ایم۔ اے بی ٹی (سیکنڈ ہیڈ مسٹرس گورنمنٹ ہائی سکول فار گرلز فیروز پور روڈ) کا قیمتی سامان اٹھا کر لے گئے۔

عزیز روڈ مصری شاہ

حکیم محمد الدین صاحب کا "محمدی دواخانہ" لوٹ لیا گیا۔

کاچھو پورہ چاہ میراں روڈ

۳ر مارچ کو مستری اللہ بخش صاحب دکاندار سائیکل مرمت کو اُن کے رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں نے مجبور کیا کہ وہ وقتی طور پر احمدیت چھوڑ دیں مگر انہوں نے جواب دیا "میری لڑکیاں اور بچے میری آنکھوں کے سامنے اٹھا کر لے جاؤ ذرا انہیں ایک طرف سے چیرنا شروع کر دو اور سارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو تب بھی احمدیت چھوڑنے کو کبھی تیار نہیں ہو سکتا"

مورخہ ۵ رمارچ کو مستری صاحب مع ماسٹر غلام نبی صاحب مصری شاہ کے تھانہ میں گئے اور کہا کہ ہماری حفاظت کے لیے کیا انتظام کر سکتے ہیں۔ جواب ملا کہ ہم تمہاری کوئی حفاظت نہیں کر سکتے ہمیں تھانہ سے باہر نکلنے کی بھی اجازت نہیں تم یہاں سے آدھ گھنٹہ کے اندر اندر نکل جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے اس کے بعد یہ لوگ اپنے رشتہ داروں کی مدد سے نکلے بہت سے لوگ ہاتھوں میں چھرے لے کر اُن کے قتل کے لیے بیٹھے تھے۔ فتنہ پردازوں نے ان کے مکان کو آگ لگا دی جو مستری صاحب کے غیر احمدی والدین نے بجھا دی۔

سلطان پورہ شیخ فیروز دین صاحب اور عبد الحمید صاحب کے کارخانہ کا نقصان کیا گیا۔

محلہ وسن پورہ اس محلہ میں صوفی عطاء اللہ صاحب کا مکان، جو گلی ۱۶ عمر دین روڈ پر واقع تھا، غارت گری کا نشانہ بنایا گیا۔

گنج مغلپورہ حلقہ گنج مغلپورہ مارچ ۱۹۵۳ء میں "کربلا" کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جہاں کئی احمدیوں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ سب سے پہلا واقعہ ماسٹر منظور احمد صاحب کی شہادت کا رونما ہوا۔ اس کے اگلے روز احمدیوں کے گھروں پر پتھر پھینکے اور گالیاں دینا شروع کی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمدی اپنے گھروں میں بند ہو گئے۔ ۶ رمارچ کی صبح کو قلعہ راج گڑھ کے ایک نہایت مخلص احمدی مکرم محمد شفیع صاحب بیت الذکر مغل پورہ سے نماز فجر ادا کر کے گھر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ انہیں سفاکانہ طور پر چاقوؤں سے شہید کر دیا گیا۔ احمدی متواتر کئی راتوں سے جاگ رہے تھے۔ اُس روز ان کی حالت نہایت خطرہ میں تھی۔ وہ سمٹ سمٹا کر تین چار جگہ میں محصور ہو گئے۔ شریر اور فتنہ پرداز اُن کے دروازے توڑتے، پتھر مارتے اور گالیاں دیتے تھے اور اس فکر میں تھے کہ جس طرح ہو سکے احمدیوں کو ختم کیا جائے۔ احمدیوں کے لیے ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرنا بھی ناممکن ہو گیا۔ بلکہ ۱½ بجے کے قریب مارشل لاء لگ جانے کے باوجود محلہ کے اندرونی حصوں کو بدستور خطرہ لاحق تھا۔

بابو عبد الکریم صاحب کا مکان لوٹا گیا اور پھر اسے آگ لگا دی گئی۔ مستری محمد اسماعیل صاحب و عبد الرزاق صاحب کمپونڈر کے ریلوے کوارٹر پر بھی حملہ کر کے اس کو لوٹا گیا۔ عبد الرزاق صاحب

کے غیر احمدی بڑے بھائی کو محض اس لیے مارا پیٹا گیا کہ وہ ان کے بال بچوں کو محفوظ جگہ پہنچانے آئے تھے۔ مستری محمد اسماعیل صاحب ملازم ریلوے کا سامان لوٹ لیا گیا اور دو بھینسیں کھول کر لے گئے۔ ایک طالب علم عبدالرشید صاحب ولد ماسٹر چراغ دین صاحب نبی پورہ میں رہتے تھے۔ وہ اپنی بھاوج اور اس کے بچوں کو محفوظ جگہ پہنچانے کے لیے گھر جا رہے تھے کہ راستہ پر اسی نوّے آدمیوں کے ایک ہجوم نے حملہ کر کے اتنا زدوکوب کیا کہ وہ بے چارے گر گئے۔ قریب تھا ان کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا جاتا کہ کسی نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ ملٹری آگئی اس پر وہ لوگ بھاگ گئے اور اس معصوم بچے کی جان بچ گئی۔

جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب میں میاں عبدالحکیم صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گنج مغلپورہ کی (غیر احمدی) والدہ صاحبہ قتل کر دی گئیں اور روپیہ پیسہ اور مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

باغبان پورہ

مکرم ماسٹر منظور احمد صاحب کی دردناک شہادت کے بعد یہاں فسادات زور پکڑ گئے اور تھانے والوں نے کہا کہ عوام بپھرے ہوئے ہیں۔ ہم کچھ مدد نہیں کر سکتے اس پر بعض دوست اپنے گھروں میں رہے اور بعض دوستوں نے اور جگہ پناہ لی۔ جتھے آتے اور مکانوں پر حملہ کرتے اور قتل کی دھمکیاں اور گالیاں دیتے تھے۔ ان لوگوں کے پاس تلواریں، برچھیاں، مٹی کا تیل اور لاٹھیاں ہوتی تھیں۔ اس حلقہ میں جن احمدیوں کا سامان لوٹا گیا ان کے نام یہ ہیں:۔

مستری محمد اسماعیل صاحب۔ ماسٹر منظور احمد صاحب شہید۔ فضل دین صاحب۔ خدا بخش صاحب

دھرم پورہ

اس حلقہ میں احمدیوں کے مالی نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ محمد یٰسین صاحب فیروز پوری اپنا مکان بند کر کے دوسری جگہ چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ان کے مکان میں ریشمی پارچات، نقدی اور کچھ برتن اور راشن چوری کر لیا گیا۔

محمد رفیق صاحب کفش ساز کی دکان لوٹی گئی اور کچھ سامان باہر نکال کر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ بابو غلام محمد صاحب ریٹائرڈ کلرک آرڈیننس ڈپو کی دکان میں موجود ایف اے۔ بی اے کی کورس کی تمام کتابیں تلف کر دی اور اکثر گم کر دی گئیں۔ اور پرچون کی دکان کی مختلف اشیاء لوٹ لی گئیں۔ شام سندر گلی نمبر ۲ میں محمد یاسین خاں صاحب اکیلے احمدی تھے جنہیں فسادات کے دوران اپنا مکان

مقفل کرکے اپنے بھائی کے گھر جانا پڑا۔ لوگوں نے ان کی چھت پر سے ہو کر اندرونی تالا توڑا۔ اور سامان نکال کرلے گئے۔

شیخ محمد علی صاحب انبالوی کے ایک خط سے پتہ چلتا ہے کہ :-

"لاہور میں ایک احمدی حوالدار عبدالغفور صاحب ولد الٰہی بخش رساکن موضع اوّل خیر کوٹ شہاب دین شاہدرہ) ڈیوٹی کے دوران ۸ ر مارچ ۱۹۵۳ء کو شہید کر دیئے گئے۔ اس شہید کے چھوٹے بھائی عبدالحمید صاحب قادیان میں درویش تھے۔"

شاہدرہ کے واقعات

لاہور کے نواحی علاقوں میں سے ایک مشہور قصبہ شاہدرہ ہے۔ وہاں کے نہایت ہی کمزور۔ بے بس۔ اور لاچار احمدیوں کے ساتھ جس قسم کا متشدّدانہ سلوک ہوا۔ اس کے لیے انہی مجبور اور مظلوم لوگوں میں سے دو اصحاب کی مندرجہ ذیل چٹھیاں پڑھ لینا کافی ہوگا۔

ماسٹر غلام محمد صاحب ٹیچر ہائی سکول شاہدرہ نے لکھا کہ :-

"۶ ر مارچ کو ہمیں صبح سے ہی خبریں آنی شروع ہو گئی تھیں کہ جمعہ کے بعد شاہدرہ کے احمدیوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس مطلب کے لیے لاہور سے بھی مولویوں کا جتھہ آئے گا۔ ابھی جمعہ کا وقت نہیں ہوا تھا کہ بازار سے شور اٹھا کہ جتھہ آگیا ہے۔ میں اس وقت پولیس چوکی کی طرف جا رہا تھا اور ہسپتال کے موڑ پر تھا۔ چنانچہ شور سن کر واپس آگیا۔ بال بچوں کو اطلاع دی جتھہ آیا ہے۔ نعرے لگ رہے تھے۔ ظفر اللہ مردہ باد۔ ناظم الدین مردہ باد۔ ایک مصنوعی جنازہ چارپائی پر اٹھایا ہوا تھا اور ہائے ہائے کر رہے تھے۔ میرے مکان کے دروازے کو اس قدر زور زور سے دھکے دیئے کہ اس کے قبضے اُکھڑ گئے اور دروازہ پر پتھر اور اینٹیں زور زور سے چلائی گئیں فحش گالیاں دے رہے تھے۔ اس قدر گالیاں اور ایسی گالیاں کہ اس سے پیشتر ایسی مکروہ گالیاں میرے کانوں نے نہ سنی تھیں میری حویلی کی دیواروں کی اینٹیں اکھاڑ کر کافی دیوار گرا دی۔ دو دفعہ جلوس آیا اور مکروہ حرکتیں کرتا رہا اور کہتا رہا کہ جمعہ کے بعد تم کو قتل کر دیا جائے گا ورنہ مرزا کو چھوڑ دو اور مسلمان ہو جاؤ۔ یہ جلوس لمبے لمبے چھروں اور کلہاڑوں سے

سے مسلح تھا۔۔۔۔۔۔خیر جلوس چلا گیا۔ جلوس کے بعد مَیں پولیس چوکی میں دوڑ گیا۔ اس وقت چوکی میں صرف دو سپاہی اور ایک حوالدار تھے۔ مَیں نے حوالدار کو کہا کہ جمعہ کے بعد ہمیں قتل کر دیا جائیگا آپ کوئی انتظام کریں۔ اس نے کہا مَیں کچھ نہیں کر سکتا میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ اپنے گھر جاویں اور اپنا خود انتظام کریں۔ اس کے بعد مَیں اپنے پریذیڈنٹ صاحب کے پاس اُن کے مطلب میں گیا۔ اس وقت اُن کے پاس بعض لوگ بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اب تم قتل کیے جاؤ گے۔ صرف بچنے کی صورت یہی ہے کہ مسلمان ہو جاؤ یا کہیں چھپ جاؤ۔ لیکن جہاں چھپو گے ان کی بھی خیر نہیں۔ یہ باتیں سُن کر مَیں گھر آ گیا۔ اور گھر والوں کو بتایا کہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ڈاکٹر بخاری نے مجھے اس سے پیشتر کہا تھا کہ خطرہ کی صورت میں میرے گھر آ جاؤ۔ چنانچہ ہم نے اُن کی ہمشیرہ کے کہنے پر اُن کے گھر چلے گئے اور اپنا گھر خالی چھوڑ دیا۔"

۲۔ حکیم مختار احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شاہدرہ نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا:۔

"مورخہ ۶ مارچ کو جماعت احمدیہ شاہدرہ پر دشمنوں نے اچانک حملہ کیا اور تمام احمدیوں کے گھروں کو گھیر لیا۔۔۔۔۔۔ قریباً دس بارہ ہزار کا مسلح جلوس نکلا جو بندوقوں، چھُروں، برچھیوں اور آگ لگانے کے سامان سے مسلح تھا۔ تمام رستے انہوں نے بند کر دیئے تھے اور پولیس مقامی اُن کی ہمنوا تھی۔ کوئی چارہ نہ دیکھتے ہوئے میرے غیر احمدی چند دوستوں نے مجھے کہا کہ اس وقت بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم باہر جاکر لوگوں کو کہتے ہیں کہ حکیم مختار احمد ہمارا ہم خیال ہو گیا ہے جب ہم حالات بہتر دیکھیں۔ تو پھر تم کو باہر بلا لیں گے تم باہر آ جانا۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ کے بعد مجھے باہر بلایا گیا۔ میرے مکان سے باہر آتے ہی ان لوگوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ (حکیم مختار احمد زندہ باد) اس آواز نے تمام شہر میں سکون پیدا کر دیا اور لوگوں نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔ پھر مجھے ایک جامع مسجد میں لے گئے میرے رفقاء نے وہاں بھی خود ہی شور مچا دیا کہ حکیم مرزائی نہیں رہا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ جمعہ کا خطبہ پڑھو۔ چنانچہ مَیں نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اس میں مَیں نے یہ کہا کہ مَیں رسول کریم صلعم کو خاتم النبیین مانتا ہوں اور کلمہ پڑھ کر کہا اسی کلمہ کا قائل ہوں۔ اس کے علاوہ احمدیت کے خلاف یا حضرت مسیح موعودؑ کے

خلاف کوئی بات نہیں کہی اور نہ کسی نے کہلوائی کیونکہ میرے ساتھیوں نے جو مجھے بچانا چاہتے تھے میرے ایک ایک فقرہ پر نعرے لگائے تاکہ شور پڑا رہے اور کسی اور طرف کسی کا دھیان نہ ہو۔ پھر ہم لوگ مسجد سے باہر آ گئے اور لوگ دوسرے احمدیوں کو پکڑ کر لاتے رہے اور مَیں اُن سے یہ کہتا تھا کہ جو کچھ مَیں نے کہا ہے آپ کو منظور ہے وہ بھی حقیقت کو سمجھ گئے تھے۔ سب نے یہی کہا کہ ہاں ہم کو منظور ہے۔ اس پر لوگ نعرے لگاتے رہے .... اس کے بعد جب ملٹری کا انتظام ہو گیا تو تمام جماعت اپنی پہلی سطح پر آ گئی ہے۔ ہماری دونوں بیوت الذکر پر مخالفین نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ بھی ان سے واپس لے لی گئی ہیں۔ دوسرے جمعہ کی نماز مَیں نے پڑھائی تھی۔ سب احمدیوں اور غیر احمدیوں نے میری اقتدا میں نماز پڑھی تھی۔"[1]

کوٹ رادھا کشن جناب محمد فقیر اللہ خاں صاحب (ریٹائرڈ) ڈپٹی انسپکٹر سکولز نے تحقیقاتی عدالت میں حسبِ ذیل درخواست پیش کی کہ:۔

"یہاں احمدیوں کے صرف تین گھر ہیں۔ کئی دنوں سے ہم سن رہے تھے کہ ہر ایک کو قتل کر دیا جائے گا۔ مخالفت کی ہوا اس قدر مسموم ہو چکی تھی کہ لوگ بُری نظر سے ہمیں دیکھنے لگے۔ پہلے جلسے ہوئے۔ احراری لیکچراروں نے احمدی جماعت اور ہمارے بزرگوں کے خلاف جس قدر ہو سکا گندہ دہنی سے کام لیا اور "زمیندار" کی روزانہ اشاعت نے ہمارے خلاف بہت زہر اگلا۔ جلوس جو بڑی شان سے نکالے جاتے تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہماری زندگیاں امن میں نہیں ہیں ...... مخبر نے ہمیں خبر دی کہ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ خیر نہیں۔ چنانچہ مَیں مع اہل و عیال ۸ ؍ مارچ کو لاہور جانے کے خیال سے اسٹیشن کوٹ رادھا کشن کے پلیٹ فارم پر جا پہنچا۔ جلوس نکل رہا تھا۔ اس کے سینکڑوں افراد پلیٹ فارم کا جنگلا پھاند کر میری طرف لپکے۔ مرزائی، مرزائی پکارتے ہوئے مجھے نرغہ میں لے لیا۔ مَیں پلیٹ فارم کے ایک طرف ٹہل رہا تھا۔ مَیں نے اپنا رُخ اسٹیشن ماسٹر صاحب کے کمرہ کی طرف کر لیا۔ اگر عملہ اسٹیشن تعاون نہ کرتا تو مَیں یقیناً سخت خطرہ میں تھا۔ خبر پاتے ہی پولیس کے کچھ سپاہی بھی آ گئے لیکن وہ ہجوم کے

---

[1] خط جناب حکیم مختار احمد صاحب شاہدرہ ۱۸ ؍ مارچ ۱۹۵۳ء بحضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود

پیچھے ہی رہے۔ دراصل پولیس خود خائف تھی۔ ملٹری کے کارندے پہنچ چکے تھے۔ گاڑی کے آنے کی خبر پاتے ہی کہ ملٹری کا دستہ اس کے ساتھ آئے گا لوگ منتشر ہو گئے۔ ہم امن کے ساتھ لاہور پہنچے۔ اور بڑے اطمینان کے ساتھ لاہور میں پھرنے اور رہنے لگے۔ مارشل لاء اپنا قبضہ جما چکا تھا۔ اگر مارشل لاء نافذ نہ ہوتا تو یقیناً احمدیوں کے گھرانے بُری طرح ذبح کیے جاتے۔ اُن کے مکانات نذرِ آتش ہوتے۔ میں نے لاہور پہنچ کر اپنی سرگزشت تحریر کر کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کی خدمت میں بھیجی۔ دوسری درخواست واپس آکر یہاں سے بھیجی۔ مہربانی فرما کر میری دونوں درخواستیں دفتر پولیس سے برآمد کرا کر ملاحظہ فرمائیں۔ پولیس نے کیا کارروائی کتنے عرصہ کے بعد کی پولیس بالکل بے کار ہو چکی تھی۔ عوام الناس سے ڈرتی تھی"۔

فسادِ پنجاب اور حکومت کی پالیسی

صوبہ پنجاب کی چند احمدی جماعتوں کے دردناک اور زہرہ گداز واقعات بیان ہو چکے ہیں اب آخر میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دور میں پنجاب کی دولتانہ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ باوجودیکہ فتنہ و فساد جنگل کی آگ کی طرح پورے صوبہ کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھے وہ اپنی سیاسی مصلحت کی بناء پر حالات کو چھپاتی تھی اور قیام امن کے لیے یہ پراپیگنڈا کر رہی تھی کہ صوبہ میں امن وامان ہے اور شورش کو کچل دیا گیا ہے چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعود نے ۳ ماہ وفا ۱۳۳۲ ہش بمطابق ۳ رجولائی ۱۹۵۳ء کو ناصر آباد سندھ میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"ان دنوں گورنمنٹ کی پالیسی یہ تھی کہ حالات کو چھپایا جائے اور دبایا جائے اور لوگوں پر یہ ظاہر کیا جائے کہ ہر طرح امن ہے اور اس میں وہ معذور تھی کیونکہ پولیٹکل اصول کے مطابق یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر فتنہ و فساد کی خبریں پھیلیں تو لوگوں میں اور بھی جوش پھیل جاتا ہے پس گورنمنٹ کے اکثر حکام کی یہ کارروائی کسی بدنیتی پر مبنی نہیں تھی بلکہ مصلحت اس بات کا تقاضا کرتی تھی لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باہر کی جماعتیں مرکز اور پنجاب کے حالات سے ناواقف رہیں یہاں تک کہ جب حکومت نے دیکھا کہ خطوں کے ذریعہ ناظر دعوۃ و تبلیغ باہر کی جماعتوں کو اپنے حالات سے اطلاع دیتے ہیں تو انہوں نے ان خطوط کو بھی کسی قانونی عذر کے ماتحت روک دیا۔۔۔۔۔۔

ان دنوں پنجاب کے اکثر اضلاع کے احمدیوں کی حالت ایسی ہی تھی جیسے لومڑ کا شکار کرنے کے لیے شکاری کتے اس کے پیچھے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور لومڑ اپنی جان بچانے کے لیے کبھی اِدھر بھاگتا ہے اور کبھی اُدھر بھاگتا ہے ان ایام میں لاریاں کھڑی کر کے احمدیوں کو نکالا جاتا اور انہیں پیٹا جاتا۔ اسی طرح زنجیریں کھینچ کر گاڑیوں کو روک لیا جاتا اور پھر تلاشی لی جاتی کہ گاڑی میں کوئی احمدی تو نہیں اور اگر کوئی نظر آتا تو اسے مارا پیٹا جاتا۔ اسی طرح ہزاروں ہزار کے جتھے بن کر دیہات میں نکل جاتے اور گاؤں کے دس دس پندرہ پندرہ احمدیوں پر حملہ کر دیتے یا اگر ایک گھر ہی کسی احمدی کا ہوتا تو اسی گھر پہ حملہ کر دیتے، مال و اسباب لوٹ لیتے۔ احمدیوں کو مارتے پیٹتے اور بعض شہروں میں احمدیوں کے گھروں کو آگ بھی لگائی گئی بیسیوں جگہوں پر احمدیوں کے لیے پانی روک دیا گیا اور وہ تین تین چار چار دن تک ایسی حالت میں رہے کہ انہیں پانی کا ایک قطرہ تک بھی نہیں مل سکا۔ اسی طرح بعض جگہ ہفتہ ہفتہ دو دو ہفتے وہ بازار سے سودا بھی نہیں خرید سکے۔ بیرونی جماعتیں ان حالات سے ناواقف تھیں۔ وہ گورنمنٹ کے اعلانوں کو سُنکر کہ ہر طرح امن ہے اور خیریت ہے خوش ہو جاتی تھیں۔ حالانکہ جس وقت خیریت کے اعلان ہوتے تھے وہی سب سے زیادہ احمدیوں کے لیے خطرے کا وقت ہوتا تھا لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے حکومت کے اکثر افسروں کی نیت نیک تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر ملک میں یہ خبریں پھیلیں کہ لوگ احمدیوں پر سختی کر رہے ہیں تو دوسرے جگہوں کے لوگ بھی ان پر سختی کرنے لگ جائیں گے اس لیے امن کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ متواتر یہ اعلان کیے جائیں کہ سب جگہ امن ہے تاکہ شور دب جائے اور لوگ سمجھ جائیں کہ جب سب جگہ امن ہے تو ہمیں فساد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پس ہم ان میں سے اکثر کی نیت پر شبہ نہیں کرتے۔ ہمیں سیاسیات کا علم ہے اور ہم نے تاریخ کا بھی مطالعہ کیا ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام حکومتیں ایسا ہی کرتی ہیں کیونکہ علم النفس کے ماتحت لوگوں کے جوش اسی وقت ٹھنڈے ہوتے ہیں جب

انہیں معلوم ہو کہ سب جگہ امن ہے اگر انہیں پتہ لگے کہ بعض مقامات پر امن نہیں تو وہ خود بھی امن سے نہیں بیٹھتے کیونکہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے کوئی شورش نہ کی تو لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا اسی وجہ سے حکومتوں کا عام دستور یہی ہے کہ ابتداء میں جو خبریں نکل جائیں سو نکل جائیں۔ بعد میں وہ یہ پروپیگنڈا شروع کر دیتی ہیں کہ سب جگہ امن قائم ہو گیا ہے تاکہ ایک جگہ کے لوگ دوسری جگہوں کی خبریں سن کر بیٹھ جائیں اور فتنہ و فساد کو ترک کر دیں بہر حال ان حالات میں سے دو اڑھائی ماہ کے قریب ہماری جماعت گزری۔ بسا اوقات ہمیں بیرونی جماعتوں کی طرف سے چٹھیاں پہنچتی تھیں کہ الحمد للہ پنجاب میں امن قائم ہو گیا ہے اور جماعت کے خلاف شورش دب گئی ہے۔ مگر اسی وقت ہمیں پنجاب کی مختلف اطراف سے یہ اطلاعات پہنچ رہی ہوتی تھیں کہ فلاں کا گھر لوٹ لیا گیا ہے۔ فلاں جگہ عورتوں اور بچوں پر حملے کیے جا رہے ہیں اور انہیں بچا بچا کر محفوظ مقامات پر پہنچایا جا رہا ہے۔ فلاں کا گھر جلا دیا گیا ہے مگر باہر کی جماعتوں کی طرف سے مبارکباد اور خوشی کے خطوط پہنچ رہے ہوتے تھے۔ کہ الحمد للہ گورنمنٹ کے اعلانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب ہر طرح خیریت ہے۔ پس آپ لوگ اس مصیبت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جس میں سے پنجاب کے لوگوں کو گزرنا پڑا۔ کیونکہ سندھ۔ سرحد اور بنگال میں ان فسادات کا ہزارواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوا جو پنجاب میں ظاہر ہوئے۔ اس وجہ سے یہاں کے لوگ امن میں رہے اور خیریت سے رہے لیکن باوجود اس کے کہ ان فسادات نے پنجاب میں انتہائی نازک صورت اختیار کر لی تھی۔ وہ وہ تغیرات جو گورنمنٹ میں پیدا ہوئے ان کی وجہ سے بھی اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ حکام کا ایک حصہ ایسا تھا جو دیانت دار تھا اور اپنے فرائض کو ادا کرنا چاہتا تھا۔ یہ فتنہ آخر دب گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس فتنہ کی روح ابھی باقی ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اگر آئندہ فتنہ اُٹھے تو وہ شاید پنجاب کی بجائے سندھ میں پیدا ہو یا بنگال میں پیدا ہو یا ممکن ہے پنجاب میں ہی پیدا ہو کیونکہ ہمیں نظر یہ آتا

ہے کہ اس دفعہ جو فتنہ اُٹھا ہے یہ خالص مذہبی نہیں تھا بلکہ سیاسی تھا۔ ہمارے ملک میں حکومت لیگ کی ہے اور لیگ کی حکومت جب سے پاکستان بنا ہے برابر چلتی چلی جارہی ہے اور بظاہر آثار ایسے نظر آتے ہیں کہ ایک لمبے عرصہ تک مسلم لیگ کی حکومت ہی قائم رہے گی لیکن بدقسمتی سے لیگ کے کارکنوں کا ایک حصہ جس نے پاکستان بننے کے وقت بڑی قربانی کی تھی۔ اپنے دوسرے ساتھیوں سے اختلاف ہو جانے کی وجہ سے لیگ سے علیحدہ ہونے پر مجبور ہو گیا مگر چونکہ اس وقت نیا نیا پاکستان بنا تھا ملک کا بیشتر حصہ یہ چاہتا تھا کہ ہمارے ملک میں زیادہ پارٹیاں نہ بنیں اور نظم و نسق ایک ہی ہاتھ میں رہے چنانچہ باوجود اس کے کہ یہ جُدا ہونے والے مشہور آدمی تھے اور انہیں خیال تھا کہ اکثریت ان کا ساتھ دے گی۔ لوگوں نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی قربانیاں بڑی تھیں وہ ملک کے خیر خواہ بھی تھے۔ انہیں لوگوں میں رسوخ بھی حاصل تھا۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم لیگ سے الگ ہو گئے تو لیگ کا اکثر حصہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے گا لیکن لوگوں کے دلوں میں جو یہ احساس پیدا ہو چکا تھا کہ زمانہ نازک ہے ہمیں اس نازک زمانہ میں اپنے اندر تفرقہ پیدا نہیں کرنا چاہیئے یہ اتنا مضبوط ثابت ہوا کہ وہ لیگ سے باہر نکل کر ایک عضوِ بے کار بن کر رہ گئے اور اکثریت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا جب انہوں نے دیکھا کہ ہم سیاسیات کے ذریعہ لیگ کو شکست نہیں دے سکے بوجہ اس کے کہ مسلمانوں میں اتحاد کا جذبہ موجود ہے اور وہ اپنی حکومت کے قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں تو انہوں نے سوچا کہ اب ہمیں کوئی اور تدبیر اختیار کرنی چاہیئے اور ایسے رستہ سے حکومت کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے جس میں عوام کی تائید ہمارے ساتھ شامل ہو۔ چنانچہ اس غرض کے لیے انہوں نے علماء کو چنا تا کہ لوگوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ یہ حکومت اور لیگ کی مخالفت ہے بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ یہ مخالفت صرف مذہب اور لا مذہبی کی ہے اور اس غفلت اور جہالت میں وہ اپنے اصل مؤقف کو چھوڑ دیں اور ایسے مواقع پیدا کر دیں جو

بعد میں ان لوگوں کے لیے حکومت سنبھالنے کا موجب بن جائیں "۔ [1]

---

(1) خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرمودہ ۳۔ جولائی ۱۹۵۳ء بمقام ناصر آباد سندھ بحوالہ روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۴؍ جولائی ۱۹۵۳ء صفحہ ۲، ۳)

چوتھا باب

- ریاست بہاولپور، صوبہ سرحد، صوبہ سندھ

اور

مشرقی پاکستان[1] کی احمدی جماعتوں کے واقعات

- حضرت مصلح موعود کے بیان فرمودہ پانچ ایمان افروز واقعات

---

[1] ۱۹۷۰ء سے اس خطہ میں بنگلہ دیش کے نام سے مستقل حکومت قائم ہو چکی ہے

فصلِ اوّل

ریاست بہاولپور

اگرچہ ریاست بہاولپور میں حکومت نے امن قائم رکھنے کی پوری کوشش کی مگر شہری آبادیوں اور اُن مقامات پر جہاں احمدی اِکّے دُکّے تھے نچلے درجہ کے حکام کی جانبداری اور بزدلی کے باعث شور و شر بلند رہا اور فضا بہت مسموم رہی۔

صادق آباد یہاں منڈی میں چوہدری محمد شریف صاحب، چوہدری محمد امین صاحب کمیشن ایجنٹ کی واحد احمدی دکان تھی جس کو مشتعل ہجوم نے زبردستی بند کرا دیا اور پولیس بالکل خاموش رہی۔

ہارون آباد اور ملحقہ چکوک شہر ہارون آباد اور اس کے ملحقہ چکوک نمبر ۵۵/۴-R، چک نمبر ۹، ۷ نہر ہاکڑا۔ چک نمبر ۷۶/۴-R، چک نمبر ۱۵۲ ہاکڑا۔ چک نمبر ۵۲/۴-R چک نمبر ۱۶/۱-R چک نمبر ۹۳/۶-R اور چک نمبر ۱۲/۳-R کے احمدیوں کو تکالیف پہنچائی گئیں اور چک نمبر ۱۲/۳-R کے احمدیوں پر حملہ بھی کیا گیا۔

چک نمبر ۱۵۲/۱-L میں شرپسندوں نے اشتعال انگیز نعرے لگائے اور بعض احمدیوں کو پکڑ کر دھمکی دی گئی کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ ورنہ ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ ایک احمدی پیر محمد صاحب نے کمال جراٴت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ "بے شک تم مجھے مار ڈالو لیکن احمدیت خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اس لیے مَیں احمدیت کو جان سے عزیز سمجھتا ہوں اور احمدیت کو نہیں چھوڑونگا۔" اس پر ایک شخص نے کہا کہ اچھا اس کو کل تک مہلت دیجائے لیکن وہ لوگ پھر واپس نہ آئے۔

بہاولنگر شہر و ضلع ریاست کے اندر مخالفت کا زیادہ تر زور ان دِنوں ضلع بہاولنگر میں تھا جہاں احمدی زمینداروں کی فصلیں فروخت ہونا بند ہو گئیں

اور ان کی دکانوں پر پکٹنگ بٹھا دی گئی جس سے جماعت کو ہزاروں روپے ماہوار کا نقصان ہوا۔ بہاونگر میں تین چار احمدی گھر تھے جن میں امیر ضلع بہاونگر شیخ اقبال الدین صاحب بھی شامل تھے ۔ جن کے مکان پر پتھراؤ ہوا اور آپ کئی دن گھر میں محصور اور بیرونی حالات سے بے خبر رہے ۔



فصلِ دوم

صوبہ سرحد

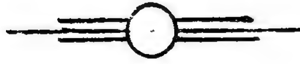
اُن دنوں صوبہ سرحد میں مسلم لیگی حکومت تھی اور اس کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خاں تھے جنہوں نے اپنی حب الوطنی، فرض شناسی اور حُسنِ تدبیر و انتظام کی بہت اعلیٰ اور قابلِ تعریف مثال قائم کی انہوں نے امن و امان کے قیام کے لیے نہ صرف سرحد اسمبلی میں بلکہ مانسہرہ، ایبٹ آباد، بالاکوٹ وغیرہ مقامات پر نہایت زور دار اور مؤثر تقریریں کیں چنانچہ سید عبدالرحیم شاہ صاحب نے بھگلہ ضلع مانسہرہ سے ۱۲/مارچ ۱۹۵۳ء کو حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا کہ

"۱۴/مارچ ۱۹۵۳ء کو وزیر اعلیٰ سرحد نے مانسہرہ ایبٹ آباد میں تقریریں کیں۔ کل ۱۵/مارچ ۱۹۵۳ء کو بالاکوٹ میں تقریر کی۔ پنجاب کے واقعات کی انہوں نے پُر زور مذمت کی، لوگوں کو پُر امن رہنے کی تلقین کی۔ موجودہ فتنہ کا بانی، پاکستان کے دشمن عناصر کو قرار دیا۔ اکثر شریف لوگوں نے اس فتنہ کو سخت ناپسند کیا ہے"۔

اسی طرح پیر محمد زمان شاہ صاحب نے مانسہرہ سے ۵/مارچ ۱۹۵۳ء کے مکتوب میں حضور کو اطلاع دی کہ "۴/مارچ وزیر اعلیٰ کی تقریر مانسہرہ میں ہوئی یہ تقریر بڑے جوش سے اور رُعب و دبدبہ سے کی گئی۔ نہایت معقول تقریر تھی۔ دلائل سے بھی لوگوں کو سمجھایا کہ یہ تحریک سیاسی تحریک ہے اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ سب مسلمان رسولِ خدا کو خاتم النبیین یقین کرتے کرتے ہیں۔ پنجاب کا بتایا کہ یہ شرارت پنجاب سے شروع ہوئی ہے اور اب پنجاب میں گولی چل رہی ہے۔ مسلمان مسلمان کو مار رہا ہے ایسا نہ ہو کہ یہاں بھی گورنمنٹ کو سخت کارروائی کرنی پڑے۔ دو دن پہلے بھی تم پر گولی چلنی تھی مگر حکام نے تم سے مہربانی کی اس تقریر کا اثر لوگوں پر اچھا معلوم ہوتا تھا"۔

وزیر اعلیٰ سرحد خان عبدالقیوم خاں صاحب نے تقریریں ہی نہیں کیں بلکہ اپنی کامیاب حکمت عملی اور مضبوط اقدامات کے ساتھ صوبہ بھر میں بد امنی اور شورش اور فساد کو کچل کے رکھ دیا اور

خدا کے فضل و کرم سے صوبہ سرحد کے اضلاع پشاور، کیمبل پور، اٹک، مردان، ہزارہ۔ کوہاٹ بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خاں کی احمدی جماعتیں اس شورش میں جانی و مالی نقصانات سے بالکل محفوظ رہیں اور پشاور، ایبٹ آباد، بازید خیل، شیخ محمدی، چارسدہ، مردان ایبٹ آباد، مانسہرہ، بچھ گلہ، ٹل، کوہاٹ اور بنوں کی جماعتوں کے احوال و کوائف خاص طور پر مرکز پہنچے۔



فصل سوم

صوبہ سندھ

صوبہ سرحد کی طرح سندھ حکومت نے بھی امن برقرار رکھا اور فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ سندھی پریس نے احراری ایجی ٹیشن کی پُرزور مذمت کی۔ سندھ کے مشہور لیڈر پیر پگاڑہ صاحب نے اس سلسلہ میں ایک پُرزور بیان دیا:۔

When asked as to his reactions to the Anti Ahmedi Movement, Pir Sahib declared that his own Jamaat as also such sections of the Sindhi community as were inclined to listen to him ought to have nothing to do with any movement intended to divide and separate one Pakistani from the other. He was happy to say that his Jamaat had to a man, kept it self aloof from that disruptive movement. Aiso Sindhis as a community. He, however, regretted that some refugee Maulanas who had made Sind their Habitat were trying

to set the Indus on fire but this "They would not be allowed to do" "Sind", maintained He: "Must become a source of strength to Pakistan and to those who run the nation's Affairs. If the Government machinery cannot deal with mischievous Maulanas, the society shall on my own part I am prepared to take upon myself the whole responsibility in this behalf, if only the Government allows me to do so. We cannot, in the interests of our security and freedom, allow a handful of fanatics and mischief-mongers to set fire to the whole country."1

1. The Sind Observer
March 19, 1953
P. No. 1 C. No. 1

یعنی پیر صاحب سے دریافت کیا گیا کہ اینٹی احمدیہ تحریک کے متعلق آپ کا ردّعمل کیا ہے ؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میری اپنی جماعت اور سندھی فرقہ کے وہ لوگ جو ان کی باتوں کو سُننے کے حق میں ہیں ان سب کا ایک ایسی تحریک سے جو ایک پاکستانی کو دوسرے پاکستانیوں سے جدا کرتی ہے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بیان کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میری ساری جماعت (مسلم لیگ) اس فساد انگیز تحریک سے بالکل الگ تھلگ رہی ہے۔ اسی طرح تمام سندھی بھی اس سے الگ رہے ہیں مگر انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کچھ پناہ گزین مولانا، جنہوں نے سندھ کو اپنا وطن بنا رکھا ہے وہ دریائے سندھ کو آگ لگانا چاہتے ہیں مگر اُن کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے اصرار سے کہا کہ سندھ کو پاکستان کے لیے طاقت دینے کا ذریعہ بنایا جائے گا۔ اور یہ ان لوگوں کے لیے طاقت بخش ثابت ہوگا جو قوم کی باگ ڈور کو سنبھالتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ کی مشینری شرارت پسند علماء کو قابو میں نہیں رکھ سکتی۔ تو معاشرہ اُن کو قابو کرے گا۔ میرا اپنا تو یہ حال ہے کہ میں اس معاملے میں ساری ذمہ داری اپنے سر لینے کو تیار ہوں بشرطیکہ گورنمنٹ پاکستان بھی مجھے یہ ذمہ داری سنبھالنے کی اجازت دے دے۔ ہم اپنی حفاظت اور آزادی کے تحفظ کی خاطر چند ایک سر پھرے مذہبی دیوانوں کو اور مفسدانہ طبع لوگوں کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ سارے ملک کو آگ لگا دیں۔"[1]

پیر پگاڑو صاحب کا یہ بیان سندھ کے سب اخباروں میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں جناب علی احمد صاحب بروہی ایڈیٹر "منشور" اور جنرل سیکرٹری انجمن مدیران جرائد سکھر نے "ختم نبوت یا ختمِ پاکستان" کے عنوان سے ایک پوسٹر شائع کیا جس میں لکھا کہ :-

"ختم نبوت ہر مسلمان کا ایمان ہے اور جو لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے ان کو سمجھانا اور دلیل دے کر قائل کرنا چاہیئے۔ لیکن بعض حضرات تبلیغ کرنے کی بجائے اشتعال انگیز تقریریں کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیل کر ان کو قانون توڑنے اور گرفتار ہونے پر

---

[1] اخبار The Sind Observer کراچی ۱۹ر مارچ ۱۹۵۳ء ص ۱

ابھار رہے ہیں۔ چنانچہ پنجاب میں لوٹ مار کرنے ڈاکہ ڈالنے جلانے قومی دولت تباہ کرنے اور بدامنی پھیلانے کے بڑے دردناک واقعات ہوئے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے دشمن .... ختم نبوت کی تحریک کی آڑ میں پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ دشمنوں کے جال میں نہ آیئے ان کی سازش ناکام بنایئے۔"

خدا کے فضل و کرم سے صوبہ سندھ کے احمدی ۱۹۵۳ء کے المناک ابتلاء میں بہت حد تک محفوظ رہے البتہ مندرجہ ذیل چند مقامات پر بعض احمدیوں کو وقتی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۔ میر پور خاص ضلع تھرپارکر میں بعض شریر ایم۔ این۔ سنڈیکیٹ کی رہائش گاہ کے گرد جمع ہوئے اور فتنہ کھڑا کرنا چاہا۔ مگر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک معزز غیر احمدی فقیر محمد صاحب منگریو کی مداخلت پر یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

۲۔ میر پور خاص سے پانچ چھ میل پر ڈیرہ غازی خان کے ایک احمدی اللہ بخش صاحب اور ان کے والد پر حملہ کیا گیا اور ان کو لاٹھیاں ماری گئیں حملہ آوروں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔

۳۔ نوکوٹ ضلع تھرپارکر میں ایک احمدی نوجوان کو پیٹا گیا۔ ایک سندھی احمدی نصرت آباد میں کام کرتے تھے جنکی نسبت جھوٹی رپورٹ کی گئی کہ اس نے ڈاک پر چھاپہ مارا ہے حالانکہ وہ نوکوٹ میں موجود ہی نہ تھا۔

۴۔ سکھر میں بعض پنجابی علماء نے شورش پیدا کرنے کے لیے قدم رکھا مگر جلد ہی بھاگ گئے۔

۵۔ مکرم علی محمد نجم صاحب نمائندہ جماعت محمد آباد اسٹیٹ ضلع تھرپارکر سندھ نے ۱۷ مارچ ۱۹۵۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات کی اور پھر مرکز کو تحریری طور پر آگاہ کیا کہ ایک با اثر زمیندار بہ اشتعال انگیز باتیں کر رہا ہے کہ احمدیوں کو قتل کر کے اُن کی زمینوں پر قبضہ کر لو ان لوگوں کی لالچی نظریں جماعت احمدیہ کنری کی فیکٹری اور زمینوں پر ہیں۔

۶۔ پتھورو ضلع تھرپارکر میں ایک ہی احمدی تھے۔ لوگوں نے ان پر سختی کی اور ارتداد کے لیے مجبور کیا مگر انہوں نے سختی برداشت کی مگر ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

۷۔ چک ۱۱۰ ضلع تھرپارکر میں فتنہ کے ان ایام میں "انی مهين من اراد اهانتک"۔

کانشان ظاہر ہوا ۔ ڈگری کے قریب ایک سکول کا عربی ٹیچر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ اقدس میں انتہائی بے باکی سے گالیاں دیتا اور ایک احمدی طالب علم جمیل (ابن حکیم نور محمد صاحب ٹنڈو غلام علی ضلع بدین) کو زدوکوب کرتا تھا ۔ احمدی طالب علم نے اپنے والد کی نصیحت پر عمل کر کے صبر کیا۔ چند دن کے بعد وہ ٹیچر ایک شرمناک اخلاقی جرم میں پکڑا گیا اور جوتوں سے اس کی پٹائی کی گئی۔

۸ ۔ کنری ضلع تھرپارکر سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک احمدی جو اکیلے گاؤں میں رہتے تھے۔ کنری آنے کے لیے گھر سے نکلے۔ تو چند غیر احمدی ان کا رستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا احمدیت کو ترک کر دو یا ہم تمہیں ختم کر دیں گے ۔ احمدی دوست نے انہیں جواب دیا کہ ہم مرنے سے نہیں ڈرتے اگر ہمیں اس لیے مارنا چاہتے ہو کہ ہم کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور نماز ، روزہ ، حج زکوٰۃ پر عامل ہیں تو بے شک مار لو۔ اس بات کا ایسا فوری اثر ہوا کہ انہوں نے رستہ چھوڑ دیا۔

۹ ۔ دارالعلوم ٹنڈو الہ یار ضلع حیدرآباد سندھ کے دیو بندی علماء نے ان دنوں احمدیوں کے خلاف نہ صرف اشتعال انگیز تقریریں کیں بلکہ جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ چوہدری عنایت الرحمٰن صاحب (زمیندار ایجنیرنگ اینڈ ٹریڈنگ کمپنی) کو قتل کرنے کے وعظ کئے ۔ ایک دوست امجد علی خان صاحب کو جو تین ماہ قبل احمدی ہوئے تھے ۔ قتل کی دھمکی دی گئی مگر انہوں نے دلیری سے جواب دیا کہ حق کے لیے جان چلی جائے تو پروا نہیں ۔

۱۰ ۔ گوٹھ مولابخش رڈالکھانہ (دیہ ماہ کھنڈ ضلع نواب شاہ) کے احمدیوں پر حملہ کی افواہ پھیلائی گئی مگر خدا کے فضل سے امن رہا ۔

۱۱ ۔ کمال ڈیرہ ضلع نواب شاہ کے علاقہ میں یہ افواہ پھیلائی گئی کہ ربوہ پر بھی حملہ ہوا ہے ۔ تحصیل کنڈیارہ میں دو مخالف پارٹیوں نے احمدیوں کے خلاف شرارت کا ارادہ کیا مگر تحصیلدار صاحب نے یہ منصوبہ ناکام بنا دیا۔



فصل چہارم

مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش)

فسادات پنجاب کے دوران مشرقی پاکستان میں امن وامان رہا۔ مولانا سید اعجاز احمد صاحب فاضل مبلغ مشرقی پاکستان نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ۲؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو بذریعہ مکتوب اطلاع دی کہ مشرقی پاکستان کے انگریزی اور بنگلہ پریس نے احرار ایجی ٹیشن کی پُرزور مذمت کی البتہ عوامی لیگ کے آرگن "اتفاق" نے اغماض برتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا بھی اس فتنہ میں ہاتھ ہے۔ مولانا نے یہ بھی عرض کیا کہ:-

"اخبار الفضل کے بند ہو جانے کی وجہ سے مرکزِ سلسلہ اور جماعت کے صحیح حالات سے ہم لوگ بالکل بے خبر ہو رہے ہیں۔ براہ کرم حضور مرکز سلسلہ اور جماعت کے تازہ کوائف و حالات سے ہم لوگوں کو باخبر رکھنے کا کوئی موزوں انتظام فرمائیں۔"

اس پر حضور کے ارشاد پر مرکز کی طرف سے اطلاعات بھجوانے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

ان پُرفتن ایام میں مشرقی پاکستان کے احمدیوں نے پریس اور ملک کے دوسرے حلقوں کو ضروری لٹریچر پہنچا دیا اور انفرادی واجتماعی دعائیں کیں اور روزے رکھے۔ جیسا کہ جناب احسان اللہ شکولر صاحب سیکرٹری تعلیم و تبلیغ انجمن احمدیہ مشرقی پاکستان کے ۹؍ مارچ ۱۹۵۳ء کے مکتوب کے درج ذیل الفاظ سے معلوم ہوتا ہے:-

"بفضلہ تعالیٰ مشرقی پاکستان کے تمام اخبارات ہماری تائید میں ہیں۔ اخبارات کے اداریہ کو ترجمہ کر کے حضور کی خدمت میں ارسال کیا جا رہا ہے۔ ہم حالات کے موافق کام کر رہے ہیں تمام اخباری دفتر میں (۱) "قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ"[1] (۲) جناب اصغر بھٹی کے مضمون۔

---

[1] مؤلفہ مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ بلاد عربیہ و انگلستان

(۴) "پاکستان کس راہ پر" ۔ ان سب کا بنگلہ میں ترجمہ دیا گیا ہے ۔ اور ڈھاکہ نرائن گنج شہر میں اور باہر بھی بذریعہ جہاز، ریل، لانچر ز ڈاک کی ترسیل جاری ہے ۔ نرائن گنج میں دو روزے رکھے گئے اور اجتماعی دعا بھی جاری ہے ۔ مشرقی پاکستان کی تمام جماعتوں کو بھی روزے رکھنے اور اجتماعی دعا کرنے کے لیے تاکید کی گئی ۔"

اخبارات کے بعض شذرات

۱۔ اخبار " ڈھاکہ " نے ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو اپنے اداریہ میں احرار کے فتنہ کے خلاف حسب ذیل شذرہ لکھا :۔

قادیانی اور احرار

(ترجمہ) موجودہ بین الاقوامی حالات پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کو تنگ دائرہ میں محدود کرنے کے لیے فضا میں مکدر کیے جانے کی کوشش ہو رہی ہے ۔ اسی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے ۔ چونکہ پاکستان اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا ہے ۔ اس لیے وہ غیر رسمی طور پر پاکستان کے خلاف ہیں ۔ ان حالات میں پاکستانی عوام کو متحد اور متفق رہنا ہی پاکستان کی حفاظت کا باعث ہے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان ایک نئی حکومت ہے ۔ اس کی مضبوطی اور ترقی لازمی ہے ۔ لیکن اب تک ممکن نہ ہو سکا ۔ اس لیے ہم سب کو متفق ہو کر اس کی مضبوطی اور استحکام کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ ان حالات میں احمدیوں کے خلاف احراری فتنہ حکومت اور اسلام کے سب سے بڑے مفاد کے لیے مضر ہے ۔ خبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گزشتہ ۱۶ر فروری کو احرار ایک عام جلسہ میں جمع ہوئے اور وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خاں کو وزارت سے برطرف کیے جانے کی اور قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آواز اٹھائی ۔ اور ڈائریکٹ ایکشن عمل میں لانے کے عزم کیے ہوئے ہیں ۔ حکومتِ پاکستان کو بطور چیلنج کے یہ اعلان کیا گیا ۔

حکومت نے اس قسم کے فتنہ برپا کرنے والے گیارہ مولویوں کو گرفتار کر لیا ۔ اور ان

گرفتاریوں کی وجہ سے احراریوں میں غیظ و غضب پھیل گیا۔ اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں جلوس نکالے گئے اب تک حکومت نے ایک ہزار احراریوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ احراریوں اور احمدیوں کے روزنامہ کی اشاعت بند کر دی گئی ہے۔ حالات قابو میں کر لیے گئے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ ہمارا کسی کسی جگہ احمدیوں کے ساتھ اختلاف ہے لیکن اس کے باوجود بنیادی اصولوں میں ان کے ساتھ ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ ہستی باری تعالیٰ پر ایمان ہی احمدیوں یا قادیانیوں کا اصل اصول ہے .... احرار کی ماضی کی تاریخ ہر پاکستانی کو یاد ہے انہوں نے پاکستانی تحریک کے خلاف جو کارروائی کی اس بنا پر ہم موجودہ حرکات کو پاکستان کے استحکام کے خلاف دشمنوں کی تائید سمجھتے ہیں۔

اب احراریوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی غلطیوں کا اقرار کریں اور اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ اسلام اور حکومت کے خلاف ان کی یہ بغاوت پاکستانی معاف نہیں کریں گے۔

(۲) ۔ مشہور اخبار "آزاد" (بنگالی) کی اشاعت مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء میں حسب ذیل اداریہ شائع ہوا۔

حسرت ناک انجام

میاں ممتاز دولتانہ نے ۱۰ مارچ کے ایک بیان میں کہا ہے کہ احمدیوں کے خلاف تحریک کے بہانے پر فساد برپا کرنے والے باغیوں نے موجودہ حکومت کا تختہ الٹ دینے کی سازش کی تھی اور یکدم مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈال کر پاکستان کے امن اور یک جہتی پر حملہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تاہم مرکزی اور صوبائی حکومت حسب ضرورت کارروائی کے لیے مستعد ہیں۔ ملکی آئین اور نظم و نسق برقرار رکھنا نیز ہر ایک کی جان و مال کی حفاظت حکومت کا اولین فرض ہے۔

دولتانہ کے مذکورہ بیانات کے ساتھ اطاعت پسند عناصر کے کسی فرد کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن چند ماہ سے ملک کی مختلف جگہوں میں جو ہنگامہ آرائی ہوئی اس پر ہر پاکستانی کو

فکرلاحق ہوگئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گزشتہ سال کے گیارہ فروری کے واقعہ اور کراچی اور پنجاب کے موجودہ ہنگامے کے وقت دیکھا گیا کہ سول گورنمنٹ نے مجبور ہو کر امنِ عامہ کی حفاظت اور لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کی خاطر ملٹری کو بلایا۔ اور اسے معاملہ سونپ دیا۔ دولتانہ کے بیان سے ظاہر ہے کہ شروع شروع میں انہوں نے ہنگامہ برپا کرنے والوں کے ساتھ سمجھوتہ کی کوشش کی۔ فقط اسی کوشش میں ہی وہ ناکام نہیں ہوئے بلکہ ملکی آئین اور نظم و نسق کو برقرار رکھنے میں بھی سخت ناکام ہوئے۔ بالآخر ملٹری کو بلا کر اس کے ہاتھ میں معاملہ سونپ دیا۔ ہر بار ملکی آئین کی حفاظت کے لیے فوج کو بلانا اور مارشل لاء جاری کرنا کوئی قابلِ تعریف بات نہیں۔ امن و امان اور ملکی یکجہتی برباد کرنے والوں کو کھلی چھٹی دینے سے عام زندگی میں امن پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اب حکام اور سول کو اس معاملہ میں غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے۔

اتنے دن تو صرف طلباء پر ہی قانون شکنی کا الزام تھا۔ اب تو نام نہاد علماء بھی اسی کی تقلید کر رہے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ حُکام نے بھی اپنی لیاقت کا ثبوت دیا۔ اخباری جرنلسٹ کے ایک گروہ کی کارروائی قابلِ تعریف نہیں بلکہ انہوں نے تو ملکی یکجہتی برباد کرنے میں مدد دی۔ سیاسی چال بازوں کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ یہ سب مل کر ایک لعنتی چکر بن گیا۔ اور اس میں پھنس کر عوام کی زندگی اور ملک کی بہبودی برباد ہونے لگی تھی۔ نازیبا حرکت اور قانون شکنی کو کسی طبقہ کی تائید حاصل نہیں لیکن جس فعل سے امن و امان اور ملکی نظم و نسق کی بربادی کا خطرہ ہو اسی قسم کی تحریک کو ابتداء ہی میں سختی سے دبا دینا حکومت کے لیے ضروری ہے نام نہاد علماء کے فتنہ سے ملک کا امن و امان اور مفاد خطرہ میں پڑ جائیں گے۔ دولتانہ کو پہلے ہی اسے بھانپ لینا چاہیئے تھا۔ لیکن اُلٹا انہوں نے اُن کے ساتھ مفاہمت اور سمجھوتہ کی کوشش کی۔ یہ ان کی کمزوری اور ناعاقبت اندیشی کی علامت ہے۔ ماضی سے بے نیاز ہو کر عہدِ جدید کی واقفیت کا گھمنڈ جس کو لاحق ہے۔ اس کے ساتھ جس طرح مفاہمت نہیں ہو سکتی اسی طرح عہدِ حاضر سے ناواقف قدامت پسندوں کے ساتھ بھی کسی طرح سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ کیا دولتانہ کو یہ بات نہیں سوجھی۔ کہ جمہوریت کے نام پر کسی کے ساتھ ناروا سلوک یا کسی پر کوئی تعلیم زبردستی ٹھونس دینا جیسا کہ جمہوری اصول کے خلاف ہے اسی طرح مذہبی لبادہ اوڑھ کر

مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنا اور ملکی یکجہتی کو توڑنا بھی جمہوریت کے خلاف ہے۔ کوئی بھی اس کی تائید نہیں کر سکتا۔ متفرق فرقوں میں جو جنگ کی آوازیں کسی جا رہی ہیں کیا واقعی یہ نمونہ کی لڑائی ہے یا سیاسی ہیر پھیر۔ مختلف گروہوں میں جو نازی خیالات نمودار ہو رہے ہیں وہ ملک کے لیے مستقبل میں خطرہ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہم سب کی توجہ اُدھر مبذول کراتے ہیں۔ حسرت ناک انجام سے ملک کو بچانا، تعلیم یافتہ طبقہ، حقیقی علماء اور حکومت کے کارندوں کا فرض ہے۔ ہم سب کی خدمت میں اس کے لیے غور و فکر کی گزارش کرتے ہیں۔ (ترجمہ)



فصلِ پنجم

حضرت مصلح موعود کے بیان فرمودہ بعض واقعات

اب آخر میں ۱۹۵۳ء کے بعض ایسے ایمان افروز واقعات درج کیے جاتے ہیں جن کا تذکرہ سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا اور جو حضور کی زندگی میں ہی سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں محفوظ ہو گئے۔

پہلا واقعہ فرمایا "احمدی جماعت سیاسی جماعت کبھی نہیں ہوئی۔ وہ ساری دنیا میں صرف مذہبی کام کرتی ہے۔ زیادہ تر احمدی پاکستان میں رہتے ہیں۔ مگر یہاں بھی کبھی اس نے کسی سیاسی پارٹی سے تعلقات قائم نہیں کیے۔ انہیں صرف اپنے اصول کے مطابق حکومت سے تعاون کرنا آتا ہے اس موقع پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا ۱۹۵۳ء میں جبکہ سارے پنجاب میں فساد تھا حکومت کے پاس رپورٹیں کی جاتی تھیں کہ احمدیوں نے اپنے بچاؤ کے لیے بڑا سامان رکھا ہوا ہے[1]۔ اس لیے گورنمنٹ کی طرف سے کبھی کبھی سی آئی ڈی کے افسر ربوہ آجاتے

---

[1] اس ضمن میں امیر شریعتِ احرار سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی تقاریر کے بعض اقتباس ملاحظہ ہوں۔ (۱) "میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ربوہ کی خود مختار ریاست پر چھاپہ مارئیے اسی ہزار ایکڑ رقبے کے ایک ایک مربع فٹ میں ہزاروں فتنے مدفون ہیں، ہزاروں سازشیں ہیں۔ خطرناک منصوبے ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کی تخریب کے سامان ہیں..... حکومت اب بھی راتوں رات چھاپے مارے تو اسے بہت کچھ مل سکتا ہے" (تقریر لاہور مئی ۱۹۵۰ء)

(۲) "قادیانی نبی کے اُمتیوں نے ربوہ میں ایک متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے اور ان کے اس نظام کے تحت ربوہ میں اسلحہ تیار ہو رہا ہے زمین دوز قلعے تعمیر ہو رہے ہیں.... دریائے چناب کے کنارے ربوہ کو ایک قلعہ بند شہر بنایا جا رہا ہے پاکستان کی اسلامی حکومت میں اس متوازی حکومت کا قیام ناقابلِ برداشت ہے" (تقریر لاہور۔ اگست ۱۹۵۲ء) (حیاتِ امیر شریعت صفحہ ۵۲ ۔ ص ۱۰۹) مرتبہ مرزا غلام نبی صاحب جانباز ناشر مکتبہ تبصرہ بیرون دہلی

تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک سی آئی ڈی کا افسر آیا ایک پٹھان لڑکے کو اس نے دیکھا کہ وہ بیوقوف سا ہے اور اس کی تعلیم اچھی نہیں ہے۔ اس لیے اس نے خیال کیا کہ اس نوجوان سے بات معلوم ہو جائے گی چنانچہ اس نے اسے کہ تم مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں تم نے لڑائی کا سامان رکھا ہوا ہے۔ اس لڑکے نے کہا تم میرے ساتھ آجاؤ چنانچہ اس لڑکے نے اس سی آئی ڈی افسر کو ساتھ لیا اور ایک مسجد میں لے گیا۔ وہاں قرآن کریم کا درس ہو رہا تھا۔ اس لڑکے نے کہا یہ ہماری لڑائی کی تیاری ہے۔ اس افسر نے کہا یہ کیا تیاری ہے۔ مَیں نے تو پوچھا تھا کہ وہ جگہ دکھاؤ جہاں تمہارے ہتھیار پڑے ہوئے ہیں۔ وہ لڑکا اُسے پھر ایک اور مسجد میں لے گیا۔ وہاں بھی قرآن کریم کا درس ہو رہا تھا۔ اس افسر نے کہا تم نے پھر غلطی کی ہے۔ تم مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں تم نے مقابلہ کے لیے سامان جمع کیا ہوا ہے۔ تم لوگ کمزور ہو اس لیے تم نے مقابلہ کے لیے ضروری تیاری کی ہو گی۔ وہ لڑکا کہنے لگا اچھا آؤ مَیں تمہیں اور جگہ دکھاؤں۔ جہاں ہمارا فوجی سامان پڑا ہے۔ وہ افسر خوش ہو گیا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ چنانچہ وہ پھر اُسے ایک اور مسجد میں لے گیا۔ وہاں بھی قرآن کریم کا درس ہو رہا تھا۔ وہ آخر کہنے لگا تم مجھے پھر ایسی جگہ لے آئے ہو جہاں قرآن کریم کا درس ہو رہا ہے اس لڑکے نے کہا ہمیں تو یہی فوجی سامان دیا جاتا ہے اور یہ مَیں نے تمہیں دکھا دیا ہے۔ باقی رہا ظاہری سامان۔ سو ہمیں تو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ سر جھکاؤ اور مار کھاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور اپنے سر پر چپت مار کر سر جھکا لیا اور کہا ہمیں تو بس یہی سکھایا جاتا ہے کہ مخالف کے آگے اپنا سر جھکا دو وہ افسر کہنے لگا اس طرح تو لوگ تمہیں مار دیں گے۔ وہ پٹھان لڑکا کہنے لگا پھر کیا ہو گا ہمیں شہادت نصیب ہو گی اور کیا ہو گا۔ اس پر وہ افسر مایوس ہو کر چلا گیا۔ وہ افسر سمجھتا ہو گا کہ شاید یہ لڑکا بہت بیوقوف ہے لیکن تھا وہ بڑا عقلمند۔ دین کے لیے مارا جانا عزت کی بات ہوتی ہے۔ ذلّت نہیں ہوتی۔ قرآن کے ذریعہ مقابلہ کرنا ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ تلوار اور بندوق قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جس کے ساتھ قرآن ہے اس کے ساتھ سب کچھ ہے۔ اور جس کے ساتھ قرآن نہیں ساری کے توپخانے، ہوائی جہاز اور گولہ بارود بھی اس کے پاس موجود ہوں تو اُسے کوئی فائدہ

نہیں دے سکتے۔ جس کے پاس قرآن کریم ہے اور جس کے پاس خدا ہے اُسے دنیا کے کسی توپخانے ہوائی جہاز، بندوقوں اور تلواروں کی ضرورت نہیں کیونکہ دنیوی توپخانے، بندوقیں اور تلواریں خدا تعالیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔" [۱]

دوسرا واقعہ "۱۹۵۳ء میں جب فسادات ہوئے تو بعض احمدی دوسرے احمدیوں کی خبر لینے کے لیے پچاس پچاس میل تک خطرہ کے علاقہ میں سے گزر کر گئے اور انہوں نے احمدیوں کی مدد کی۔ ایک عورت ہمارے پاس سیالکوٹ کے علاقہ سے آئی۔ اور اس نے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں دو تین احمدی ہیں جن کو لوگ باہر نکلنے نہیں دیتے اور اگر نکلیں تو ان کو مارتے ہیں۔ آخر میں نے سوچا کہ میں خود ان کے حالات سے آپ کو اطلاع دوں۔ چنانچہ میں پیدل چل کر سیالکوٹ پہنچی اور پھر سیالکوٹ سے ربوہ آئی۔ اس پر میں نے اُسی وقت ایک قافلہ تیار کیا جس میں کچھ ربوہ کے دوست تھے اور کچھ باہر کے اور میں نے انہیں کہا کہ جاؤ اور ان دوستوں کی خبر لو۔ اسی طرح سیالکوٹ کی جماعت سے بھی کہو کہ وہ ان کا خیال رکھے" [۲]

تیسرا واقعہ "لاہور میں ہی ایک گھر پر غیر احمدی حملہ کرنے آگئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم نے اس مکان کو جلا دینا اور احمدیوں کو مار ڈالنا ہے۔ اس پر ایک غیر احمدی عورت اس مکان کی دہلیز کے آگے لیٹ گئی اور کہنے لگی پہلے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر لو۔ پھر بیشک آگے بڑھ کر احمدیوں کو مار لینا ورنہ جب تک میں زندہ ہوں میں تمہیں آگے نہیں بڑھنے دوں گی اس طرح ایک دوست نے سنایا کہ ان کے گھر پر حملہ ہوا اور مخالفین کا بہت بڑا ہجوم ان کے مکان کی طرف آیا۔ وہ اس وقت برآمدہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ جب حملہ کرنے والے قریب آئے تو ایک نوجوان جو آگے آگے تھا گالیاں دیتے ہوئے مکان کی طرف بڑھا اور کہنے لگا ان مرزائیوں کو مار دو مگر جس وقت وہ لوگ مکان کے پاس پہنچے تھے تو وہ نوجوان سب کو مڑنے کے لیے کہہ دیتا اور اس کے مڑ جانے کی وجہ سے دوسرے لوگ

---

[۱] روزنامہ الفضل ۳ شہادت ۱۳۳۸ھش ۳ اپریل ۱۹۵۹ء صفحہ ۴ کالم ۳-۴

[۲] الفضل ۲۸ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ ایضاً ۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۴

بھی مڑ جاتے تھے۔ آخر کچھ دیر کے بعد وہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اتنے میں ان کے دوسرے پھاٹک کی طرف سے ایک مستری داخل ہوا جو ان کے ماتحت کام کرتا تھا اور جسے انہوں نے ہی ملازم کروایا تھا۔ تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ ان لوگوں کے آگے آگے کون نوجوان تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ پہلے وہ گالیاں دیتے ہوئے آگے بڑھتا مگر پھر وہ اور اس کا ساتھی دونوں مڑجاتے اور اُن کے مُڑ جانے کی وجہ سے باقی ہجوم بھی مُڑ جاتا۔ وہ کہنے لگا یہ دونوں میرے بیٹے تھے۔ میں نے انہیں بلا کر کہا تھا کہ مجھے پتہ ہے کہ کل اُن کے مکان پر حملہ ہونا ہے مگر انہوں نے مجھ پر یہ احسان کیا ہوا ہے کہ انہوں نے مجھے بھی ملازم کروایا ہے۔ اور تمہیں بھی۔ اب تمہارا فرض ہے کہ تم اس احسان کا بدلہ اتارو۔ یہ لڑکے ہوشیار تھے۔ انہوں نے پتہ لگا لیا کہ کس وقت حملہ ہونا ہے اور خود ان میں شامل ہو کر آگے آگے ہو گئے اور کہنے لگے چلو ہم بتائیں کہ تم نے کس گھر پر حملہ کرنا ہے۔ مگر جب وہ گالیاں دیتے ہوئے قریب آتے تو کہتے مرزائی کے گھر میں کیا رکھا ہے۔ چلو ہم تمہیں اور گھر بتاتے ہیں جن کے سیف روپوں سے بھرے پڑے ہیں اور جہاں بڑا سامان ہے۔ اور اس طرح وہ ان کو واپس لے گئے اور آپ کا گھر بچ گیا۔"[1]

چوتھا واقعہ گوجرانوالہ کے ایک احمدی کا یہ واقعہ حضور نے کئی بار بیان فرمایا:-

"ایک پُرانے احمدی تھے جو ستر بہتر سال کی عمر کے تھے۔ ان کے پاس بھی گاؤں کے لوگ پہنچے اور کہنے لگے کہ چلو اور مسجد میں چل کر توبہ کرو۔ اس نے کہا ہم تو ہر روز توبہ کرتے ہیں۔ آج مجھ سے نئی توبہ کونسی کروانے لگے ہو۔ وہ کہنے لگے ہماری مُراد اس توبہ سے نہیں بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ تم احمدیت سے توبہ کرو۔ وہ کہنے لگا میں اپنے سارے گناہوں سے تمہارے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ لوگ خوش خوش واپس چلے گئے اور انہوں نے اپنے مولوی سے جا کر کہا کہ ہم تو اس سے توبہ کروا آئے ہیں۔ اس نے کہا کس طرح وہ کہنے لگے اس نے سب کے سامنے کہہ دیا ہے کہ میں اپنے سارے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔

---

[1] "الفضل" ۲۸ جون ۱۹۵۶ء ص ۲ - ۳

وہ کہنے لگا اس قسم کی توبہ تو وہ تم سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ اگر اس نے واقعہ میں احمدیت سے توبہ کر لی ہے تو پھر اسے مسجد میں لاؤ اور میرے پیچھے نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ وہ پھر اس کے پاس گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر کہنے لگا کہ اب پھر تم کیوں آ گئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ مسجد میں چل کر نماز پڑھیں تاکہ ہمیں یقین ہو کہ آپ نے احمدیت سے توبہ کر لی ہے۔ وہ کہنے لگا میں نے تو اس لیے توبہ کی تھی کہ مرزا صاحب کہتے تھے نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ حج کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ شراب نہ پیؤ۔ جوا نہ کھیلو۔ کنچنیاں نہ نچواؤ۔ اب تم نے جب توبہ کروائی تو میں خوش ہو گیا کہ چلو نمازیں بھی چھوٹیں۔ روزے بھی گئے۔ زکوٰۃ بھی معاف ہوئی۔ حج بھی گیا۔ اب دن رات شراب پیئں گے۔ جوا کھیلیں گے۔ کنچنیوں کے ناچ دیکھیں گے مگر تم تو پھر نمازیں پڑھانے کے لیے آ گئے ہو۔ اگر نمازیں ہی پڑھانی تھیں تو یہ نمازیں تو مرزا صاحب بھی پڑھایا کرتے تھے پھر توبہ کرنے کا فائدہ کیا ہوا۔ وہ شرمندہ ہو کر اپنے مولوی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ سارا واقعہ اُسے سنایا۔ وہ کہنے لگا میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس نے ضرور کوئی چالاکی کی ہے ورنہ اگر اُس نے توبہ کی ہوتی تو یہاں آ کر ہمارے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھتا۔ اس شخص کے بیٹے کے دل میں ایمان زیادہ تھا۔ اُسے جب اپنے باپ کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے اپنے باپ کو کہا کہ تم نے اتنی کمزوری بھی کیوں دکھائی۔ کئی بیٹے مخلص ہوتے ہیں اور ماں باپ کمزور ہوتے ہیں اور کئی ماں باپ مخلص ہوتے ہیں اور بیٹے کمزور ہوتے ہیں لیکن بہرحال اصل خوبی یہی ہے کہ قوم کو ہزاروں بلکہ لاکھوں سالوں تک توکّل اور ایمان کی زندگی نصیب ہو اور اس کے افراد خدا تعالیٰ کے دامن کو ایسی مضبوطی سے پکڑے رکھیں کہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے جُدا ہونا انہیں گوارا نہ ہو۔؎

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پانچواں واقعہ

فرمایا:۔

"گزشتہ شورش میں بعض جگہ ہماری جماعت کی مستورات نے ایسی بہادری دکھائی کہ جب شرارتی عنصر نے انہیں پکڑا اور احمدیت سے منحرف کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ تم ہمیں مار دو ہمیں اس کی پروا نہیں بلکہ اگر تم ہمارے جسم کے ستر ستر ٹکڑے ٹکڑے کر دو تب بھی ہمیں خوشی ہے کیونکہ ہمارے ستر ٹکڑے ہی خدا تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے"۔[1]



---

[1] "المصلح" ۲۸ وفا ۱۳۳۲ ہش / ۲۸ جولائی ۱۹۵۳ء صہ ۴

حاشیہ صہ ۲۰۱ [1] روزنامہ الفضل ۳ اخاء ۱۳۳۷ ہش مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء صہ ۴ الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء صہ ۱ ایضاً خالد جنوری ۱۹۵۵ء مشعل راہ طبع دوم صہ ۸۱۰ و صہ ۸۱۱۔ ناشر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔

حصّہ دوم

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ اور خاندانِ مہدی موعودؑ اور مرکز سلسلہ کے اہم واقعات

پہلا باب

حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی

جناب الٰہی کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا تھا کہ مصلح موعود "اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا"[1]

یہ عظیم الشان خبر ۱۹۵۳ء کے انتہائی تلخ، پُرفتن اور تشویش انگیز دور میں بھی اس شان سے پوری ہوئی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حضور اپنی عمر کے چونسٹھویں سال میں داخل ہو چکے تھے اور اُن دنوں کمزور بھی تھے اور بیمار بھی بایں ہمہ آپ کو مسلسل چھ ماہ کے قریب رات کے دو دو تین تین بجے تک کام کرنا پڑا کوئی رات ہی ایسی آئی ہو گی جب آپ چند گھنٹے سو سکے ہوں ورنہ اکثر رات جاگتے جاگتے کٹ جاتی تھی[2]۔ حضور کی یہ عدیم النظیر اولوالعزمی اور بے مثال جفاکشی آئندہ نسلوں کے لیے قیامت تک مشعلِ راہ کا کام دے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ کے روح پرور پیغامات

اُن پُرفتن ایام میں جبکہ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی دکھائی دیتی تھی حضرت مصلح موعود کا مقدس وجود ایک عظیم الشان نور تھا جس کی برکت سے جماعت (کے نیک دل بزرگوں) نے اپنے قلوب و اذہان پر فرشتوں کے نزول کو دیکھا اور انتہائی خطرات کے باوجود سکینت، اطمینان اور بشاشت ایمان کے انوار سے معمور رہی۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی دعاؤں اور تدابیر کو انتہا تک پہنچانے کے علاوہ جماعتِ احمدیہ کو پے درپے اپنے رُوح پرور پیغامات سے نوازا۔ اِن پیغامات نے پژمردہ

---

[1] اشتہار حضرت مسیح موعود ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء [2] الفضل ۹ فروری ۱۹۵۵ء صفحہ

دلوں میں زندگی کی برقی لہر دوڑادی۔ ان تاریخی پیغامات کا آغاز ۲۸؍فروری ۱۹۵۳ء کو اور اختتام ۲۷؍مارچ ۱۹۵۳ء کو ہوا۔ یہ پیغامات جو اُس دَور کی تاریخ کا ایک قیمتی سرمایہ ہے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدالمسیح الموعود

پہلا پیغام

برادرانِ جماعت احمدیہ! السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ نے سُنا ہوگا کہ حکومتِ پاکستان نے مجبور ہو کر احرار ورکرز کو کراچی میں گرفتار کر لیا ہے۔ اور ملک کے دوسرے حصوں میں بھی گرفتاریاں شروع ہیں۔ چونکہ اس ایجی ٹیشن کا موجب احرار کی طرف سے جماعت احمدیہ کو ظاہر کیا جارہا تھا۔ اس لیے ممکن ہے کہ بعض کمزور طبع احمدی ان خبروں کو سُن کر مجالس یا ریلوے سفروں میں یا لاری کے سفروں میں یا تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے ایسی لاف زنی کریں جس میں کہ ان واقعات پر خوشی کا اظہار ہو۔ اور بعض طبائع میں اس کے خلاف غم وغصہ پیدا ہو۔ اس لیے میں تمام احباب کو ان کے اخلاقی اور مذہبی فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ایسے دن جب آتے ہیں تو مومن خوشی اور لاف وگزاف سے کام نہیں لیتے بلکہ دعاؤں اور استغفار سے کام لیتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے گند بھی صاف کرے اور ان کے مخالفوں کو بھی سمجھ دے کہ آخر وہ بھی ان کے بھائی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام[1] ہے کہ ؎

"اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار کآخر کنند دعوائے حُبِّ پیمبرم"

یعنی اے دل تو اِن مسلمانوں کے جذبات کا بھی خیال رکھا کر جو تیرے مخالف ہیں کیونکہ آخر وہ بھی میرے آقا اور پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

---

[1] یہاں "الہام" کا لفظ سہواً لکھا گیا ہے۔ دراصل یہ شعر حضور علیہ السلام کا رقم فرمودہ ہے جو حضور کی کتاب "ازالہ اوہام" میں درج ہے۔ (صفحہ ۱۲۴ طبع اوّل)

ہم میں خواہ کتنے ہی اختلاف ہوں ہم اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ سب مسلمان کہلانے والے ہمارے آقا کی اُمّتِ سے ہیں۔ اور اُمّتِ خواہ کتنی بھی گنہگار ہو اُن کی تکلیف کا رنج صاحبِ اُمّت کو ضرور ہوتا ہے۔ جس طرح اولاد خواہ کتنی ہی غلطی کرے ان کی تکلیف کا اثر والدین پر ہوتا ہے پس ہمیں اُن لوگوں کے لیے بھی دعا کرنی چاہیئے جو غلط فہمیوں میں مبتلا ہو کر ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنی چاہیئے کہ وہ ان کو ایسے راستہ پر چلنے کی توفیق دے کہ وہ خود بھی عذابوں سے بچیں۔ اور حکومت کے لیے بھی پریشانی کا موجب نہ بنیں۔ اللہ تعالےٰ نے ایک لمبے عرصہ کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو آزادی اور حکومت بخشی ہے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ حکومت کو ضعف نہ پہنچے۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ ہمیں اور دوسرے پاکستانی مسلمانوں کو وہ ایسے اعمال کی توفیق دے کہ جس سے پاکستان مضبوط ہو۔ اور غیروں میں ہماری عزّت بڑھے۔ اور ہم عالم اسلام کی تقویت اور اتحاد کا موجب بن جائیں۔

والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد۔ خلیفۃ المسیح الثانی

ربوہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء

دوسرا پیغام

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

الفضل کو ایک سال کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے۔ پس دعائیں کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اس میں سب طاقت ہے۔ ہم مختلف اخباروں میں یا خطوں کے ذریعہ سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اور انشاء اللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گذشتہ چالیس

سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا ؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا ، ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا ۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لیے دوڑا آرہا ہے ۔ وہ میرے پاس ہے ۔ وہ مجھ میں ہے ۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں ۔ مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے ۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو ۔ اور نیکی اختیار کرو سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا ۔

خاکسار

مرزا محمود احمد ۳ ۳/۵۳ [۱]

ایک ضمنی نوٹ مولانا محمد شفیع صاحب اشرف مدیر [۲] سابق مُدیر فاروق و مبلغ انڈونیشیا کا بیان ہے کہ :-

" ۲۷ ر فروری ۱۹۵۳ء کو حکومت پنجاب کے ایک حکم کے مطابق روزنامہ " الفضل " جو اس وقت لاہور سے شائع ہوتا تھا ایک سال کے لیے جبراً بند کر دیا گیا تھا ۔ اُس وقت اتفاق سے لاہور ہی میں ہمارے ایک اور دوست کے پاس ایک ہفت روزہ اخبار " فاروق " کے نام کا ڈیکلریشن تھا ۔ فیصلہ کیا گیا کہ " الفضل " کی بندش سے جو فوری طور پر خلاء پیدا ہو گیا ہے اُسے پورا کرنے کے لیے فی الحال " فاروق " سے فائدہ اٹھایا جائے ۔ اُن دنوں یہ عاجز نیا نیا شاہد کا امتحان پاس کر کے جامعہ احمدیہ سے فارغ ہوا تھا ۔ اور وکالت تبشیر تحریک جدید میں رپورٹ کر چکا تھا ۔ جہاں میری تقرری اس وقت سیرالیون کے لیے ہو چکی تھی ۔

۲ ر مارچ کی شام کو اچانک حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب [۳] جو اُس وقت ناظر دعوۃ و تبلیغ تھے کے دستخطوں سے مجھے یہ ارشاد موصول ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تمہیں " فاروق " کا ایڈیٹر مقرر فرمایا ہے ۔ تم کل صبح فوراً لاہور جا کر کام شروع کر دو اور جانے سے پہلے حضور اقدس سے مل کر جاؤ ۔

اس ہدایت کی تعمیل میں اگلی صبح ۹ بجے خاکسار قصر خلافت حاضر ہوا ۔ حضور کی خدمت میں اپنے

---

[۱] ہفت روزہ " فاروق لاہور " جلد ۱ نمبر ۱ مؤرخہ ۴ ، مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ اول : [۲] وفات ۲۹ مارچ ۱۹۸۹ء : [۳] وفات ۱۶ ر مئی ۱۹۶۷ء

حاضر ہونے کی اطلاع بھجوائی - دفتر کی طرف سے اوپر جانے والی سیڑھیوں میں مَیں کھڑا تھا کہ حضور بنفسِ نفیس فوراً ہی تشریف لائے - دروازہ خود کھولا - حضور اس وقت ننگے سر تھے - ململ کا سفید کھلا کرتہ اور شلوار پہنے ہوئے، ہاتھ میں ایک کاغذ تھا - خاکسار نے سلام عرض کیا اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا - حضور نے فرمایا الفضل بند ہو گیا ہے - اب فاروق جاری ہو رہا ہے تم ابھی لاہور جا کر فوراً کام شروع کر دو اور میرا یہ پیغام جاتے ہی صفحہ اوّل پر شائع کر دو - بعد میں تمہیں اور ہدایات ملتی رہیں گی - یہ فرماتے ہی وہ کاغذ جس پر حضور کا اپنے قلم سے لکھا ہوا پیغام تھا مجھے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مَیں ایک دفعہ اسے حضور کے سامنے ہی پڑھ لوں - تاکہ حضور کی تحریر پڑھنے میں اگر مجھے کوئی مشکل ہو تو وہ دور ہو جائے اور اخبار میں شائع کرتے وقت کوئی غلطی نہ ہو جائے - چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اُسی وقت خاکسار نے حضور کا وہ پیغام پڑھا بلکہ پڑھ کر حضور کو سنایا اور الحمد للہ کہ میرے پڑھنے اور سنانے سے حضور اقدس کو ایک گونہ اطمینان ہوا اور مجھے لاہور جانے کی اجازت مرحمت فرمائی - اور فرمایا کہ مَیں اپنے کام کی رپورٹ جلد جلد حضور کی خدمت میں بھیجتا رہوں - چنانچہ اُسی وقت خاکسار لاہور کے لیے روانہ ہو گیا - اور وہ پیغام جس میں یہ ذکر تھا کہ خدا میری مدد کے لیے دوڑتا ہوا آ رہا ہے" فاروق" کے پہلے شمارہ کے صفحہ اوّل پر جلی قلم سے شائع کر دیا گیا - "فاروق" کے اس پہلے پرچہ پر تاریخ اشاعت ۴ رمارچ درج ہے - ویسے یہ شائع ۳ رمارچ ہی کو ہوا تھا - اس کے بعد ابھی تین دن بھی نہ گزرے تھے کہ لاہور میں مارشل لاء لگ گیا - اور فی الحقیقت اُس وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ خدا اپنے مظلوم اور بے گناہ بندوں کی حفاظت کے لیے دوڑ کر آ گیا ہے - تین دن قبل حضور کے اس پیغام کی اشاعت اور اسکے معاً بعد کے حالات ہر احمدی کے ایمان و استقامت کو بڑھانے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر توکل اور یقین اور خدائی نصرت و تائید کا ایک نہایت عظیم الشان منہ بولتا نشان تھے ..... اگرچہ ہفت روزہ "فاروق" کی زندگی اُس وقت کے حالات کی وجہ سے بہت مختصر ثابت ہوئی لیکن اس کی پہلی اشاعت میں ہی حضور کے اس تاریخی پیغام نے اسے سلسلہ کی تاریخ میں زندہ جاوید بنا دیا ہے" [1]

---

[1] غیر مطبوعہ (ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تیسرا پیغام

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
هُوَ النَّاصِرُ

برادران!   اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میری طبیعت ابھی خراب ہے۔ مگر کھانسی کو کل آرام رہا۔ ضعف زیادہ رہا۔ درس القرآن بعد از عصر حسب قاعدہ دیا گیا۔ جماعتوں کی طرف سے جو اطلاعات ملی ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ لاہور سیالکوٹ، لائلپور کے شہروں اور سیالکوٹ کے بعض دیہات میں شورش زیادہ رہی۔ ملتان میں بھی افواہیں پھیلیں، لیکن خیریت رہی۔ اکثر جگہ افسران کا انتظام اچھا رہا۔ بعض جگہ انہوں نے بزدلی دکھائی۔ کراچی میں امن رہا۔ سندھ میں افسران نے جلد جلد دورے کر کے معاملات کو سنبھالے رکھا۔ صوبہ سرحد کے افسران و حکام نے خوب مستعدی سے فتنہ کا مقابلہ کیا۔ بلوچستان میں اصل بلوچیوں نے پُرامن طریق اختیار کیا۔ صرف وہاں کے پنجابی عنصر میں ہی تحفظِ ختمِ نبوت کے نام پر سیاسی اغراض کے حصول کا جوش پایا جاتا ہے۔ بنگال بالکل پُرامن ہے۔ اخبارات اور سیاسی پارٹیاں حتّٰی کہ با اثر علماء تک اچھا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ فالحمد للہ وجزاہم اللہ۔

اخبار فاروق مل گیا ہوگا۔ ہم روزانہ اخبار کی فکر میں ہیں۔ آپ لوگ صبر سے کام لیں۔ دعاؤں میں لگے رہیں۔ فتنہ کی جگہوں سے بچیں۔ ایک دوسرے کی خبر لیتے رہیں۔ مرکز سے تعلق بڑھانے چاہئیں۔ افسروں سے تعاون کریں۔ اور خدا تعالیٰ پر پورا توکل کریں کہ وہ جو آخر تک صبر سے کام لے گا اور ایمان پر قائم رہے گا، وہی دائمی جنت کا وارث ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرے گا۔ خوش قسمت ہو تم کہ جنت تمہارے قریب کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے تمہارے لیے کھولے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہارے لیے اُتر رہے ہیں اور اس کی نصرت بارش کی طرح برس رہی ہے جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتا ہے اور جو اندھا ہے اسے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ تم اپنی آنکھیں کھولو، اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھو۔ تم سے پہلے لوگ تم سے بہت زیادہ مصیبتوں کا شکار ہوئے مگر انہوں نے اُف تک نہ کی اور ہمت سے آگے بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی گود میں انہوں نے جگہ پائی تمہارے لیے

بھی وہی برکتیں موجود ہیں۔صرف آگے بڑھنے اور اٹھانے کی ضرورت ہے خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔

مَیں نے آج رات ایک خواب دیکھا جو اسی بارہ میں معلوم ہوتا ہے مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ اوّل بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ان کے لڑکے میاں عبد السّلام بیٹھے ہیں۔یہی موجودہ عمر اور اسی طرح کی داڑھی ہے مگر زیادہ تراشی ہوئی۔بجائے حضرت خلیفۃ اوّل کی طرف منہ کرنے کے پہلو بدل کر بیٹھے ہیں اور حضرت خلیفۃ اوّل ان پر خفا ہو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایسی بیہودہ نظمیں سُنا کر دماغ پریشان کر دیا ہے۔مَیں نے بیٹھ کر دیکھا تو عزیزم عبد السلام کی بیٹھ کے پیچھے دو کاغذ پڑے ہیں مَیں نے ایک کو اٹھا کر دیکھا تو اس پر کئی شعر لکھے ہیں۔ایک مصرعہ ہے "آہستہ آہستہ آخر یہ کرسچین گھر پہ آیا (یا پہنچا)" مَیں اسے پڑھ کر ہنس پڑا اور مَیں نے حضرت خلیفۃ اوّل سے کہا کہ یہ میاں عبد السلام کی تقریر تو نہیں وہ آپ کو مومن جی کے شعر سُنا کر خوش کر رہے تھے۔پھر مَیں نے کہا کہ مومن جی دراصل نام خدا بخش پٹیالہ کے رہنے والے بوجہ سادہ طبیعت کے لوگ مومن جی کہتے ہیں مگر جاگتی دنیا میں انہوں نے شاید کبھی شعر نہیں کہا یا مَیں نے نہیں سنا) کچھ ایسے پڑھے لکھے تو ہیں نہیں جوش میں آتے ہیں تو شعر کہنے لگ جاتے ہیں جن کا نہ وزن ہوتا ہے۔نہ مضمون۔یہ لڑکے ان کے شعروں پر مذاق اڑاتے ہیں۔اسی وجہ سے میاں عبد السلام نے آپ کو یہ شعر سنا دیئے تھے۔

یہ بات سن کر حضرت خلیفۃ اوّل بھی ہنسنے لگ گئے اور سمجھ گئے کہ میاں عبد السلام کا یہ فعل ان کو خوش کرنے کے لیے تھا۔پھر پوچھنے لگے آخر اس مصرعہ کا مطلب کیا ہوا۔مَیں نے کہا کہ انہوں نے کہیں سنا ہو گا کہ مسیح کو کرائسٹ کہتے ہیں وزن کی تو خیر انہیں ضرورت ہی نہیں۔ذرا شعر کو انگریزی سے آراستہ کرنے کے لیے حضرت مسیح موعودؑ کو کرائسٹ کہنا چاہا مگر چونکہ کرائسٹ نہیں آتا تھا کرسچین لکھ دیا اور مطلب یہ ہے کہ مسیح آہستہ آہستہ اپنے مقام پر پہنچ گیا۔اس پر آپ اور ہنسے۔اس کے بعد یکدم حضرت خلیفۃ اوّل غائب ہو گئے اور ان کی جگہ حضرت اماں جان، آگئیں اور آپ نے کہا کہ میاں! تم نے یہ کیا لکھا ہے کہ تم سپاہی تو نہیں ہو مگر ہم تم کو سپاہیوں کی جگہ کھڑا کریں گے،، مَیں نے کہا یہ مَیں نے مومن جی کی نسبت کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن مَیں گھوڑے پر سوار تھا کہ گھوڑے نے یکدم منہ زوری اختیار کی اور قریب تھا کہ مجھے لیکر بھاگ جاتا اتنے میں آگے بڑھ کر مومن جی نے اس کی باگ منہ کے پاس سے پکڑ لی۔اس پر گھوڑا اور بدکا۔اس

نے زور سے چھلانگ لگائی مگر مومن جی ساتھ ہی اچھلے اور باگ نہ چھوڑی۔ گھوڑی نے اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر ان کو کچلنا چاہا۔ اس پر میں نے زور سے کہا کہ چھوڑ دو گھوڑے کو چھوڑ دو ورنہ مر جاؤ گے لیکن انہوں نے مضبوطی سے گھوڑے کو پکڑے رکھا۔ چھوڑا نہیں۔ آخر تھوڑی دیر شرارت کر کے گھوڑا ٹھیک ہو گیا تب میں نے کہا کہ "مومن جی تم سپاہی تو نہیں ہو مگر ہم تمکو سپاہی کی جگہ کھڑا کریں گے" پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اس رؤیا میں مومن جی کے لفظ سے خاص شخص مراد نہیں بلکہ سادہ لوح مومن مراد ہے۔ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کی صورت میں جبریل کو دیکھا تھا۔ اسی طرح جماعت (نیک لوگوں) مومن جی کی صورت میں دکھائی گئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ مومن ایک طرف تو اتنا سادہ لوح ہوتا ہے کہ جوش ایمانی میں یہ بھی نہیں دیکھتا کہ اس کے شعر میں وزن ہے یا نہیں اپنے دل کے جوش کے اظہار کے لیے بے پرواہ ہو کر نکل کھڑا ہوتا ہے۔ لوگ اس پر ہنستے ہیں مگر اس کی سنجیدگی میں فرق نہیں آتا وہ خدا کی باتیں پہنچاتا جاتا ہے۔ دوسری طرف نرم اور سادہ اور کمزور ہونے کے باوجود اسلام اور اس کے نظام کی قیمت اس کے دل میں اتنی ہوتی ہے کہ وہ اپنی جان کے خوف سے بے پرواہ ہو کر خدمتِ دین میں لگ جاتا ہے اور مصائب سے ڈرتا نہیں۔ مشکلات سے گھبراتا نہیں حتیٰ کہ اپنے لوگ بھی سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ اب وہ مارا جائے گا۔ کچلا جائے گا لیکن خدا تعالیٰ اس کے اخلاص کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ فرشتے اس کی مدد کو اترتے ہیں اور وہ آفتوں سے اسے بچاتے ہیں اور خودسری کی روح کو توڑنے میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ تب آسمانی گروہ کو کہنا پڑتا ہے کہ تم سپاہی تو نہیں ہو مگر ہم تم کو سپاہیوں کی جگہ کھڑا کریں گے۔

والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

(امام جماعت احمدیہ)

اس بلیٹن کے ساتھ جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ نے مندرجہ ذیل ہدایت دی:۔

"یہ بلیٹن جس جس کے پاس پہنچے وہ آگے دوسروں تک پہنچائے اور پہنچاتا چلا جائے تاکہ جماعت کی گھبراہٹ دور ہو اور وہ حالات سے واقف رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

اطلاع ملی ہے کہ سیالکوٹ میں دو احمدی شہید کر دیئے گئے ہیں [1]

[1] یہ اطلاع غلط ثابت ہوئی (مرتب)

زین العابدین ۔ ولی اللہ
ناظر دعوت و تبلیغ   ۳۲/۵۳ ۵/۳/

چوتھا پیغام

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

برادران! السَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

افسوس کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ الفضل کے بند ہو جانے اور ریلوں اور لاریوں کی روک کی وجہ سے تین دن سے نہ آپ کو ہماری خبر ہے اور نہ ہمیں آپ کی ۔ لاہور ، سیالکوٹ اور راولپنڈی میں بعض احمدی شہید کیے گئے ہیں اور بعض کی دکانوں کو لوٹا گیا اور جلایا گیا ۔ افسوس ہے کہ بلیٹن بھی آپ کو ارسال نہیں کیا جا سکا ۔

ناظر امور عامہ لاہور الفضل کے لیے کوشش کرنے گئے تھے ۔ مگر جا کر اپنے گھر بیٹھ گئے کیونکہ الفضل کے فون سے اطلاع ملی ہے کہ انہیں کچھ معلوم نہیں کہ وہ الفضل کے لیے کیا کر رہے ہیں ۔

ریلوں اور لاریوں میں احمدیوں پر حملے کیے جا رہے ہیں لیکن اصل خطرناک بات یہ ہے کہ اب یہ لوگ اپنے اصل مقاصد کی طرف آ رہے ہیں ۔ سرکاری عمارتوں اور سرکاری مال پر حملہ کیا جا رہا ہے سرگودہا اور جھنگ کے بعض مقامات پر ہندوستان زندہ باد اور پاکستان مردہ باد کے نعرے لگائے گئے ۔ سکھیکی پر ایک ٹرین پر چڑھے ہوئے افراد نے پاکستانی فوج مردہ باد کے نعرے لگائے اس سے ملک دشمنی اور غداری کی روح کا صاف پتہ چلتا ہے ۔

مگر اس حالت میں بھی بعض جگہوں سے خطوط مل رہے ہیں ۔ پھر نہ معلوم جماعت کیوں خاموش ہے اور خطوں کے ذریعے سے اطلاع نہیں دیتی ۔

خدائی جماعتوں پر یہ دن آیا کرتے ہیں پس گھبرانے کی بات نہیں ۔ اپنے لیے اور اپنے ملک اور حکومت کے لیے دعا کرتے رہو ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ ہو ۔   والسلام

نقل مطابق اصل

خاکسار

۸ر مارچ ۱۹۵۳ء مرزا محمود احمد (امام جماعت احمدیہ

جس جس کو یہ خط ملے ۔ تحریراً و تقریراً تمام جماعتوں میں پھیلائے ۔

پانچواں پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

برادران ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حالات پہلے سے درستی پر آرہے ہیں ۔ ساٹھ فیصدی جگہوں سے خبریں یہی آرہی ہیں کہ حالات درست ہو رہے ہیں ۔ ۲۵ فیصدی کے قریب خبریں یہ ہیں کہ فسادات ابھی اپنے دستور پر قائم ہیں اور پندرہ فیصدی جگہوں سے یہ خبریں ہیں کہ فساد یا تو نیا پیدا ہو رہا ہے یا بڑھ رہا ہے ۔ بہرحال ان ساری خبروں کا نتیجہ یہ ہے کہ نصف سے زیادہ فساد دب چکا ہے اور خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ ہفتہ عشرہ تک یہ فساد دب جائے گا ۔ قریب میں گندم پیدا ہونیوالی ہے اور زمیندار مجبور ہوگا کہ وہ گندم کی کٹائی کرے اس طرح کپاس کی کاشت کا وقت بھی قریب آرہا ہے غالباً ان دنوں میں مولوی زمینداروں کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اپنا کام چھوڑے اور اگر وہ زمیندار کو مجبور کرے گا تو اگلی دو فصلیں اس قدر تباہ ہو جائیں گی کہ پنجابی کو نہ پہننے کو کپڑا ملے گا ۔ نہ کھانے کو روٹی ملے گی اور اس تباہی کی ذمہ داری کلی طور پر مولویوں اور مودودیوں پر ہوگی ۔ گو یہ فتنہ پرداز لوگ غصے سے اس وقت اندھے ہو رہے ہیں ۔ پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اتنی جرأت کرنی ان کے لیے مشکل ہوگی ۔ کیونکہ تین چار مہینے کے بعد اس کے نتائج نکلنے پر پبلک اس قدر مخالف ہو جائے گی کہ وہ کہیں منہ دکھانے کے قابل ہی نہ رہیں گے ۔ پس ہمت اور استقلال سے کام لو ۔ اصل چیز جرأت اور ایمان ہے ۔ ہمارے مخالفوں میں سے احمدیوں کو مارنے والوں کو بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر میں نے مارا تو پھانسی چڑھوں گا یا اگر مقامی حکام مجھے نہیں پکڑیں گے تو ملک کی تباہی کو دیکھتے ہوئے مرکز دخل دیگا اور میں گولیوں کا شکار بنوں گا پس مارنے والے کے دل میں مرنے والے سے کم ڈر نہیں

بلکہ اُسے موت کے علاوہ کبھی کبھی خدائی سزا کا بھی خیال آسکتا ہے۔ پس ہمت اور بہادری سے کام لو اور اپنی عاقبت کو بگاڑو نہیں۔

خدا تعالیٰ نے غیر معمولی ثواب کے مواقع آپ کے لیے بہم پہنچائے ہیں۔ اس موقعہ کو بزدلی اور کمزوری سے جو شخص ضائع کرتا ہے۔ وہ بہت بدبخت آدمی ہے۔ کاش وہ پیدا نہ ہوتا تاکہ اس کی سیاہی سے دنیا داغدار نہ ہوتی۔

اب مودودی آگے آرہے ہیں۔ ان پر نگاہ رکھو اور ان کے تمام حالات سے دفتر کو آگاہ رکھو ان کے لیڈروں کے ناموں سے اطلاع دو ان کے تقریر کرنے والوں سے مطلع کرو اور ان کی تقاریر کا خلاصہ ہمارے پاس بھجواؤ۔ وہ پولیس اور فوج کو ہمارے خلاف مسموم کرنا چاہتے ہیں۔ اس بات کی بھی نگرانی رکھو۔" [۲]

چھٹا پیغام

اعوذ باللّٰہِ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیمْ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هو الناصر

برادران! السّلامُ علیکُمْ ورحمۃُ اللّٰہِ وبرکاتہٗ

احبابِ جماعت کو معلوم ہے کہ اس وقت جماعت پر ایک نازک موقعہ آیا ہوا ہے۔ گورنمنٹ اپنی طرف سے کوشش کر رہی ہے کہ فتنہ کو دور کرے۔ درحقیقت یہ گورنمنٹ کا ہی کام ہے لیکن بعض دفعہ بعض کمزور طبائع ایسی باتیں بھی کر بیٹھا کرتی ہیں کہ گورنمنٹ کی تدابیر کو بطور طعن مخالفوں کے سامنے کر دیتی ہیں یا اور قسم کی باتیں کر دیتی ہیں جو بعض جوشیلی طبیعتوں کے لیے اشتعال کا موجب ہو جاتا کرتی ہیں اور فساد پھر پیدا ہو جاتا ہے اور حکومت کے لیے مشکل پیدا ہو جاتی ہے پس میں دونوں کو ان کے فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایسے موقعہ پر قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق

---

[۱] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ "ان گرفتاریوں کا پس منظر" ناشر اے قادر صاحب مطبوعہ کلیم پریس کراچی ۱۹۵۳ء [۲] بلیٹن ۲۲ مارچ ۱۹۵۳ء بحوالہ "بدر" ۷ اپریل ۱۹۵۳ء ص ۲

صبر اور دعا سے کام لیں اور کچھ کہنا ہے تو اپنے خدا سے کہیں۔ لوگوں کے سامنے ایسی کوئی بات نہ کریں کہ جس سے اشتعال پیدا ہو اور فساد کی صورت پیدا ہو کر حکومت کے لیے مشکلات کا موجب ہو۔

والسلام
خاکسار مرزا محمود احمد۔ خلیفۃ المسیح"



دوسرا باب

جماعتوں کی صورتحال سے باخبر رہنے کا انتظام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے اس دور میں کمال حکمت عملی سے ایسا نظام قائم فرما رکھا تھا کہ پاکستانی جماعتوں کے بدلتے ہوئے حالات بلکہ بعض اوقات ان کی جزئیات و تفصیلات تک آپ تک پہنچ جاتی تھیں۔ ایک طرف مرکزی اداروں میں سے خصوصاً امور عامہ کے کارکن نظارت دعوت و تبلیغ کے مبلغین کرام، نظارت بیت المال کے انسپکٹر صاحبان ان دنوں سرتاپا جدوجہد بنے رہے۔ دوسری طرف مقامی جماعتوں کے امراء صدور اور دیگر ذمہ دار عہدیداران نے حتی الامکان اپنے پیارے آقا اور مرکز سلسلہ کو اپنے کوائف سے آگاہ رکھا جیسا کہ مفصل ذکر آچکا ہے۔

ربوہ کے بعد جس مقام پر اُن ایام میں خاندان مہدی موعود کے اکثر قابلِ احترام بزرگ اور وجود قیام پذیر تھے وہ لاہور کا رتن باغ تھا جو جماعتِ لاہور سے متعلق اطلاعات کا اہم ترین مرکز تھا۔

مرکز سے سائیکلو سٹائل خطوط کا خاص انتظام

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنے مشہور پیغام مورخہ ۳ر مارچ ۱۹۵۳ء میں الفضل کی بندش کا ذکر کرنے کے بعد وعدہ فرمایا تھا کہ :۔

"ہم مختلف اخباروں میں یا خطوں کے ذریعہ سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور انشاء اللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے" [1]

حضرت اقدس نے اس وعدہ کی تکمیل کے لیے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ ۳ر مارچ ہی کو اپنی نگرانی میں دفتر اطلاعات کا قیام فرمایا اور اس کا انچارج راقم الحروف (دوست محمد شاہد) کو مقرر کیا۔ یہ دفتر احاطۂ قصرِ خلافت میں قائم کیا گیا۔ ۲۰ر مارچ کو اس کا نام حضور نے بدل دیا اور اسے دفتر ریکارڈ سے موسوم فرمایا۔ اس نئے دفتر کے حسبِ ذیل فرائض تھے :۔

---

[1] فاروق ۴ر مارچ ۱۹۵۳ء صا

۱۔ایجی ٹیشن سے متعلق اندرون ملک سے آنے والی ڈاک کا ریکارڈ رکھنا۔

۲۔تازہ اطلاعات کا خلاصہ تیار کر کے حضرت مصلح موعود کی خدمت اقدس میں پیش کرنا۔

۳۔حکام وقت کو حالات سے باخبر رکھنے اور مشرقی پاکستان کی احمدی جماعتوں کو مرکزی کوائف سے مطلع کرنے کے لیے الگ الگ اطلاعات کا انتخاب کرنا اور پھر بالترتیب حضرت مولانا عبدالرحیم[1] صاحب درد ناظر امور عامہ اور حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس[2] ناظر تالیف و تصنیف کو بھجوانا۔

۴۔احمدی جماعتوں کو مرکزی اور جماعتی اطلاعات سے باخبر رکھنے کی خاطر ضروری معلومات مرتب کرنا۔

موخر الذکر معلومات سیدنا حضرت مصلح موعود نہایت احتیاط اور باقاعدگی سے ملاحظہ فرماتے اور حضور کی منظوری کے بعد ان کو نظارت دعوت و تبلیغ میں بھجوا دیا جاتا تھا جہاں حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ ان کو اپنی نگرانی میں سائیکلو سٹائل کراتے اور پھر اولین فرصت میں بیرونی جماعتوں میں بھجوا دیتے تھے۔

جناب محمد یوسف صاحب سابق کارکن نظارت دعوت و تبلیغ حال آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کا بیان ہے کہ:۔

"جماعتوں سے رابطہ کے لیے خطوط بھیجنے کا ہی ذریعہ باقی رہ گیا چنانچہ خطوط کے ذریعے احباب جماعت سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ان خطوط کی چھپائی اور ترسیل کا کام میرے ذمہ ہوا۔ میں ان دنوں صیغہ نشر و اشاعت میں تھا مجھے ایک دفتری[3] اور ایک مددگار کارکن ملا ہوا تھا۔ خط کا مضمون مغرب کے قریب مل جاتا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ دفتر پہنچ جاتے۔ میں موصولہ مضمون کو سٹینسل پر لکھتا اور پھر خود سائیکلو سٹائل مشین پر اسے چھاپتا تھا یہ مشین پرانی طرز کی تھی (جو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے عاریتاً حاصل کی تھی) اس لیے چھپائی پر بہت وقت صرف ہوتا تھا۔

جماعتوں کے کچھ پتے چھپے ہوئے موجود تھے کچھ ہاتھ سے لکھے جاتے یہ سب کچھ تیار کر کے

---

[1] وفات ۷ دسمبر ۱۹۵۵ء ؛ [2] وفات ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۶ء ؛ [3] محمد لطیف صاحب حال کارکن جائیداد

لفافے ڈاک کے ذریعہ بھیجنے کے لیے کبھی نماز فجر تک کبھی اس سے پہلے تیار کر لیتے ۔ اگر کبھی کام جلدی ختم ہو جاتا تو نماز فجر سے قبل کچھ آرام کر لیتے صبح پھر دفتر کے وقت حاضر ہو کر پورا وقت دفتر کے کام میں مصروف رہتے ۔

چونکہ قریباً ساری رات ہی جاگنا پڑتا تھا اس لیے بھوک بھی لگ جاتی تھی اس کے لیے ہم نے یہ انتظام کیا کہ چائے یا قہوہ جو بھی میسر آتے گھر سے لے آتے اور جب بھوک محسوس ہوتی تو اسے گرم کر کے پیتے ، کھانے پینے کی چیزیں بوجہ فسادات ربوہ نہیں آرہی تھیں چائے یا قہوہ کیساتھ کبھی چنے اُبلے ہوئے اور کبھی یہ میسر نہ آتے تو خالی چائے یا قہوہ پی کر گزارا کر لیتے تھے ۔"

ان خطوط میں جماعتی خبروں کے علاوہ مرکزی اداروں کے اعلانات اور بعض دیگر اہم رپورٹیں بھی شامل کی جاتی تھیں ۔ حضرت مصلح موعود کی واضح ہدایت یہ تھی کہ اس میں کوئی ہراس پھیلانے والی خبر نہیں ہونی چاہیئے ۔ حضور نے اس پر سختی سے کاربند رکھنے کے لیے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ناظر اعلیٰ کو خاص طور پر اس امر کی تاکید فرما رکھی تھی ۔

یہ خطوط اپنی افادیت کے اعتبار سے مرکزی خبرنامہ کی حیثیت رکھتے تھے جن سے سب پاکستانی جماعتوں کا رابطہ اپنے مرکز سے قائم رہا اور یہ جہاں جہاں بھی پہنچے جماعتوں میں استقلال اور بشاشت اور صبر کی نئی روح پیدا ہو گئی ۔

یہ انتظام ۳۰ مارچ ۱۹۵۳ء تک یعنی کراچی سے روزنامہ "المصلح" کے شروع ہونے تک جاری رہا اور ساتھ ہی دفتر اطلاعات بھی ختم کر دیا گیا ۔

ذیل میں بعض بلیٹن معہ ضروری ہدایات کے درج کیے جاتے ہیں :۔

"اطلاعات"

(بلیٹن ۳۲ جماعت کے لیے)

برادران جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

" ربوہ ۱۰ مارچ ۔ حضرت اقدس ...... ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ ترین

رپورٹ یہ ہے کہ نزلہ نسبتاً آرام ہے۔ مگر گلے میں درد ہے۔ اور سردرد کی تکلیف ہے۔ احباب کرام دعا فرماویں۔

حضور انور نے آج اور کل ڈیرہ اسماعیل خاں۔ لاہور۔ ضلع شیخوپورہ۔ ضلع لائل پور۔ ڈھاکہ گجرات اور راولپنڈی کے متعدد احباب کو شرف ملاقات بخشا۔

سیالکوٹ کے متعلق بعض احمدیوں کے جانی نقصان کی خبریں مشہور ہو گئی تھیں۔ لیکن چوہدری نذیر احمد[1] صاحب کا تار موصول ہوا ہے کہ تمام احباب خیریت سے ہیں۔ فالحمدللہ۔

کراچی کے مسٹر شریح الدین (نگران ایڈہاک کمیٹی) سیکرٹری سٹوڈنٹس فیڈریشن۔ اخبار سندھ آبزرور۔ ڈان ایوننگ سٹار سب نے موجودہ ہنگامہ کی مذمت کی ہے۔ نیز مشرقی پاکستان سے بھی خبر ملی ہے کہ وہاں کا انگریزی و بنگلہ پریس پنجاب ایجی ٹیشن کے خلاف آواز بلند کر رہا ہے۔

کراچی جماعت نے "المصلح" کا روزانہ ڈیکلریشن حاصل کر لیا ہے۔ نیز ایک برقی پریس بھی وہاں خریدنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔

ربوہ میں ڈاک تار اور فون کا انتظام حسب دستور باقاعدہ موجود ہے۔ گاڑیاں قریباً وقت پر آ رہی ہیں اور آج سے ربوہ اور سرگودہا کے درمیان بسوں کی ایک سپیشل سروس بھی شروع ہو رہی ہے۔

بعض شرپسند عناصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ اور ربوہ کے متعلق مختلف قسم کی افواہیں پھیلا رہے ہیں۔ ان مکروہ ہتھکنڈوں کے استعمال کی غرض جماعت کو پریشان کرنا ہے۔ ان عناصر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ احمدیوں کو پریشان کرنے کا یہ طریق نہ اب تک کامیاب ہوا ہے۔ اور نہ انشاء اللہ کبھی آئندہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ مرکز احمدیت میں ہر طرح خیریت ہے۔ احباب جماعت اپنے اپنے حالات کے متعلق ڈاک کے ذریعہ باقاعدگی سے اطلاع دیتے رہیں۔ انشاء اللہ مرکز پوری ذمہ داری سے اس سلسلہ میں اپنے فرائض کی سرانجام دہی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کا ہر دم حامی و ناصر ہو۔ اور مسرتوں کی لازوال دولت سے مالا مال فرماوے۔

(دستخط) زین العابدین ولی اللہ

ایڈیشنل ناظر اعلیٰ" ۱۱-۳-۵۳

---

[1] وفات ۲۱ دسمبر ۱۹۶۴ء

اطلاعات - ربوہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء - حضرت اقدس ...... ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ "نقرس کی تکلیف شروع ہے - پاؤں میں جو زخم تھا - وہ ابھی باقی ہے" احباب صحتِ کاملہ کے لیے دعا فرماویں - آج حضور انور نے سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شیخوپورہ کے اضلاع شہر پشاور اور ریاست بہاولپور کے بعض خدام کو شرفِ ملاقات بخشا -

آج اور کل مرکز میں کوٹ رحمت خاں، پریم کوٹ، مانگٹ اونچے، لائلپور، گجرات، ڈسکہ میانوالی، ملتان، نگھیانہ اور دوسرے مقامات سے جماعتوں کی خیریت کے متعلق اطلاعات موصول ہوئیں - ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے اکثر جماعتیں موجودہ حالات میں بڑے صبر واستقلال سے کام لے رہی ہیں - اور خدا کے فضل سے سراسیمگی کے کوئی آثار نہیں ہیں - لاہور لائلپور اور راولپنڈی کی جماعتوں نے مصائب کے طوفانوں میں ہمت و استقلال کا نہایت عمدہ نمونہ دکھایا ہے -

راولپنڈی میں بعض سرکاری افسروں نے ہمارے احمدی ملازمین کو یہ "پیشکش" کی کہ وہ ان کی حفاظت کے لیے ایک محفوظ کیمپ قائم کرا دیتے ہیں - مگر انہوں نے کہا کہ وہ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں اپنے گھروں میں مرجانا منظور کر سکتے ہیں - مگر کیمپ میں جانا منظور نہیں کر سکتے -

ایک جماعت نے لکھا "یہاں کی جماعت میں خدا کے فضل سے کوئی گھبراہٹ نہیں - لیکن ہمیں ہر وقت مرکز کا خیال ہے" پچھلے دنوں ایک جگہ سے کسی دوست نے لکھا - کہ یہاں شرارت بڑھ رہی ہے - اس پر حضرت اقدس ..... ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ جواب رقم فرمایا:

"ان شرارتوں کو پکڑنے والا آسمان پر زندہ خدا موجود ہے"

زندہ خدا کس طرح شرارتوں کو پکڑتا ہے - اور انسانی تدبیریں خدائی تقدیروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں - اس کا نظارہ پہلے ہم نے ہزاروں مرتبہ کیا ہے - کیا اس کے بعد بھی ہمیں کوئی فکر دامنگیر ہو سکتا ہے - نہیں اور ہرگز نہیں -

احباب ربوہ کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کرتے ہیں - اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو - شرپسندوں کے شر سے محفوظ رکھے - آپ ہمیں اپنی خیریت کے متعلق جلدی جلدی

اطلاع دیا کریں۔ کیونکہ تاخیر سے تشویش ہوتی ہے۔

(دستخط) زین العابدین ولی اللہ

ناظر دعوت و تبلیغ ربوہ"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم والسلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خدا کرے کہ آپ اور دیگر جملہ برادرانِ احمدیت بخیر و عافیت ہوں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ حضور کے پاؤں میں تکلیف کچھ زیادہ ہے مگر کھانسی میں کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا کو صحت کاملہ و عاجلہ بخشے اور ہزاروں برکتوں اور کامرانیوں کے ساتھ لمبی عمر عطا فرماوے آج اور کل حضور پُرنور نے خانیوال۔ لائلپور۔ سرگودھا۔ لالہ موسیٰ۔ چک پنیار۔ کراچی۔ محمد آباد اسٹیٹ سندھ اور جہلم کے بعض خدام کو شرف ملاقات بخشا۔

مربی دینِ حق مولوی نذیر احمد صاحب مبشر نے گولڈ کوسٹ (افریقہ) سے یہ خوشکن اطلاع دی ہے کہ کماسی میں جماعت احمدیہ کے بیرون پاکستان میں سب سے پہلے کالج کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا ہے۔ انھوں نے مزید خبر دی ہے کہ اس تقریب پر علاقہ کے بڑے بڑے رؤساء کے علاوہ شانٹی کے بادشاہ بھی شامل ہوئے۔ سنگِ بنیاد کی تقریب کا آغاز کلام پاک کی تلاوت سے کیا گیا۔

وکیل المال ثانی تحریک جدید تحریر فرماتے ہیں کہ ۳۱ر مارچ ۱۹۵۳ء کو سیدنا حضرت .... ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں سو فیصدی چندہ ادا کرنے والے مخلصینِ جماعت کی پہلی فہرست بغرض دعا پیش کی جائے گی۔ آپ تمام احباب جماعت کو اس کی اطلاع دیدیں اور پُر زور تحریک فرمادیں کہ احباب اپنے وعدوں کو حتی الوسع جلد تر ادا فرمائیں۔

ہم میں سے کسے معلوم نہیں کہ تحریک جدید کے ذریعہ دنیا کے تمام بیرونی ممالک میں تبلیغ دینِ حق کا وسیع کام ہو رہا ہے۔ (بیوت الذکر۔ ناقل) تعمیر ہو رہی ہیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت و ناموس کے قیام کے لیے دنیا کی مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے

پس ہر فردِ جماعت کا اوّلین فرض ہے کہ وہ اس مقدّس کام کو جاری رکھنے اور اس کو وسیع کرنے میں ہر ممکن کوشش سے کام لیتے ہوئے زیادہ سے زیادہ حصہ لے۔

مشکلات ضرور ہیں مگر ان مشکلات پر قابو پانے کا بھی یہی طریق ہے کہ ہم خدا کے دین کی اشاعت کریں اس طرح خدا عرش سے ہماری حفاظت کرے گا اور ہمیں اپنی برکتوں سے نوازے گا۔

براہ کرم تمام احباب جماعت تک یہ مکتوب بھی پہنچا دیں اور احباب ربوہ کا ہدیہ سلام بھی۔ خدا آپ کے ساتھ ہو اور خدمتِ دین اور خدمتِ ملک و قوم کی توفیق بخشے آمین۔ والسلام

ناظر دعوۃ و تبلیغ ربوہ ۵۲/۳۱ - ۳ - ۱۷"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم والسلام علی عبدہ المسیح الموعود

برادرم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضرت اقدس ..... ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ مظہر ہے کہ کھانسی کو آرام ہے۔ ٹانگ کی درد میں اضافہ[1] ہے اور پاؤں کی درد میں بھی قدرے تخفیف ہے اللہ تعالیٰ حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ بخشے۔ آج حضور نے سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ چکوال اور لاہور کے بعض خدام کو شرفِ ملاقات بخشا اور اوکاڑہ۔ سکھر۔ گوگیرہ۔ کنری۔ کوٹ رحیم یار خاں۔ پنڈی گھیپ۔ لیاقت پور اور دوسری جماعتوں کے متعدد خطوط حضور کی خدمت میں موصول ہوئے۔

الحمدللہ کہ بحیثیت مجموعی حالات پہلے سے بہتر ہو رہے ہیں۔ ہمارے محبوب وطن اور محبوب جماعت پر منڈلانے والے بادل اب آہستہ آہستہ چھٹ رہے ہیں اور خدا کے فضل سے مطلع صاف ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی حالات پوری طرح تسلی بخش نہیں۔ احباب کو ہوشیار رہنا چاہیئے اور دعائیں جاری رکھنی چاہیئں۔

لاہور کی ایک معزّز غیر احمدی خاتون نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بذریعہ مکتوب یہ استفسار کیا ہے کہ آپ نے ۱۹۱۷ء میں اپنی ایک تقریر میں جو یہ فرمایا تھا کہ "ان کا اسلام اَور ہے اور ہمارا اَور۔ اُن کا خدا اَور ہے اور ہمارا اَور۔ ہمارا حج اَور ہے اور

---

[1] (نقل مطابق اصل) ۔ اصل لفظ افاقہ ہے سہو کتابت کی وجہ سے اضافہ لکھا گیا ہے۔ مرتب

اُن کا حج اور" اس عبارت کا کیا مقصد ہے ؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے قلم مبارک سے آج اس کا مندرجہ ذیل جواب رقم فرمایا ہے :۔

"یہ تقریر ایسی ہی ہے جیسے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اُس کی نماز نہیں ہوتی حالانکہ سارے حنفی سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ بعض دفعہ زور دینے کے لیے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں اور مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ لوگ مغز کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ یہی مراد اس تقریر کی ہے یعنی عام طور پر مسلمان نماز جلد جلد پڑھتے ہیں حج کو غریب جاتے ہیں۔ جن پر حج فرض ہے وہ نہیں جاتے۔ پس مراد یہ نہیں کہ مسائل الگ الگ ہیں بلکہ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ ہماری اور دوسروں کی ایک ہے۔ میری تقریر کا منشاء اس بات پر زور دینا ہے کہ ان لوگوں میں اسلام کی شرائط پوری کرنے کی طرف سے سستی ہے تم شرائط کو پورا کرو"

براہ کرم اپنی اور جملہ احباب کی خیریت سے اطلاع دیں اور مندرجہ بالا مکتوب ان تک پہنچا کر شکریہ کا موقعہ بخشیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنی بے انتہا رحمتوں کے دروازے کھولے اور مشکلات و مصائب کے راستے ہمیشہ کے لیے بند کردے۔ آمین۔

والسلام

ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ ربوہ $\frac{۳۲}{۵۲}$-۳-۱۹"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ "پاؤں کا زخم مندمل ہو رہا ہے اور دوسرے عوارض میں بھی افاقہ ہے"۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

آج حضور پُر نور نے نہایت ہی لطیف پیرایہ میں دوستوں کو دعا اور انابت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی اور ارشاد فرمایا کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم خوشی غمی، رنج و راحت اور عسر یسر میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کیا کریں اور ہر حال میں اُسی سے مدد و نصرت کے طلبگار رہیں کیونکہ وہی

ہمارا سہارا ہے۔

حضور نے خطبہ کے آغاز میں فرمایا کہ دنیا میں جب کبھی کسی شخص کو کوئی تکلیف یا خوشی پہنچتی ہے تو وہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کی طرف دوڑتا ہے اور فطرتاً چاہتا ہے کہ وہ انہیں بھی اپنے رنج اور راحت میں شریک کرے۔ اسی فطری جذبہ کے ماتحت شادی بیاہ پر تمام رشتہ دار اکٹھے ہو جاتے ہیں اور موت کے مواقع پر بھی برادریوں کا اجتماع ہوتا ہے جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ جذبہ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک بچہ کو باہر کھیلتے ہوئے اگر شیشے کا چمکتا ہوا ٹکڑا بھی مل جاتا ہے تو وہ خوشی میں دوڑ کر فوراً ماں کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اماں مجھے یہ ٹکڑا ملا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بچّے کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچاتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ اپنی ماں کی طرف بھاگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میری ماں مجھے بچائے گی۔

یہ مثال بیان کرنے کے بعد حضور نے فرمایا کہ جس طرح بچّہ مصیبت اور خوشی کے وقت اپنی ماں کی طرف بھاگتا ہے۔ اسی طرح ایک سچّا مومن بھی اپنی تکلیف اور خوشی کی گھڑیوں میں اپنے مالک حقیقی اور اپنے قادر مطلق خدا کی طرف بھاگتا اور اس کے آستانہ پر اپنا سر رکھ دیتا ہے۔

اسی لیے ہمارا آقا سیدنا حضرت رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ہر تکلیف اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھیں جس کے یہ معنی ہیں کہ ہماری مصیبت کو دور کرنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں اس لیے ہم اس کی طرف جاتے اور اسی سے مدد کی درخواست کرتے ہیں۔ اسی طرح حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تمہیں کوئی خوشی اور راحت پہنچے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا یہ انعام تیری ہی وجہ سے ہمیں عطا ہوا ہے اور تو ہی ہماری شکرگزاری کا حقیقی حقدار ہے۔ مگر فرمایا کہ جس طرح ناقص العقل بچے خوشی اور غمی میں اپنی ماں کی طرف نہیں دوڑتے اسی طرح ناقص العقل انسان بھی دعا اور عبادت سے غافل رہتے ہیں لیکن وہ لوگ جو عقل و دانش کے مالک ہوتے ہیں اُن کے لبوں پر خوشی کے وقت بھی خدا کا ذکر ہوتا ہے اور مصیبت کے وقت بھی اسی کی یاد ہوتی ہے۔

.... براہِ کرم یہ مکتوب تمام احباب جماعت تک پہنچا دیں اور کوشش کریں کہ احبابِ جماعت پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ ان ایام میں تہجد کا بھی التزام کریں اور اپنے اوقات کو زیادہ سے زیادہ ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کے لیے وقف رکھیں ۔

خدا تعالیٰ ہمیں بے شمار رحمتیں اور برکتیں دینے کا فیصلہ کر چکا ہے ۔ اے کاش ہم اُس کے وفادار ثابت ہوں اور اس کے دامن سے لپٹ کر ان برکتوں کے طالب ہوں جو ہمیشہ صادقوں کے لیے مقدر ہیں ۔ والسلام

ناظر دعوۃ و تبلیغ ربوہ ۵۲/۳/۲۰ ۔ ۳ ۔ ۲۰"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم والسلام علیٰ عبدالمسیح الموعود

برادرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ الودود کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ " عام طبیعت اچھی ہے پاؤں میں درد ہے" اللہ تعالیٰ حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ بخشے ۔

احباب یہ خبر سُن کر بے حد خوشی محسوس کریں گے کہ درسِ قرآن کی وہ پاک محفل جس سے جماعت کئی دنوں سے محروم تھی کل ہفتہ سے پھر شروع ہو گئی ہے چنانچہ کل حضور نے سورۃ مریم ع۲ کی بعض آیات کی لطیف تفسیر بیان فرمائی اور بائیبل کے مقابل قرآن مجید کے نظریات کی صداقت کو تاریخ اور عقل کی روشنی میں ثابت کر دکھایا کہ مسیح کی پیدائش جیسا کہ بائبل میں آیا ہے دسمبر میں نہیں ہوئی بلکہ ایسے موسم میں ہوئی جب کھجوریں پکتی ہیں ۔

نیروبی (افریقہ) سے مبلغ احمدیت جناب شیخ مبارک احمد صاحب نے بذریعہ مکتوب احبابِ جماعت کو یہ مژدہ سنایا ہے کہ قرآن کریم کے سواحیلی ترجمہ کے آخری مسودات پریس کے سپرد کر دیئے گئے ہیں اور خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ ماہ ڈیڑھ ماہ تک قرآن کریم کا ترجمہ چھپ کر تیار ہو جائے گا ۔ احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب موصوف کی اس دینی خدمت کو قبول فرماوے اور قرآن کی روشن تعلیمات کی بدولت افریقہ کا تاریک براعظم جگمگا اُٹھے ۔

شیخ صاحب موصوف نے اپنے مکتوب میں نیروبی کے مشہور روزنامہ ڈیلی کرانیکل کے تراشے بھی ارسال کیے ہیں جن میں پنجاب کی موجودہ ایجی ٹیشن کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ اس ایجی ٹیشن

کی وجہ سے افریقہ کے غیر مسلم عناصر پر یہ اثر ہے کہ پاکستان کے عوام میں مذہبی آزادی نہیں ہے اور جبر واکراہ سے کام لیا جاتا ہے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ پاکستان میں باہمی اختلافات اسقدر بڑھ گئے کہ انہیں مضبوطی سے دبانے کی ضرورت ہے۔

یہ ملک کی بدقسمتی ہے کہ چند فتنہ پرداز لوگوں کی وجہ سے ہمارا محبوب وطن بدنام ہو گیا ہے یقیناً یہ چند لوگوں کا ذاتی فعل ہے اس سے پاکستانی حکومت پر الزام لگانا ظلم ہوگا۔

سرحد کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان صاحب نے حالیہ سرحد اسمبلی کے اجلاس میں ایک بار پھر اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ صوبہ کے امن کو ہر قیمت پر برقرار رکھیں گے۔ وزیر اعلیٰ نے مسلم لیگی ممبروں سے یہ اپیل بھی کی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جاکر لوگوں کو سمجھائیں کہ مذہب کی آڑ میں خلاف اسلام حرکات کا ارتکاب کرنے والے پاکستان کے دشمن ہیں۔

آج کی ڈاک میں احباب جماعت نے گزشتہ ہنگامہ کے سلسلہ میں کئی ایمان افروز واقعات کی اطلاع دی ہے جن کو پڑھ کر خدا تعالیٰ کی نصرت کا زندہ یقین حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ضلع شیخوپورہ کے احمدی دوست لکھتے ہیں کہ ایک جگہ چند تنہا اور بے کس احمدیوں پر بے حد سختی کی گئی اور ان کو محاصرہ میں لے لیا گیا۔ ایک احمدی نے کہا کہ آپ لوگ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں کر گزریں احمدیت تو مجھ سے نہیں چھوٹ سکتی۔ احمدی دوست یہ الفاظ کہنے ہی پائے تھے کہ وہاں پولیس پہنچ گئی حالانکہ یہ جگہ تھانہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔

بعض دوسرے مقامات پر احمدیوں کو بچانے کے لیے غیر احمدی شرفا حفاظت کے لیے آ گئے اور شر پسند عناصر کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا چنانچہ ایک احمدی خاتون نے لکھا ہے کہ وہ اپنے مکان پر اپنے بچوں سمیت رہتی تھیں کہ تین دفعہ مکان پر حملہ کرنے کی تیاری کی گئی مگر انہیں خدا نے بتایا کہ وہ محفوظ رہیں گی چنانچہ جب آخری بار جلوس آیا تو محلہ کے شریف لوگ از خود اس خیال سے مقابلہ کے لیے آ گئے کہ ایک عورت کو مکان سے نکلوا دینا ایک مسلمان کی شرافت سے بعید ہے۔

اسی طرح ایک احمدی دکاندار جمعہ پڑھنے کے لیے گئے ہوئے تھے کہ اس اثناء میں ہجوم نے دکان پر دھاوا بول دیا مگر ساتھ ہی بعض شریف غیر احمدی دکاندار تھے انہوں نے ہجوم کا مقابلہ کیا

اور اس طرح سے اُسے ناکامی اٹھانی پڑی ۔

بعض مقامات پر محض عزم و استقلال کے اظہار سے مخدوش فضا بدل گئی مثلاً شیخوپورہ کے ایک گاؤں میں بعض لوگوں نے احمدیوں کو قتل کی دھمکی دی مگر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں ذبح کر دیں ہمارے بچوں کو تہ تیغ کر دیں مگر ہم صداقت کو نہیں چھوڑیں گے اس پر یہ لوگ اپنے ارادوں کی تکمیل سے دستکش ہو گئے ۔

غرضیکہ اسی ہنگامہ کے دوران میں خدا تعالیٰ نے بعض جگہوں پر غیر معمولی اسباب نصرت پیدا کر کے اپنے بندوں کی اپنے ہاتھ سے مدد فرمائی جس کے لیے ہم اُس کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں بہت کم ہے ۔

ضلع سرگودہا کے ایک احمدی دوست اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ مودودیوں اور بعض دوسرے مخالفین جماعتوں میں کچھ ایسے نوجوان پھیلا رہے ہیں جو شرارت کی غرض سے جھوٹے طور پر احمدیت کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں ۔

براہ کرم یہ مکتوب تمام احباب جماعت تک پہنچا دیں اور اپنے علاقہ کی خیریت سے جلد جلد اطلاع دیتے رہیں ۔ والسّلام

ناظر دعوۃ و تبلیغ ربوہ ۳۲/۵۲ - ۳ - ۲۲"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم والسّلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود

برادرم ! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ " انگوٹھے کا زخم ابھی ہے ۔ مگر طبیعت نسبتاً اچھی ہے "۔ خدا تعالیٰ ہمارے مقدس آقا کو صحتِ کاملہ و عاجلہ بخشے اور حافظ و ناصر ہو ۔

پنجاب کے گزشتہ ہنگامہ میں جماعت کی بعض احمدی مستورات نے ہمت و استقلال کا جو قابلِ رشک نمونہ دکھایا ہے ناممکن ہے کہ احمدیت کی تاریخ میں انہیں فراموش کیا جا سکے ۔ اس سلسلہ میں آج کی ڈاک سے گوجرانوالہ اور شہزادہ ضلع سیالکوٹ سے دو اور واقعات کی اطلاع ملی ہے ۔ ان دو واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دو جگہ پر احمدی مستورات اکیلی تھیں کہ بہت بڑا

ہجوم حملہ آور ہو گیا اور اس نے قتل وغارت کی دھمکی دی مگر اندر سے صرف ایک ہی آواز آئی اور وہ یہ کہ ہم اپنے آقا کے حکم کے ماتحت گھر میں رہیں گے احمدیت کو نہیں چھوڑیں گے خواہ ہمیں قتل کر دیا جائے یا ہمارا سامان لوٹ لیا جائے۔ اس آواز میں کچھ ایسا اثر تھا کہ ہجوم کا رخ پلٹ گیا اور شر پسند لوگ واپس چلے گئے۔

لاہور کے ایک احمدی دوست جنہیں حالیہ فسادات میں دکان کے جل جانے کی وجہ سے تقریباً بیس ہزار روپیہ کا نقصان ہوا ہے سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اخلاص و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "جو مال ہمارا گیا ہے ہم خوش ہیں کہ احمدیت کے نام پر گیا ہے۔ ان تمام واقعات سے جو ہماری آنکھوں نے دیکھے ہمارا ایمان اور بھی مضبوط ہوا۔ حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی حالت میں موت نصیب کرے۔" آمین

بیرونی جماعتوں سے آمدہ خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک بہت سی جگہوں پر افواہیں پھیلانے کی باقاعدہ مہم جاری ہے مثلاً ضلع سیالکوٹ کے ایک حصہ میں یہ افواہ پھیلائی جا رہی ہے کہ ربوہ کو جلا دیا گیا ہے اور جو احمدی وہاں تھے انہیں یا تو زندہ جلا دیا گیا یا قتل کر دیا ہے اسی ضلع کے بعض دوسرے مقامات پر یہ چرچا کیا جا رہا ہے کہ ۵ لاکھ پٹھان ربوہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ اگر نعوذ باللہ ربوہ واقعی جل چکا ہے تو "۵ لاکھ پٹھانوں" کو یہاں حملہ کیلئے آنے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟ دوستوں کو جھوٹی افواہوں کی طرف سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے۔

سیکرٹری صاحب مجلس مشاورت کی طرف سے جماعتوں کو یہ اطلاع بھجوائی جا رہی ہے کہ قواعد کے لحاظ سے جماعتوں کو پہلے جتنی تعداد میں نمائندے بھجوانے کا حق تھا اس دفعہ انہیں اس سے نصف تعداد میں نمائندے بھجوانے چاہیئں۔ نیز یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر وقتی حالات کے ماتحت امیر یا صدر کو اپنی جگہ چھوڑنا مناسب نہ ہو تو وہ اپنی جگہ کوئی دوسرا ذمہ دار نمائندہ مشاورت کے لیے بھجوا سکتے ہیں۔

ضلع سرگودھا کے ایک احمدی دوست کی اطلاع کے مطابق مودودی ہماری جماعتوں میں بعض ایسے نوجوان پھیلا رہے ہیں جو فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے احمدیت قبول کر لیتے ہیں اور

درپردہ مخالف ہوتے ہیں۔ امید ہے دوست اس قسم کے منصوبوں سے ہوشیار رہیں گے ۔
براہ کرم یہ مکتوب تمام احباب جماعت تک پہنچادیں ۔ والسلام
ناظر دعوۃ و تبلیغ ۔ ربوہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم والسلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود
برادرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ " پاؤں کے زخم میں ابھی کچھ تکلیف ہے اور کھانسی بھی ہے "۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا کو صحت کاملہ وعاجلہ بخشے ۔ آج حضور پرنور نے ضلع شیخوپورہ ، جھنگ اور سرگودہا کے بعض خدام کو شرف ملاقات بخشا اور باوجود علالت طبع کے عصر کے بعد قرآن کا درس بھی دیا۔

صوفی محمد رفیع صاحب سکھر سے اطلاع دیتے ہیں کہ سندھ کے مشہور لیڈر پیر پگاڑو نے اپنے ایک بیان میں حالیہ ایجی ٹیشن کی پر زور مذمت کی ہے۔ پیر پگاڑو کا یہ اعلان سندھ کے کئی اخبارات نے شائع کیا ہے ۔

دوستوں کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے ۴۷ سال قبل اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :-

" یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا ۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا ۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا ۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے ۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اُسکو جہنم تک پہنچائے گی ۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لیے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی

اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔"

(الوصیت صفحہ ۹ طبع اوّل دسمبر ۱۹۰۵ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ روح پرور کلام احباب جماعت تک پہنچا دیں اور انہیں صبر و استقامت سے کام لینے اور اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کرنے کی تلقین کریں اور دوستوں کو تحریک کریں کہ وہ ان ایام میں قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کی طرف خاص توجّہ دیں اور دعاؤں پر بہت زور دیا جائے اور جو دوست روزہ کی توفیق رکھتے ہوں وہ روزہ بھی رکھیں کیونکہ روزہ کی حالت میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ والسّلام

ناظر دعوت و تبلیغ۔ ربوہ ۲۵/۳/۳۲/۵۳"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم والسّلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی صحت کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ "نقرس کا دورہ پھر شروع ہوگیا ہے۔ دائیں پاؤں کا انگوٹھا متورم ہوگیا ہے اور حرکت مشکل ہوگئی ہے۔" اللہ تعالیٰ حضور انور کو صحت کاملہ عاجلہ بخشے۔

احباب یہ سُن کر خوشی محسوس کریں گے کہ مولوی احمد شاہ صاحب نائیجیریا میں پانچ سال تک تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کے بعد ۱۰ را پریل کو بذریعہ بحری جہاز کراچی پہنچ رہے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کے ساتھ جرمنی کے ایک نومسلم دوست عمر ہوفر صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں۔ عمر ہوفر صاحب ربوہ میں قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم حاصل کریں گے اور پھر اپنے ملک کو نورِ اسلام سے منور کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو خیریت سے یہاں پہنچائے۔

سیرالیون کے مبلغ مولوی محمدؐ صدیق صاحب شاہد کے ہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلی بچی[1]

---

[1] نام عائشہ الٰہی صاحبہ (بیگم مقصود احمد صاحب قمر سابق مبلغ تنزانیہ)

تولد ہوئی ہے۔ دوست دعا فرمائیں کہ نومولودہ دین کی خادمہ بنے اور والدین کے لیے قرۃ العین ثابت ہو۔

جرمنی سے اطلاع ملی ہے کہ جرمنی کے مبلغ چوہدری عبداللطیف صاحب نے نیورمبرگ کے ایک ہال میں اسلامی تعلیمات کے موضوع پر کامیاب لیکچر دیا۔ صدارت کے فرائض جرمنی کے ڈاکٹر ویزر نے سرانجام دیئے۔ چوہدری صاحب موصوف کی کوششوں سے ایک جرمن لیڈی کے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی بھی اطلاع موصول ہوئی ہے۔

سیلون سے آمدہ خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مبلغ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر نہایت تندہی سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں سیلون گورنمنٹ کے محکمہ خوراک کے ایک رکن، محکمہ جنگلات کے ایک اعلیٰ ممبر، ریلوے کلرک، پوسٹ آفس کے ملازمین اور ایک اساتذہ سے بھی ملاقات کی اور ان تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کے مقاصد اور مساعی میں برکت دے۔

مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب نے جاکرتا (انڈونیشیا) سے اطلاع دی ہے کہ انڈونیشیا کی جماعتیں پاکستان سے متعلقہ خبروں کے باعث کئی دنوں سے دعاؤں پر خاص زور دے رہی ہیں۔

.... لاہور سے شیخ بشیر احمد صاحب اور ان کے رفقاء اور محمد عبداللہ ایم۔ ایس سی اور ان کے رفقاء کے متعلق خبر موصول ہوئی ہے کہ وہ خدا کے فضل سے بری ہو گئے ہیں اور خیریت سے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

براہ کرم یہ مکتوب احباب جماعت تک پہنچا دیں۔ والسّلام

ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ ربوہ ۵۳-۳-۲۲-۲۶"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم والسلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سیدنا و امامنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی صحت کے متعلق آج شام کی رپورٹ یہ ہے کہ "نقرس کی درد کا خاصہ شدید دورہ ہوا ہے اور حضور چل پھر نہیں سکتے۔"

اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب آقا کو ہر تکلیف سے محفوظ رکھے اور صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

مکرم شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ سوئٹزرلینڈ نے سوئٹزرلینڈ سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں چند استفسارات بغرض جواب تحریر کیے ہیں۔ شیخ صاحب موصوف کے پیش کردہ استفسارات اور حضور انور کے لطیف جوابات آپ کے اضافہ علم کی خاطر درج ذیل ہیں

۱۔ سوال ۔ اگر شراب کا استعمال ہر صورت اور ہر مقدار میں بُرا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کی حرمت اسلام سے پہلے کسی نبی کے ذریعہ نہ ہوئی اور اگر پہلے جائز تھی تو کیا بائبل کی رُو سے انبیاء بھی اس کا استعمال کرتے تھے؟

جواب ۔ "کیا ہر زمانہ میں ایک سی ضرورت ہوتی ہے اس طرح تو دنیا کی تمام حکومتوں کے قوانین رد کرنے ہوں گے"

۲۔ سوال ۔ قرآن کریم میں جانوروں کے خون کی حرمت کا ذکر ہے۔ کیا یہ حرمت صرف اس وجہ سے ہے کہ خون کا استعمال بطور خوراک کے صحت کے لیے مضر ہے؟

جواب ۔ "کسی نے صحت کا ذکر نہیں کیا۔ اس کا اثر روحانیت پر پڑتا ہے۔ کبھی مردار خور اور خون کھانے والا روحانیت کے مقام تک نہیں پہنچا"

۳۔ سوال ۔ بعض عیسائیوں کو ہر سال ایسٹر کے دنوں میں مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کی یاد میں عین اُن مقامات پر زخم پھوٹتے ہیں جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم مبارک پہ کیل ٹھونکے گئے تھے۔ بعض لوگ ایسے واقعات کو اپنے مذہب کی صداقت کے طور پر پیش کرتے ہیں اس کی توضیح فرمائی جائے۔

جواب ۔ "محض دھوکہ ہے اس قسم کے قصے قبروں کے مجاوروں نے بھی بنا رکھے ہیں ان کو کیوں نہیں مانتے ؟"

۴۔ سوال ۔ نمازوں کے اوقات میں مغربی ممالک میں مسلمانوں کو بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ جب تک موجودہ صنعتی نظام رائج ہے کام کے دوران میں نماز کی چھٹی کا ملنا ناممکن ہے اس مشکل کا حل کیا ہو؟

جواب ۔ "کون سا کام بغیر مشکلات کے ہوتا ہے جہاں ناقابلِ تلافی مشکل ہو وہاں جمع کا

مسئلہ موجود ہے پھر مشکل کیا ہے؟"

ربوہ میں الحمدللہ خیریت ہے اور عموماً جماعتوں کی طرف سے بھی خیریت کی اطلاع آرہی ہے۔ گو مودودی اصحاب مختلف رنگوں میں فتنہ کو ہوا دے رہے ہیں۔ دوستوں کو ہوشیار اور محتاط رہنے اور دعاؤں کی تلقین کرتے رہیں۔ والسلام

شیخ عبدالقادر مولوی فاضل[1] ربوہ ۲۸/۳ ۵۳/۳۲"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج شام کی رپورٹ یہ ہے کہ "پاؤں میں درد ابھی باقی ہے"۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو صحت کاملہ وعاجلہ بخشے۔

آج حضور پُرنور نے لاہور، بقاپور، دوالمیال، لالہ موسیٰ، سرگودہا، وزیرآباد اور لائلپور کے بعض خدام کو شرفِ ملاقات بخشا۔

ضلع لائلپور کے ایک دوست ایک مکتوب میں مقامی جماعت کے کوائف کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"کہیں کہیں یہ افواہ بھی پھیلائی جاتی ہے کہ فلاں فلاں آدمی احمدیت سے تائب ہو گیا ہے۔ ایسی دو تین اطلاعیں ہمارے پاس آئیں۔ ہم نے آدمی بھیج کر پتہ کیا تو ان افواہوں میں ذرہ بھی صداقت نظر نہ آئی بلکہ اپنے دوستوں کو پہلے سے زیادہ احمدیت پر پابند پایا۔"

یہی دوست مقامی جماعت کی اپنی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"نمازوں میں حاضری کافی ہوتی ہے۔ دعائیں بہت کی جاتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے پر زور دیا جاتا ہے تا لوگ ہمارے اخلاق کی وجہ سے خود بخود ہماری طرف کھچے چلے آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی کُتب سے اخلاق کے بارہ میں اقتباسات پڑھ کر سُنائے جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ خلق اور حُسنِ معاملات کا تذکرہ کر کے اخلاق کی درستی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے سو الحمدللہ کہ جماعت اخلاق میں ترقی کر رہی ہے اور اپنی حالت میں بہتری پیدا ہو رہی ہے۔ جس کا غیر از جماعت لوگوں پر بہت اچھا اثر ہے۔"

---

[1] وفات ۱۰ نومبر ۱۹۶۶ء

یہی دوست آخر میں لکھتے ہیں :۔

" ہم نے تو ان ابتلاؤں کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے واضح نشانات بلکہ خود زندہ خدا کو دیکھ لیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صداقت پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے "

مرکز سلسلہ میں خدا کے فضل و کرم سے ہر طرح خیر و عافیت ہے ۔ آپ یہ مکتوب اپنے حلقہ احباب تک پہنچا دیں اور دعاؤں کی تلقین کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر دم آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسّلام

خاکسار احمد خان نسیم مجلس قیام امن۔ احمد نگر

۲۹/۳/۵۳-۳۲"



تیسرا باب

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کا نوٹس

۱۲؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حسب ذیل نوٹس جاری کیا:۔

No. 104 Dated 12-3-53

From

G. M. Mansoor Esquire,
P. C. S.,
Addl. District Magistrate, Jhang,
Camp at Chiniot.

To,

The Secretary
To the Khalifatul Masih,
Rabwah.

Sir,

I have the honour to inform you that after delegating all the essential powers of a District Magistrate to me, I have been directed by the District Magistrate, Jhang that you will excercise full control over the despatch of telegrams from Rabwah to out stations including India, which do not comment, infer, and state the conditions adversely, in regard to the "Direct Action" movement in this province.

I hope you will appreciate that such comments, inferences and statements issued by you are detrimental to peace of the country.

It is needless for me to mention that I have in my possession documentry evidence corroborating the facts I now ask you to excercise full control over.

I have etc etc
Sir,
Your most obedient servant,

Sd/- G. M. Mansoor P. C. S.,
Addl. District Magistrate,
Jhang
at Chiniot.

ترجمہ :-

نمبر ۱۰۴ مؤرخہ ۱۲ ۳/۵۳

منجانب جی ۔ ایم ۔ منصور پی ۔ سی ۔ ایس

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ چنیوٹ کیمپ ۔

بخدمت سیکرٹری صاحب

خلیفۃ المسیح ربوہ

جناب عالی!

میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے تمام خصوصی اختیارات مجھے تفویض ہو جانے کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے مجھے ہدایت دی ہے کہ آپ کے یہ گوش گزار کر دوں کہ وہ تمام تار جو ربوہ سے بیرونی سٹیشنوں بشمول انڈیا کو ارسال کیے جائیں ان میں اس صوبہ میں جاری "راست اقدام" کی تحریک کے سلسلہ میں کوئی تبصرہ نہ ہو، کوئی نتیجہ نہ اخذ کیا گیا ہو ۔ اور حالات پر کوئی مخالفانہ بیان نہ ہو ۔ ایسے تاروں کی ترسیل پر آپ مکمل کنٹرول قائم کریں گے ۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ کو اس امر کا احساس ہو گا کہ ایسے تبصرے ، نتائج یا بیانات کا ذکر اگر آپ کی طرف سے ہو گا تو وہ ملک کے امن کے لیے مضر ثابت ہو گا ۔

مجھے اس امر کے بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں کہ میرے پاس ایسی تحریری شہادت موجود ہے جس سے وہ امور ثابت ہو جاتے ہیں جن پر مکمل کنٹرول قائم کرنے کے بارے میں میں آپ کو اب ہدایت دے رہا ہوں ۔

میں ہوں نہایت تابعدار

آپ کا خادم

دستخط ۔ جی ۔ ایم ۔ منصور پی ۔ سی ۔ ایس

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ (چنیوٹ)

جواب ــــــ حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر نظارت امور عامہ نے اس نوٹس کا حسب ذیل جواب دیا۔

From

Nazir Umoor Amma,
Ahmadiyya Community Pakistan, Rabwah.
No. 196 Dated 12th March, 1953.

To

G. M. Mansoor, Esq.,
P. C. S.,
Additional District Magistrate Jhang,
Camp at Chiniot.

Sir,

Your letter No. 104 dated 12-3-53 has just been received. I have the honour to reply to the same as follows:-

We do fully appreciate the gravity of the present situation and are following the policy of full cooperation with the authorities as far as it lies in our power. In order, however, to facilitate our cooperation I would ask you to kindly let me know the nature and contents of the telegram or telegrams to which objection has been taken as well as the names of the senders.

Further, your letter does not make it clear whether we are also not to send any telegraphic information regarding the state of affairs prevailing and the dangers facing the members of our Community at different places in the Punjab to the Deputy Commissioners concerned, Secretaries of the Punjab Government, Inspector General of Police Punjab, or the officials of the Central Government. Do such telegrams also come under your instructions?

I hope you will very kindly let us know about the two above mentioned questions at your earliest convenience. Assuring you again of our best co-operation.

I have the honour to be
Sir,
Your most obedient servant,

(Ijaz Nasrullah Khan)
Nazir Umoor Amma
Rabwah.

منجانب ناظر امور عامہ

جماعت احمدیہ پاکستان ربوہ

نمبر ۱۹۶ ۔ مؤرخہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء

بخدمت جناب جی ۔ ایم ۔ منصور صاحب پی سی ۔ ایس

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ ۔ چنیوٹ کیمپ ۔

جناب عالی ۔

آپ کا مراسلہ نمبر ۱۰۴ مؤرخہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء ابھی ملا ۔ اس کا جواب درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمایئے ۔

موجودہ صورتحال کی نزاکت کا ہمیں پوری طرح احساس ہے اور جہانتک ہمارے اختیار میں ہے ہم حکومت سے مکمل تعاون کی پالیسی پر کاربند ہیں ۔ تاہم اس تعاون کو سہل بنانے کی غرض سے میں جناب سے درخواست کروں گا کہ جس تار یا تاروں کو قابلِ اعتراض سمجھا گیا ہے ان کی نوعیت اور مواد سے مجھے مطلع کیا جائے ۔ نیز تار بھیجنے والوں کے اسماء سے بھی اطلاع دی جائے ۔

علاوہ ازیں آپ کے مراسلہ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آیا جو حالات اب پیدا ہو گئے ہیں اور جو خطرات ہماری جماعت کے افراد کو مختلف مقامات پر درپیش ہیں ان کے بارے میں متعلقہ ڈپٹی کمشنروں ، پنجاب گورنمنٹ کے سیکرٹریوں ۔ انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب یا مرکزی حکومت کے عہدہ داروں کو تار کے ذریعہ اطلاعات دینے کی بھی ممانعت ہے ؟ کیا ایسے تاروں پر بھی آپ کی ہدایات حاوی ہیں ؟

مجھے امید ہے کہ آپ مہربانی فرماکر مندرجہ بالا دونوں وضاحت طلب امور کے بارے میں جلد از جلد مطلع فرمائیں گے ۔ آخر میں پھر ہم آپ کو اپنے بہترین تعاون کا یقین دلاتے ہیں ۔

میں ہوں

جناب کا ادنیٰ خادم (اعجاز نصر اللہ خاں)

ناظر امور عامہ ربوہ

جناب گورنر صاحب پنجاب کا نوٹس

ابھی اس مراسلہ پر چند دن ہی گزرے تھے کہ صوبہ کی مرکزی مشینری بھی حرکت میں آگئی اور ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب نے جناب گورنر صاحب پنجاب کی طرف سے ۱۸ مارچ ۱۹۵۳ء کو حضرت مصلح موعود کے نام پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ ۱۹۴۹ء کی دفعہ ۵ کے تحت ایک نوٹس جاری کر دیا جو حضرت مصلح موعود کے اس پیغام کی بناء پر دیا گیا تھا جو "فاروق" لاہور ۴ مارچ ۱۹۵۳ء کے صفحہ (ایک) پر شائع ہوا اور جس میں بشارت دی گئی تھی کہ خدا میری مدد کے لیے دوڑا آرہا ہے۔ یہ نوٹس حسب ذیل الفاظ میں تھا۔

<u>5306 - BDSB</u>

Whereas the Governor of the Punjab is satisfied that with a view to preventing Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad, the Head of 'Ahmadiyya' sect, from acting in a manner prejudicial to the public safety and the maintenance of public order, it is necessary to direct the said Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad to abstain from making any speech or publishing any statement or report relating to the Ahrar-Ahmadiyya controversy or the anti-Ahmadiyya agitation or any matter likely to promote feelings of hatred or enmity between various classes;

Now, therefore, in exercise of the powers conferred clause (d) of sub-section (1) of section 5 of the Punjab Public Safety Act, 1949, the Governor of the Punjab is pleased to direct the aforesaid Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad to abstain from making any speech or publishing any statement or the report relating to the Ahrar-Ahmadiyya controversy or the anti-Ahmadiyya agitation or any matter likely to promote feelings of hatred or enmity between different classes.

By order of the Governor of the Punjab.

(Sd) S. Ghiasud Din Ahmad,
Home Secretary to Govt. Punjab.
Dated 18th March, 1953.

نمبر ۵۳۰۶ - بی ڈی ایس بی

ہرگاہ کہ گورنر پنجاب کو یہ قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد سربراہ فرقہ احمدیہ کو ایسے طرز عمل سے روکا جائے جو عوامی حفاظت کے خلاف ہو اور امن عامہ میں خلل انداز ہونے کا موجب ہو اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد موصوف کو ہدایت کی جائے کہ وہ احرار - احمدی تنازع یا جماعت احمدیہ کے خلاف ایجی ٹیشن یا اور کسی امر کے بارے میں جس سے مختلف طبقات کے مابین منافرت یا دشمنی کے جذبات کے ابھرنے کا امکان ہو تقریر کرنے یا بیان یا رپورٹ شائع کرنے سے احتراز کریں۔

لہٰذا پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ مجریہ ۱۹۴۹ء کی دفعہ ۵ کی ذیلی دفعہ ۱ جز (د) کے تفویض کردہ اختیارات کے مطابق گورنر پنجاب متذکرہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ احرار - احمدی تنازعہ یا جماعت احمدیہ کے خلاف ایجی ٹیشن یا اور کسی امر کے بارے میں جس سے مختلف طبقات کے درمیان منافرت یا دشمنی کے جذبات ابھرنے کا امکان ہو کوئی تقریر کرنے یا بیان دینے یا رپورٹ شائع کرنے سے احتراز کریں۔

بحکم گورنر پنجاب

(دستخط) ایس - غیاث الدین احمد - ہوم سیکرٹری گورنر پنجاب

مؤرخہ ۱۸ مارچ ۱۹۵۳ء

حضرت مصلح موعود کا پُر شوکت جواب

حکومتِ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر ۱۹ مارچ ۱۹۵۳ء کو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جھنگ ربوہ پہنچے اور گورنر پنجاب کا یہ نوٹس حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بغرض تعمیل پیش کیا حضور نے نوٹس تو لے لیا مگر ساتھ ہی نہایت پُر جلال انداز میں ارشاد فرمایا:-

"آپ اس وقت اکیلے مجھ سے ملنے آئے ہیں اور کوئی خطرہ محسوس کیے بغیر میرے پاس پہنچ گئے ہیں اسی لیے کہ آپ کو یقین ہے کہ گورنمنٹ آپ کی پشت پر ہے پھر اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ گورنمنٹ کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے حکومت آپ کی مدد کرے گی۔ تو کیا میں جو خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں

مجھے یقین نہیں ہونا چاہیئے کہ خدا میری مدد کرے گا۔ بے شک میری گردن آپ کے گورنر کے ہاتھ میں ہے لیکن آپ کے گورنر کی گردن میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کے گورنر نے میرے ساتھ جو کچھ کرنا تھا وہ کر لیا اب میرا خدا اپنا ہاتھ دکھائے گا۔"[1]

ہز ایکسی لینسی گورنر صاحب کو جوابی مراسلہ

حضرت مصلح موعود نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس ضلع جھنگ کے واپس جانے کے بعد عزت مآب گورنر صاحب پنجاب کو اپنے مبارک دستخط سے حسب ذیل جوابی مراسلہ بھی بھیجا۔

From

M. B. Mahmud Ahmad,
Head of the Ahmadiyya Community,
Rabwah, Distt. Jhang.
Dated 20th March, 1953.

To

His Excellency
The Governer of the Punjab
Lahore.

Your Excellency,

On the afternoon of Thursday 19th March, the D. S. P. Jhang served on me a notice signed by the Home Secretary Punjab under Your Excellency's order under the safety Act 1949 Clause (d) of Sub section (1) of Section 5. Though I do not understand the reason of this notice specially when aggressors like Maalvi Maududi of Jamaat-i-Islami are even more vigorously distributing literature against the Ahmadiyya Community and declaring that all actions taken by the Government to suppress lawlessness are unjust and cruel and that they will make them fail and still no action has been taken against them as far as I know. And further,

---

[1] خطبہ فرمودہ ۱۵؍اگست ۱۹۵۸ء مطبوعہ الفضل ۵؍ستمبر ۱۹۵۸ء صـ۲

rumours are being spread every day either about my murder or Rabwah having been burnt or that Ahmadies have recanted all over which cause great anxiety in the minds of the Ahmadies.

In the circumstances I think that some misunderstanding is the cause of this notice. But whether there is any misunderstanding or not, as Islam enjoines on us to obey the orders of the Government of the day I will obey the orders to the best of my knowledge and reason and leave the matter of my honour to God who has ordered me to obey the Government.

I pray to God that He may reveal the truth to you and vindicate my honour and help Pakistan in these difficult times.

I have the honour to be,
Sir,
Your most obedient
servant,

(Mirza Bashir-ud-Din
Mahmud Ahmad)
Head of the Ahmadiyya
Community.

از ایم ۔ بی محمود احمد

امام جماعت احمدیہ ربوہ (ضلع جھنگ)

مؤرخہ ۲۰ر مارچ ۱۹۵۳ء

بخدمت جناب عزت مآب گورنر صاحب پنجاب ۔ لاہور

جناب عالی

جمعرات مؤرخہ ۱۹ر مارچ کو بعد دوپہر ڈی ۔ ایس ۔ پی جھنگ نے ایک حکمنامہ سے مجھے اطلاع دی ہے جس پر آں عزت مآب کے حکم کے تحت ہوم سیکرٹری پنجاب کے دستخط تھے اور جو سیفٹی ایکٹ مجریہ ۱۹۴۹ء کی دفعہ ۵ کی ذیلی دفعہ ۱ جز (د) کے تحت جاری کیا گیا تھا ۔

مجھے اس (نوٹس) حکم نامہ کے جاری کیے جانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی بالخصوص جب کہ جماعت اسلامی کے مولوی مودودی صاحب جیسے جارح افراد پہلے سے بھی زیادہ جوش خروش سے جماعت احمدیہ کے خلاف لٹریچر تقسیم کرنے میں مصروف ہیں اور اس امر کا برملا اعلان کر رہے ہیں کہ حکومت نے لاقانونیت کو دبانے کے لیے جو اقدامات کیے ہیں وہ تمام کے تمام غیر منصفانہ اور ظالمانہ ہیں اور یہ کہ انہوں نے ان کو ناکام کر دینے کا تہیہ کیا ہوا ہے ۔ تاہم جہاں تک میرا علم ہے ان کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی ہے ۔ علاوہ ازیں روزانہ اس امر کی افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں کہ مجھے قتل کر دیا گیا ہے یا ربوہ کو جلا دیا گیا ہے یا یہ کہ ہر جگہ کے احمدی اپنے عقائد سے دستبردار ہو گئے ہیں اور ان افواہوں سے احمدیوں کو بے حد فکر لاحق ہو رہا ہے ۔

ان امور کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ یہ نوٹس کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے لیکن اس سے قطع نظر کہ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے یا نہیں چونکہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ حکومتِ وقت کے احکام کی تعمیل کی جائے میں اپنے علم اور سمجھ کے مطابق ہر طرح ان احکام کی تعمیل کروں گا اور اپنی عزت کا معاملہ خدا پر چھوڑتا ہوں جس نے مجھے حکومت کے احکامات کی تعمیل کا ارشاد فرمایا ہے ۔

میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ پر حق کھول دے ، میری عزت کی لاج رکھے اور ان پریشان کن حالات میں پاکستان کی مدد فرمائے ۔ میں ہوں جناب کا تابعدار ۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد ، امام جماعت احمدیہ

اخبارات میں ذکر اس نوٹس کی خبر پنجاب پریس نے بڑے طمطراق سے شائع کی چنانچہ اخبار نوائے وقت (لاہور) نے لکھا:-

مرزا بشیر الدین محمود کے نام حکم

لاہور، ۲۷ مارچ۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ حکومت پنجاب نے تحریک قادیان کے امیر مرزا بشیر الدین محمود کو حکم دیا ہے کہ وہ احرار اور قادیانیوں کے اختلافات یا قادیانیوں کے خلاف تحریک کے بارہ میں کسی قسم کا بیان، تقریر یا اطلاع یا کوئی ایسا مواد شائع نہ کریں جس سے مختلف طبقوں میں نفرت یا دشمنی کے جذبات پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ یہ حکم پنجاب سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ کے ماتحت دیا گیا ہے[1]

ہوم سیکرٹری صاحب پنجاب کو اطلاع ہوم سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب جناب غیاث الدین احمد صاحب نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس جھنگ کو ہدایت کی تھی کہ وہ جناب گورنر صاحب پنجاب کا نوٹس پہنچانے کے علاوہ (حضرت) امام جماعت احمدیہ سے یہ بھی کہیں کہ آپ تمام احمدیوں کو حکم دیں کہ وہ احراری تنازع یا جماعت احمدیہ کے خلاف شورش کے بارے میں نہ لکھیں نہ کہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس ضمن میں ہوم سیکرٹری صاحب پنجاب کے نام حسب ذیل چٹھی لکھی۔

From

Mirza Bashirud-Din Mahmud Ahmad,
Head of the Ahmadiyya Community,
Rabwah, Distt. Jhang.
Dated 20the March, 1953.

To

Home secretary of Punjab,
Lahore.

Dear Sir,

I was told by the D. S. P. Jhang that you instructed him to convey to me

---

[1] نوائے وقت ۲۹ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۱

that I should instuct all Ahmadies that they should not say or publish any statement or report about Ahrar-Ahmadiyya controversy or Anti-Ahmadiyya agitation. I have told him that as His Excellency has ordered me to refrain from saying or publishing anything about matters which are likely to promote feelings of hatred etc I cannot do that. It is possible that whatever I write may contain something which, though not objectionable in my opinion, may be objectionable in the opinion of the Government.

You know that about three weeks back D. C. Jhang asked me to issue orders to the community to remain peaceful and I did it. But at that time I was a free agent which now I am not.

I have the honour to be,
Sir,
(Sd)(Mirza Bashirud-Din Mahmud Ahmad)

مجانب مرزا بشیر الدین محمود احمد
امام جماعت احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ
مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۵۳ء

بخدمت جناب ہوم سیکرٹری صاحب پنجاب - لاہور

جنابِ من! ڈی ایس پی صاحب جھنگ نے مجھے بتلایا ہے کہ آپ نے انہیں یہ ہدایت دی تھی کہ وہ مجھے اس امر سے مطلع کریں کہ میں تمام احمدیوں کو حکم دوں کہ وہ احرار - احمدی تنازع یا جماعت احمدیہ کے خلاف ایجی ٹیشن کے بارے میں نہ تو کوئی بات کہیں اور نہ کوئی بیان یا رپورٹ شائع کریں - میں نے انہیں جواب دیا ہے کہ چونکہ عزت مآب گورنر صاحب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کوئی ایسی بات نہ کہوں نہ شائع کروں جس سے اشتعال پیدا ہونے کا امکان ہے اس لیے میں اس حکم کی تعمیل سے معذور رہوں - کیونکہ اس امر کا امکان ہے کہ جو کچھ میں لکھوں وہ اگرچہ میری دانست میں قابلِ اعتراض نہ ہو لیکن حکومت کی نگاہ میں وہ قابلِ اعتراض ٹھہرے -

آپ جانتے ہیں کہ قریباً تین ہفتہ قبل ڈی - سی - جھنگ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی جماعت کے افراد کو پُرامن رہنے کی ہدایت جاری کردوں اور میں نے ایسی ہدایت جاری کر دی تھی - اس وقت ایسی ہدایت جاری کرنے پر مجھ پر کوئی پابندی نہ تھی لیکن اب مجھ پر پابندی عائد کر دی گئی ہے -

خاکسار دستخط (مرزا بشیر الدین محمود احمد)

خدائی نشان کا ظہور

سیدنا حضرت مصلح موعود نے ۱۹ / مارچ ۱۹۵۳ء کو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس جھنگ کو قوت یقین سے لبریز جن الفاظ میں قبل از وقت خبر دے دی تھی۔ وہ چند دنوں کے اندر اندر ایسے حیرت انگیز طریق پر پوری ہوئی کہ ایک عالم انگشت بدنداں رہ گیا۔ پاکستان کی مرکزی حکومت کے حکم سے مسٹر آئی آئی چندریگر کو جو اس وقت گورنر پنجاب تھے برطرف کر دیا گیا اور ان کی جگہ میاں امین الدین صاحب گورنر پنجاب مقرر ہوئے جنہوں نے یکم مئی ۱۹۵۳ء کو یہ ظالمانہ نوٹس واپس لے لیا۔ اس درست اور مبنی بر انصاف اقدام پر جماعت احمدیہ کی طرف سے گورنر صاحب پنجاب اور حکومت پاکستان کو مبارکباد دی گئی اور اس حقیقت پر ایک بار پھر مہر تصدیق ثبت ہوگئی کہ

؎ جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

خطبہ جمعہ میں نوٹس پر عارفانہ تبصرہ

حضرت مصلح موعود نے اگلے سال سال ۴ / احسان ۱۳۳۳ہش / ۴ / جون ۱۹۵۴ء کے خطبہ جمعہ کے دوران چندریگر صاحب کے نوٹس پر عارفانہ تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :-

"انسان کے ساتھ جو دالدین کا تعلق ہے وہی تعلق حکومت کا ہے۔ اگر حکومت کہتی ہے کہ تم فلاں جگہ کھڑے ہو جاؤ تو ہم اس کے حکم کی اطاعت کریں گے اور اس جگہ کھڑے ہو جائیں گے اگر وہ کہتی ہے فلاں کام کرو تو ہم کر دیں گے۔ لیکن اگر وہ کہے کہ تم خدا تعالیٰ کے متعلق فلاں بات مت کہو تو ہم اس کی اطاعت نہیں کریں گے یہاں حکومت کے قوانین ختم ہو جاتے ہیں اس کے بعد وہ بے شک ڈنڈا چلائے لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے تم اس کی اطاعت نہ کرو تم وہی کہو جو میں کہتا ہوں مثلاً اگر تم کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ قادر ہے تو بے شک حکومت یہ قانون بنا دے کہ تم خدا تعالیٰ کو قادر نہ کہو کیونکہ ایسا کہنے سے ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کو قادر تسلیم نہیں کرتے پھر بھی خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہوگا کہ تم اسے قادر کہتے رہو۔

گذشتہ سال میں نے ایک اعلان میں کہا تھا کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد اور نصرت

کو آ رہا ہے وہ چلا آ رہا ہے وہ دوڑتا آ رہا ہے۔ اس پر حکومت نے مجھے نوٹس دیا کہ تم نے ایسا کیوں کہا؟ اس سے دوسرے لوگوں کو اشتعال آیا ہے۔ ہاں نوٹس دینے والے افسر نے اتنی اصلاح کر لی کہ اس نے کہا تم احرار کے متعلق کوئی ذکر نہ کرو۔ اگر وہ مجھے یہ حکم دیتے کہ تم خدا تعالیٰ کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ مدد کو آ رہا ہے یا یہ کہو کہ وہ مدد کو نہیں آتا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس بات کو تسلیم کر لینے پر آمادہ نہ کر سکتی۔ اس لیے کہ وہ اس طرح کا حکم دے کر قرآن کریم پر حکومت کرنا چاہتے اور یہ ایسا حکم تھا جس کا ماننا جائز نہ ہوتا۔ اگر کوئی حکومت یہ کہے کہ تم خدا تعالیٰ کو ایک نہ سمجھو تو ہم کہیں گے عقائد کے بارے میں تمہاری حکومت نہیں چلتی۔ تمہاری حکومت ایسے امور میں چلے گی جو دنیوی ہوں۔ مثلاً کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ تم لوگوں کو خوب مارو تو حکومت اس پر ایکشن لے سکتی ہے لیکن اس لحاظ سے نہیں کہ وہ ایسا عقیدہ کیوں رکھتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اس عقیدہ کو عملی جامہ پہنا رہا ہے حکومت اعمال پر کنٹرول کر سکتی ہے عقائد پر نہیں۔ قرآن کریم میں بہت زیادہ زور ماں باپ کی اطاعت پر دیا گیا ہے لیکن جب عقیدہ کے بارے میں ان کی بات بھی نہ ماننے کا حکم ہے تو اور کسی کی بات کیوں مانی جائے۔ پس جو چیزیں خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں انہیں پورا کرو۔ جب انسان ایسے امور میں دخل دے جن میں اسے دخل نہیں دینا چاہیئے تو اس کی اطاعت مت کرو لیکن اگر کوئی حکومت یا فرد اپنے غرور میں آ کر کہے کہ میں ان میں ضرور دخل دوں گا تو پھر جیسے کہا جاتا ہے کہ ملّاں کی دوڑ مسجد تک تو مومن خدا تعالیٰ کے پاس چلا جاتا ہے اور مسجد کسی ملّاں کو بچاتے یا نہ بچائے خدا تعالیٰ اپنے مومن بندہ کو ضرور بچا لیتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو نہایت واضح ہے۔ پس ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ یہ یقین رکھے کہ خدا تعالیٰ اسے بچائے گا چاہے کوئی اسے پھانسی پر ہی چڑھا دے وہ پھانسی پر بھی یہ یقین رکھے کہ خدا تعالیٰ اُسے بچائے گا۔ جب تک کوئی شخص اس قسم کا یقین نہیں رکھتا اس کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا ہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی غیرتِ ایمانی کا ایک واقعہ

احراری ایجی ٹیشن کے دوران چوہدری ظہور احمد صاحب[1] آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ اور ملک محمد عبداللہ صاحب[2] مولوی فاضل کارکن نظارت تالیف و تصنیف کو کئی بار مرکز سلسلہ کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے کراچی میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ صاحب وزیر خارجہ پاکستان سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ بلکہ ملک صاحب موصوف تو محض اسی "جرم" کی پاداش میں ڈیڑھ ماہ تک جھنگ اور لاہور میں قید بھی رہے[3]۔

محترم ملک صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"ایک بار میں جب چوہدری صاحب خدمت میں حاضر ہوا تو حالات بہت نازک تھے اور یہ خبر گرم تھی کہ ربوہ سے تمام چیدہ چیدہ افراد گرفتار کر لیے جائیں گے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نام سر فہرست ہے (گو ایسا واقعہ ہوا نہیں تھا)

جناب چوہدری صاحب کو کہیں سے اطلاع مل گئی تھی۔ اس ملاقات میں جب پیغامات وغیرہ ختم ہو گئے اور میں واپس آنے لگا تو چوہدری صاحب نے مجھے دوبارہ بٹھا لیا۔ اور فرمایا کہ مجھے ایسی خبر ملی ہے۔ بعض اوقات صوبائی حکومت از خود ایسا سخت قدم اٹھا لیتی ہے اور مرکزی حکومت کو بعد میں اطلاع ملتی ہے آپ میری طرف سے حضور کی خدمت میں یہ گزارش کر دیں کہ اگر خدانخواستہ کوئی ایسا واقعہ ہو گیا تو میں ایک منٹ کے لیے بھی اپنے عہدہ پر نہیں رہوں گا اور مستعفی ہو کر ربوہ آجاؤں گا۔ چوہدری صاحب کی آواز اس وقت بہت گلوگیر تھی۔ خود میری کیفیت بھی چوہدری صاحب کے اس بے پایاں اخلاص کی وجہ سے بے حد متاثر تھی۔ نیز چوہدری صاحب نے فرمایا کہ حضرت اقدس کا خیال ہے کہ میں ربوہ کی گرمی میں نہیں رہ سکوں گا۔ یہ سب باتیں عام حالات کی ہیں۔ خاص حالات میں انسان ہر طرح کی قربانی کر لیتا ہے۔ میں نے جناب

بقیہ حاشیہ ۲۴۸ [1] خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ احسان ۱۳۳۳ ہش۔ الفضل ۲۴ احسان ۱۳۳۳ ہش ۲۳ جون ۱۹۵۴ء

[1] سابق ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔ وفات ۲۴ جون ۱۹۸۲ء [2] ریٹائرڈ لیکچرار تعلیم الاسلام کالج۔ آپ کے خود نوشت حالات اسیری شامل ضمیمہ ہیں [3] وفات ۱۱ ستمبر ۱۹۸۵ء

چوہدری صاحب کا یہ پیغام ربوہ آتے ہی حضور کی خدمت میں دے دیا۔"[1]

قصرِ خلافت کی تلاشی یکم اپریل ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے کہ جناب ابرار احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس ضلع جھنگ مع ڈی ایس جھنگ بھاری گارد کے ساتھ قصرِ خلافت میں آ گئے۔ چونکہ حضرت مصلح موعود کی عظیم شخصیت ان دنوں احرار کے ہم نوا افسروں کی تنقید کا اصل مرکز بنی ہوئی تھی اور آپ کا وجود مقدس مخالفین احمدیت اور دشمنانِ پاکستان کی نگاہ میں خار کی طرح کھٹک رہا تھا اس لیے ضلع کے ایک ذمہ دار پولیس افسر کی مع گارد آمد سے عام طور پہ سمجھا گیا کہ حکومت حضرت مصلح موعود کو گرفتار کرنا چاہتی ہے مگر جیسا کہ بعد میں پتہ چلا پولیس افسر صاحب گرفتاری کے لیے نہیں۔ بلکہ قصرِ خلافت کی تلاشی کے لیے بھجوائے گئے تھے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور (پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کا چشم دید بیان ہے کہ:۔

"۱۹۵۳ء میں جب D. S. P. صاحب ربوہ قصرِ خلافت میں آئے اور پولیس کی گارد بھی آئی تھی خطرہ تھا کہ کہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو گرفتار کرنے کا منصوبہ نہ ہو۔ انہوں نے حضور سے ملاقات کا کہا۔ حضور نے احتیاطاً حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بھی ساتھ ہی بلانے کا فرمایا۔ جب D. S. P. صاحب کو جو لدھیانہ کے شہزادہ فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ اوپر بلانا تھا تو اس سے پہلے حضور نے مجھے یاد فرمایا میں اس وقت پرائیویٹ سیکرٹری تھا۔ میں سیڑھیوں سے چڑھ کر مشرقی برآمدہ میں اُوپر گیا جہاں حضور بیٹھ کر ملاقات فرمایا کرتے تھے حضور سامنے کے کمرہ سے جو حضور کا بیڈ روم تھا۔ مجھے اسی کمرہ میں لے گئے۔ پھر کمرہ سے نکل کر غربی لمبے برآمدہ میں ساتھ لے گئے اور مجھے فرمایا کہ میں تم کو صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ خطرہ ہے کہ یہ لوگ مجھے گرفتار کرنے نہ آئے ہوں۔ اس لیے تم اپنی ذمہ داری کو سمجھنا کہ تم میرے پرائیویٹ سیکرٹری ہو۔ اور صرف اس قدر فرما کر حضور مجھے واپس شرقی جانب کے برآمدہ میں لے آئے اور فرمایا۔ D. S. P. صاحب کو بلا لو۔ چنانچہ D. S. P. صاحب آئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ وہ اندر گئے

---

[1] غیر مطبوعہ مکتوب جناب ملک محمد عبداللہ صاحب ربوہ (مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۷۵ء)

تو مَیں سیڑھیوں میں آگیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا گیا۔ حضور نے مشرقی برآمدہ میں ان سے ملاقات کی۔ تھوڑا عرصہ کی خاموشی کے بعد جب کچھ خوش گفتاری اور ہنسنے کی آوازیں میرے کانوں میں آئیں تو میرے دل کو کسی حد تک تسلّی ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حضرت صاحب کے مکان کی تلاشی لینے آئے تھے D. S. P. صاحب تکلف برتتے تھے کہ وہ تو مجبوراً حکومت کے احکام کی تعمیل میں آگئے ہیں ورنہ تلاشی کی ضرورت نہیں۔ لیکن حضور نے ان کو مجبور کیا کہ اگر تلاشی لیے بغیر لکھ دیں گے کہ آپ نے تلاشی لی ہے تو حضور نے فرمایا مَیں حکومت کو اطلاع دے دونگا کہ انہوں نے فرضی رپورٹ کی ہے تلاشی نہیں لی چنانچہ انہوں نے اپنے ہمراہی انسپکٹر کو کہا کہ وہ تلاشی لے چنانچہ اس نے تلاشی لی تاکہ ان کی رپورٹ درست ہو۔"[1]

خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے ۱۵؍ اگست ۱۹۵۸ء کے خطبہ جمعہ میں اس اہم واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"انہی ایام میں جب کہ ابھی فتنہ کے آثار باقی تھے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع جھنگ ڈی۔ ایس۔ پی کو ساتھ لے کر میرے مکان کی تلاشی کے لیے آئے چونکہ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈی۔ ایس۔ پی سے گورنر پنجاب کے نوٹس والا واقعہ سُن چکے تھے۔ اور وہ دیکھ چکے تھے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے چند دنوں کے اندر اندر میری بات کو پورا کر دیا۔ اور مسٹر چندریگر کو پنجاب سے رخصت کر دیا گیا۔ اور پھر اس سے پہلے میری طرف سے یہ بھی شائع ہو چکا تھا کہ میرا خدا میری مدد کے لیے دوڑا چلا آرہا ہے اس لیے وہ اتنے متأثر تھے کہ مجھے کہنے لگے ہمیں حکم تو یہ ہے کہ عورتوں والے حصّہ کی بھی تلاشی لی جائے مگر مجھے کسی تلاشی کی ضرورت نہیں مَیں گورنمنٹ کو لکھ دوں گا کہ مَیں نے تلاشی لے لی ہے۔ مَیں نے کہا اگر آپ ایسا لکھیں گے تو مَیں اخبار میں اعلان کر دوں گا یہ بالکل غلط ہے۔ انہوں نے کوئی تلاشی نہیں لی۔ آپ اندر چلیں اور ایک ایک چیز کو دیکھیں تاکہ آپ کے دل میں کوئی شُبہ نہ رہے چنانچہ وہ اندر گئے اور انہوں نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سے کہا کہ وہ کاغذات کو دیکھ لیں۔"[2]

---

[1] غیر مطبوعہ خط مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور

[2] خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرمودہ ۱۹۵۸ء بحوالہ روزنامہ "الفضل" ۵؍ستمبر ۱۹۵۸ء۔

لاہور کے اخبار "نوائے وقت" (۴ر اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۱) اور بعض دیگر مشہور اخبارات میں اس خانہ تلاشی کی خبریں بڑے جلی عنوانوں سے شائع ہوئیں ۔

مخلص احمدیوں کی تلاشیاں اور گرفتاریاں

یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو قصرِ خلافت کی تلاشی کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے مرکزی دفاتر کی تلاشی لی گئی اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ کو گرفتار کر کے ضمانت پر رہا کر دیا گیا نیز پریس ایمرجنسی پاورز ایکٹ کی دفعہ ۱۸ کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا ۔ حکومت پنجاب نے اس سلسلہ میں حسب ذیل اعلان جاری کیا :-

" ربوہ میں احمدیہ فرقہ کے ناظم دعوتِ تبلیغ سید زین العابدین کے خلاف پریس ایمرجنسی پاورز ایکٹ کی دفعہ ۱۸ کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے اس سے پہلے پولیس نے سید زین العابدین احمدیہ فرقہ کے امیر مرزا بشیر الدین محمود اور نائب ناظم دعوت تبلیغ مسٹر عبدالمجید کے دفتر اور مکان کی تلاشی لی اور کئی دستاویزات پر جن میں بعض ناجائز خبرنامے بھی شامل ہیں قبضہ کر لیا سید زین العابدین کو گرفتار کر کے بعد میں ضمانت پر رہا کر دیا گیا "[1]

اس واقعہ کا ذکر جناب ابرار احمد صاحب (سابق سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع جھنگ) نے اپنی سوانح میں بھی کیا ہے چنانچہ "ربوہ" کے زیر عنوان لکھا ہے ۔

" ۳۰ر مارچ کو میں شہزادہ حبیب احمد ڈی ایس پی کے ہمراہ ربوہ گیا جہاں میاں زین العابدین ولی اللہ ناظم دعوت تبلیغ کی گرفتاری صوبائی حکم کے تحت عمل میں لائی گئی ۔ اگلے روز میں نے بھاری گارد کے تعاون سے ربوہ میں جماعت احمدیہ کے تمام دفاتر کی تلاشی لی کیونکہ پریس ایمرجنسی پاورز ایکٹ ۱۹۳۱ء کے تحت تھانہ لالیاں (لالیاں ۔ ناقل) مقدمہ ۴۳ مورخہ ۳۰ر مارچ ۱۹۵۳ء درج ہوا تھا ۔ چند بولیٹن قبضہ میں لئے آئندہ تفتیش کے سلسلہ میں مرزا بشیر الدین محمود صاحب امیر جماعت احمدیہ سے ۲۴ر اپریل ۱۹۵۳ء کو ہمراہ ڈی ایس پی ملنے گیا ۔ اس تحریک میں جہاں

---

[1] "نوائے وقت" لاہور ۴ر اپریل ۱۹۵۳ء ص ۱ کالم ۴ - ۵

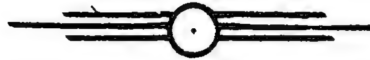
صوبائی حکومت ٹوٹی مرکزی حکومت بھی ۱۲ ر اپریل ۱۹۵۳ء کو ختم ہو گئی۔ مسٹر محمد علی بوگرا ملک کے نئے وزیر اعظم مقرر ہوئے اس مرحلہ پر تحریک بھی سرد پڑ گئی تھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔"[1]

یکم اپریل کو ربوہ کے علاوہ لاہور کے بعض احمدیوں کی بھی تلاشی لی گئی۔

چنانچہ لاہور میں جناب ثاقب صاحب زیروی مدیر لاہور کے گھر اور دفتر پر چھاپہ مارا گیا۔ مارشل لاء والوں کا اصل ارادہ تو جناب ثاقب صاحب کو گرفتار کرنے کا تھا مگر وہ باوجود انتہائی کوشش کے کامیاب نہ ہو سکے اور ان کی بجائے اُن کے بھائی محترم محمد بشیر صاحب زیروی کو ٹرک میں بٹھا کر میڈیکل ہوسٹل نیلا گنبد کے کیمپ میں لے گئے۔ اس روز لاہور سے مندرجہ ذیل احمدیوں کی گرفتاریاں بھی عمل میں آئیں:-

مرزا مظفر احمد صاحب (ابن حضرت مرزا قدرت اللہ صاحبؓ) محمد صالح صاحب۔ ملک برکت علی صاحب۔ محمد یحییٰ صاحب (نیلا گنبد) شیخ فضل حق صاحب۔ حکیم سراج دین صاحب[2]

چند روز بعد (۴ راپریل کو) راولپنڈی کے ایک مخلص احمدی رشید احمد صاحب بٹ کے مکان کی تلاشی لی گئی اور ایک دیسی پستول اور کارتوس برآمد کر کے مقدمہ رجسٹر کر لیا گیا ہے۔"[3]



---

[1] نقوشِ زندگی ص ۱۴۱ ـ ص ۱۴۲ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور۔ حیدر آباد۔ کراچی۔ [2] اخبار نوائے وقت لاہور ۳ اپریل ۱۹۵۳ء ص ۱

[3] نوائے وقت لاہور ۷ راپریل ۱۹۵۳ء ص ۱ ؛ (وفات حکیم سراج الدین صاحب ۱۲ دسمبر ۱۹۷۰ء)

چوتھا باب

حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی گرفتاری اور قید بامشقت اور جرمانہ

یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو پیش آنے والے واقعات میں المناک ترین واقعہ، جس نے دنیا بھر کے احمدیوں کو تڑپا دیا یہ تھا کہ رتن باغ لاہور سے حضرت مسیح موعودؑ کے لختِ جگر حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت مصلح موعود کے فرزندِ اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج لاہور گرفتار کر لیے گئے[1] اور فوجی عدالت نے انہیں مارشل لاء ضوابط نمبر ۱۳ کے تحت، بالترتیب ایک سال قید بامشقت اور پانچ ہزار روپیہ جرمانہ اور پانچ سال قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی[2] اور قریباً دو ماہ کے بعد ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو رہا کیے گئے[3]۔

صبر و تحمل اور توکل کے حیرت انگیز نمونے

جناب بشارت احمد صاحب جو بیٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل کا بیان ہے کہ:۔

"میں یہاں اپنے ہم پیشہ دو افسروں کا ذکر کروں گا۔ نام مصلحتاً نہیں لے رہا مگر واقعات بالکل درست ہیں اور عین ان کے بیان کے مطابق ہیں۔ ایک لیفٹیننٹ (جو اب بریگیڈیر ہیں) نے بتایا کہ ۱۹۵۳ء میں ان کو رات کے وقت حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو جو اس وقت لاہور میں پرنسپل تعلیم الاسلام کالج تھے رتن باغ کی عمارت سے گرفتار کرنے کے لیے وارنٹ دیئے گئے۔ یہ افسر وقت مقررہ پر رتن باغ گئے تو انہوں نے مکان کی دوسری منزل کے ایک کمرہ سے پردوں سے نکلتی ہوئی روشنی کو دیکھ کر کچھ تعجب کا اظہار کیا گھنٹی بجائی۔ ایک خادم پانچ منٹ کے اندر اندر نیچے اترا۔ جب حضرت مرزا صاحب کے متعلق معلوم کیا کہ کیا کر رہے ہیں تو جواب ملا کہ "نماز پڑھ رہے ہیں"۔

---

[1] نوائے وقت لاہور ۳ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۔ [2] نوائے وقت لاہور ۷ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۱، ۹ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۔ [3] المصلح کراچی ۲۹ مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۱

یہ صاحب بہت حیران ہوئے پھر سنبھلے بہت جلد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضورؒ کو وارنٹ گرفتاری دکھائے تو حضورؒ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو میں اٹیچی کیس لے لوں پھر گھر والوں کو خدا حافظ کہا اور ساتھ چل پڑے۔ اسی افسر کو دو ایک روز کے بعد ایک بڑے عالم دینؒ کی گرفتاری کے وارنٹ ملے وقت گرفتاری تقریباً پہلے والا۔ ان کے گھر پہنچے گھنٹی اور دروازے کھٹکھٹاتے رہے مگر کافی دیر تک کوئی جواب نہ ملا کافی وقت کے بعد ایک نوکر آنکھیں ملتا ہوا آیا۔ جب مولانا کے متعلق معلوم کیا تو جواب ملا سو رہے ہیں۔ کافی تگ و دو کے بعد مولانا سے ملاقات ہوئی۔ جب وارنٹ گرفتاری دکھائے تو اسلامی اور عربی اصطلاحات میں کوسنے لگے بڑی بحث مباحثہ کے بعد جب ان مولانا کو گاڑی میں لے چلے تو یہ لیفٹیننٹ دل ہی دل میں سوچتے رہے کہ ایک "کافر" تو تہجد پڑھ رہا تھا اور توکل کا اعلیٰ نمونہ خاموشی سے پیش کرتا گیا دوسری طرف بزعم خود یہ عالم دین تحمل، توکل اور بردباری سے قطعاً عاری۔

دوسرے واقعہ کا تعلق اس دور سے ہے جب اس گرفتاری سے متعلقہ حضور رحمۃ اللہ کے مقدمہ کا فیصلہ ہو چکا تھا اور آپ کو سزا سنائی گئی۔ یہ واقعہ سنانے والے ایک کیپٹن صاحب تھے جو اس بلوچ رجمنٹ سے ہی تعلق رکھتے تھے جس میں خاکسار بھی تعینات تھا وہ ایک روز میرے گھر تشریف لائے ۱۹۶۶ء کی بات ہے۔ باتوں باتوں میں انہیں میرے احمدی ہونے کا علم ہوا۔ یہ کیپٹن صاحب پوچھنے لگے کہ آجکل آپ کے خلیفہ کون ہیں جب مَیں نے حضرت مرزا صاحب کا نام لیا تو یکدم سکتے میں آگئے کہنے لگے میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ آپ کی جماعت واقعی خدائی سایہ کے نیچے اور روحانی ہاتھوں میں ہے پھر انہوں نے یہ واقعہ بتایا۔ اُن کی ڈیوٹی ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء میں تھی ان کے فرائض میں ایک کام یہ تھا کہ جن لوگوں کے مقدمات کے فیصلے مکمل ہونے تو کسی افسر کو مقرر کرتے کہ جیل میں جا کر اُسے سزا سنائیں جن افسروں کو یہ کام دیا جاتا وہ اپنے عجیب و غریب مشاہدات بیان کرتے کہ ایک صاحب جن کو سزا سنائی گئی۔ غیظ و غضب میں آگئے ایک اور صاحب سکتے میں آگئے۔ بلکہ شدید مایوس ہو گئے۔ بعض اپنی بے گناہی اور معصومیت کا واسطہ دینے لگتے وغیرہ وغیرہ۔

میرے پلٹن والے اس کیپٹن کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر موقعہ ملا تو وہ بھی کسی کو

---

[1] جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی جنہیں ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء کو گرفتار کیا گیا تھا (ناقل)

سزا سنائیں اور دیکھیں کہ کس قسم کے تأثر کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک بعد دوپہر ایک فائل اُن کو ملی جس میں ایک قیدی کے خلاف فیصلہ درج تھا اور کوئی افسر فوری طور پر موجود نہیں تھا۔ انہوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور خود جیل پہنچ گئے۔ فائل سے نام پڑھا۔ یہ نام گرامی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ یہ کیپٹن ان سے بالکل واقف نہ تھے علیک سلیک کے بعد چارج شیٹ اور سزا انگریزی میں پڑھ کر سنائی ان کیپٹن صاحب کے دماغ میں تھا کہ دیکھیں ان صاحب کا ردِّ عمل دیگر لوگوں کی نسبت کیسا ہوگا جب یہ کیپٹن صاحب ساری کارروائی انگریزی میں سُنا چکے تو حضرت مرزا صاحب نے جانے کی اجازت چاہی۔ نہ تعجّب نہ حیرانگی۔ نہ گھبراہٹ نہ کوئی تأثر، نہ فکر، نہ غم۔ کیپٹن صاحب تو کسی عجیب و غریب ردِّ عمل کے منتظر تھے۔ فوراً بولے آپ شاید انگریزی نہ سمجھے ہوں میں اُردو میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس پر اس کوہِ وقار اور متوکل انسان نے فرمایا "کیپٹن صاحب آپ کی مہربانی میں آکسفورڈ کا گریجویٹ ہوں"۔ تو اُلٹا ان کیپٹن صاحب پر کپکپی کا عالم طاری ہوگیا۔ سزا اور جرمانہ بہت شدید تھے گو جرم صرف ایک خاندانی زیبائشی خنجر کو گھر میں رکھنے کا تھا۔"[1]

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے دردناک اشعار

ان بزرگ شخصیتوں کی اسیری کے اندوہناک سانحہ پر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے درج ذیل دردناک اشعار کہے

---

[1] الفضل ۵ اکتوبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۴

عکس

قریباً نیو ہ
یہ اشعار وہ ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح ثالث ایدہ اللہ
اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضہ
کی قید پر ۱۹۳۴ میں قادیان سے بھیجے گئے تھے
مصلحتاً شائع نہ کئے گئے اس وقت

(۱) چلاؤ کوئی جا کے مزار مسیح پر
نصرت جہاں کی گود کے پالوں کو لے گئے

(۲) رو بہ صفات دشمن بد بیں بہ مکر و زور
قیدی بنا کے شیر خصالوں کو لے گئے

(۳) آقا تمہارے باغ میں داخل ہوئے عدو
گلزار احمدی کے نہالوں کو لے گئے

(۴) جائے گرفت ہاتھ نہ آئی تو بد سرشت
دھبہ لگا کے نیک خصالوں کو لے گئے

مبارک

بھارتی پریس کے تبصرے

اس غیر دانشمندانہ اقدام کا نہایت افسوسناک پہلو یہ تھا کہ اس کے نتیجہ میں پاکستان کی بیرونی دنیا میں سخت بدنامی ہوئی جو پاکستان کے ہر محب وطن احمدی کے لیے مزید قلبی و ذہنی اذیت کا موجب بنی۔

۱۔ اخبار "ریاست" دہلی نے "احمدی جماعت کا کارخانہ اسلحہ سازی" کے زیرعنوان لکھا:-

"پچھلے دنوں اخبارات میں ایک اطلاع شائع ہوئی تھی کہ احمدی جماعت کے لاہور کے ہیڈکوارٹر کی مارشل لاء کے حکام نے تلاشی لی اور وہاں سے اسلحہ سازی کا کارخانہ اور تیار شدہ اسلحہ ملا جس کے جرم میں احمدی جماعت کے پیشوا کے صاحبزادے اور بھائی کو مارشل لاء کے ماتحت پانچ اور ایک برس قید اور پانچ پانچ ہزار روپیہ جرمانہ کی سزائیں ہوئیں۔ اس سلسلہ میں لاہور کے ایک دوست نے اصل حالات بھیجے ہیں جو یہ ہیں۔

احمدی جماعت کے موجودہ پیشوا کے بڑے لڑکے مرزا ناصر احمد آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایم اے ہیں۔ اور آپ لاہور کے ٹی آئی کالج کے پرنسپل تھے اور آپ کی شادی موجودہ نواب مالیر کوٹلہ کے چچا کی صاحبزادی سے ہوئی اور جب شادی ہوئی تو آپ کے خسر نے آپ کو زیورات اور تحائف کے ساتھ ایک خنجر بھی دیا جس کا دستہ سنہری تھا اور جو مالیر کوٹلہ کے شاہی خاندان کی نادر اشیاء میں سے تھا۔ قانون کے مطابق ہندوستان کے ہر والیٔ ریاست اور اس کے خاندان کے لوگ ایکٹ اسلحہ سے مستثنیٰ ہیں اور اس لحاظ سے مرزا ناصر احمد کی بیوی بھی نواب مالیر کوٹلہ کی قریبی عزیزہ ہونے کے باعث قانوناً ایکٹ اسلحہ سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر لاہور کے مارشل لاء کی ستم ظریفی ملاحظہ کیجیے کہ جب تلاشی ہوئی تو یہ خنجر (جس کی پوزیشن ایکٹ اسلحہ کے مطابق بھی آلو، ساگ یا گوشت کاٹنے والی ایک چھری سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے تھی) بیگم مرزا ناصر احمد کے زیورات میں پڑا تھا جس کو فوجی حکام نے حاصل کر کے مرزا ناصر احمد پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا اور آپ کو پانچ سال قید سخت اور پانچ ہزار روپیہ جرمانے کی سزا دی اور آکسفورڈ یونیورسٹی کا یہ گریجویٹ اور لاکھوں احمدیوں کے پیشوا کا بیٹا آج لاہور کے سنٹرل جیل میں بطور قیدی کے اب بان بٹ رہا ہے۔

یہ کیفیت تو مرزا ناصر احمد اور آپ کے مقدمہ اور سزا کے متعلق ہے۔ اب دوسرا واقعہ

سنیئے۔ مرزا شریف احمد احمدی جماعت کے بانی مرزا غلام احمد کے صاحبزادے اور احمدی جماعت کے موجودہ پیشوا کے حقیقی بھائی ہیں۔ یہ بزرگ جن کی عمر باسٹھ برس کی ہے لاہور میں بندوق سازی کے ایک کارخانہ کے مالک ہیں اور یہ کارخانہ پاکستان گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کرکے جاری کیا گیا۔ چنانچہ اس فرم کو ایک فوج افسر نے نمونہ کے طور پہ ایک کرچ دی۔ کیونکہ پاکستان گورنمنٹ اس نمونہ کی کرچیں تیار کرانا چاہتی تھی۔ اور اس کرچ کے متعلق جو خط و کتابت محکمہ فوج سے ہوئی وہ مرزا شریف احمد کے پاس موجود ہے۔ جسے عدالت میں داخل کیا گیا مگر مرزا شریف احمد کو اس کرچ کے ناجائز رکھنے کے جرم میں ایک سال قید سخت اور پانچ ہزار روپیہ جرمانے کی سزا دی گئی۔

مارشل لاء کی فوجی عدالت کا ایسے مقدمات میں پانچ پانچ ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دینا تو خیر قابل درگزر ہے کیونکہ پاکستان اقتصادی بدحالی میں مبتلا ہے اور اس طریقہ سے روپیہ حاصل کرکے یہ ملک اپنے فوجی اخراجات کسی نہ کسی حد تک پورے کر سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اوپر کے دو مقدمات کو اگر کسی انصاف پسند عدالت یا غیر جانبدار ملک کے سامنے پیش کیا جائے تو پاکستان گورنمنٹ کی کیا پوزیشن ہو۔ اور کیا دنیا کا کوئی معقولیت پسند شخص اس شرمناک دورِ استبداد کو برداشت کر سکتا ہے اور کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذہبی پاگل پن میں پاکستان کے عوام کے علاوہ وہاں کے حکام بھی مبتلا ہیں جو چھری رکھنے کے جرم میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو پانچ پانچ برس قید سخت کی سزا دے رہے ہیں۔

اوپر کی سزاؤں کے متعلق ہم نے غور کیا ہے اور غور کرنے کے بعد ہماری رائے ہے کہ یہ سزائیں احمدی جماعت کی بنیادوں کو زیادہ مضبوط کرنے کا باعث ہوں گی اور احمدیوں کو خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ ان بے گناہوں کو قربانی کا موقعہ نصیب ہوا اور ایسی قربانیاں یقیناً احمدیت میں ایک دوامی زندگی پیدا کرنے کا باعث ہو سکتی ہیں۔"[1]

۲۔ اخبار "ہند" نے بعنوان "پاکستان نے گھٹنے ٹیک دیئے" حسب ذیل نوٹ سپرد قلم

---

[1] اخبار "ریاست" دہلی مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۵ کالم ۱

کیا کہ :-

"پاکستان میں مذہبی تنگدلی نے ان احمدیوں کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا جو پاکستان بنانے میں سب سے آگے تھے۔ اس مذہبی جنون نے بھیانک شکل اختیار کر لی اور پچھمی پنجاب سے بڑی بھیانک خبریں آرہی ہیں لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ پاکستان سرکار کو بھی اس جنون کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ پہلی اپریل کو مارشل لاء افسروں نے لاہور میں احمدیوں کے ہیڈکوارٹر پر چھاپہ مارا اور احمدیوں کے خلیفہ کے بھائی شریف احمد اور بیٹے ناصر احمد کو گرفتار کر لیا۔ چار اور احمدی لیڈر مظفر احمد۔ محمد صالح۔ محمد بشیر اور محمد یحییٰ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ احمدیوں کے خلیفہ کے بیٹے کے گھر کی تلاشی لینے پر ایک خنجر نکلا ہے۔ وہ لاہور کے تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل تھے۔ خنجر رکھنے کے جرم میں انہیں پانچ برس قید اور پانچ ہزار روپیہ جرمانہ یا جرمانہ ادا نہ کر سکنے پر مزید سات سال قید کی سزا دی گئی۔

احمدیوں کے اتنے بڑے لیڈر کو ذرا سے جرم کے لیے اتنی کڑی سزا دے کر غالباً پاکستان سرکار مسلمانوں کے سامنے اپنے آپ کو انصاف پسند ثابت کرنا چاہتی ہے لیکن اس سے ایک بات واضح ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کے مذہبی جنون کے سامنے پاکستان سرکار کو بھی گھٹنے ٹیکنے پڑے ہیں۔ احمدیوں کی حالت عجیب ہے۔ ایک تو وہ لوٹ مار۔ قتل اور تباہی کا شکار بنے۔ دوسرے اب سرکار بھی ذرا ذرا سے بہانے ڈھونڈھ کر انہیں اپنی سخت گیری کا شکار بنانے لگی ہے۔"[1]

قید و بند میں رضا بالقضا کا ایمان افروز مظاہرہ

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے بیان فرمایا کہ:

"جب ہمیں ۱۹۵۳ء میں ظالمانہ طریق پر پکڑ کرے گئے تھے تو ہمارے پہننے کے لیے کھدر کے موٹے موٹے کپڑے دے آئے کہ تمہیں سی کلاس دینی ہے دل میں سوچا کہ خدا کے لیے یہ کھدر کیا کانٹوں کے کپڑے دیں تو وہ بھی پہن لیں گے۔ مگر

---

[1] "ہندو" (جالندھر اور نئی دہلی) ۱۲ اپریل ۱۹۵۳ء

لطف یہ کہ پتہ نہیں وہ کپڑے کس سے اور کہاں سے لائے گئے تھے۔ چنانچہ ہم نے
وہ کپڑے پہنے تو زور سے سانس لینے پر ان کے دھاگے ٹوٹ گئے اور سلائی
کھل گئی یوں لگتا تھا کہ چھوٹی چھوٹی گڑیوں کو پہنانے والے کپڑے ہیں ہم نے
کہا ہم راضی برضائے الٰہی ہیں"۔ [1]

پہلی چشم دید شہادت

اس سلسلہ میں دو اور اہم چشم دید شہادتیں درج کی جاتی ہیں۔
پہلی اور تفصیلی شہادت مکرم محمد بشیر صاحب زیروی کی ہے آپ
تحریر فرماتے ہیں کہ:-

جس دن میری گرفتاری ہوئی اسی دن حضور انور اور حضرت میاں شریف احمد صاحب کی گرفتاری
عمل میں آئی۔ جس کے بعد چند دن ہم نے اکٹھے سنٹرل جیل میں گزارے اور بفضلہ تعالیٰ ان پُر آشوب
دنوں کا ایک ایک لمحہ (جو آپ کے ساتھ گزرا) میرے لیے ہمیشہ ہی ازدیادِ ایمان کا باعث ہوا
آج کی صحبت میں انہی یادوں کا دہرانا مقصود ہے۔......

جس دن جماعت کے بعض اکابر کے گھروں کی تلاشیاں اور گرفتاریاں ہوئیں۔ اسی دن بھائی جان
(ثاقب صاحب زیروی) کے گھر اور دفتر کی بھی تلاشی ہوئی۔ ان میں اس عاجز کے علاوہ حضور پُر نور اور
حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب بھی تھے۔ جب ہمیں میڈیکل ہوسٹل کے نیلا گنبد کے
بڑے گیٹ پر کھلے کیمپ سے لیکر جیل بھیجنے کے لیے اکٹھا کیا گیا تو وہاں اس عاجز کی ملاقات حضرت
میاں صاحبان سے ہوئی۔ دیکھتے ہی زمین پیروں تلے سے نکل گئی اور ذہن پہ بوجھ اور بڑھ گیا اور
اپنا سارا دکھ بھول کر سارا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا کہ حکام کی یہ کتنی بڑی جسارت ہے۔ لیکن جلد
ہی دل نے یہ کہہ کر حوصلہ بڑھایا۔ کہ ان کا آنا ہم سب کے لیے بابرکت ثابت ہوگا کیونکہ ہم بھی اب
اس زمرے میں شامل ہوں گے جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل نازل ہوں گے۔ نیز اگر جیل
میں ایک ہی جگہ ہوئے تو آپ کی مقبول دعاؤں سے حصہ پائیں گے اور ان کے طفیل اس مصیبت
سے جلد چھٹکارا حاصل ہوگا۔ رفتہ رفتہ یہ احساس پختہ ہو گیا کہ آپ کی گرفتاری ہماری رستگاری کا باعث

---

[1] الفضل ۲۲ نومبر ۱۹۷۲ء صفحہ نمبر ۳

بنے گی لیکن اس کے باوجود بے چینی تھی کہ ہر لمحہ بڑھ رہی تھی۔ وہاں سے ہمیں ایک ٹرک میں بٹھا کر جیل کی طرف لے گئے۔ حضرت میاں ناصر احمد صاحب نے ٹرک میں بیٹھتے ہی بلند آواز میں قرآنی دعا لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ کا ورد شروع کر دیا۔ جس سے دلوں میں سکینت واطمینان کی لہر دوڑنا شروع ہو گئی۔ عمر کے لحاظ سے حضرت میاں شریف احمد صاحب ہم سب میں بڑے تھے اور صحت کے لحاظ سے بھی کمزور مگر حوصلہ کے اعتبار سے از حد مضبوط و مستحکم کہ جب ہمارے چہروں کو پریشان یا ہمیں اضطراب سے دعائیں کرتے دیکھتے تو فوراً ہماری دلی گھبراہٹ کو بھانپ جاتے اور حضرت میاں ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب سے فرماتے یہ بچے تو مجھے دل چھوڑتے معلوم ہوتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب ہمیں اپنے مخصوص انداز میں ہر آنے والے وقت کے لیے تیار کرتے رہتے۔ مجھے ان کی یہ ادا کبھی نہیں بھولے گی کہ جب ہم میں سے ایک نوجوان نے اپنے بیان میں کسی قدر جھوٹ ملایا تو حضرت میاں شریف احمد صاحب بیتاب ہو گئے۔ اس کے بعد آپ بار بار فرماتے کہ اب یہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اس نے اپنا ثواب بھی ضائع کر لیا۔ اور پھر ہم میں سے ایک ایک سے مل کر فرماتے "بیٹا ہم خدا کی خاطر یہاں آئے ہیں۔ یہ ہمارے ایمانوں کی آزمائش ہے۔ اگر ہم آزمائش میں پورے نہ اترے تو ہم جیسا بدنصیب کوئی نہ ہو گا۔ اور اگر اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں گے اگر ہم نے جھوٹ بولا تو اس کی نصرت سے محروم ہو جائیں گے خواہ کتنی بڑی سزا مل جائے مگر سچ کا دامن کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑنا۔ اللہ اللہ کیسی صداقت شعار تھیں یہ ہستیاں کہ جہاں بڑے بڑے جبہ پوش اور دیندار سمجھے جانے والے لوگ بڑے بڑے جھوٹ گھڑتے ہیں اور حیلوں بہانوں کا ایک طومار باندھ کر اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں وہاں بھی یہ ہمیں ہر حالت میں اور ہر قیمت پہ سچ بولنے کی تلقین فرماتی تھیں۔ آپ نے ہمیں اس تکرار سے اس بات کی تلقین کی کہ بعض دفعہ یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کو اس معاملہ میں کچھ وہم سا ہو گیا ہے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضرت میاں صاحب! آپ میری طرف سے بالکل مطمئن رہیں کیونکہ میرا کیس ہی ایسا ہے کہ بغیر سچ بولے میرا گزارہ ہی نہیں اور دوسرے مجھے جھوٹ بولنا آتا ہی نہیں۔ آپ اطمینان رکھیں میں انشاء اللہ ہر حال میں سچ ہی بولوں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تو اسی لمحہ میں ہمارے ساتھ ہوگئی تھی جب مارشل لاء حکام کے ذہن میں خیال بھی گزرا ہوگا کہ اب گرفتاریوں میں توازن قائم رکھنے کے لیے جماعت احمدیہ کے افراد کو بھی پکڑا جائے۔ بلکہ یہ جسارت بھی کہ خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی ہاتھ ڈالا جائے ہمارے گھر سے مارشل لاء والے دراصل بھائی جان (ثاقب زیروی) کو گرفتار کرنے کے لیے آئے تھے مگر قدرت نے مجھ سے ایک ایسی غلطی کروائی جس سے ان کی ساری توجہ میری طرف منتقل ہوگئی اور مجھے گرفتار کر لیا گیا اور باوجود ارادے اور پروگرام کے بھائی جان (ثاقب زیروی) پر ہاتھ نہ ڈال سکے۔ اس کے بعد مجھے ٹرک میں بٹھا کر میڈیکل ہوسٹل نیلا گنبد کے کیمپ میں لایا گیا وہاں ایک اور احمدی نوجوان مکرم محمد یحییٰ صاحب (جو غالباً حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ والے) کے خاندان سے تھے۔ سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونوں نے مل کر ظہر کی نماز باجماعت ادا کی اور خوب گریہ وزاری سے دعا کی توفیق ملی جس سے ذہنی بوجھ قدرے ہلکا ہوا۔

عصر کے بعد ہمیں باہر لایا گیا۔ تو ان دو مقدس ہستیوں کی زیارت ہوئی تو انہیں دیکھ کر دلوں کو ایک گونہ تسلی ہوئی کہ ہم اکیلے نہیں ہیں ہمارے رستگار بھی ہمارے ساتھ ہی ہیں۔ جیل کے سامنے گاڑی سے اُترتے ہی میرے شہر کے ایک دوست میرے سامنے تھے جن کے ذریعہ بھائی جان کو فوری طور پر یہ اطلاع مل گئی۔ کہ ہم کہاں ہیں اور کرفیو کے باوجود انہوں نے فوراً ہی وہ اطلاع حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کو پہنچا دی جیل میں ہمیں ایسی کوٹھڑیوں میں بند کیا گیا جن کے سامنے والی کوٹھڑیوں میں ایسے پابجولاں قیدی بند تھے جن کو عدالتوں کی طرف سے "سزائے موت" سنائی جا چکی تھی اور اب وہ اپنی اپیلوں کے فیصلوں کے انتظار میں تھے۔ لہٰذا وہ ساری رات وقفہ وقفہ سے مختلف قسم کے دعائیہ نعروں میں گزارتے اور اس طرح ہمیں بھی دُعا کی طرف متوجہ کرتے رہتے۔

پہلی رات نہایت ہی کرب میں گزری صبح ہوئی ہمیں ان کوٹھڑیوں سے باہر نکالا گیا۔ ہم ضروری حاجات سے فارغ ہو کر اللہ تعالےٰ کے حضور سربسجود ہوئے۔ اور باہر اپنے کمبل بچھا کر بیٹھ گئے حضرت میاں ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے میری اُداسی دیکھ کر فرمایا سورۃ ملک یاد ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضور یاد ہے فرمایا سناؤ چنانچہ اس عاجز نے سنائی۔ پھر فرمایا کوئی خواب

آئی ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آئی ہے ۔" فرمایا سُناؤ" چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے دیکھا ہے ۔

" کہ ہمارے لیے ایک ریلوے لائن تیار ہوئی ہے جس کے بائیں پہلو سے ایک چھوٹی سی لائن تیار ہوئی ہے جیسے کہ ٹرالی وغیرہ کے لیے ہوتی ہے وہ صرف میرے لیے ہے ۔اس کے آگے جو مین لائن ہے ۔ اس کے ساتھ کچھ لوگ پگھلا ہوا مزید لوہا دائیں جانب چمٹا رہے ہیں ۔"

یہ سُنتے ہی آپ نے فرمایا کہ آپ تو انیٹرگیشن (Interogation) میں رہا ہو جائیں گے مگر اس سے آگے آپ خاموش ہو گئے ۔ اس طرح جیسے کہ کچھ حصہ تعبیر کا ان کے ذہن میں اپنے متعلق ہو جس کو آپ بیان نہیں فرمانا چاہتے ۔ یہ محسوس کر کے میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کے لیے بھی تو اس میں رہائی کی خوشخبری ہے کیونکہ ریلوے لائن منزلِ مقصود کی طرف لے جاتی ہے اور ہماری منزل اس وقت "رہائی" ہی ہے ۔ فرمایا درست ہے مگر آپ نے پھر بھی آگے تعبیر بیان نہیں فرمائی ۔ اصل میں میرے ذہن سے خواب میں لائن کے ساتھ جو مزید لوہا لگایا جا رہا تھا اس کی تعبیر اوجھل تھی ۔ جو 'سزا' کی طرف اشارہ تھا ۔ یعنی باقیوں کو سزا تو ہو گی مگر وہ بھی جلد رہا ہو جائیں گے اور پوری سزا نہیں گزاریں گے ۔ اتنے میں ناشتے کا وقت ہو گیا چنانچہ جیل سے ہمارا ناشتہ آگیا جو کالے اُبلے ہوئے چنوں (بالوں سے بھی زیادہ سیاہ) کا تھا ۔ میں نے ان چنوں کی طرف کچھ ترچھی سی نگاہوں سے دیکھا کہ کیا اب ہمیں یہ کھانے ہوں گے ۔ حضرت میاں صاحب فوراً میرے چہرے کے تأثرات ہی سے میرے دل کی کیفیت اور میرا تردد بھانپ گئے اور فوراً ان کو چادر پر ہاتھ سے بکھیرنے کے بعد انہیں خود مزے لے لے کر کھانا شروع کر دیا ۔ آپ کھاتے بھی جاتے تھے ۔ اور فرماتے بھی جاتے تھے ۔"بشیر صاحب! دیکھئے یہ تو بے حد لذیذ ہیں ۔ اللہ اللہ! آپ نے ہمیں کس کس طرح تکلیف کے ان دنوں کو حوصلہ اور بشاشت سے گزارنے کے بعد آداب سکھائے ان کا ہاتھ دستر خوان کی طرف بڑھ جانے کے بعد بھلا کس کی مجال تھی جو نہ کھاتے چنانچہ میں نے بھی کھانا شروع کر دیا ۔ اپنے اس عمل سے گویا آپ نے بڑے لطیف انداز میں مجھے یہ بات ذہن نشین کرا دی کہ ہم جیل میں ہیں اور پھر مارشل لاء کی جیل میں ۔ گھر پہ نہیں ہیں ۔

اس لیے ہمیں بشاشت کے ساتھ حالات کے تقاضوں کے مطابق ڈھل جانا چاہیئے غالباً اسی دن کو دوپہر سے حضرت اقدس کے گھر سے کھانا شروع ہو گیا۔ جو اس قدر ہوتا تھا۔ کہ ہم سب سیر ہو کر کھا لیتے تھے۔ تو پھر بھی بچ جاتا تھا (گویا کہ جیل میں بھی ہم لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر سے ہی کھاتے تھے)۔

یہاں بھی ہماری دلجوئی مدّنظر رہی کھانا آتا تو آپ سارا کھانا میرے سُپرد فرما دیتے اور فرماتے "ساقی صاحب" اسے تقسیم کریں اور خود میرے گھر سے آیا ہوا کھانا لے بیٹھتے کہ میں تو یہ کھاؤں گا، جو نہایت ہی سادہ سا ہوتا تھا اور جس میں بعض اوقات صرف ڈبل روٹی کے چند ٹکڑے ہوتے میرے اصرار کے باوجود میرا وہ سادہ سا کھانا حضور خود تناول فرماتے اور رتن باغ سے آیا ہوا کھانا ہم کھاتے (الحمد للہ چھوں کے اس ناشتے کے بعد جیل سے ہم نے کچھ نہیں کھایا)

ممکن ہے کہ قارئین کے لیے یہ باتیں معمولی ہوں مگر مجھ ناچیز وحسّاس کے لیے جیل میں یہ اتنی بڑی تھی کہ میرے قلب وروح اس پر آج بھی اس روح پُرفتوح کی عظمتوں کو دُھراتے رہتے ہیں۔ یہ وقت تھا جب ہر شخص ربِّ نفسی ربِّ نفسی! کے عالم میں تھا۔ مگر حضور پُرنور ہمارے لیے شفقتوں کا پہاڑ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ حضور کے درجات میں بیش بہا اضافہ فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اپنے قرب میں جگہ دے اور کروٹ کروٹ راحتیں نصیب کرے۔

حضور پُرنور اور حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب جب تک ہمارے پاس رہے ایک لمحہ کے لیے بھی ہمیں اداس اور غمگین نہیں ہونے دیا اور ہمیں واقعات سُنا سُنا کر ہمارے حوصلے بلند فرماتے رہے گویا جیل میں بھی ہر روز مجلس علم وعرفان جمتی رہی۔

ایک دن مجھے پریشان سا دیکھ کر نہایت ہی بے تکلّفی سے فرمانے لگے بشیر! "تمہیں پانچ سال قید ہو گی" یہ سُن کر میں نے بھی اُسی بے تکلّفی سے عرض کیا کہ میاں صاحب! آپ خدا کے فضل سے خود بھی بزرگ ہیں پھر بزرگوں کی اولاد بھی ہیں۔ میرے حق میں اس پاکیزہ مُنہ سے تو کلمہ خیر ارشاد فرمائیں فرمانے لگے میرا مطلب ہے "Think Worst"

جیل میں میں نے آپ کو ایک لمحہ کے لیے بھی پریشان نہیں پایا۔ بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ

جیل میں اس مرد بحران کی صحت روز بروز بہتر ہو رہی ہے۔

میں نے ایک دن عرض کیا کہ چونکہ میری گرفتاری اچانک اور بالکل غیر متوقع تھی اور میرے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ کبھی میں بھی گرفتار ہو جاؤں گا اس لیے پہلے پہل میں بہت پریشان ہو گیا۔ اور میری بھوک پیاس بالکل ختم ہو گئی۔ لہٰذا ناشتہ بھی نہ کر پایا۔ مارشل لاء حکام نے گو کھانا دیا بھی مگر ماسوائے کپ چائے کے میں کچھ نہ کھا سکا۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ "جب مجھے گرفتار کیا گیا تو میں نے پہلے نہایت ہی اطمینان سے غسل کیا پھر سیر ہو کر ناشتہ کیا کیونکہ ایسے وقتوں میں مجھے خوب بھوک لگتی ہے۔ اس کے بعد کپڑے تبدیل کیے نیز فرمایا خدا کے فضل سے میرے جوہر بحران میں کھلتے ہیں۔ اور میری اندرونی طاقتیں نمایاں ہونا شروع ہو جاتی ہیں ہر وقت خوش رہتے اور ہمیں خوش رکھنے کی کوشش فرماتے اور ہمارے ذہنوں میں یہ احساس پیدا کرتے رہتے کہ یہ آزمائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس میں کامیابی کے بعد ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بے شمار بارشیں ہوں گی۔ لہٰذا ہمیں استقلال کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ ان لمحات کو مسکراتے ہوئے گزارنا چاہیئے۔ اللہ اللہ کیا ہی پاکیزہ اور پیارا دل تھا۔ جو ہر وقت سلسلہ پر ہر طرح قربان ہونے کے لیے مستعد رہتا تھا۔ ایسا بھی نہیں کہ حضور پُر نور جیل میں دعائیں نہیں کرتے تھے۔ دعائیں کرتے تھے۔ دعائیں تو وہ ہر سانس کرتے تھے مگر اس طرح کہ ان کی کسی حرکت سے یہ ظاہر نہ ہو کہ ان پر کسی قسم کی گھبراہٹ ہے در اصل آپ کے اپنے رب سے راز و نیاز تنہائی میں ہوتے تھے۔ میں نے بھی اسی غلط فہمی میں ایک دن آپ کو کرب سے دعا کی طرف راغب کرنے کے لیے عرض کیا "حضور اگر اجازت دیں تو یہ عاجز آپ کو دبائے فرمایا ہاں ہاں چنانچہ میں نے دبانا شروع کیا پھر میں نے عرض کیا کہ حضور کچھ سناؤں بھی فرمایا ضرور سنائیے چنانچہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ دعائیہ اشعار جو مجھے یاد تھے سنانے شروع کیے۔ میں اشعار سُناتا رہا۔ اور حضور بڑے انہماک سے سُنتے رہے اور ان کا اثر اپنے دل و دماغ پر لیتے رہے اور ساتھ ساتھ دعائیں بھی فرماتے رہے۔ (یاد رہے اس وقت ہمارے سوا ہمارے پاس اور کوئی نہ تھا) جب میں اشعار پڑھتے پڑھتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر پہ پہنچا۔ ؎

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں

میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار

تو آپ کی کیفیت کچھ اور ہی ہو گئی اور میں چپکے سے باہر چلا گیا اور حضور دیر تک اپنے رب سے راز و نیاز فرماتے رہے اور یہی میرا مقصد تھا۔ اور انہی دعاؤں ہی کے طفیل ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن گئے

جمعہ کا دن تھا اس دن میری انیٹروگیشن (Interogation) تھی اور حضرت میاں صاحبان کی ٹرائل تھی۔ اس عاجز کی پردہ پوشی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان فرمایا کہ اسی کار میں جس میں آپ کو سنٹرل جیل سے بوسٹل جیل میں لایا گیا۔ اس عاجز کو بھی لایا گیا۔ راستے میں حضور ہدایات دیتے رہے۔ کہ کسی سے بھی فضول باتیں نہیں کرنی بلکہ کوشش کریں کہ کسی سے کوئی بات ہی نہ ہو۔ نیز استغفار پہ زور دیں۔ گویا اپنے سے زیادہ میری فکر تھی۔

بوسٹل جیل پہنچے تو بھائی جان (ناقب زیروی) پہلے ہی پہنچ چکے تھے دن رات کی دوڑ دھوپ نے ان کی صحت پر بھی بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ویسے "لاہور"[1] کی بندش کے باعث بھی کچھ کبیدہ خاطر تھے مگر خدا کے فضل سے حوصلہ بہت بلند تھا اور اپنے رب کے فضلوں پر یقینِ محکم چنانچہ دیر تک میرا بھی حوصلہ بڑھاتے رہے اور فرمایا بالکل فکر نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب ٹھیک ہو گا۔ نیز نصیحت کی کہ اگر کوئی سوال کرے تو Orthodox ہو۔ اس کا جواب نہ دینا۔ ممکن ہے کوئی ماہر نفسیات آج تم پہ سوال کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک تھانیدار صاحب میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے کہنے لگے کہ بھائی آپ کیوں گرفتار ہوئے؟ میں نے عرض کیا کہ بس گرفتار کر لیا گیا۔ اور کیوں ہوئے یہ تو آپ لوگ بہتر سمجھتے ہیں۔ کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس ایک تحریر تھی جسے تم نے پھاڑ کر کھا لیا۔ چونکہ اس میں جھوٹ کی ملاوٹ تھی میں نے فوراً اسے اصل واقعہ بیان کر کے عرض کیا کہ یہ اصل بات ہے مگر باقی آپ نے اپنی طرف سے ملایا ہے۔ آپ لوگ کیوں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر لوگوں کو سزائیں دلواتے ہیں۔ اگر مجھے سزا ہو گئی تو آپ کو کیا ملے گا؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ کہنے

---

[1] "ہفت روزہ لاہور"

لگے اگر آپ سے زیادتی ہوئی ہے تو وہ مارشل لاء کی طرف سے ہے ۔ پولیس کی طرف سے نہیں چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ میری رہائی میں ان کی رپورٹ کا بھی دخل تھا ۔

"بریگیڈیئر مرزا ، ، انیٹروگیشن (Interogation) پر مامور تھے وہ نہایت شریف انسان تھے ۔ انہوں نے مجھ سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد مشورے کے طور پر کہا کہ اگر آپ کا ٹرائل ہو تو وہاں یہ کہنا کہ میں نے یہ مضمون ایک اور مضمون لکھنے کے لیے نقل کیا تھا (غالباً وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ میں واقعات سے ہٹ کر بھی کچھ کہہ سکتا ہوں کہ نہیں) میں نے یہ عرض کیا کہ نہیں جناب ! یہ بات واقعات کے خلاف ہے ۔ اصل بات اتنی ہی ہے ۔ جو میں نے آپ سے پہلے عرض کر دی ہے کہ میں نے یہ مضمون اس لیے نقل کیا تھا کہ میرا ارادہ تھا کہ اسے "الفضل" کو بعینہٖ بھیج دوں گا کیونکہ اسی قسم کی ایک قسط پہلے بھی "الفضل" میں شائع ہو چکی تھی ۔ مگر میں نے اسے نقل تو کر لیا مگر الفضل کو بھیج نہ سکا اور اسی طرح پچھلے چھ ماہ سے میرے پاس پڑا تھا ۔ بار بار انہوں نے مختلف پیراؤں میں چکر دے کر اصل واقعہ کے خلاف مجھ سے کہلوانے کی کوشش کی مگر میں نے وہی کہا جو اصل بات تھی اور سچ کا دامن نہ چھوڑا ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بریگیڈیئر صاحب نے نہ صرف اس عاجز کی سفارش کر دی بلکہ اس انسپکٹر پولیس کو جو مجھے گرفتار کر کے لایا تھا بھائی جان کے سامنے ہی بہت سخت سُست کہا بلکہ بہت بے عزتی کی ۔ میرے اس کیس کی تفصیلات تو اور بھی ہیں مگر یہاں چونکہ مقصود اپنے کیس کی تفصیلات بیان کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد حضرت میاں صاحبان کی زندگی کے ان پہلوؤں کے ذکرِ خیر سے روحوں کو سیراب کرنا ہے ۔ جن کو میں نے جیل میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور جن کا میں عینی شاہد ہوں اس لیے میں اپنے کیس کی مزید تفصیلات یہیں چھوڑتا ہوں ۔

اس عاجز کو حضرت میاں صاحبان کی معیت میں بہتر گھنٹے سے زیادہ ہی رہنے کا موقع ملا اور میں نے آپ کو بہت قریب سے خوب خوب ہی دیکھا ہر لمحہ اور ہر آن اُن کی رفاقت ہمارے ایمانوں میں اضافہ کا باعث بنی رہی ۔ اور آج تک میرے دل و دماغ پر کالنقش فی الحجر ہے اس کے بعد آپ بی (B) کلاس میں چلے گئے ۔ جس سے ہم خوش تو تھے کیونکہ آپ کا سی (C) کلاس میں ہونا ویسے بھی آپ کے مقام و منصب کے منافی تھا ۔ لیکن ہم آپ کی رفاقتِ حسنہ

سے محروم ہو گئے جس کے باعث ہم ملول بھی تھے۔ مگر اب ہمارے حوصلے اتنے بلند تھے کہ ہمارے لیے جو کچھ بھی ہونے والا تھا ہم اس کے لیے انشراحِ صدر سے پوری طرح تیار تھے۔

یہ بات کسے نہیں معلوم کہ جب کسی پر کیس بن جائے تو خواہ پیر ہو یا فقیر، سیاست دان ہو یا عالم دین کوئی کاروباری انسان ہو یا ملازم وکیل صاحبان ان کو جیسے جیسے بیان پڑھاتے اور سکھاتے ہیں۔ ساتھ کے ساتھ ویسی ہی تبدیلیاں اُن کے بیانوں میں ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی غرض تو صرف سزا سے بچنا ہوتا ہے۔ خواہ اس سے بچنے کے لیے کتنا ہی جھوٹ بولنا پڑے۔ مگر ہمارے کیس تو مارشل لاء کے کیس تھے۔ اور پھر ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کے۔ جس میں سزا ایسی دی جاتی تھی کہ سُننے والوں کے سُن کر ہی دل دہل جاتے تھے۔ ایسے وقت میں ہمیں ان دونوں بزرگوں کی طرف سے ہمیشہ یہ تلقین کی جاتی کہ صرف سچ ہی بولنا ہے۔ خواہ کتنی بھی سزا کیوں نہ ہو جائے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ بندوں ہی کا شیوہ ہوتا ہے۔ جن کی نگاہوں میں اپنے رب کی رضا کے حصول کے سوا کوئی شے نہ ہو۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ آپ کے ارشادات کے مطابق اس عاجز کو سچ ہی بولنے کی توفیق ملی۔ اور جھوٹ بولنے والوں کا منہ سیاہ ہوا۔

یہ عاجز تین دن کے بعد ہی رہا ہو گیا اور حضرت میاں صاحبان کو سزائیں سُنا دی گئیں اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دن خواب میں ظاہر فرما دیا تھا۔ عین اسی کے مطابق یہ عاجز تو انٹروگیشن (Interogation) میں رہائی پا گیا اور حضرت میاں صاحبان چند ماہ بعد رہا ہو گئے۔

مَیں نے ان تین دنوں میں ان پاک وجودوں سے یہ سیکھا کہ کس طرح استقلال کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور پھر یہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ حق کی حمایت کرتا ہے یہ دن جماعت کے ہر ایک فرد کے لیے بے حد آزمائش کے دن تھے ہر دل بے چین اور ہر آنکھ خدا کے حضور گریاں تھی، مگر مومن کس طرح ان آزمائشوں سے گزرتے ہیں۔ اس کا صحیح نمونہ ان دو پاک وجودوں میں ہم نے پایا۔ ان دونوں وجودوں نے ایسے ایسے طریقوں سے سچ کی تلقین فرمائی کہ ہمیں سچ مچ ایک مضبوط اور مستحکم چٹان بنا دیا۔[1]

---

[1] خالد ربوہ "سیدنا ناصر نمبر" صفحہ ۲۴۵ تا صفحہ ۲۵۱

دوسری شہادت مکرم ملک عبدالرب صاحب (ابن حضرت ملک غلام نبی صاحب[1]) ساکن دارالرحمت غربی ربوہ کا تحریری بیان ہے کہ :-

"۱۹۵۳ء میں جبکہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ) اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو قید کیا گیا - میں اُس وقت مچھ جیل (بلوچستان) میں تھا - ازاں بعد مجھے سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کیا گیا - چند دنوں کے بعد مجھے راشن کا منشی بنا دیا گیا - میرے ہمراہ دو غیر احمدی تھے جن کی ڈیوٹی جیل میں مولانا اختر علی خاں صاحب کے ساتھ تھی - انہوں نے ایک روز مجھے بتایا کہ حضرت صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .....) کے بیٹے اور بھائی بھی یہاں قید ہیں تو میں دوڑتا ہوا حضور کی کوٹھڑی کی طرف گیا چونکہ میں منشی تھا اس لیے مجھے آنے جانے میں کوئی روک نہ تھی ۔

مچھ جیل میں میں چاہتا تھا کہ مجھے لاہور جیل منتقل نہ کیا جائے مگر یہ خدائی تصرف تھا کہ مجھے اُن دنوں لاہور سنٹرل جیل میں لے جایا گیا جبکہ حضور اور میاں شریف احمد صاحب بھی وہاں تھے - اس طرح خدا نے حضور سے ذاتی تعلق کا ایک موقعہ پیدا کر دیا ۔

آپ کا کمرہ بہت چھوٹا سا تھا - میں روزانہ ملاقات کے لیے جاتا - اپنے کام سے فارغ ہو کر میں حضور کے پاس جا کر بیٹھا رہتا - حضور اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے چہرے پر کرب، گھبراہٹ یا بے چینی کا کسی قسم کا تأثر میں نے نہیں دیکھا - ہر وقت حضور کا چہرہ ہشاش بشاش رہتا تھا - حضور زیادہ تر اپنے کمرہ میں ہی رہتے یا کبھی کبھار کوٹھڑی سے باہر چھوٹے سے صحن میں ہوتے ۔

کئی مرتبہ جب حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو دبانا چاہا - میاں صاحب حضور کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ "میری بجائے میاں صاحب کو دباؤ" اس وقت تو اس اشارہ کا مطلب پتہ نہ چلا مگر ۱۲ سال بعد جبکہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی خدا داد بصیرت کا پتہ چلا - چنانچہ اس طرح قریباً روزانہ ہی حضور کو دبانے کا موقعہ ملتا ۔

حضور اکثر اپنے راشن کا کچھ حصہ جو بسکٹ اور گھی وغیرہ پر مشتمل ہوتا خاکسار کو مرحمت

---

[1] تاریخ وفات یکم جنوری ۱۹۸۰ء

فرمادیتے ۔

حضور کی رہائی کے چند دن بعد ہم بھی رہا کر دیئے گئے ۔ حضور اس وقت رتن باغ میں تھے حضور کو اطلاع ہوئی تو حضور فوراً تشریف لے آئے ۔ حضور کے ہاتھوں پر راکھ تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضور خود برتن دھوتے دھوتے تشریف لے آئے ہیں ۔ حضور نے خود ہی پانی وغیرہ بنا کر ہمیں پلایا کیونکہ حضرت بیگم صاحبہ ہسپتال میں بیمار تھیں ۔

جیل کے دنوں کی رفاقت کی وجہ سے حضور نے قبل از خلافت اور بعد از خلافت جس شفقت اور محبت کا سلوک مجھ سے فرمایا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی ۔ مجھے اتنا پیار میرے والدین نے بھی شاید نہ دیا ہو۔

چنانچہ جب بھی حضور سے ملا تو حضور نے اپنے رفقاء سے میرا تعارف "جیل کے ساتھی" کے نام سے کروایا ۔ جب حضور سے ملنا ہوتا اکثر بغیر نام لکھوائے حضور سے ملا اور جونہی حضور کو میری آمد کی اطلاع ہوئی حضور نے فوراً مجھے شرفِ ملاقات بخشا ۔

اسی طرح حضور نے ۱۹۶۶ء میں میری شادی کے موقعہ پر میری برات میں بھی شرکت فرمائی اور از راہِ شفقت دعوتِ ولیمہ میں بھی شرکت فرمائی ۔

یہ اسی خاص تعلق اور شفقت کا بھی نتیجہ تھا کہ جب میری دوسری بچی پیدا ہوئی اور میں نام رکھوانے کے لیے حاضر ہوا تو حضور نے دریافت فرمایا کہ دوسری بھی بچی پیدا ہوئی ہے ۔ اب لڑکے کے لیے دعا کریں ؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور چنانچہ حضور نے دعا فرمائی اور ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو اللہ کے فضل اور حضور کی خاص دعاؤں کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوا جس کا نام حضور نے از راہِ کرم "ملک عبدالقیوم" رکھا ۔

حضور کی عنایات اور محبت کا کہاں تک ذکر کروں کہ

؎ سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لیے ۔

والسلام

ملک عبدالرب ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء

ملک محمدؐ عبداللہ صاحب کی نظر بندی

ملک محمد عبداللہ صاحب مولوی فاضل اُن دنوں نظارت تالیف وتصنیف کے مصنّف کے فرائض انجام دے رہے تھے ۔حضرت مصلح موعود نے صوبہ پنجاب کے حالات کی اطلاع حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب تک پہنچانے کا کام آپ کے سپرد فرمایا ہوا تھا کہ اسی دوران آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا ۔ آپ ڈیڑھ ماہ تک پہلے پندرہ دن جھنگ میں اور بعد ازاں لاہور میں نظر بند رکھے گئے ۔

چنانچہ ملک صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں

محترم مکرم حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا قیام کراچی میں تھا ۔ پنجاب میں جو حالات جماعت کے خلاف پیدا کیے جا رہے تھے اور جو کارروائیاں کی جاتی تھیں ان کی اطلاع جناب چوہدری صاحب کراچی دینے کے لیے خاکسار کو تجویز کیا گیا ۔ چنانچہ مارچ کی ۸ ، ۹ تاریخ کو حضرت مصلح موعودؓ نے شام کے وقت اس عاجز کو قصرِ خلافت میں بُلایا ۔ وہاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی موجود تھے ۔ انہوں نے فرمایا کہ صبح تم نے کراچی جانا ہے اور کچھ ضروری خطوط وہاں پہنچانے ہیں ۔ اس کے لیے ایک بڑی جیبوں والی صدری تیار کروائیں اور صبح پنجاب ایکسپریس سے پہلے یہاں پر آجائیں ۔ چنانچہ مَیں نے رات ہی کو ایک صدری تیار کروالی اور صبح حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ مَیں نے کاغذات صدری کی بڑی جیب میں ڈالے اور پہلی مرتبہ حضور نے خود اپنے دست مبارک سے اس جیب پر بکسوآ[1] لگا کر اُسے بند کیا اور دعا کے بعد اس عاجز کو رخصت کیا ۔

مَیں نے وقفہ وقفہ کے بعد چار دفعہ کراچی کا سفر کیا ۔ وقفہ صرف دو تین دن کا ہوتا تھا ۔ کراچی سے دوسرے دن ہی واپسی ہو جاتی تھی جب مَیں تیسری دفعہ کراچی جانے لگا تو حضور مصلح موعود نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پنجاب پولیس آپ کا تعاقب کر رہی ہے ۔ اس لیے دو آدمیوں کو میرے ساتھ سفر میں ملتان چھاؤنی تک کر دیا ۔ ایک چوہدری فیروزدین صاحب جو اَب انسپکٹر تحریکِ جدید ہیں اور دوسرے چوہدری نصیر احمد صاحب ۔ یہ بھی اس وقت تحریک جدید کے کارکن تھے ۔ دو

---

[1] Safty Pin ؎

آدمیوں کے ساتھ کرنے کے متعلق حضور نے فرمایا کہ اگر راستہ میں کسی جگہ گرفتاری ہو جائے تو ایک آدمی میرے پیچھے جائے گا کہ پولیس آپ کو کہاں لے جاتی ہے اور دوسرا آدمی واپس آکر مرکز میں اطلاع دے گا۔

اس کے بعد جب میں چوتھے سفر سے کراچی سے واپس آیا ان ایام میں میری رہائش کوارٹرز صدر انجمن احمدیہ میں تھی۔ میں مغرب کی نماز بیت مبارک میں ادا کر کے آرہا تھا کہ ایک شخص نے بتلایا کہ آپ کے کوارٹر پر چار سپاہی اور ایک پولیس آفیسر کھڑے ہیں۔ یہ وسط اپریل کی بات ہے۔ صحیح تاریخ اب یاد نہیں رہی۔ پولیس آفیسر کا نام شیخ ابرار احمد تھا۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ آپ کی نظر بندی کے احکام ہیں۔ رات کوارٹر ہی میں قیام کیا اور صبح یہ مجھے لاہور لے گئے شیخ صاحب بہت شریف پولیس افسر تھے۔ سفر کے دوران میری ضرورت کا بہت خیال رکھتے رہے۔ لاہور میں ایک بہترین ہوٹل میں کھانا کھلایا۔ لاہور میں سیکرٹریٹ میں وہ مجھے برآمدہ میں چھوڑ کر خود اپنے بڑے افسر ہوم سیکرٹری سے ملنے گئے۔ میں دروازہ کے قریب ہی کھڑا تھا۔ ایک افسر نے انہیں کہا کہ آپ نظر بند کو بغیر کسی نگرانی کے ہی چھوڑ آئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں ان کا ذمہ دار ہوں۔ یہ بہت شریف لوگ اور قانون کے پابند ہیں۔ اور یہ نظر بند ہیں، قیدی تو نہیں ہیں۔

ہوم سیکرٹری صاحب نے مجھے بی کلاس دینے کا فیصلہ کیا اور لاہور سے مجھے جھنگ میں لایا گیا۔ پندرہ دن میں جھنگ میں رہا۔ تھانے ہی میں ایک کوٹھڑی میں مجھے رکھا گیا۔ صبح شام صحن میں پھرنے کی اجازت تھی۔ کھانے کا انتظام جماعت جھنگ نے کیا۔ اس کے بعد جھنگ سے مجھے لاہور لے جایا گیا اور وہاں پانچ دن میں سنٹرل جیل میں رہا۔ یہاں ایک ہندو نظر بند تھے۔ بخشی صاحب انہیں کہتے تھے۔ بڑے زندہ دل اور ادب نواز آدمی تھے۔ جیل کے حکام ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ بڑے اچھے خاندان سے ہیں اور پنڈت نہرو تک کے پیغام ان کے لیے آتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسی جیل کے ایک حصہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب تھے .... جیل میں ہمارا رابطہ کھانا لانے والے قیدیوں کے ذریعہ قائم تھا لیکن

پانچ دن کے بعد مجھے یہاں سے بورسٹل جیل میں تبدیل کر دیا گیا۔ بورسٹل جیل میں بچوں کا ایک سکول ہے اس سے ملحق دو کمرے پختہ بنے ہوئے تھے جن کے آگے برآمدہ اور ایک وسیع صحن تھا۔ یہاں مجھے اکیلے رکھا گیا۔ سکول کے احاطہ کی طرف ایک بڑا آہنی گیٹ تھا۔ یہ حصہ اور کمرے جن میں ہیں فروکش تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ خان عبدالغفار سرحدی گاندھی کے لیے بنایا گیا تھا۔ وہ یہاں پر نظر بند تھے اور تھوڑا عرصہ ہوا کہ انہیں یہاں سے تبدیل کیا گیا ہے۔

بورسٹل جیل کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ان دنوں شیخ نذیر احمد صاحب تھے جو ایک نوجوان آدمی تھے۔ بڑے خوش اخلاق اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ ہر دوسرے تیسرے روز عصر کے بعد تشریف لاتے اور کافی دیر باتیں کرتے رہتے۔ بار بار دریافت کرتے کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتلائیں۔ میں نے انہیں ایک دن کہا کہ تکلیف یہ ہے کہ میں یہاں سارا دن بیکار رہتا ہوں۔ مجھے کوئی کام دے دیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ تو ہمارے پاس امانت ہیں۔ کام کیسے دے سکتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ مجھے کچھ کتابیں ہی منگوا دیں اور کوئی ایک اخبار۔ چنانچہ اس بات کا انہوں نے دو ایک دن میں ہی انتظام کر دیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

بورسٹل جیل میں کھانے کا انتظام معقول تھا۔ میری بی کلاس تھی۔ دونوں وقت کھانے میں گوشت ہوتا تھا۔ اور ناغہ کے دن انڈے ہوتے تھے۔ ایک وقت چپاتی کے ساتھ چاول بھی ہوتے تھے۔ عصر کے وقت روزانہ دودھ اور کھانڈ مہیا کرتے اور ہفتہ میں دو تین بار موسم کا پھل بھی دیتے تھے۔ ڈیڑھ ماہ کے بعد رمضان کے ایام میں مجھے رہا کر دیا گیا۔

اس عرصہ میں حضرت مصلح موعود کی شفقت اور احسان ناقابلِ فراموش ہے۔ میرے متعلق آپ کا دفتر امور عامہ والوں کو بار بار ارشاد ہوتا کہ اس کا خیال رکھا جائے۔ اور میری بیوی بچوں کے متعلق الگ تاکید کی جاتی۔ میری اہلیہ صاحبہ گھر سے بہت کم باہر نکلتی ہیں۔ میری نظربندی کے دوران حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضور مصلح موعود کے ہاں جاتی تو وہ انہیں بڑی تسلی اور تشفی فرماتے۔ اسی طرح حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب روزانہ کوارٹر پر تشریف لا کر خیریت اور ضروریات کے متعلق پوچھتے۔ ربوہ میں جب شام کے وقت پولیس میرے مکان پر

پر آئی تو حضرت اقدس کو بھی فوراً اطلاع ہوئی کہ مجھے نظر بند کر لیا گیا ہے ۔ مکرم قاضی عبدالرحمن صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ نے حضور کا یہ پیغام مجھے دیا کہ پریشانی اور گھبراہٹ کی ضرورت نہیں اور آپ کے بیوی بچوں کا ہر طرح خیال رکھا جائے گا ۔ میں اس وقت پولیس کے ہمراہ کوارٹر کے سامنے سڑک پر کھڑا تھا۔ میں نے مکرم قاضی صاحب سے کاغذ کا ٹکڑا اور پنسل لی اور کاغذ پر حدیث شریف کے یہ الفاظ لکھ دیئے کہ " فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ[لے] " اور قاضی صاحب سے درخواست کی کہ میرا یہ پیغام حضور تک پہنچا دیں ۔ جب میں نظر بندی سے رہا ہو کر ربوہ آیا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مجھے فرمایا کہ آپ کے " فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ " کے الفاظ خوب تھے اور حضور نے اُسے بڑا پسند فرمایا ۔

اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولوی محمد دین صاحب صدر انجمن احمدیہ (جو اس وقت آپ ناظر تعلیم تھے) جو میرے ساتھ بڑی ہی شفقت اور مہربانی کا برتاؤ رکھتے ہیں ۔ اور آپ کا مکان میرے مکان کے قریب ہی تھا ۔ آپ نے مجھے بتلایا کہ جن دنوں تم نظر بند تھے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بھی لاہور میں نظر بند تھے ۔ ایک دن امور عامہ کا کوئی کارکن صاحبزادہ صاحب سے لاہور میں ملاقات کر کے آئے ۔ اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں آئے ۔ میں بھی حضور کے پاس بیٹھا تھا ۔ اس کارکن نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خیریت اور حالات کی اطلاع دی تو حضور نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے ۔ وہ ملک عبداللہ غریب کے متعلق بھی پتہ کریں کہ اُن کا کیا حال ہے ۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ غریب کا لفظ مجھے خاص طور پر یاد ہے ۔ اللہ اللہ ! کس قدر مہربان اور شفیق آقا ہے کہ اپنے فرزند کی خیریت کی خبر کے ساتھ ایک ادنیٰ خادم کا کس قدر خیال ہے کہ اس کی خبر گیری کی تاکید کی جاتی ہے ۔

[لے] رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ۔ یہ تاریخی کلمات صحابیٔ رسولؐ حضرت حرامؓ بن ملحان نے اس وقت کہے تھے جبکہ آپ کو غزوۂ اُحد کے ایک بد بخت کافر نے نیزہ مارا اور آپ کے جسم مبارک سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا اور آپ شہید ہو گئے (صحیح بخاری مصری ج ۳ ص ۲۰ (حالات غزوۂ اُحد)

نظر بندی سے رہا ہو کر جب میں ربوہ آیا تو مغرب کی نماز کے بعد حضور نے بیت المبارک میں جب مجھے دیکھا تو شرفِ مصافحہ بخشا اور میری خیر و عافیت کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔ بعد ازاں چند دن کے بعد مجھے قصرِ خلافت میں بلا کر شرفِ ملاقات بخشا اور نظر بندی کے تفصیلی کوائف سنے میں نے عرض کیا کہ نظر بندی کے دوران لاہور میں صرف ایک دفعہ ایک افسر میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے چند منٹ میرے ساتھ باتیں کیں۔ اور دریافت کیا کہ آپ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب سے کراچی ملنے جاتے تھے۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ جناب چوہدری صاحب سے میری واقفیت ایک لمبے عرصہ سے ہے۔ اور ملکی تقسیم سے پہلے قادیان میں ان کی سکنی اراضی کا نگران اور فروخت کنندہ رہا ہوں اور قادیان میں جب بھی چوہدری صاحب تشریف لاتے، میں اُن سے متعدد بار ملاقات کرتا۔ اب کراچی میں بھی۔ میں جب جاتا ہوں تو اگر موقعہ ملے تو ان سے ملاقات ہوتی ہے۔ اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوئی"۔[1]

حضرت مصلح موعود کے ایک خطبہ جمعہ کی ضبطی

۶ ر اپریل ۱۹۵۳ء کو حکومت پنجاب نے حضرت مصلح موعود کا ایک خطبہ جمعہ[2] ضبط کر لیا۔ یہ خطبہ مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی زود نویس نے مرتب کیا تھا اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے اُسے نور آرٹ پریس راولپنڈی میں چھپوانے کے لیے بھجوایا تھا۔ مگر ۱۹ ر مارچ کے نوٹس کے پیش نظر ایک خصوصی تار کے ذریعہ اس کی چھپوائی اور اشاعت رکوا دی گئی تھی۔ پریس میں یہ خبر دی گئی کہ گویا یہ خطبہ نور آرٹ پریس راولپنڈی سے چھپ کر شائع ہو چکا تھا حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ بات تھی۔ یہ تفصیلات ہمیں حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کے درج ذیل مراسلہ سے بھی ملتی ہیں جو آپ نے ۷ ر اپریل ۱۹۵۳ء کو انسپکٹر جنرل صاحب پولیس پنجاب کے نام لکھا

---

[1] (غیر مطبوعہ مکتوب جناب ملک محمد عبداللہ صاحب ریٹائرڈ لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ مورخہ ۲۰ ر مارچ ۱۹۷۵ء سابق قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ) [2] بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعود نے یہ خطبہ جمعہ ۶ یا ۱۳ ر مارچ ۱۹۵۳ء کو ارشاد فرمایا تھا

From

Syed Zainul Abedin Wali Ullah Shah,
Nazir Dawat-o-Tabligh,
Ahmadiyya Community Rabwah
Dated 7th April 1953

To

The Inspector General of Police, Punjab
Lahore

Sir,

"In today's issue of the Civil and Military Gazette on page 6, I have read the Government notification that the Khutba Juma delivered by the Head of the Ahmadiyya Community was printed at the Noor Art Press Rawalpindi and that the same has been proscribed by the Government. In this connection I have the honour to bring to your notice the fact that I did indeed send the afore-said Khutba for printing at Rawalpindi but before its printing was completed and before its publication the Head of the Ahmadiyya Community received a notice under the Punjab Safety Act from the Governor Punjab. As a result of that I was immediately directed to stop the aforesaid printing and publication whereupon I sent an express telegram to the Manager Noor Art Press Rawalpindi to stop the printing and publication of the said Khutba. The said Manager received my telegram in time and stopped printing before it was completed. The Police reached the Noor Art Press only after the Manager had received the said telegram. The Khutba was thus never published and the part-printed copies of it were taken away by the police."

Under the circumstances it is extremely regrettable that the facts have not been rightly and fully stated in the said notification and I am finding myself humiliated before the Head and members of our community showing that I allowed the printing of the said Khutba in spite of clear and timely instructions.

I have the honour to be,
Sir,
Your most obedient servant,
(Sd/-)
(Syed Zainul Abedin Wali Ullah Shah)
Nazir Dawat-o-Tabligh Rabwah

از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ۔ ناظر دعوت و تبلیغ

جماعت احمدیہ ربوہ

مورخہ ۷ر اپریل ۱۹۵۳ء

بخدمت انسپکٹر جنرل صاحب پولیس۔ پنجاب۔ لاہور

جناب عالی

سول ملٹری گزٹ کی آج کی اشاعت کے صفحہ ۶ پر میں نے گورنمنٹ کا یہ اعلامیہ پڑھا ہے کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ نے جو خطبہ جمعہ دیا وہ نور آرٹ پریس راولپنڈی میں شائع ہوا اور گورنمنٹ نے اسے بحق سرکار ضبط کر لیا ہے۔ اس سلسلہ میں میں جناب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ میں نے متذکرہ بالا خطبہ چھپوانے کیلئے راولپنڈی ضرور بھجوایا تھا لیکن اس کی چھپوائی مکمل ہونے اور اس کی اشاعت سے قبل جماعت احمدیہ کے سربراہ کو گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے سیفٹی ایکٹ کے ماتحت ایک نوٹس موصول ہوا۔ چنانچہ مجھے فوراً ہدایت دی گئی کہ میں متذکرہ صدر خطبہ کی چھپوائی اور اشاعت کو فی الفور روک دوں۔ بناء بریں میں نے نور آرٹ پریس راولپنڈی کے مینیجر کو ایکسپریس تار کے ذریعہ ہدایت کی کہ متذکرہ خطبہ کی چھپوائی اور اشاعت فوراً روک دی جائے۔ مینیجر مذکور کو میرا تار بر وقت مل گیا اور اس نے چھپوائی کا کام تکمیل سے قبل ہی روک دیا۔ پولیس، نور آرٹ پریس میں اس تار کے ملنے کے بعد پہنچی جو مینیجر کو دیا گیا تھا۔ اس طرح مذکورہ خطبہ کی اشاعت ہوئی ہی نہیں اور جزوی طور پر جتنا حصہ چھپ چکا تھا اس کی مطبوعہ کاپیاں پولیس لے گئی۔

ان حالات میں یہ امر نہایت درجہ قابلِ افسوس ہے کہ مذکورہ حکمنامہ میں واقعات کو صحیح اور مکمل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اور مجھے امام جماعت احمدیہ اور اپنی جماعت کے ممبران کے سامنے اس وجہ سے شرمندگی اٹھانی پڑی کہ میں نے واضح اور بر وقت ہدایات مل جانے کے باوجود متذکرہ خطبہ کی چھپوائی کیوں ہونے دی۔

میں ہوں جناب کا ادنیٰ خادم

دستخط حضرت سید زین العابدین

ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ ربوہ

پانچواں باب

مجلس مشاورت ۱۳۳۲ہش مطابق ۱۹۵۳ء

مجلس مشاورت ۱۳۳۲ہش مطابق ۱۹۵۳ء کے لیے ۳، ۴، ۵ شہادت/اپریل کی تاریخیں مقرر تھیں مگر سیدنا حضرت مصلح موعود کے نام گورنر صاحب پنجاب کے نوٹس (مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۳ء) کے باعث ملتوی کر دی گئی[1] لیکن جب حکومت پنجاب نے یہ نوٹس واپس لے لیا تو حضور نے فیصلہ فرمایا کہ ۱۶ مئی کو شوریٰ کا صرف یک روزہ اجلاس منعقد ہو۔ اس ضمن میں حضور نے ۶ مئی ۱۹۵۳ء کو حسب ذیل اعلان جاری فرمایا:-

’’مجلس شوریٰ ۱۹۵۳ء کے متعلق ضروری اعلان

تمام جماعت ہائے احمدیہ پاکستان و ممالک غیر کو اطلاع دی جاتی ہے کہ چونکہ گورنمنٹ نے سیفٹی ایکٹ کا نوٹس جو میرے نام جاری کیا تھا واپس لے لیا ہے۔ اس لیے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۱۹۵۳ء کی مجلس شوریٰ ۱۶ مئی بروز ہفتہ منعقد کی جائے گی۔ یہ شوریٰ بہت مختصر ہوگی اور اس میں (اوّل) بجٹ پر غور کیا جائے گا (دوم) اس امر پر غور کیا جائے گا کہ موجودہ حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے طبائع سے اشتعال کو دور کرنے اور پاکستان کے مختلف فرقوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے احمدیہ جماعت کے تبلیغی پروگرام میں اگر ضروری سمجھا جائے تو مناسب تبدیلی کی جائے اور ایسے طریق اختیار کیے جائیں جو جماعت احمدیہ کی طرف سے قیام امن میں امداد دینے کے لیے مناسب اقدام ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داریوں میں بھی کسی قسم کا خلل نہ آئے (سوم) کوئی ایسا امر جو صدر انجمن احمدیہ یا تحریک جدید میرے مشورہ کے بعد مجلس میں پیش کرنا چاہیں۔

تمام احباب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ چونکہ نمبر ۲ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر گفتگو کرتے

---

[1] ’’المصلح‘‘ کراچی ۲ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۱

وقت جماعت کے مختلف نمائندوں کو ایسے امور کے متعلق بھی گفتگو کرنی پڑے گی جن کے متعلق پبلک میں گفتگو کرنا نامناسب ہوگا یا شاید بعض لوگ ایسے اہم مسئلہ کے متعلق عام مجلس میں رائے دینے سے بھی ہچکچائیں۔ اس لیے یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ اس شوریٰ میں سوائے نمائندوں کے اور کسی شخص کو آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس لیے شوریٰ کے دن کوئی غیر نمائندہ دوست باہر سے تشریف نہ لائیں کیونکہ انہیں شوریٰ کے لیے زائرین کا ٹکٹ نہیں مل سکے گا۔

مناسب تو یہ تھا کہ موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ شوریٰ پنجاب سے باہر منعقد کی جائے۔ لیکن چونکہ گرمی یکدم زیادہ ہوگئی ہے اور میری صحت کمزور ہو رہی ہے باہر کسی جگہ فوراً رہائش اور جلسہ گاہ کا انتظام بھی مشکل ہوگا اس لیے مجبوراً ربوہ میں ہی اس شوریٰ کے انعقاد کا فیصلہ کرتا ہوں۔

سیکرٹری شوریٰ کی طرف سے الگ نوٹس سب جماعتوں کو جلد بھجوا دیا جائے گا

خاکسار مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح)

ربوہ ۶ رمئی ۱۹۵۳ء[1]

یہ مجلس مشاورت حسب پروگرام ۱۶ ماہ ہجرت رمئی کو ربوہ میں منعقد ہوئی جس میں حضور نے بجٹ پر مشورہ طلب کرنے کے علاوہ ۱۹۵۳ء کی ایجی ٹیشن اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے حالات پر روشنی ڈالی۔ اس مشاورت کی روداد طبع نہیں ہوئی۔ نہ اس کا کوئی ریکارڈ ہے البتہ اس موقعہ کے لیے حضرت مصلح موعود کا ایک رقم فرمودہ نوٹ جو حضور نے کچی پنسل سے تحریر فرمایا تھا محفوظ شکل میں موجود ہے۔ جس سے کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس اہم مجلس میں حضور نے کیا کیا ارشاد فرمایا۔

مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور (سیکرٹری مجلس مشاورت) کو یہ نوٹ مشاورت کے اختتام پر اُس میز سے ملا تھا جو اس وقت حضرت مصلح موعود کے سامنے رکھا تھا۔

---

[1] المصلح ۹ ہجرت ۱۳۳۲ ہش (۹ رمئی ۱۹۵۳ء) ص ۲

مشاورت ۱۹۵۳ء کیلئے حضرت مصلح موعود کا رقم فرمودہ نوٹ

"ہمارے آدمیوں کی گرفتاریاں
کیمپ بنانے کی کوشش
تبلیغ کا ارادہ ظاہر کرنے پر گرفتاری
رسالہ چھاپنے کے لیے جانے پر گرفتاری
میرا نوٹس
حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی ضبطی تلاشیوں میں مانگٹ اُوچے کا واقعہ
ایک جگہ احمدیوں پر حملہ۔ بہت سے زخمی ہوئے مگر احمدیوں کو ساتھ پکڑا گیا[1]
منافقت
۱۔ رپورٹ پولیس اور فوج کو
۲۔ میاں شریف احمد صاحب کے خلاف سازش
۳۔ منافق گروہ ربوہ میں
اس کے مقابل اخلاص کا اظہار۔ چندہ کی طرف توجہ
عورتوں تک کا اخلاص
مبلغین میں سے مولوی محمد اسماعیل صاحب کا اچھا نمونہ ان سے اتر کر مولوی عبدالغفور صاحب
ایک احمدی کے حالات پوچھنے پہ ایک فوجی افسر کے
دوسری قسم کی اصلاح اور سلسلہ اور ملک کے فائدہ کے لیے مشورہ دونگا ڈر کر نہیں اور اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈروں گا اور احمدیت کی عظمت اور سچائی کے ثبوت کے لیے اپنی جان لڑا دوں گا۔"

---

[1] ۳۶ رگ رب متصل سنیانہ بنگلہ تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور کے احمدی مراد ہیں
(بروایت مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی) سابق مبلغ لائلپور (فیصل آباد)

باب ششم

سیدنا حضرت مصلح موعود کا اہم بیان

اس مجلس مشاورت کا ایک خوشنما اور شیریں پھل ایک اہم بیان کی شکل میں ظاہر ہوا جو مجلس کی درخواست پر حضرت مصلح موعود نے جاری فرمایا اور جس کا مکمل متن یہ ہے :۔

"ہمارے عقائد"

ہم اس دنیا کا بادشاہ قادر مطلق لافانی اور لاثانی اللہ تعالیٰ کو سمجھتے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ صرف اسلام اللہ تعالیٰ کا سچا دین ہے اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے اور اس میں فرشتوں، آسمانی صحیفوں۔ بعثت انبیاء، بعث بعد الموت اور تقدیر خیر و شر کا جس طرح ذکر آیا ہے۔ وہ سب حق اور درست ہے۔ اور ہم اس پہ کامل ایمان رکھتے ہیں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا سردار سمجھتے ہیں اور خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ پہ نازل شدہ شریعت بنی نوع انسان کے لیے آخری شریعت ہے۔ جسے کوئی انسان تو بدل ہی نہیں سکتا بلکہ خود خداوند کریم نے بھی اسے تبدیل نہ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے شریعت محمدی کا کوئی حکم قیامت تک منسوخ نہیں ہوگا اور اس کا ہر حکم جملہ شرائط کے ساتھ اور جملہ شرائط کے مطابق قیامت تک قابل عمل رہے گا۔

قرآن کریم کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ متواترہ اور احادیث صحیحہ کی پابندی اپنے اوپہ لازمی اور ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس سے ذرا بھی انحراف کو گناہ سمجھتے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام و اہلِ بیت اطہار کو تعلیمات قرآنی اور اخلاق محمدی کے مطابق ایک اعلیٰ اسوہ سمجھتے ہیں۔ جو شخص ان کے طریق سے منحرف ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے منحرف ہوتا ہے۔

ہم وہی نماز پڑھتے ہیں۔ اور وہی روزے رکھتے ہیں۔ اور وہی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہی حج ادا کرتے ہیں۔ اور اسی قبلہ کو تمام مسلمانوں کا مرکز و مامن سمجھتے ہیں۔ جو قرآن مجید سنتِ رسول و احادیث نبوی اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے۔ ہم خود بھی اُمتِ محمدیہ میں شامل ہیں۔ اور سلسلہ احمدیہ کے بانی بھی اس اُمت میں شامل تھے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے تھے۔ اور ہم احمدی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا کلمہ نہیں پڑھتے۔ جو شخص ایسا نہ کرے ہمارے عقیدہ میں قرآنی تعلیم کے خلاف عمل کرنے والا اور اسلام سے انکار کرنے والا ہے۔

ہم ہر کلمہ گو کو اُمتِ محمدیہ کا جزو سمجھتے ہیں۔ ہم ہر اس شخص کو اُمتِ محمدیہ کا فرد اور جزو قرار دیتے ہیں جو کلمہ طیبہ پڑھتا ہو اور کعبہ مکرمہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ ہم تمام بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کو خصوصاً تمام مسلمانوں کی ہمدردی اور خدمت کو خواہ وہ کسی ملک میں رہتے ہوں۔ یا کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم اس پر ہمیشہ عمل کرتے آئے ہیں۔ اور ہمیشہ عمل کرتے رہیں گے۔ ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ سب انسانوں سے عموماً اور تمام مسلمانوں سے خصوصاً خوشگوار اور روادارانہ تعلقات رکھیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ بھی ایسا ہی کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اور ہر قسم کے فتنے سے بچیں گے اور کوشش کریں گے کہ ہماری کسی غلطی کی وجہ سے طبائع میں اشتعال پیدا نہ ہو۔

جماعت احمدیہ سیاسی جماعت نہیں ہے

ہم سیاسی جماعت نہیں اور من حیث الجماعت سیاست سے بچے رہنا پسند کرتے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ من حیث الجماعت وہ ہمیں ان امور سے بچائے رکھے۔ تاکہ اس دور میں جبکہ عام طور پر دنیا دین کو چھوڑ رہی ہے۔ ہمیں اسلام کی خدمت کی توفیق ملتی رہے۔ اور غیر مسلم اقوام کو اسلام کی طرف لانے کا کام ہم سے سرانجام پاتا رہے۔

حکومت اور ملک کو مضبوط کرنا ہمارا اصول ہے

جماعت احمدیہ کا اصول ہے کہ حکومت اور ملک کو مضبوط کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے فرقوں میں مودت اور یگانگت پیدا کی جائے۔ قرار داد مقاصد متعلقہ دستور اساسی پاکستان یا تفصیلات دستور اساسی پاکستان میں جو اساسی اصول منظور ہو چکے ہیں یا ہوں ان کو نظر انداز کئے بغیر ہم سمجھتے ہیں کہ ان دنوں ملک میں جس قسم کی تشویش و شورش پیدا کر دی گئی ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کے لیے بھی ضروری ہے۔ کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائے جو طبیعتوں میں سکون پیدا کرنے اور اشتعال ٹھنڈا کرنے میں ممد ہو۔

تحریر و تقریر میں انتہائی نرمی اختیار کی جائے

پس ہم جماعت ہائے احمدیہ افراد جماعت سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ (۱) جماعتی جلسوں کو (بیت الذکر[1]) یا اپنے ہال یا کرایہ پر لیے ہوئے ہال یا اپنے پرائیویٹ احاطوں یا کرایہ پر لیے ہوئے احاطوں تک محدود رکھیں۔ تا کسی قسم کے اشتعال کا موقعہ پیدا نہ ہو۔ (۲) جہاں پبلک جلسوں کی ضرورت پیش آ جائے (اور اگر حکام کی طرف سے اجازت کی ضرورت ہو اور اجازت مل جائے) تو ایسے جلسوں میں متنازعہ عقائد کو زیر بحث نہ لایا جائے اور کسی ایسے طریق کو روا نہ رکھا جائے۔ جس کے نتیجہ میں فتنہ اور اشتعال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ بلکہ تمام مواقع پر تقریر و تحریر میں انتہائی نرمی اور شفقت اختیار کی جائے۔ اور اعلیٰ اخلاقی شرافت، مروت رواداری اور محبت کے طریق کو مدنظر رکھتے ہوئے خیالات کا اظہار کیا جائے۔

۳۔ اس عرصہ میں پاکستان کے اندر مباحثہ اور مناظرہ کے طریق کو بالکل بند کر دیا جائے جماعتہائے احمدیہ اور افراد جماعت اس امر کی پوری احتیاط کریں۔ کہ مسلمانوں کے دیگر فرقوں کے ساتھ متنازعہ عقائد پر مباحثہ اور مناظرہ نہ کیا جائے۔ تبدیلی عقیدہ کی غرض سے جماعت کی طرف سے کوئی اقدام نہ کیا جائے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ جماعت کی طرف سے اخبارات رسائل اور کتب میں احمدیہ عقائد کی تشریح اور توضیح پر کوئی روک ہو گی یا اعتراضات کا مناسب جواب نہ دیا جائے گا۔ لیکن کوئی غیر احمدی ان کی خریداری یا مطالعہ پر مجبور نہیں۔ اور نہ یہ مراد ہے۔ کہ شخصی گفتگو میں سوال کے جواب میں عقائد کی وضاحت سے پرہیز کیا جائے۔

---

[1] متن میں مسجد کا لفظ ہے (ناقل)

سرکاری ملازم حکومت کی ہدایات کی پوری پابندی کریں

سرکاری آفیسروں اور ملازمین پر خصوصیت سے ان ہدایات کی پابندی لازم ہے۔ جو حکومت کی طرف سے ان کے متعلق جاری ہوں۔ اور جن امور میں ان پر حکومت کیطرف سے پابندی عائد کی جائے ان کی تعمیل میں سرمو فرق نہ آنا چاہیئے۔ ایمان اور دیانت کا یہی تقاضا ہے۔ کہ جب کوئی شخص حکومت کی ملازمت اختیار کرتا ہے۔ تو ملازمت کا قبول کرنا ہی اس کی طرف سے عہد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے فرائض کو سرگرمی اخلاص اور دیانت کے ساتھ ادا کرتا رہے گا اور حکومت کی جاری شدہ تمام ہدایات کی پوری پابندی کرے گا۔ اس عہد کی خلاف ورزی اسے حکومت کی طرف سے بھی قابلِ مواخذہ بناتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی وہ جوابدہ ہوتا ہے اور اپنے ایمان اور تعلق باللہ کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کا اور اُمتِ محمدیہ کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ہمیں اس راستہ پر قائم رکھے۔ جو اس کی رضا کا رستہ ہے آمین [1]

ریڈیو پاکستان کراچی کا نشریہ

۱۶؍جون ۱۹۵۳ء کو ریڈیو پاکستان کراچی نے یہ خبر نشر کی کہ "حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے ایک اعلان میں جماعت احمدیہ کے افراد کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے عام جلسوں میں اعتقادی اختلافات کو زیر بحث نہ لائیں آپ نے فرمایا جماعت احمدیہ کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے جماعت کے ان افراد کے متعلق جو سرکاری ملازم ہیں آپ نے فرمایا کہ حکومت وقتاً فوقتاً جو ہدایات جاری کرتی رہتی ہے وہ ان سب پر عمل کریں" [2]

پاکستانی پریس میں بیان کی اشاعت

یہ مکمل بیان ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (اے پ پ) کے ذریعہ "المصلح" (کراچی) کے علاوہ "ملت" لاہور (۱۸؍جون ۱۹۵۳ء) میں بھی شائع ہوا اور ملک میں اس کی خاصی شہرت ہوئی۔ حتیٰ کہ پنجاب کے

---

[1] روزنامہ المصلح کراچی مورخہ ۱۸؍احسان ۱۳۳۲ھش ۱۸؍جون ۱۹۵۳ء صفحہ ۳-۸ الفضل ۲؍احسان ۱۳۳۵ھش ۱۹۵۶ء ص ۲ و ۳

[2] روزنامہ المصلح (کراچی) ۱۷؍جون ۱۹۵۳ء صفحہ ۱

بعض مشہور اخبارات نے بھی اس کا خیر مقدم کیا۔

(ا) روزنامہ "آفاق" لاہور مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۵۳ء نے "قادیانیوں کے امام کا بیان" کے زیر عنوان حسب ذیل اداریہ سپرد قلم کیا۔

"قادیانیوں کے امام مرزا بشیر الدین محمود صاحب کا ایک بیان اخبارات میں آیا ہے۔ اس بیان میں مرزا صاحب نے نہایت شرح صدر کے ساتھ ان تمام شکوک و اعتراضات کو رفع کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ جو عام طور پر اُن کی جماعت کے متعلق کئے جاتے ہیں اور جنہوں نے گزشتہ ایام میں ایک نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی تھی۔ مرزا صاحب کا ارشاد ہے کہ وہ

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خاتم النبیین اور آپ کی شریعت کو آخری مانتے ہیں۔

۲۔ وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو توحید، نبوت اور قیامت کے متعلق عام مسلمانوں کا ہے۔

۳۔ وہ ۔ وہی اعمال بجا لاتے ہیں جو دوسرے مسلمان بجا لاتے ہیں۔

۴۔ وہ مسلمانوں کے خصوصاً اور عام انسانوں کے عموماً ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔

۵۔ وہ کلمہ گو اہلِ قبلہ کو اُمتِ محمدیہ کا فرد اور جزو سمجھتے ہیں۔

یہ پنجگانہ نکات اپنی جگہ بہت خوب ہیں اور انہیں پڑھ کر اکثر مسلمان ایک سے زائد بار سوچیں گے کہ اگر ان لوگوں کے عقائد یہی ہیں تو قدر مشترک بہت زیادہ ہے۔

لیکن مرزا صاحب اگر ان نکات کے ساتھ ہی ایک نکتہ کی وضاحت اور بھی فرما دیتے تو اختلافات کی وہ خلیج جو عام مسلمانوں اور اُن کی جماعت کے درمیان دیر سے حائل ہے اور پچھلے دنوں بہت وسیع ہو گئی تھی، بڑی حد تک ہٹ سکتی تھی اور وہ نکتہ یہ ہے کہ جو مسلمان مرزا غلام احمد صاحب کو نہیں مانتے، ان کا مقام و منصب قادیانیوں کے نزدیک کیا ہے؟ آیا قادیانی حضرات ان سے دین و دنیا کے معاملات میں ایسا تعاون کر سکتے ہیں جو باوجود فروعی اختلافات رکھنے کے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں میں نظر آتا ہے، اگر اس کا جواب اثبات میں ہو تو پھر امام جماعت احمدیہ کا بیان بڑی حد تک موثر ہو جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ خاتم النبیین کے معنوی تصور میں قادیانی حضرات کونسی تاویل کرتے ہیں اس کا جواب مولانا عبدالماجد نے یہ دیا تھا کہ "تاویل خواہ کیسی ہی رکیک ہو، کذب و انکار کے مترادف نہیں ہوتی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ عامۃ المسلمین کے نزدیک مولانا

دریا بادی کا ارشاد کس حد تک قابل قبول ہے ؟ - لیکن مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے کے متعلق قادیانیوں کا نقطۂ نظر معلوم ہو جائے تو اختلاف کی حدیں بڑی حد تک سمٹ سکتی ہیں ورنہ اس بیان سے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ جس مقصد کے لیے یہ شائع کیا گیا ہے اُسے بوجہ احسن پورا کر سکے گا بیّنوا وتوجروا "[1]

۲- میاں محمد شفیع صاحب نے اخبار "آثار" (لاہور) ۲۰ رجون ۱۹۵۳ء میں لکھا:-

"۶۳ سالہ ۔ ذہین و فطین مرزا بشیر الدین محمود احمد نے مسلمانوں کے متعلق اپنی جماعت کے مؤقف کی، ایک بیان میں وضاحت کی ہے - انہوں نے بانی سلسلہ اور جماعت کے مذہبی عقائد کی بھی اس بیان میں توضیح کی ہے -

(کیا اچھا ہوتا کہ لاہور کے اخبارات اس بیان کا مفصل متن چھاپ دیتے تاکہ عوام اور خواص اسے پڑھ کر خود کوئی رائے قائم کر سکتے)

پاکستان کے مذہبی طبقوں کا اس بیان کے متعلق کیا ردِ عمل ہوگا ؟ - میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا - میرے نزدیک اس بیان کا اہم ترین حصّہ وہ ہے جس میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے ارکان کو تلقین کی ہے کہ وہ تبدیلی عقیدہ کی غرض سے کوئی اقدام نہ کریں اور کہ وہ مسلمانوں کے دیگر فرقوں کے ساتھ متنازعہ عقائد پر مباحثہ اور مناظرہ نہ کریں اور یہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان پر خدا کے جو احکام نازل ہوئے وہ آخری تھے "[2]

---

[1] آفاق ۱۲ رجون ۱۹۵۳ء ص ۳ ۔ [2] "آثار" لاہور ۲۰ رجون ۱۹۵۳ء ص ۳ "لاہور کی ڈائری" (اخبار کے مینجنگ ایڈیٹر مولوی اختر علی خاں)

۴۔ اخبار ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ نے لکھا:

"Welcome Gesture

In issuing a detailed statement about the Ahmadiyya beliefs and a directive to his community to stop all religious controversies, the Head of the Ahmadiyya movement, Mirza Bashirud-Din Mahmud Ahmad has made a most helpful contribution towards the easing of the bitterness created as a result of the recent anti-Ahmadiyya agitation. Deviation even by an hair's breadth from the way chalked out by the Quran and Sunnah, says the Ahmadiyya leader, is, according to his creed, a sin. All those who recite the "Kalima" are looked upon by his community as belonging to and part of the "Ummat" of the Holy Prophet. These declarations should go a long way to dispel misunderstandings. That there are differences between the Ahmadies and the orthodox Ulema on certain religious points is perfectly true. But there are equally great, even greater differences among other sects. If we start probing into those differences, there would be no end to them and Pakistan would be reduced to a Babel of confusion. Solidarity of the "Millat", to our mind, is the highest objective if Islam. To sacrifice national solidarity and weaken a national State is the greatest "Kufr". There should be no other interpretation of Islam and "Kunfr" in Pakistan. And that, we are quite clear in our mind, is the essence of the Quranic teachings. We doubt that the Ahmadiyya Chief's clarifications will at all pacify the Ulema who, according to Iqbal, would need something to quarrel about even in Heaven. But sensible sections of public opinion should find food for thought in it. Unless we learn to stand united, despite our differences, we are doomed as a free people. Any outside wire-pulling can plunge Pakistan into a conflagration, by working up sectarian passions between any two sects:

("Civil & Military Gazette", Lahore 18-6-1953)

خوش کن اقدام

(ترجمہ) جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب نے جماعت کے عقائد سے متعلق ایک مفصل بیان جاری کر کے مذہبی منافقشات کو دور کرنے اور حالیہ اینٹی احمدیہ تحریک کے ذریعہ پیدا کی گئی تلخی کو رفع کرنے کے لئے ایک نہایت مفید اقدام کیا ہے۔ امام جماعت احمدیہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید اور سنّت کے طریق کار سے ذرہ بھر انحراف ان کے نزدیک گناہ ہے تمام کلمہ گو آپ کے اور آپ کی جماعت کے نزدیک مسلمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں شامل اور اس کا حصّہ ہیں آپ کا یہ اعلان غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے ایک بہت ہی دُور رس اقدام ہے۔ یہ درست ہے کہ احمدیوں اور قدامت پسند علماء کے مابین بعض مذہبی امور میں اختلاف ہے تاہم دیگر فرقوں کے درمیان اس سے بھی بڑھ کر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اگر ہم ان اختلافات کی چھان بین کرنے لگیں تو ان کی کوئی انتہاء نہ ہو گی اور پاکستان انتشار کا ملغوبہ بن کر رہ جائے گا۔

ہمارے خیال میں ملّت کی یکجہتی اسلام کا سب سے بڑا مطمح نظر ہے اس قومی یک جہتی کو کھونا اور ملک کو کمزور کرنا سب سے بڑا کفر ہے۔ پاکستان میں اسلام اور کفر کی اس کے سوا کوئی توجیہہ نہیں ہونی چاہیئے اور ہم اس بات کے کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہی قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ احمدیہ جماعت کے سربراہ کی یہ تصریح اُن علماء کرام کو تسلّی دے سکے گی جو علامہ اقبال کے نظریہ کیمطابق جنت میں بھی کسی ایسی چیز کی تلاش میں ہوں گے جو جھگڑے کا باعث ہو۔ تاہم عوام کے اندر دانشور طبقہ کے لیے اس میں یقیناً لمحۂ فکریہ کی گنجائش ہے۔

جب تک ہم اپنے تمام اختلافات کے باوجود متحد نہیں ہو جاتے، ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ہمارا مستقبل مخدوش ہو جائے گا بیرونی دنیا کی کوئی بھی طاقت کسی بھی

دو فرقوں کے درمیان فرقہ وارانہ اشتعال پھیلا کر پاکستان کو ایک نہ بجھنے والی آگ میں دھکیل سکتی ہے ۔

بعض دوسری شخصیات کے تأثرات

پاکستان کے ایک معروف اہل قلم جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ نے لکھا :-

" جماعت احمدیہ کے موجودہ امام جناب میاں محمود احمد صاحب غیر معمولی فہم و فراست اور علم و تدبر کے مالک ہیں۔ نزاکت وقت کو محسوس کرتے ہوئے آج سے ایک ہفتہ پہلے (جون ۱۹۵۳ء کے آخر میں) آپ نے ایک طویل بیان اخبارات کے حوالے کیا جس میں اعلان فرمایا :۔

اوّل :۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ دیگر مسلمانوں سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ۔ ہمارا رسول ایک کتاب ایک ۔ قبلہ ایک ۔ تمدن ایک ۔ روایات ایک اور سب کچھ ایک ۔

یہ ایک نہایت مبارک اقدام ہے ۔ اللہ کرے کہ احمدی و غیر احمدی کے مصنوعی اختلافات ختم ہو جائیں اور ہم سب مل کر پاکستان کے استحکام اور قرآنی اقدار کے احیاء کے لیے کام کریں ۔

گزشتہ ستر برس میں احمدی کو غیر احمدی سے جدا کرنے کے لیے کئی ہزار صفحات سپرد قلم ہوئے اور انہیں ملانے کے لیے شاید ایک لفظ بھی کسی زبان سے نہ نکلا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جنازے اور نمازیں ایک دوسرے سے الگ ہوگئیں ۔ رشتے کٹ گئے اور کفر و اسلام کے پہاڑ درمیان میں حائل ہو گئے ۔ جناب مرزا میاں محمود احمد صاحب کا یہ بیان اس لحاظ سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ مصالحت کی طرف یہ پہلا جرأت مندانہ قدم ہے "[1]

۱۹۵۳ء کی احراری تحریک کے سرگرم لیڈر اور اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں بیان دیا کہ :۔

" احمدیوں نے .... اپنے تحریری بیان میں جو اعلانات کیے ہیں اور جنہیں مئی ۱۹۵۳ء میں جس طرح شائع کیا گیا ۔ ان سے تنازعہ ختم ہو جاتا ہے اور احمدیوں

---

[1] حرف محرمانہ مؤلفہ ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برقؔ ص ۱۴،۱۵ سن اشاعت ۱۹۵۴ء بہ اہتمام شیخ نیاز احمد پرنٹر و پبلشر علمی پرنٹنگ پریس اسپتال روڈ لاہور ۔

کو اب دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر احمدیوں کے خلاف تحریک دوبارہ شروع ہو تو میں اس میں یقیناً شامل نہیں ہوں گا۔"[1]



[1] اخبار ملّت (لاہور) ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۵۳ء ص ۲ کالم ۴

حصّہ سوم

تحقیقاتی عدالت میں وکلائے احمدیت کی کامیاب نمائندگی

اور

حضرت مصلح موعودؓ کا بصیرت افروز بیان اور اس کے اثرات

پہلا باب

فسادات پنجاب کی تحقیقات کیلئے عدالت کا قیام

گورنر پنجاب جناب میاں امین الدین صاحب نے ۱۹ر جون ۱۹۵۳ء کو ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت فسادات پنجاب کی تحقیقات کے لیے ایک عدالت قائم کی۔ اور چیف جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم۔ آر کیانی کو اس کا ممبر مقرر کیا گیا۔ اور ہدایت کی گئی کہ وہ مندرجہ ذیل امور کی چھان بین کریں:۔

۱۔ وہ کیا کوائف تھے جن کی وجہ سے ۶ر مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء کا اعلان کرنا پڑا۔

۲۔ فسادات کی ذمہ داری کس پر ہے؟

۳۔ صوبے کے سول حکام نے فسادات کے حفظ ماتقدم یا تدارک کے لیے جو تدابیر اختیار کیں، آیا وہ کافی تھیں یا ناکافی؟

عدالت نے اپنے دائرہ تحقیقات میں شروع میں ہی غیر معمولی وسعت پیدا کر لی اور حکومت پنجاب، صوبہ مسلم لیگ، مجلس احرار، مجلس عمل اور جماعت اسلامی کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھی کارروائی عدالت میں فریق بنا لیا۔ اور ہدایت کی کہ وہ تحقیقات کے دائرہ شرائط کے متعلق تحریری بیانات داخل کریں جن میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

تحقیقاتی عدالت نے دوران تحقیقات متعلقہ اداروں سے مندرجہ ذیل دس سوالات کے جوابات بھی طلب کئے۔

۱۔ ظہور مسیح و مہدی کا ذکر قرآن مجید اور احادیث میں۔

۲۔ کیا مسیح جن کا آئندہ ظہور تسلیم کیا گیا ہے وہی عیسیٰ بن مریم ہوں گے یا کوئی اور؟

۳۔ (الف) کیا مسیح اور مہدی کا درجہ نبی کا ہوگا؟ (ب) انہیں وحی والہام بھی ہوگا؟

۴۔ کیا ان میں سے ایک یا دونوں قرآن یا سنت کے کسی قانون کو منسوخ کریں گے؟

۵۔ پیغمبر کو کس طریق پر وحی آتی تھی۔ اور کیا حضرت جبرائیل مرئی صورت میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے آتے تھے؟

۶۔آل مسلم پارٹیز کنونشن نے خاتم الانبیاء کی جو تشریح اور وضاحت کی ہے کیا وہ مسلم عقیدہ کا ہمیشہ جزو رہی ہے؟

۷۔قرآن اور سُنّت کے وہ حوالے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی سیاسی اور مذہبی نظام میں غیر مسلموں کو ایک غیر ملکی عنصر کے طور پر قرار دیا گیا ہے۔ اور اگر ایسا ہے تو جس حد تک اُن کو الگ رکھا گیا ہے اس کی تائید میں تاریخی حوالے پیش کئے جائیں۔ اسی طرح اس پر روشنی ڈالی جائے کہ کیا غیر مسلموں کو ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت تھی یا نہیں؟ اور کس حد تک ایک قوم یا فرد کے گناہ دوسری قوم یا فرد پر ڈالے جا سکتے ہیں؟

۸۔ڈائریکٹ ایکشن کا جواز

۹۔احمدیوں کی مطبوعات جو عامۃ المسلمین کے مذہبی جذبات و احسانات کی توہین کرتی ہیں۔

۱۰۔دیگر مسلمانوں کی مطبوعات جن سے احمدیوں کے عقائد کی توہین ہوتی ہے۔

ان دس سوالات کے علاوہ جو تمام متعلقہ جماعتوں سے کئے گئے تحقیقاتی عدالت نے بالخصوص صدر انجمن احمدیہ کو ضابطہ کی کارروائی کے آغاز ہی میں حسب ذیل سات سوالات کے تحریری جوابات داخل کرنے کی ہدایت کی:۔

سوال نمبر ۱:۔ جو مسلمان مرزا غلام احمد صاحب کو نبی بمعنیٰ مُلہَم اور مامور من اللہ نہیں مانتے کیا وہ مومن اور مسلمان ہیں؟

سوال نمبر ۲:۔ کیا ایسے شخص کافر ہیں؟

سوال نمبر ۳:۔ ایسے کافر ہونے کے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ہیں؟

سوال نمبر ۴:۔ کیا مرزا صاحب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور اسی ذریعہ سے الہام ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۵:۔(ا) کیا احمدیہ عقیدہ میں یہ شامل ہے کہ ایسے اشخاص کا جنازہ جو مرزا صاحب پر یقین نہیں رکھتے Infructuous ہے۔

(ب) کیا احمدیہ عقائد میں ایسی نمازِ جنازہ کے خلاف کوئی حکم موجود ہے؟

سوال نمبر ۶:۔ (الف) کیا احمدی اور غیر احمدی میں شادی جائز ہے؟

(ب) کیا احمدی عقیدہ میں ایسی شادی کے خلاف ممانعت کا کوئی حکم موجود ہے؟

سوال نمبر ۷:۔ احمدیہ فرقہ کے نزدیک امیر المومنین کی Significance کیا ہے؟

تحقیقاتی عدالت کی طرف سے درج ذیل مزید دس سوالات کے جوابات صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو داخل کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ سوالات دوسرے فریقوں کے تحریری بیانات کی روشنی میں مرتب کیے گئے تھے:۔

۱۔ انہوں نے اسلام میں اُمّتیوں پر وحی اور نزول جبریئل کے وجود کو تسلیم کیا ہے حالانکہ نہ غیر نبی پر وحی نازل ہو سکتی ہے نہ بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبریئل نازل ہو سکتا ہے۔ ایسے عقیدے والا رسول کریم صلعم کی ہتک کرتا ہے۔

۲۔ انہوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کی ہتک کی ہے۔

(۳) انہوں نے مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور مسیح ناصری کی وفات کا اعلان کر کے مسلمانوں کی دل شکنی کی ہے۔

۴۔ انہوں نے ایک نئی اُمّت بنائی ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور خارج از اسلام کہا ہے اس لیے مسلمانوں کو اشتعال آتا ہے۔

۵۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے سے روکا ہے ان کا جنازہ پڑھنے سے روکا ہے اور ان کو لڑکیاں دینے سے روکا ہے۔

۶۔ انہوں نے ایک غیر مسلم حکومت کی اطاعت کرنے کی تعلیم دی ہے اور اس کی تائید میں جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے۔

۷۔ انہوں نے مسلمان حکومتوں اور مسلمان تحریکوں سے کبھی ہمدردی نہیں کی۔

۸۔ انہوں نے مسلمانوں کو عموماً اور مسلمان علماء کو خصوصاً سخت گالیاں دی ہیں۔

۹۔ انہوں نے مسلمانوں سے الگ رہنے کی کوششیں کیں مثلاً ربوہ بنایا۔

۱۰۔ احمدی پاکستان کے مخالف ہیں اور عقلاً بھی وہ مخالف ہونے چاہئیں کیونکہ وہ ایک امام کو مانتے ہیں اور اس طرح وہ ایک متوازی حکومت بنانے کے مجرم ہیں۔

نازک مرحلہ

یہ مرحلہ کئی اعتبار سے فسادات کے ایام سے بھی بڑھ کر نازک، بلکہ حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں جماعت احمدیہ کے لیے "موت اور زندگی کا سوال"[ا] تھا۔ جس کے دو پہلو ابتداء ہی میں تشویش پیدا کر رہے تھے:۔

اوّل:۔ تحقیقاتی عدالت کے اعلان سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس تحقیقات کا مقصد اس سے زیادہ سمجھتی ہے جتنا کہ حکومت کے ابتدائی اعلان سے ظاہر ہوتا تھا اور اس نوعیت کی تحقیقات میں یہ زبردست خطرہ تھا کہ بعض لوگ حقائق کو بگاڑ کر اس انکوائری کو مذہبی اختلافات اچھالنے کا موجب ہی نہ بنا دیں۔ خصوصاً جبکہ یہ دونوں فاضل جج صاحبان اپنے مسلک کے اعتبار سے احمدیت سے اختلاف رکھتے تھے۔

دوم:۔ عوام میں علماء نے ایک خاص منصوبے کے تحت جماعت احمدیہ کے خلاف بغض و عناد کا زہر بھر دیا تھا۔ اور مارشل لاء میں ماخوذ عُلماء اور زُعماء کی نظر بندی کو احمدیت کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا اور تمام جماعتیں اس رُوح کے ساتھ مجتمع ہو گئیں کہ تحقیقاتی عدالت میں احمدیوں کو فسادات کا ذمہ دار ٹھہرا کر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دِلوا دیا جائے۔ چنانچہ جناب سید یزدانی جالندھری کا بیان ہے کہ:۔

"مارچ ۱۹۵۳ء میں لاہور میں احمدیوں کے خلاف فرقہ وار فساد ہوا ...... احمدیوں کے خلاف فرقہ ورفساد تو مارشل لاء نے چند لمحوں میں ختم کر دیا۔ جہاں تک آئندہ کا تعلق تھا مستقبل قریب میں کوئی نیا فرقہ وار فساد کرا سکنا ان کو ناممکن نظر آرہا تھا۔ اس لیے کچھ منفی طبع مولوی بہت پریشان تھے اور اسی قسم کے نئے امکانات پیدا کرنے کی سوچ رہے تھے کہ اتنے میں خبر آئی کہ حکومت نے احمدیوں کے خلاف برپا شدہ فسادات کی تحقیقات کے لیے ہائی کورٹ کے دو جج "منیر انکوائری کمیٹی" کے نام سے مقرر کر دیئے ہیں جن کے سامنے ہر مکتبِ فکر کے مولویوں کو اپنا نقطۂ نگاہ پیش کرنے کی عام اجازت ہو گی۔ اس سے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ اب احمدیوں کو دائرہ اسلام سے آئینی طور پر خارج قرار دلانے کا موقع ہاتھ آگیا ہے۔ کچھ مولویوں نے خود اپنے درمیان

[ا] مکتوب حضرت مصلح موعودؓ بنام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ موصولہ ۷ جولائی ۱۹۵۳ء

شدید اختلافِ عقائد رکھتے ہوئے اس منفی کام کے لیے منظم ہونا قبول کر لیا اور وقت آنے پر اس کمیٹی کے روبرو پیش ہونے لگے۔

مولانا محمد علم الدین سالک بڑی سختی سے حنفی عقائد کے پابند تھے اور عقائداً احمدیوں سے شدید اختلاف رکھتے تھے اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں تھی۔ ایک دن ایک مولوی صاحب جو اتفاق سے دیوبندی بھی تھے۔ مولانا کے پاس تشریف لے گئے اور درخواست کی کہ انکوائری کمیٹی کے ہاتھوں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دلانے کے لیے وہ اس کمیٹی کے روبرو خود پیش ہوں اور اپنے دوسرے رفقاء علماء کو بھی ایسا کرنے کے لیے کہیں بعد میں مولانا نے جو کچھ بتایا اس کے مطابق ان مولوی صاحب اور مولانا کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

مولانا علم الدین سالک مرحوم۔ "میں آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ لیکن آپ یہ فرمائیں کہ آپ کی اور میری کوشش سے اگر احمدی خارج از اسلام قرار دے دیئے جائیں تو کیا تمام عالم اسلام کی تطہیر ہو جائے گی اس کے بعد کوئی کافر عنصر مسلمانوں میں باقی تو نہیں رہ جائے گا۔ غیر ممالک میں احمدی تبلیغی مشنوں کے بدلے کیا انتظام ہو گا۔

مولوی صاحب۔ نہیں۔ یہ تو ہماری ابتداء ہے انشاء اللہ رفتہ رفتہ ہم سب کافر عناصر کو مسلمانوں سے خارج کرا لیں گے۔ پہلے احمدیوں سے نپٹ لیں۔ دوسروں کی پھر سوچیں گے۔

مولانا علم الدین سالک مرحوم۔ شیعوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ ان کو مسلمانوں میں شامل رہنے دیں گے؟

مولوی صاحب۔ ہم سمجھتے ہیں کہ احمدی لوگ ختمِ نبوت کو نہیں مانتے۔ مگر وہ بانی جماعتِ احمدیہ کو اُمتی نبی اور تابع شریعت محمدی بنا کر اپنے حق میں کچھ منطقی صورت پیدا کر لیتے ہیں۔ شیعہ فرقہ "امام" کو نبی سے بڑا مانتا ہے۔ اور وہ امام کی آمد کا منتظر ہے اس سے حضور سرور کائنات کی دوہری توہین ہوتی ہے۔ یعنی اس کے عقیدہ کے مطابق امام ضرور آئے گا اور امام نبی سے بڑا ہو گا۔ چنانچہ حضرت نعمت اللہ شاہ[1] ولی نے محض اس بنا پر صرف شیعہ فرقہ کو منکر ختمِ نبوت قرار دے کر کافر گردانا ہے۔ شیعوں کے بعد اہلِ حدیث کا نمبر آتا ہے یہ فرقہ حضور سرور کائنات کے مقام کو گھٹاتا اور قبروں کی عزت سے منع کرتا ہے۔ ان قبروں

---

[1] یہ سہو ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی چاہیئے ملاحظہ ہو آپ کی کتاب تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ اکیڈمی شاہ ولی اللہ حیدر آباد ۱۹۶۷ء

میں حضور سرورِ کائنات اور صحابہ اجمعین کے روضے بھی آتے ہیں۔ پھر اس فرقہ کو کس طرح مسلمان شمار کیا جا سکتا ہے ؟ پس مسلمانوں کی مکمل تطہیر اس وقت ہو گی جب احمدی، شیعہ، اہلحدیث تینوں فرقے غیر اسلامی اقلیتیں بنا دی جائیں گی۔ لیکن اس کام کی ابتداء احمدیوں سے ہونی چاہیئے“

مولانا علم الدین سالک فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کی گفتگو جب اس مقام پر پہنچی تو مجھے خیال آیا کہ دیوبندی فرقہ نے بڑے بڑے جید علماء پیدا کیے جنہوں نے اسلام کی عظمت کو چار چاند لگائے اور اب بھی اس کے ایسے علماء موجود ہیں یہ مولوی صاحب خود بھی دیوبندی ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ایک دوسرے دیوبندی مولوی صاحب سے ان کی شدید دشمنی ہے اس لیے میں مولوی صاحب سے کہا :-

” غالباً آپ نے مسلمانوں کے تمام عقائد پر غور نہیں کیا ورنہ شائد آپ بریلوی فرقہ کو بھی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حق میں ہوتے۔ خیر اس بات کو چھوڑیئے۔ آپ یہ فرمائیں کہ فلاں (دیوبندی) مولوی صاحب کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کیا وہ اس قابل ہیں کہ ان کو مسلمانوں کے زمرہ میں رہنے دیا جائے“

اس پر مولوی صاحب بہت جز بز ہوئے اور فرمایا:-

” اس مولوی میں ایمان کا یکسر فقدان ہے۔ اُس سے بھی نپٹ لیں گے مگر سب کے بعد۔ بات اس وقت احمدیوں کی ہو رہی ہے۔ آپ اُن کے خلاف گواہی دیجیئے اور ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دلا کر مسلمانوں کی تطہیر کا آغاز کرا دیجیئے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا“

مولانا علم الدین سالک فرمانے لگے میں نے مولوی صاحب کی گفتگو سے دو نتیجے اخذ کئے۔

۱۔ عقائد کی بنا پر مسلمانوں کے کسی فرقہ کو بھی آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا تو تخریبِ اسلام کی یہ ابتداء ہو گی۔ آئندہ مختلف موقعوں پر کوئی اسلامی فرقہ اس قسم کی انتقامی کارروائی سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ جس سے عالمِ اسلام انتشار کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

۲۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا وار احمدیوں پر ہے۔ اس لیے احمدی فرقہ دوسرے فرقوں بالخصوص شیعہ اور اہلِ حدیث کے درمیان ایک بفر سٹیٹ (Buffer State) کی حیثیت رکھتا ہے۔ احمدی مغلوب ہو گئے اور ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ تو اس کے بعد

دوسرے دو فرقوں کی شامت آنا ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے مولوی صاحب سے معذرت کر دی کہ میں گواہ کے طور پر پیش نہیں ہو سکتا۔ اس منفی کام میں مجھے علیحدہ ہی رہنے دیجئے۔"[1]

بالکل اسی قسم کا ایک واقعہ جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ نے اپنے رسالہ "اقبال اور ملاّ" میں درج کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"پاکستان کی ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے مجھ سے حال ہی میں بیان کیا کہ ایک علمائے اعظم اور عالم مقتدر سے جو کچھ عرصہ ہوا بہت تذبذب اور سوچ بچار کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آ گئے ہیں میں نے ایک اسلامی فرقے کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے فتویٰ دیا کہ ان میں جو غالی ہیں وہ واجب القتل ہیں اور جو غالی نہیں وہ واجب التعزیر ہیں۔ ایک اور فرقے کی نسبت پوچھا جس میں کروڑ پتی تاجر بہت ہیں فرمایا کہ وہ سب واجب القتل ہیں۔ یہی عالم اُن تیس بتیس علماء میں پیش پیش اور کرتا دھرتا تھے جنہوں نے اپنے اسلامی مجوّزہ دستور میں یہ لازمی قرار دیا کہ ہر اسلامی فرقے کو تسلیم کر لیا جائے سوائے ایک کے جس کو اسلام سے خارج سمجھا جائے۔ ہیں تو وہ بھی واجب القتل، مگر اس وقت علی الاعلان کہنے کی بات نہیں موقع آئے گا تو دیکھا جائیگا انہیں میں سے ایک دوسرے سربراہ عالم دین نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے جہاد فی سبیل اللہ ایک فرقے کے خلاف شروع کیا ہے اس میں کامیابی کے بعد انشاء اللہ دوسروں کی خبر لی جائے گی۔"[2]

لاہور میں ذیلی دفتر کا قیام

صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے معاملہ کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی (واقع ٹمپل روڈ لاہور) کے اندر ایک دفتر قائم کر دیا۔ ان دنوں قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ناظر اعلیٰ تھے اور حضرت مصلح موعود نے تحقیقاتی عدالت سے متعلقہ امور کی نگرانی آپ ہی کے سپرد فرما رکھی

---

[1] رسالہ "انقلاب نو"۔ لاہور۔ جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳۵ ص نمبر ۳۳ یکم اپریل تا ۳۱ اپریل ۱۹۷۴ء

[2] "اقبال اور ملاّ" طبع ہفتم ص ۱۸۔۱۹، ناشر بزم اقبال، نرسنگھ داس گارڈن، کلب روڈ، لاہور۔

تھی۔ آپ نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ناظر امور عامہ کی معیت میں اپنے اہم فرائض کو سات آٹھ ماہ تک جس بصیرت، خوش اسلوبی اور جانفشانی سے ادا کیا اس کا اندازہ صرف وہی مخلصین جماعت لگا سکتے ہیں جنہیں اس زمانے میں آپ کے ماتحت کام کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ علاوہ ازیں اس دور کے ریکارڈ میں آپ کے قلم مبارک سے جو ہدایات اور ارشادات اور خط و کتابت موجود ہے اُس سے قطعی طور پر پتہ چلتا ہے کہ آپ نے حضرت المصلح الموعود کے احکام کی بجاآوری میں جزئیات اور تفصیلات تک کو بھی ملحوظ رکھا ہے بلاشبہ یہ ایک عظیم معرکہ تھا جس میں آپ کی عظیم الشان خدمات ہمیشہ زریں الفاظ سے لکھی جائیں گی۔

جناب منظور احمد صاحب[1] قریشی کا تحریری بیان ہے کہ:-

"جماعت احمدیہ نے جن دنوں اپنا کیس تحقیقاتی عدالت کے روبرو پیش کیا میں اس زمانہ میں چوک نسبت روڈ لاہور پر بطور ٹائپسٹ کام کرتا تھا۔ ہماری جماعت نے مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت لاہور کی کوٹھی واقع ۱۳۔ ٹمپل روڈ لاہور میں اپنا دفتر قائم کیا ہوا تھا۔ جماعت کو بعض ٹائپسٹ کی ضرورت پیش آئی تو لاہور سے مجھے اور ایک اور صاحب خلیل احمد قریشی (پنجاب سیکرٹریٹ) کو اور ربوہ سے حسن محمد خاں صاحب عارف کو بلوایا گیا۔

ہم روزانہ صبح کوٹھی پر پہنچ جاتے تھے۔ ہمیں مسودہ دیا جاتا تھا اور ہم اسے ٹائپ کرتے جاتے تھے اور پھر اصلاح کر کے دوبارہ ٹائپ کرایا جاتا تھا۔ ٹائپ شدہ مسودہ پر حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور ملک عبدالرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ گجرات وغیرہ

---

[1] والد ماجد ڈاکٹر قریشی لطیف احمد صاحب ہارٹ سپیشلسٹ "فضل عمر ہسپتال" ولادت ۱۵ جولائی ۱۹۱۳ء۔ مولد ریاست الور، تعلیم اجمیر شریف میں حاصل کی۔ پھر فوج میں ملازم ہو گئے قیام پاکستان کے بعد لاہور آگئے ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۶ مارچ ۱۹۸۷ء تک لاہور میں ٹائپ کا کام کیا۔ آپ کے ادارہ کا نام ٹائپ کارنر تھا۔ آپ مولانا عبدالمالک خاں صاحب مربی سلسلہ کے سمدھی ہیں۔ آج کل آپ اپنے صاحبزادہ قریشی لطیف احمد صاحب کی کوٹھی ۱۸/۵۳ دارالعلوم وسطی ربوہ میں قیام پذیر ہیں۔

نظرِ ثانی فرماتے اور تصحیح و ترمیم اور اضافہ کے بعد اسے دوبارہ ٹائپ کیا جاتا تھا۔ یہ کام رات گئے تک ہوتا رہتا تھا۔ تقریباً دس روز تک یا زیادہ ہم صبح سے شام تک کام کرتے رہتے تھے۔

ہم تینوں نے تمام ٹائپ کا کام ہاتھ میں لے لیا۔ مسودے بنتے رہے اور ٹائپ ہوتے رہے۔ مگر جو بیان صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے دائر ہونا تھا وہ میرے حوالے کیا گیا اور مَیں نے اُسے بہت ہی احتیاط سے ٹائپ کیا اور وہی داخلِ عدالت کیا گیا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد اور شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت لاہور نے میری بہت تعریف کی اور میرے کام کو بہت پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے مجھے یہ سعادت عطا کی اور مجھے ان بزرگوں کی دعاؤں میں شامل کیا۔

محترم شیخ صاحب نے مجھ سے کئی مرتبہ ٹائپ کا معاوضہ لینے کے لیے اصرار فرمایا لیکن مَیں نے قطعی انکار کر دیا کہ یہ سلسلہ کا مبارک کام تھا اور اس کے ثواب میں حصہ دار ہونا میرے نزدیک ایک عظیم سعادت تھی۔"[1]

حضرت سیدنا المصلح الموعود کی خدمتِ اقدس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

سیدنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج شیخ بشیر احمد صاحب کا خط لاہور سے آیا ہے کہ کام کی سہولت کے لیے مختلف شعبوں کے انچارج نامزد ہو جانے چاہئیں تا ذمہ داری کا زیادہ احساس ہو اور باہم تعاون بھی رہے۔

انتظام تو پہلے سے موجود ہے لیکن اگر حضور پسند فرماویں تو کیا زیادہ تعین کیساتھ مندرجہ ذیل تنظیم جاری کر دی جائے؟

---

[1] تحریری بیان مورخہ ۳ جولائی ۱۹۹۰ء

۱۔مرکزی دفتر کا انچارج ناظر اعلیٰ بمعیت ناظر امور خارجیہ

(ارشاد حضرت مصلح موعودؓ "درست ہے")

۲۔مقدمہ کی قانونی پیروی کے انچارج شیخ بشیر احمد صاحب بمعیت چوہدری اسد اللہ خان صاحب جو شیخ صاحب کی غیر حاضری میں انچارج بھی ہوں گے۔عمومی نائب خادم صاحب[1] ہوں گے۔

("درست ہے بشرطیکہ میری سکیم میں رخنہ نہ پڑے" ارشاد حضرت مصلح موعود)

۳۔دینی اور علمی حوالہ جات و تبصرہ جات کے انچارج شمس صاحب[2] بمعیت مولوی ابو العطاء صاحب و مولوی صدیق صاحب۔خادم صاحب بھی حسب ضرورت امداد کریں گے۔

("درست ہے" ارشاد حضرت المصلح الموعود)

۴۔دفتر کے انچارج چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب۔نقول کے حصول کا کام بھی انہی کے سپرد ہوگا۔

("درست ہے" ارشاد حضرت مصلح موعودؓ)

---

[1] خالد احمدیت ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم گجراتی (ناقل)

[2] صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی سالانہ رپورٹ ۵۴-۱۹۵۳ء ص ۱۱ میں لکھا ہے۔

"فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی کارروائی کے سلسلہ میں ۱۹۴۷ء سے قبل کے اخبارات و رسائل قادیان سے منگوائے گئے اور ان میں سے مفید مطلب حوالہ جات عدالت میں پیش کرنے کے لیے مہیا کئے گئے۔

نیز تحقیقاتی عدالت کی کارروائی کے سلسلہ میں علماء سلسلہ و طلباء جامعۃ المبشرین ربوہ و طلباء جامعہ احمدیہ احمد نگر کثرت سے تلاش حوالہ جات کی غرض سے لائبریری میں آتے رہے جنہیں مطلوبہ لٹریچر بہم پہنچایا جاتا رہا۔اس سلسلہ میں لائبریری کا تمام عملہ کئی کئی گھنٹے دن کو اور رات کو بھی زائد وقت دیتا رہا اور لائبریری کھلی رکھی جاتی رہی عدالتی کارروائی کے سلسلہ میں مولوی محمد صدیق صاحب انچارج لائبریری اور ایک مددگار کارکن لائبریری (سلیم اللہ صاحب) بہت ہی ضروری کتب لے کر اکتوبر ۱۹۵۳ء سے ۱۱ مارچ ۱۹۵۴ء تک پانچ ماہ لاہور میں رہے اور وہاں دن رات کام میں مصروف رہے۔اس عرصہ میں دن اور رات کے کس حصہ میں جب بھی ضرورت پڑی۔ربوہ سے لائبریری کے کارکنان لاہور کتب بھجواتے رہے۔"

۵۔ تمام کام حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ کی ہدایات کے ماتحت اور حضور کے استصواب کے ساتھ کیا جائے گا۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد ۱۷/۹/۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شیخ بشیر احمد صاحب کے ایک سابقہ خط کی بنا پر تنظیم اور تقسیم کار کے متعلق حضور کی ہدایات کی روشنی میں ایک نوٹ تیار کر کے جملہ کارکنان کی خدمت میں بھجوایا گیا ہے۔ اس پر شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنے تازہ خط مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۵۲ء (غ بیل) دو امور کے متعلق مزید وضاحت چاہی ہے تا کام میں مزید سہولت پیدا ہو تے کا رستہ کھلے۔

۱۔ پہلی بات شیخ صاحب یہ چاہتے ہیں کہ چونکہ وہ مقدمہ کی قانونی پیروی کے انچارج ہیں اور انہوں نے عدالت میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے پیروی کرنی ہوتی ہے اس لیے اس امر کی صراحت ہونی چاہیئے کہ اگر کسی امر میں قانونی تکمیل کی غرض سے شیخ صاحب کوئی بات شمس صاحب یا چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب سے کہیں تو وہ اس کی تعمیل کریں تا کام میں روک اور تعویق نہ پیدا ہو۔

میرے خیال میں یہ درست ہے اس کی صراحت کر دینی چاہیئے باقی رہا دینی امور کی حفاظت کا سوال سو وہ ذیل کے حصہ میں آجاتی ہے۔

۲۔ دوسری وضاحت یہ چاہتے ہیں کہ شیخ صاحب کی قانونی قیادت کے متعلق جو حضور کا یہ نوٹ ہے کہ:۔

" درست ہے بشرطیکہ میری سکیم میں رخنہ نہ پڑے۔"

اس سے کیا مراد ہے تا شیخ صاحب پوری پابندی اختیار کر سکیں سو اس کے متعلق بھی بات واضح ہے کہ حضور کی طرف سے اس وقت تک جو ہدایات جاری ہو چکی ہیں یا آئندہ ہوں وہی حضور کی سکیم ہے مثلاً:۔

(الف) عدالت کے سات سوالوں کے جواب میں جو کچھ حضور کی منظوری کے بعد عدالت کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس کی روح اور مقصد کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔

(ب) جماعت اور خلافت کے وقار کے خلاف کوئی بات نہ کہی جائے۔

(ج) اگر فریقِ مخالف کی طرف سے کوئی مزعومہ تضاد حضور اور حضرت مسیح موعودؑ کے بیانات میں پیش کیا جائے یا حضور کی اپنی تحریروں اور اعلانوں میں کوئی مزعومہ تضاد پیش کیا جائے تو ایسے تضاد کو تسلیم نہ کیا جائے اور بہر حال ایسے امر کا جواب حضور سے پوچھ کر دیا جائے۔

(د) دینی اور مذہبی امور اور حوالہ جات کو پیش کرتے ہوئے چوہدری اسد اللہ خان صاحب کو آگے کر دیا جائے یا وہ نہ ہوں تو خادم صاحب اور شمس صاحب کے مشورہ سے کام کیا جائے۔

وغیرہ وغیرہ مطابق ہدایت بالا کہ کوئی بات حضور کی کسی جاری شدہ ہدایات کے خلاف نہ ہو۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد ۲۹/۹/۵۳

(ارشاد حضرت مصلح موعود)

"میرے نزدیک تو ٹھیک جواب ہے"۔

شیخ صاحب۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب۔ درد صاحب۔ خادم صاحب۔ شمس صاحب اور چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب کے نام ہدایت جاری کی گئی۔

مرزا بشیر احمد ۳۰/۹/۵۳

جماعت احمدیہ کا لائحہ عمل تحقیقاتی عدالت کے طریق کار کی روشنی میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے ابتداء ہی میں ایک مفصل لائحہ عمل مرتب کر لیا تھا جو حسب ذیل الفاظ میں تھا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تحقیقاتی کمیشن برائے گزشتہ فسادات کے متعلق جماعت احمدیہ کا لائحہ عمل

جون و جولائی ۱۹۵۳ء

حکومت پنجاب نے جو تحقیقاتی کمیشن گزشتہ فسادات کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور کمیشن نے اپنے کام کے متعلق جو طریق کار تجویز کر کے شائع کیا ہے ۔

اس کے ماتحت کمیشن کے سامنے جماعت احمدیہ کی صحیح پوزیشن واضح کرنے اور جماعت کی مظلومیت کو آشکار کرنے کے لیے مندرجہ ذیل لائحہ عمل تجویز کیا گیا ہے ۔

۱۔ پنجاب کے جن اضلاع میں فسادات کا زور رہا ہے اور جماعت کے افراد کے خلاف عملی اقدامات کر کے جانوں یا مالوں کو نقصان پہنچایا گیا ہے ۔ (یعنی لاہور ۔ لائل پور ۔ سیالکوٹ ۔ گوجرانوالہ راولپنڈی ۔ ملتان اور منٹگمری) ان کے امراء کو پہلے بھی لکھا جا چکا ہے اور مزید تاکید سے لکھا جائے کہ وہ اپنے علاقہ میں فسادات کے موجبات (قریب وبعید) اور فسادات کی نوعیت اور فسادات کے دوران میں جماعت احمدیہ کے جانی اور مالی نقصانات وغیرہ وغیرہ کے بارے میں مکمل اور تفصیلی رپورٹ کریں ۔ یہ رپورٹ ۱۰ جولائی ۱۹۵۳ء تک ضرور مرکز میں پہنچ جائے ۔ اس رپورٹ میں مخالفوں کی کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں اور اشتعال انگیزیوں اور ان کے نتائج کو اچھی طرح بے نقاب کیا جائے ۔ اور نیز بتایا جائے کہ کون کون لوگ اس فتنہ میں پیش پیش رہے ہیں ۔

۲۔ خاص آدمی مقرر کر کے مخالفوں کے اخبارات اور رسائل وغیرہ سے ایسی تحریریں مع ضروری حوالہ جات جمع کی جائیں جن میں جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیز پراپیگنڈا کیا گیا ہو ۔ اور افرادِ جماعت کے خلاف عوام الناس کو بھارا اور اکسایا گیا ہو ۔ ایسے حوالہ جات خصوصیت سے ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء سے تعلق رکھنے والے جمع کیے جائیں تا مخالفوں کی اشتعال انگیزی بالکل عریاں ہو جائے نیز حضرت امام جماعت کو جو دھمکی آمیز خطوط آتے رہے ہیں اور ان میں سے بعض کی رپورٹ حکومت کو بھجوائی جاتی رہی ہے اس کا ریکارڈ جمع کیا جائے ۔

۳۔ صیغہ نظارت امور عامہ وخارجہ ربوہ اپنے موجودہ ریکارڈ سے مدد لینے کے علاوہ اوپر کی ہر دو قسم کے مواد سے مدد لے کر کمشن کے اعلان کے مطابق دو قسم کی مفصل رپورٹیں تیار کرے جن میں سے ایک رپورٹ میں فسادات کے موجبات اور محرکات اور بواعث (قریب وبعید) کی مکمل تشریح اور تعین درج کی جائے ۔ اور جماعت کی مظلومیت کو آشکارا کیا جائے اور بتایا جائے کہ ختم نبوت وغیرہ کے مقدس عقیدہ کو (جس پر جماعت احمدیہ دل وجان سے ایمان لاتی ہے) محض ایک بہانہ بنایا گیا ہے ۔ ورنہ مخالفین کی اصل غرض جماعت احمدیہ کے خلاف عوام الناس کو اکسا کر اپنے مخصوص مفاد حاصل کرنا اور جماعت کو نقصان پہنچانا تھی ۔ حالانکہ جماعت احمدیہ ختم نبوت کے عقیدہ پر پورا پورا ایمان لاتی ہے ۔ اور ساتھ

ستر سال اپنے عقائد کی معقول تشریح پیش کرتی چلی آئی ہے۔ یہ بھی اشارہ کر دیا جائے کہ مجلس احرار کی اصل غرض پاکستان کو کمزور کرنا اور ہندوستان کے لیے رستہ صاف کرنا تھی دوسری رپورٹ میں گزشتہ فسادات میں جماعت کے جانی و مالی نقصانات کی تفصیل صحیح صحیح صورت میں پیش کی جائے یہ دو رپورٹیں ۱۰ر جولائی ۱۹۵۳ء تک مکمل ہو کر ان پر بحث ہو جانی چاہیئے۔ اس لیے یہ کام بلا توقف شروع کر دینا چاہیئے۔

۴۔ نظارت امور عامہ جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش ہونے کے لیے ایک قابل وکیل مقرر کرے۔ (چوہدری اسد اللہ خانصاحب یا شیخ بشیر احمد صاحب یا کوئی اور) جو مکمل تیاری کے بعد جماعت کی طرف سے مقررہ تواریخ پر پیش ہو۔ اس وکیل کی مدد کے لیے دو جونیئر وکیل (چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب اور شیخ نور احمد صاحب) بطور سولیسٹر مقرر کیے جائیں۔ جو تمام ضروری ریکارڈ اور شہادات کا مطالعہ کر کے وکیل کی بحث کے لیے مواد تیار کرے۔ حسب ضرورت ملک عبد الرحمٰن صاحب خادمؔ سے بھی مدد لی جائے۔

۵۔ جماعت کی طرف سے چند سمجھ دار اہل الرائے اور باحیثیت اصحاب کو بطور گواہ تیار کیا جائے جو کمیشن کے سامنے پیش ہو کر فسادات کے موجبات اور تفصیلات اور جماعت کے نقصانات وغیرہ کے بارہ میں شہادت دیں۔ اس گواہی کے لیے ناظر صاحب امور عامہ (درد صاحب) میاں ناصر احمد صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب یا شیخ بشیر احمد صاحب (یعنی ان دونوں میں سے جو بطور وکیل مقرر ہو اس کے علاوہ دوسرا) چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ سیالکوٹ۔ شیخ محمد احمد صاحب لائلپور۔ میر محمد بخش صاحب گوجرانوالہ۔ میاں عطاء اللہ صاحب پنڈی۔ چوہدری محمد شریف صاحب منٹگمری (برائے اوکاڑہ) اور ملتان کا کوئی نمائندہ۔ مثلاً عبد الرحمٰن صاحب کلاتھ مرچنٹ یا میاں عبد الرحیم صاحب پراچہ اور ملک عبد الرحمٰن صاحب خادمؔ، درد صاحب اور خادم صاحب عمومی گواہ ہوں گے اور باقی اپنے اپنے علاقہ کے مخصوص گواہ ہوں گے۔ ان کی طرف سے بروقت درخواست بھجوا دینی چاہیئے۔ اسی طرح اگر کوئی باحیثیت شریف غیر احمدی گواہ مختلف علاقوں سے تیار کئے جا سکیں تو اس کے لئے ضروری کوشش کی جائے۔ ایسے لوگوں کی جماعت کے حق میں گواہی بہت مفید ہو سکتی ہے۔ ایسے احباب اپنی شہادت براہ راست پیش کریں۔

۶۔ وکلاء اور گواہ صاحبان تیاری میں مندرجہ ذیل امور کو خصوصیت سے مد نظر رکھیں۔

(الف) فسادات کا پس منظر کیا تھا اور وہ کونسی وجوہات تھیں جنہوں نے بالآخر فساد کی صورت پیدا کر دی رپریس۔ خطبات، خفیہ ریشہ دوانیوں وغیرہ سب کو مدنظر رکھا جائے۔

(ب) فسادات کی نوعیت اور تفصیل کیا تھی اور فسادیوں کا طریقِ کار کیا تھا۔ جس سے منظّم اور سوچی سمجھی ہوئی سکیم پر روشنی پڑتی ہو۔

(ج) کون کون سے لوگ فسادات میں پیش پیش تھے اور ان کا طریقِ کار کیا تھا۔

(د) فسادات کیساتھ احرار اور مودودیوں کا خاص تعلق کیا رہا ہے۔

(ھ) علاقہ میں احمدیوں کا جانی اور مالی نقصان کیا ہوا ہے ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۳ء ہر دو کے متعلق تفصیل تیار ہونی چاہیئے۔

(و) علاقہ کے کن کن احمدیوں کو جبر اور تشدد سے احمدیت سے منحرف کیا گیا۔

(ز) فسادات کے دوران میں علاقہ کے سرکاری حکام کا رویہ کیا رہا۔

(ح) علاقہ کے شریف غیر احمدی احباب کا شریفانہ رویہ کیا رہا۔

(ط) آئندہ کے متعلق امکانی خطرات اور ان کے انسداد کے لیے کیا تجاویز مناسب ہیں۔

۷۔ چونکہ کمشن نے پندرہ جولائی تک رپورٹیں اور گواہوں کے نام مانگے ہیں اس لیے رپورٹیں ۱۰ جولائی تک تیار ہو جانی چاہیئں اور گواہوں کی طرف سے درخواست چلی جانی چاہیئے تا اس کے بعد ایک دو دن میں وکلاء اور دیگر واقف کاروں سے مشورہ کر کے بروقت داخل کرائی جاسکے۔ وکلاء اور گواہوں کو بلا توقف تیاری کی ہدایت بھجوا کر (ایک اطلاع پہلے بھی جاچکی ہے) کام پر لگا دیا جائے۔ اور ان کے کام کی مسلسل نگرانی رکھی جائے تا کسی قسم کی غفلت نہ ہو۔

۸۔ معاوضہ پر کام کرنے والوں کے ساتھ ان کے معاوضہ کا ابھی سے فیصلہ کر لینا چاہیئے تا بعد میں کوئی غلط فہمی نہ پیدا ہو مثلاً وکیل (چوہدری اسد اللہ خانصاحب یا شیخ بشیر احمد صاحب) اور جونیئر وکیل (شیخ نور احمد صاحب) کے معاوضہ کا فیصلہ کیا جاوے اور حضرت صاحب یا انجمن سے بروقت منظوری حاصل کر لی جائے۔

۹۔ جملہ کارروائی کے ساتھ ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں رپورٹ بھجوائی جاتی رہے۔

۱۰۔ یہ لائحہ عمل صرف سرسری ہے۔ جو مجمل صورت میں تیار کیا گیا ہے۔ دفتر مرکزی اور وکلاء اور گواہان

اور امراء صاحبان کا یہ فرض ہوگا کہ کمشن کی ٹرمز آف ریفرنس دیکھ کر اور پھر کمشن کے تجویز کردہ طریق کار کا مطالعہ کر کے جو مزید کارروائی ضروری ہو وہ بروقت سرانجام دے کر عنداللہ ماجور ہوں تا دنیا پر جماعت احمدیہ کی برأت اور مظلومیت ثابت ہو اور مخالفین کے مظالم آشکارا ہو جائیں۔

بحث کے خطوط کا مختصر خاکہ

صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اس مسئلہ پر بھی گہرا غور و فکر کیا کہ وکلائے احمدیت کی طرف سے بحث کی لائن کیا ہونی چاہیئے؟؟ اس سلسلہ میں جو مختصر خاکہ تیار کیا گیا وہ درج ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عدالتی کمشن کے لئے بحث کی لائن کا مختصر خاکہ

۱ ۔ اسلام اور احمدیت کی باہمی نسبت کیا ہے؟ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ اسلام ہی کے احیاء اور تجدید کا دوسرا نام ہے ۔

۲ ۔ بانی سلسلہ احمدیہ کا منصب اور جماعت کے عقائد (مسیح اور مہدی کا عقیدہ) بانی سلسلہ کی بعثت قرآن اور حدیث کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوئی ہے ۔

۳ ۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے کب دعوےٰ کیا؟ جماعت احمدیہ کے آغاز کی تاریخ اور مولویوں کی مخالفت کی ابتداء اور ناگوار فتوے بازی ۔

۴ ۔ اُمّتِ محمدیہ میں وحی اور الہام کا سلسلہ

۵ ۔ نزولِ جبرئیل اور وحی کی اقسام

۶ ۔ بانی سلسلہ احمدیہ کا ظلی اور اُمّتی نبوت کا دعویٰ اور عقیدہ ختمِ نبوت کی تشریح

۷ ۔ سابق علماء اسلام کی طرف سے ختمِ نبوت کی تشریح ۔ ہر زمانہ سے مثالیں پیش کی جائیں ۔

۸ ۔ مسیلمہ کذّاب کے خلاف جنگ کی بنیاد بغاوت اور تشریعی نبوت کا دعویٰ تھی نہ کہ کچھ اور ۔

۹ ۔ کفر و اسلام غیر احمدیوں کی حقیقت ۔ اسلام اور کفر کی دو تعریفیں ہیں ۔ ایک ظاہری اور ایک حقیقی ۔

۱۰ ۔ کفر کے فتویٰ میں غیر احمدیوں کی طرف سے ابتداء ہوئی ۔

۱۱ ۔ خدا کے نزدیک آخرت میں قابل مواخذہ ہونے کا اصول محض عقیدہ کا غلط ہونا نہیں بلکہ صاحب عقیدہ پر اتمام حجت اور عقیدہ میں دیانتداری ہے ۔

۱۲ ۔ اقتداء نماز کا مسئلہ ۔ اور اس میں بھی غیر احمدیوں کی طرف سے ابتداء ہوئی نماز میں بہر حال زیادہ متقی امام کو ترجیح دی جاتی ہے ۔

۱۳ ۔ جنازہ کا مسئلہ اور اس میں بھی غیر احمدیوں کی طرف سے ابتداء ہوئی ۔

۱۴ ۔ احمدیوں کے جنازوں کے ساتھ غیر احمدیوں کا اخلاق سوز سلوک ۔

۱۵ ۔ رشتہ ناطہ کا مسئلہ اور اس میں بھی غیر احمدیوں کی طرف سے ابتداء ہوئی رشتہ میں خیالات اور عقائد کی ہم آہنگی دیکھی جاتی ہے ۔

۱۶ ۔ جہاد کے مسئلہ کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ جماعت احمدیہ کے نزدیک کوئی اسلامی حکم منسوخ نہیں اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے ۔

۱۷ ۔ سخت کلامی کے الزام کی تردید اور تشریح اور اس بارے میں خود بانی سلسلہ احمدیہ کا اعلان ۔

۱۸ ۔ حضرت مسیحؑ ناصری اور امام حسینؓ کی ہتک کا غلط الزام اور اس کی تشریح ۔

۱۹ ۔ آنحضرت صلعم پر فضیلت کا مفتریانہ الزام ۔ آپ کے مقابل پر بانی سلسلہ احمدیہ کا مقام خادم اور شاگرد کا تھا ۔

۲۰ ۔ ملک میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کا باطل الزام اور اس کی تردید ۔

۲۱ ۔ کوئٹہ کا خطبہ اور ملازمتوں پر قبضہ کرنے کا غلط الزام اور اس کی تشریح ۔

۲۲ ۔ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ سازباز کا اتہام اور برطانیہ کی وفاداری کی تشریح اور اس بارے میں جماعت کا اصولی نظریہ ۔

۲۳ ۔ پاکستان بننے کی مخالفت کا الزام ۔ جماعت نے ہر حال میں مسلمانوں کا ساتھ دیا ۔

۲۴ ۔ متوازی حکومت قائم کرنے کا الزام ۔ جماعتی تنظیم سے غلط استدلال ۔

۲۵ ۔ ربوہ کا مرکز علیحدہ قائم کرنے کا سوال ۔ مرکز کا قیام جماعتی تنظیم کا حصہ ہے مگر پھر بھی ربوہ

کی رہائش مقررہ شرائط کے ماتحت دوسروں کے لیے بھی کھلی ہے ۔

۲۶ ۔ قتلِ مرتد کا مسئلہ ۔ مرتد کے لفظ کی تشریح ۔

۲۷ ۔ جماعت احمدیہ کا حق شہریت اور شہریت کا اسلامی نظریہ ۔

۲۸ ۔ ہر جماعت کو اپنے عقائد اور خیالات کی تبلیغ کا حق ہے ۔ تبلیغ کے متعلق جماعت احمدیہ کا پُرامن نظریہ ۔ خیالات کا پُرامن تبادلہ ملک کی ذہنی اور علمی اور عملی ترقی کے لیے مفید ہے (اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ) ۔

۲۹ ۔ جماعت احمدیہ کی شاندار اسلامی خدمات (اندرونِ ملک میں اور بیرونِ ملک میں) ۔

۳۰ ۔ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کے متعلق غیر از جماعت لوگوں کے تعریفی اعلانات ۔

۳۱ ۔ جماعت احمدیہ کی مخالف پارٹیاں اور ان کی ہم آہنگی ۔

۳۲ ۔ جماعت اسلامی کے نظریات اور امن شکن کارروائیاں ۔

۳۳ ۔ احرار اور مجلس عمل کے نظریات اور امن شکن کارروائیاں ۔

۳۴ ۔ راست اقدام کے نظریہ کی حقیقت اور اسلام کی رو سے اس کا عدمِ جواز ۔

۳۵ ۔ گزشتہ فسادات میں جماعت اسلامی اور احرار اور مجلسِ عمل کی ذمہ داری ۔

۳۶ ۔ فسادات کا بروقت انسداد نہ کرنے کے متعلق حکومت کی ذمہ داری (اور صوبہ کی حکومت کی خاص ذمہ داری ۔)

۳۷ ۔ فسادات ایک منظّم اور سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت ہوئے ۔

۳۸ ۔ فسادات کا بھیانک نقشہ اور اگر خدانخواستہ یہ فسادات کامیاب ہوتے ۔ تو ان کے نتائج ملک کے لیے تباہ کن ہوتے ۔

۳۹ ۔ اگر حکومت وقت پر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتی تو سول انتظام کے ماتحت بھی فسادات کا انسداد کر سکتی تھی مگر حالاتِ پیش آمدہ میں مارشل لاء کا نفاذ ناگزیر ہوگیا ۔

۴۰ ۔ اس قسم کے فسادات کا بیرونی دنیا پر انتہائی طور پر ناگوار اثر ۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات

حضرت اقدس المصلح الموعود نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنے خطوط میں قدم قدم پر بیش بہا اور قیمتی ہدایات

سے نوازنا۔ مثلاً ۱۳ راگست ۱۹۵۳ء کو تحریر فرمایا :۔

۱۳/۸/۵۳ عزیزم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"یہ موقعہ ایسا ہے کہ ایک ایسا ہی شخص جماعت کی نمائندگی کر سکتا ہے جس کا دل گداز اور ایمان سے پُر ہو بغیر ایمان کی زیادتی اور عقیدت کی فراوانی کے کوئی شخص اس فرض کو اس وقت ادا نہیں کر سکتا۔ کمیشن کی کارروائی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اور ان کے خلفاء کے رویہ اور نیتوں کے متعلق حملے کیے جائیں گے.......... اس وقت تو وہ شخص کھڑا ہونا چاہیئے جس کا دل سلسلہ کی غیرت سے بھرپور ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ کی ہتک کی باتوں کو دیکھ کر پاؤں سے سر تک شعلہ اٹھتا ہوا محسوس کرے بات کرتے وقت اس کی آواز میں لرزش اور آنکھوں میں چمک اور پانی ہو یہ وہ شخص ہے جو اس وقت کا حق ادا کر سکتا ہے .... ہم حق پر ہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہم کسی سے ڈرتے نہیں نہ کسی انجام سے خوف کرتے ہیں لیکن بات کو صحیح طور پر پیش کرنا ہمارے ذمہ ہے اور خدا تعالیٰ کے آگے ہمیں جواب دینا پڑے گا"

حضرت مصلح موعود کا ایک اہم مکتوب

اس سلسلہ میں سیدنا حضرت مصلح موعود کا درج ذیل مکتوب خاص اہمیت رکھتا ہے یہ مکتوب حضور نے اپنے حرم حضرت سیدہ اُم متین صاحبہ مدظلہا العالی کو املاء کرایا تھا۔ جو سندھ سے ۷ رجولائی ۱۹۵۳ء کو موصول ہوا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ نذیر علی صاحب آئے۔ تین خط انہوں نے دیئے سول پہلے پڑھ چکا تھا۔ کورٹ کے ڈیکلریشن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس انکوائری کا مقصد اس سے زیادہ سمجھتے ہیں جتنا کہ گورنمنٹ کے اعلان سے معلوم ہوتا تھا اور اس انکوائری میں خطرہ ہے کہ بعض لوگ بات کو بگاڑ کر اس انکوائری کو مذہبی اختلاف اچھالنے کا موجب نہ بنائیں۔ جج دونوں ہوشیار ہیں لیکن بعض دفعہ وکلاء ہوشیار ججوں کو بھی اِدھر سے اُدھر لے جاتے ہیں.........

ہماری طرف سے یہ مواد پوری طرح مہیا ہونا چاہیئے کہ دو تین سال سے یہ کارروائی ہو رہی تھی مگر حکومت نے کچھ نہیں کیا کوئٹہ کا قتل سب سے پہلے ہوا۔ جلسہ خلیفۃ المسیح کے گھر کے سامنے کیا گیا اس میں تقریریں یہ کی گئیں کہ مرزا صاحب نے تو ایسے دعوے نہیں کیے تھے مگر ان کے لڑکے نے ایسی

باتیں کرنی شروع کیں کیونکہ وفات یافتہ کے متعلق لوگوں کے جوش کام نہیں آ سکتے لیکن زندوں کے متعلق آ سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک احمدی ڈاکٹر میجر محمود جو کسی مریض کو دیکھ کر آ رہا تھا اور جس نے ہجوم دیکھ کر اپنی کار کھڑی کر لی تھی مشتعل ہجوم نے پہچان کر ہزاروں آدمیوں کے جلسے سے صرف چند گز کے فاصلہ پرلے جا کر مار دیا۔ لیکن باوجود اس کے کہ واقعہ جلسہ گاہ کے قریب ہوا ہزاروں آدمیوں کے پاس ہوا پھر مجرم نہیں پکڑے گئے۔ پھر اوکاڑہ میں ایک احمدی کو مار دیا گیا یہ بھی مولویوں کے اُکسانے پر ہوا خود مجرم نے اقرار کیا کہ مولویوں نے کہا تھا کہ ان لوگوں کو ختم کرنا ثواب کا کام ہے۔ اس کے بعد راولپنڈی میں واقعہ ہوا۔ دن دھاڑے ایک احمدی کو جاتے ہوئے پبلک سیر گاہ پر مار دیا گیا اور وہاں بھی وہی وجہ احمدیوں کے اشتعال دلانے کی تھی یہ چار قتل چار سال میں ہوئے اور ایک نوعیت کے ہوئے لیکن جو انگیخت کرنے والے تھے اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی بلکہ ان کی امداد کی گئی۔ چنانچہ مولوی عبدالرحیم صاحب درد دو سال ہوئے غیاث الدین صاحب کو جو اس وقت گورنر کے سیکرٹری تھے ان کو ملے تو انہوں نے بتایا کہ آپ لوگ قربان علی خان صاحب انسپکٹر جنرل پولیس سے بھی ملیں انہوں نے بڑے زور سے گورنمنٹ میں رپورٹ کی ہے کہ جب تک منبع کو نہیں پکڑا جائے گا۔ یہ فسادات دور نہیں ہوں گے۔ احمدی کم ہیں اگر عوام الناس نے مولویوں کے جوش دلانے پر ایک ایک احمدی کو مارا اور خود پھانسی بھی چڑھ گیا تو نتیجہ کیا نکلے گا نہ انصاف قائم ہوگا نہ امن۔ جو لوگ اُکسا رہے ہیں اُن کو پکڑنا چاہیئے چنانچہ ان کی تحریک پر احمدیہ جماعت کا ایک وفد قربان علی خان صاحب سے بھی ملا اور انہوں نے اسی کے خیالات کا اظہار کیا (اس وفد میں غالباً شیخ بشیر احمد صاحب اور درد صاحب شامل تھے وہ تفصیلات بتا سکتے ہیں) اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو غیاث صاحب کا نام چھوڑا جا سکتا ہے۔ کیونکہ شاید ان پر الزام آئے کہ گورنمنٹ سیکرٹ آؤٹ کئے ہیں) لیکن باوجود ان تمام کوششوں کے نتیجہ کچھ نہ نکلا اور گورنمنٹ نے کوئی ایکشن نہ لیا اور جب چیف سیکرٹری سے ہمارے وفد ملے تو انہوں نے کہا کہ وہ قانون لاؤ جس کے ماتحت ہم اڈیٹروں یا لیڈروں کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں جب کہا گیا کہ قانون کے ذمہ دار تو آپ ہیں تو انہوں نے کہا کہ کوئی عام قانون نہیں جس کے ماتحت ہم ان لوگوں پر ہاتھ ڈال سکیں اور خاص قانونوں کو ہم استعمال نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس سے اشتعال بڑھے گا۔ جب ۱۹۵۲ء کے وسط میں ۱۴۴ دفعہ لگائی گئی تو مختلف مقامات

کے وفد جب حکومت کے افسروں سے ملے تو انہوں نے بتایا کہ ہم کو ایک طرف یہ اختیارات دیئے گئے ہیں دوسری طرف ہم کو موثر قدم اٹھانے سے روکا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیفٹی ایکٹ کو استعمال نہیں کرنا جو ۱۴۴ دفعہ توڑے اگر مناسب ہو تو اس کے خلاف قدم اٹھانا ہے۔ چند دنوں کے بعد ہی اس ہدایت کو واپس لے لیا گیا اور دولتانہ صاحب نے اعلان کیا کہ ہم نے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی تھی جو قدم اٹھایا ہے ضلع کے افسروں نے اپنی ذمہ داری سے اٹھایا ہے (یہ تقریر چھپی ہوئی سے تلاش کریں) چنانچہ فوراً سب لوگ چھوڑ دیئے گئے اور شورش پھر تیز ہونی شروع ہو گئی جب افسران ضلع کو پھر توجہ دلائی گئی تو بعض افسران نے تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ کوئی شور وغیرہ نہیں ہے۔ آپ کو وہم ہے۔ ضلع گوجرانوالہ کے D. C نے صاف لفظوں میں ہمارے وفد سے کہا کہ شورش ہے لیکن ہم کچھ کرنے کو تیار نہیں ہم نے جب امن قائم کرنا چاہا تو ہم کو پبلک کی نظروں میں ذلیل کر دیا اور علی الاعلان حکومت نے پردے پر دے ہیں ہمیں Condemnd کیا اب جو کچھ کہنا ہے جا کر پنجاب حکومت سے کہو ہم کچھ کرنے کو تیار نہیں اور آخر میں یہاں تک کہا کہ بے شک جا کر میرا نام لے دو کہ میں نے یہ بات کہی ہے۔ بعض افسروں نے یہاں تک کہا کہ ہمیں پولیس کے محکمہ سے ہدایت آئی ہے کہ گورنمنٹ نے پولیس کو بدنام کیا ہے آئندہ ایسے مواقع سے پولیس کو الگ رکھو۔ اس سپرنٹنڈنٹ کی ملاقات کے بعد ہمارا وفد چیف سیکرٹری سے ملا اور ان کو بتایا کہ پولیس کی یہ روایت ہے اور ڈپٹی کمشنر احرار کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ دو دو گھنٹے اس کے پاس بیٹھے رہتے ہیں اور جب ہمارا وفد جاتا ہے تو اس کو ملنے سے انکار کر دیتا ہے۔ چیف سیکرٹری نے یہی کہا کہ ہماری اطلاعات یہی ہیں کہ فساد کوئی نہیں ہوگا آپ کو یونہی وہم ہو رہا ہے اور ہم ڈپٹی کمشنر سے کہہ دیں گے کہ وہ آپ کے وفد سے بھی ملا کرے اور احرار سے اس طرح کے بے تکلفانہ تعلقات نہ رکھا کرے بلکہ ہم سارے اضلاع میں ایسی ہدایات بھجوا دیں گے لیکن بعد میں گوجرانوالہ سے بھی معلوم ہوا کہ نہ وہاں کوئی ہدایت دی گئی اور نہ ڈپٹی کمشنر کو۔ بلکہ الجھایا گیا اور نہ اور کسی ضلع میں ہدایت دی گئی ہے۔ چنانچہ اس ضلع میں شدید فساد ہوا اور لوگوں کو مجبور کر کے احمدیت سے پھر جانے کا اعلان کروایا گیا گو اب وہ سب واپس آ چکے ہیں سوائے ایک کے جو معافی مانگ رہا ہے مگر ابھی تک جماعت نے اسے معاف نہیں کیا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس گوجرانوالہ نے جو کچھ کہا تھا اس کے مطابق عمل کیا تمام فسادات کے دوران میں کسی قسم کا کوئی علاج نہیں کیا کسی احمدی کی حفاظت نہیں کی اور گویا

پولیس کو تمام اعتراضات سے بالا رکھا۔ لائلپور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ایک رپورٹ کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کے وفد اور ڈپٹی کمشنر کی موجودگی میں کہا احمدی غلط کہہ رہے ہیں کوئی فساد نہیں ہو رہا۔ یہ بالکل خلافِ واقعہ باتیں کہہ رہے ہیں جب جماعت احمدیہ کے وفد نے زور دیا کہ فلاں جگہ پر فساد ہو رہا ہے اور احمدیوں کی دکان لوٹی جا رہی ہے تو سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ڈپٹی کمشنر کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر ان کی بات ٹھیک ہے تو میری داڑھی منڈوا دیجیئے اور مجھے ذلیل کروا دیجیئے۔ اس کے بعد جب اسی موقعہ پر ہماری جماعت کے آدمی اور وہ سپرنٹنڈنٹ جمع ہوئے اور اسے دکھایا گیا کہ یہ دکان دیکھو ٹوٹی ہوئی اور لوٹی ہوئی ہے کیا اب تم تیار ہو کہ اپنی داڑھی منڈوا ڈاور ذلیل ہو تو ہنس کر چلا گیا۔ تمام اضلاع میں پولیس فسادوں سے پہلے احمدیوں کی لسٹیں مانگیں کہ ہمیں تمہاری حفاظت کا حکم آیا ہے بعض لوگ جو امام جماعت احمدیہ سے مشورہ لینے کے لیے گئے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ ہرگز لسٹیں نہ دینا یہ دشمنوں تک پہنچ جائیں گی چنانچہ ایسی جگہوں پر احمدی بالعموم لوٹے جانے سے بچ گئے لیکن جہاں جہاں جماعت احمدیہ کے افراد نے سادہ لوحی سے لسٹیں دے دیں وہاں غیر معروف احمدیوں تک کے مکان لوٹے گئے اور لاہور کے ایک غیر احمدی نے ہمیں بتایا کہ اس نے وہی لسٹ جو جماعت احمدیہ نے پولیس کو دی تھی فسادیوں کے ہاتھ میں دیکھی۔ اگر کورٹ اس نام کو ظاہر نہ کرے اور پوچھنا ہو تو مخفی پوچھے تو ہم اس کا نام بھی بتا سکتے ہیں اگر اسے خطرہ نہ ہو تو ممکن ہے کہ وہ صحیح گواہی دے دے (مولوی عبدالغفور صاحب سے اس شخص کے نام کا پتہ لیا جا سکتا ہے لنڈے بازار اور کشمیری بازار کے قریب کا رہنے والا ہے غیر احمدی ہے لیکن چندہ دیتا ہے اس کی دکان بھی احمدیت کے الزام کے نیچے لوٹنے لگے تھے)۔ یہ رپورٹ سندھ آنے سے چند دن پہلے مجھے ملی تھی۔

سیالکوٹ میں فسادات شروع ہونے سے پہلے ہماری جماعت کا وفد مسلم لیگ کے پریذیڈنٹ خواجہ محمد صفدر صاحب سے ملا اور کہا کہ ہماری جماعت ہمیشہ لیگ کی مدد کرتی رہی ہے۔ اب یہ نازک وقت ہم پر آیا ہے کیا ہماری جماعت یہ سمجھے کہ اس وقت لیگ بھی وفاداری دکھائے گی اور ہماری مدد کرے گی یا وہ دشمنوں سے مل کر ہم پر حملہ کرے گی انہوں نے کہا انصاف کا تو یہی تقاضا ہے کہ ہم آپ کی مدد کریں لیکن دولتانہ صاحب آ رہے ہیں میں ان سے مل کر آپ کی بات کا جواب دوں گا۔ دولتانہ صاحب کے جانے کے بعد انہوں نے بتایا کہ دولتانہ صاحب بات ٹلا گئے ہیں اور کہا کہ جب

تک مرکز ہماری اس بات میں راہ نمائی نہ کرے ہم کچھ نہیں کر سکتے Laws Order صوبوں سے متعلق ہیں (اسی سلسلہ میں دولتانہ صاحب سے جو وفد ملا تھا اس کی باتیں بھی نوٹ کی جائیں) راولپنڈی میں جو قتل ہوا۔ قاتل نے شروع میں یہ بیان دیا کہ مولویوں نے جو تقریریں کی تھیں اس کے نتیجہ میں میں نے مارا ہے لیکن پولیس نے اس بیان کو حذف کر دیا اور اس کو ذاتی جھگڑے کی شکل دینی چاہی ایک دوسرا پولیس افسر بیان کے وقت چوکی پر موجود تھا افسران بالا کو توجہ دلانے پر اس کا بیان لیا گیا اور اس نے سچی بات بتادی مگر پھر بھی یہ بیان شامل نہ کیا گیا جب سپرنٹنڈنٹ پولیس کو مل کر اس طرف توجہ دلائی گئی تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ آپ کے فائدے کے لیے ہم نے اس بیان کو حذف کر دیا اس سے شور پڑے گا اور آپ کے خلاف ایجی ٹیشن بڑھے گی۔ ہاں ہم نے انسپکٹر جنرل صاحب پولیس کو اپنی رپورٹ میں یہ بات لکھ دی ہے۔ اوکاڑہ میں ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اور لائلپور میں سپرنٹنڈنٹ پولیس نے عوام سے گلے میں ہار ڈلوائے اور وہی نعرے لگائے جو پبلک لگاتی تھی۔ اسی طرح بعض اور لوگوں کے متعلق بھی رپورٹیں ملی ہیں۔ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں چوہدری مسعود احمد جو وہاں کی ایک نہایت ہی معزز فیملی کا ممبر ہے انہی فسادات کے سلسلہ میں تھانیدار نے اس کو بلا کر ذلیل کیا اور باوجود اس کے گھر پر مظاہرہ ہونے کے اس کی کسی قسم کی مدد نہ کی اسی طرح بعض ایسے احمدیوں کو پکڑ دایا اور دھمکیاں دیں جو اپنی جگہ پر اکیلے اکیلے تھے اور کسی قسم کا زور ان کا نہیں تھا۔ جب مرکز احمدیہ کی طرف سے آئی جی پولیس میاں انور علی صاحب کو اس کے متعلق شکایت کی گئی تو صرف یہ کارروائی ہوئی کہ ایک احمدی فوجی افسر جو ڈسکہ سے گزرتے ہوئے چوہدری مسعود احمد صاحب سے ملا تھا اور اس نے اسے تسلی دی تھی کہ گھبرانے کی بات نہیں یہ دن گزر جائیں گے۔ اس کے خلاف پولیس نے فوج میں رپورٹ کی۔ اور لوگوں سے تاریں بھی دلوائیں کہ اس فوجی افسر نے بڑا اشتعال دلایا ہے اور بڑا اسلحہ بھی مسعود کو دیا ہے چنانچہ وہ فوجی افسر اپنے عہدہ سے معطل کیا گیا اور اس کے خلاف انکوائری کی گئی۔ تب ہم نے سمجھ لیا کہ آئی۔ جی کو کسی قسم کی شکائت کرنا نقصان دہ ہے اس کا نتیجہ نیک نہیں نکل سکتا۔ آئی جی صاحب کے پاس سپرنٹنڈنٹ گوجرانوالہ کی بھی شکائت کی گئی تھی اور اس کا نتیجہ بھی یہی نکلا تھا کہ اس کے بعد سختی بڑھ گئی تھی۔ جماعت مودودی نے "قادیانی مسئلہ" کے نام سے ایک کتاب شائع کی جو کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے اور کئی لاکھ شائع ہو چکی ہے۔ لیکن حکومت پنجاب نے فوراً ہی امام

جماعت احمدیہ کو نوٹس دے دیا کہ ایسے مسائل کے متعلق وہ کوئی تحریر نہیں شائع کر سکتے اور ان کی غرض یہ تھی کہ جماعت احمدیہ کے خلاف زہر پھیلتا رہے اور وہ کوئی جواب نہ دے سکے جب حکومت کو توجہ دلائی گئی کہ آخر یہ نوٹس کس بناء پہ ملا ہے تو چیف سیکرٹری صاحب نے جواب دیا کہ الفضل میں ان کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں ان کا یہ فقرہ درج ہے کہ گھبراؤ نہیں فتح آخر تمہاری ہو گی چونکہ ایسے مضامین سے ملک کا امن بالکل برباد ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان کو نوٹس دیا گیا۔ عدالت اس جواب سے سمجھ سکتی ہے کہ دراصل نوٹس کا یہ موجب نہیں تھا۔ بلکہ اس کا موجب کچھ اور ہی تھا۔ ربوہ سے لوگوں کی اطلاع کے لیے احمدیوں کے اطمینان کے لیے بذریعہ خطوط اطلاعات بھجوائی جاتی تھیں کہ وہ صبر سے کام لیں اور دعاؤں سے کام لیں حکومت نے اس بناء پر ناظر دعوت تبلیغ اور امام جماعت احمدیہ کی تلاشی لی اور بعد میں امام جماعت احمدیہ سے اس بات کا جواب طلب کیا کہ فلاں فلاں خط سائیکلوسٹائل پر کیوں شائع ہوا یہ چار مضمون تھے۔ لطف یہ ہے کہ ان میں سے دو خود گورنمنٹ کی درخواست پر شائع کیے گئے تھے ایک ہوم سیکرٹری اور ڈپٹی کمشنر کی درخواست پر اور ایک ہوم سیکرٹری اور چیف سیکرٹری کی درخواست پر۔ ایک دفعہ تھانیدار اس کی تحقیقات کے لیے آیا اور دوسری دفعہ ڈی۔ ایس۔ پی اس کی تحقیقات کے لیے آیا۔ امام جماعت احمدیہ نے جب توجہ دلائی کہ ڈپٹی کمشنر خود میرے پاس یہ درخواست لے کر آیا تھا کہ یہ اعلان شائع کرو۔ ہوم سیکرٹری کی یہ خواہش ہے پھر یہ شائع میں نے نہیں کیا۔ محکمہ نے کیا ہے پھر اس کے بارہ میں مجھ سے کیوں پوچھا جاتا ہے اور جو دوسرا اعلان شائع ہوا ہے اس کے متعلق ڈی۔ ایس۔ پی صاحب سے کہا کہ اس کے شائع کرنے کے متعلق آپ نے آ کے مجھے ہوم سیکرٹری کا پیغام پہنچایا تھا لیکن میں نے یہ جواب دیا تھا کہ میں گورنمنٹ کی تحریر کے بغیر ایسا شائع کرنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ سیفٹی ایکٹ کا نوٹس دیتے ہی مجھ سے یہ درخواست کرنا بتاتا ہے کہ مجھ کو سیفٹی ایکٹ میں پھنسانے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن اس کے بعد مشورہ کے نتیجہ میں مولوی عبدالرحیم صاحب درد ناظر امور عامہ ہوم سیکرٹری سے ملے اور انہوں نے کہا ہم نے ایسی کوئی چٹھی نہیں بھجوائی۔ شاید چیف سیکرٹری نے بھجوائی ہو پھر انہوں نے درد صاحب کو چیف سیکرٹری سے ملوایا اور چیف سیکرٹری نے کہا کہ ہاں میں نے ایسی ایک چٹھی بھجوائی ہے ایسا اعلان کرنے میں کیا حرج ہے۔ درد صاحب نے کہا کہ اس میں

یہی حرج ہے کہ امام جماعت احمدیہ کو جن باتوں کے ذکر کرنے سے آپ نے سیفٹی ایکٹ کے ماتحت منع کیا ہے انہی کے متعلق آپ اُن سے اعلان کروانا چاہتے ہیں پس آپ تحریر دے دیں تو میں اُن سے اعلان کروانے کی کوشش کروں گا۔ چیف سیکرٹری نے کہا اچھا پھر مسودہ بنا کر بھجوا دیں میں اس کی تصدیق کرونگا اس تصدیق شدہ مسودہ کو شائع کرنے کے خلاف اب یہ کارروائی کی جا رہی ہے اور باوجود اس کے کی جا رہی ہے کہ تھانیدار کو لکھ کر یہ دے دیا گیا کہ یہ اعلان گورنمنٹ کی خواہش پر اور چیف سیکرٹری کے حکم سے کیا گیا ہے۔ کیا میاں انور علی صاحب لاہور میں چیف سیکرٹری صاحب سے نہیں پوچھ سکتے تھے۔ جو یہاں جھنگ میں ڈی۔ ایس۔ پی سے تحقیقات کروا رہے ہیں۔ اس پر ڈی۔ ایس۔ پی صاحب نے کہا کہ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ جو کچھ افسروں نے لکھ بھیجا ہے اس کی تعمیل ہم نے کرنی ہے اس پر امام جماعت احمدیہ نے ان کو کہا کہ یاد رکھیں ایک بالا حکومت بھی آسمان پر ہے وہ ان ظلموں کا بدلہ لے گی۔

ملک عبداللہ صاحب کا واقعہ بھی لکھیں کہ ایک ایسے اشتہار کی بناء پر جس کو روک دیا گیا تھا ان کو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا پھر وہ واقعہ بھی لائیں کہ زمیندار کے بدلہ میں آثار کی اجازت دے دی گئی لیکن "الفضل" کی اجازت نہ دی گئی پھر میاں شریف احمد صاحب اور ناصر احمد صاحب کا واقعہ بھی لائیں پھر ان Accidents کو بھی لائیں جو ان دنوں میں ظہور پذیر ہوئے۔ ربوہ پر حملہ کی تیاری ہوئی۔ باہر سے جتھے آئے اور ان کو کئی کئی ضلعوں میں سے گزرنے دیا گیا گو ربوہ پر وہ حملہ نہ کر سکے مگر اشتعال پیدا کرتے رہے جس سے مقامی جماعتوں کو نقصان پہنچا۔ ربوہ کے اردگرد مکمل بائیکاٹ کیا گیا ایک ہفتہ تک نہ دودھ ملا نہ ترکاری ملی اور نہ اور ضروریات زندگی جو اِدگرد سے ملتی تھیں ملیں۔ بچوں۔ بوڑھوں اور بیماروں نے سخت تکلیف سے یہ دن گزارے۔ بعض غیر احمدی ملازموں یا تعلق داروں سے بہت تھوڑی مقدار میں چیزیں مہیا ہو سکیں جو بڑہ کو بھی کافی نہ تھیں۔ کئی دن تک کئی جگہ پر احمدیوں کو پانی میسر نہ آسکا۔ نلکوں سے ان کو روک دیا گیا۔ بعض جگہ پر ہفتہ ہفتہ دو ہفتہ تک کھانے پینے کی چیزیں لوگوں کو نہ ملتی تھیں ریل میں اگر کوئی احمدی مل جاتا تو اسے قتل کی دھمکیاں دی جاتیں ریل سے پھینک دینے کی دھمکیاں دی جاتیں (مولوی اسماعیل دیالگڑھی کا واقعہ اور بہت سے واقعات) ان واقعات کو پوری طرح

اُن واقعات سے جمع کریں جو مولوی دوست محمد صاحب کے پاس تھے ۔ یہ احتیاط سے کام کرنے چاہئیں ہمارے لیے موت اور زندگی کا سوال ہے۔"

تحقیقاتی عدالت کی ابتدائی کارروائی

روزنامہ "آفاق" لاہور کی ۶ر اگست ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں لکھا ہے: ۔

"پنجاب میں ردِ قادیانیت کی تحریک کے سلسلہ میں حالیہ فسادات کی تحقیقات کرنے والا کمیشن ختم نبوت کے متعلق عقائد کا اختلاف معلوم کرنے کے لیے قادیانی فرقہ اور مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے سترہ ممتاز علماء کے بیانات کمیشن کے لاہور کے اجلاس میں بند کمرہ میں قلمبند کرے گا ۔ تحقیقاتی عدالت نے سات سوالوں پر مشتمل ایک سوال نامہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے نام جاری کیا ہے ۔ اور انہیں ہدایت کی گئی ہے ۔ کہ وہ جماعت احمدیہ کے عقائد کے حوالہ سے اور فرقہ احمدیہ کے سربراہ سے مشورہ کے بعد سترہ اگست تک ان سوالات کے جواب پیش کریں ۔ تحقیقاتی عدالت نے آج کے اجلاس میں ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو حکم دیا ہے ۔ کہ مارشل لاء کے دوران میں خاص فوجی عدالتوں نے مولانا اختر علی خاں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مولانا عبدالستار نیازی اور مسٹر احمد سعید کرمانی کے خلاف مقدمات میں جو احکامات اور فیصلے صادر کیے تھے ۔ ان کی مصدقہ نقول عدالت میں پیش کی جائیں ۔ تحقیقاتی عدالت نے جو چیف جسٹس مسٹر محمد منیر اور مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل ہے مسٹر عبدالعزیز خاں ایڈووکیٹ جنرل کو مزید حکم دیا ہے کہ ردِ قادیانیت کی تحریک اور حالیہ فسادات کے متعلق اگر پنجاب کے محکمہ تعلقات عامہ میں کوئی فائل رکھی گئی ہو ۔ تو وہ بھی عدالت میں پیش کی جائے ۔

عدالت نے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی جانب سے مسٹر بشیر احمد اور جماعت اسلامی کی جانب سے مسٹر صفدر حسن صدیقی کو اجازت دے دی ہے ۔ کہ وہ مطلوبہ دستاویزات کا مطالعہ کر سکتے ہیں ۔

جن سترہ علماء کے بیانات قلمبند کیے جائیں گے ان کے نام یہ ہیں ۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی ۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس احرار ۔ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری صدر جمعیت علمائے پاکستان ۔ مولانا داؤد غزنوی اہلِ حدیث ۔ مولانا محمد ذاکر تنظیم اہلِ سنت

والجماعت ۔ مولانا نورالحسن شاہ بخاری ۔ مولانا حافظ کفایت حسین ادارہ تحفظ حقوق شیعہ ۔ پیر قمرالدین جمعیت المشائخ ۔ مسٹر فیصر مصطفیٰ اسلام لیگ ۔ مولانا محمد ادریس جامعہ اشرفیہ ۔ مولانا احمد علی صدر جمعیۃ علمائے اسلام مغربی پاکستان ۔ مولانا سید سلیمان ندوی ۔ مولانا عبدالماجد بدایونی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی ۔ مفتی محمد ادریس جامعہ اشرفیہ یہ سوالنامہ عدالت نے اس لیے جاری کیا ہے ۔ کہ وہ اس مسئلہ پر مسلمانوں کے مختلف مکتبہ ہائے فکر کے علمائے کے عقائد میں باہمی اختلاف معلوم کرنا ضرور سمجھتی ہے ۔ عدالت اپنے آپ کو اس متنازعہ مذہبی مسئلہ پر فیصلہ صادر کرنے کا اہل نہیں سمجھتی ۔ لیکن چونکہ حالیہ فسادات اس مسئلہ پر قادیانیوں اور مسلمانوں کے باہمی عقائد میں اختلاف ہی کا نتیجہ تھے ۔ اس لیے عدالت نے ضروری سمجھا کہ اس کے متعلق مختلف فرقوں کے درمیان عقائد کا اختلاف معلوم کیا جائے ۔

تحقیقاتی عدالت نے ایڈووکیٹ جنرل کو مزید حکم دیا ہے ۔ کہ مولانا اختر علی خاں ، مولانا مودودی ۔ مولانا عبدالستار نیازی ، اور مسٹر ابوسعید کرمانی کے بیانات کی نقول بھی عدالت میں پیش کی جائیں ۔

عدالت نے مولانا عبدالستار نیازی کی یہ درخواست بھی منظور کر لی ہے ۔ کہ انہیں اپنا بیان پیش کرنے کے لیے ۱۱ر اگست تک کی مہلت دی جائے ۔ فریقین کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے بیانات مری میں تحقیقاتی عدالت کے دفتر میں یا لاہور ہائی کورٹ کے رجسٹرار کے دفتر میں پیش کریں ۔

عدالت نے فریقین سے مزید درخواست کی کہ وہ ۷ر اگست سے پہلے اپنے گواہوں کی فہرست اور ایسے لوگوں یا گواہوں پر جرح کے متعلق درخواستیں پیش کر دیں ۔ جو عدالت کی کارروائی سے تعلق نہیں رکھتے ۔ عدالت کی ہدایت کے مطابق گواہوں کی فہرست میں ہر گواہ کے متعلق اس کی گواہی کا منشا بیان کیا جائے ۔“ [1]

حضرت مصلح موعود کا ایک اور مکتوب

مندرجہ ذیل خط سیدنا حضرت مصلح موعود نے ۷ر اگست ۱۹۵۳ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نام سندھ سے تحریر فرمایا : ۔

---

[1] آفاق لاہور ۶ر اگست ۱۹۵۳ء ص ۱ کالم ۴-۶

۵۳/۸/۷ عزیزم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کل ڈاک اور سول[1] میں یہ حیرتناک خبر ملی کہ کمیشن نے مولویوں والے سوالات[2] احمدیوں سے کیے ہیں۔ آج تار تو دے دی گئی ہے مگر نہ معلوم تار کے راستے خراب ہیں پہنچے گی یا نہیں۔ اب آدمی کے ہاتھ یہ خط بھجوایا جا رہا ہے۔ مرے نزدیک فوراً کمیشن کے سامنے یہ درخواست دے دینی چاہیئے۔

۱۔ علماء سے یہ سوال کیا جائے۔ کیا جماعت کے بانی اور جماعت احمدیہ پر کفر۔ ارتداد۔ زندیقیت۔ الحاد۔ بے ایمانی۔ خباثت۔ شرارت۔ شیطان کے چیلے ہونے ابوجہل کی نسل سے ہونے۔ ان کے نکاحوں کے ٹوٹنے۔ ان کی اولاد ولد الزنا ہونے ان کے مسجدوں میں داخل ہونے سے مسجد کے پلید ہو جانے۔ ان کے مقبروں میں دفن ہونے کے جائز نہ ہونے اور اگر دفن ہو جائیں تو مردے نکال کر باہر پھینک دینے کے فتوے علماء نے ۱۸۹۱ء اور اس کے بعد دیئے ہیں یا نہیں اور اگر احمدیوں نے ان کے ان فتووں کا کوئی جواب دیا ہے تو کیا پورے دس سال ان فتووں کے سننے کے بعد نہیں دیا۔ (اگر علماء کو انکار ہو تو ہمیں یہ فتوے پیش کرنے کی اجازت دی جائے)

۲۔ کیا مسلمانوں کے ہر فرقہ کے دوسرے فرقہ کے خلاف کفر۔ الحاد۔ زندقہ۔ ارتداد وغیرہ کے فتوے موجود نہیں ہیں۔ (اگر علماء کو انکار ہو تو ہم کو یہ فتوے پیش کرنے کی اجازت دی جائے)

۳۔ کیا خوارج جن کی عمان میں بھی حکومت تھی اور زنجبار میں بھی حکومت ہے اور جن کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ تعلقات ہیں اور جن کے ہم مذہب افراد کراچی میں بھی موجود ہیں۔ کیا ان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہر کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے اور جہنمی ہوتا ہے اور یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کبائر کے مجرم تھے اور اس وجہ سے ان کے آباء نے حضرت عثمانؓ کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن ہونے سے روک دیا تھا۔ آخر کئی دن کے بعد رات کے وقت مقبرہ کے کونے میں ان کو دفن کیا گیا۔ کیا ان لوگوں کے خلاف اور ان کی حکومتوں کے خلاف علماء نے فتوے دیئے

---

[1] روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور [2] یہ سات سوالات تھے جن کے جوابات حضرت مصلح موعود نے تحریر فرمائے تھے جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے۔

اور ان کی حکومتوں سے قطع تعلق کرنے کا مشورہ دیا اور ان کے خلاف ہنگامے گئے (اگر ان واقعات سے علماء کو انکار ہو تو ہم اسلامی لٹریچر پیش کرنے کو تیار ہیں)

۴ - کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ بہاء اللہ نے قرآن کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ختم ہو جانے کا اعلان کیا اور اپنے خدا کے مظہر ہونے کا اعلان کیا اور بہاء اللہ کی قبر کو سجدہ کرنے کو ان کے نائب عبدالبہاء نے جائز کہا ہے - بہاء اللہ کے اتباع سینکڑوں کی تعداد میں کراچی میں موجود ہیں اور سینکڑوں کی تعداد میں پاکستان کے دوسرے حصوں میں موجود ہیں کیا ان لوگوں کے خلاف علماء نے فتوے دیئے - کوئی ہنگامہ برپا کیا - اور ایجی ٹیشن کیئے اور کب کیے (اگر جو عقائد ہم نے بہائیوں کی طرف منسوب کیے ہیں اس بیان کی صحت سے علماء کو انکار ہو تو ہم لٹریچر پیش کرنے کو تیار ہیں) -

۵ - شیعہ مذہب کی رو سے حضرت ابوبکرؓ - حضرت عمرؓ - حضرت عثمانؓ تینوں فاسق تھے - صحابہؓ کی اکثریت فاسق تھی - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی قابلِ اعتراض تھیں - کیا علماء نے ایسے عقیدے رکھنے والوں کے خلاف کوئی احتجاج کیا یا ان عقائد کو برداشت کے قابل سمجھ لیا اگر شیعہ عقائد کے متعلق ہمارا یہ بیان غلط ہے تو ہم شیعہ لٹریچر سے اس کے حوالے پیش کرنے کو تیار ہیں -

ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں کہ شیعوں کا ایک گروہ جو اقلیت میں ہے - ان عقائد سے پاک ہے -

۶ - کیا علماء کو یہ معلوم ہے کہ نہیں ہے کہ شیعہ مذہب کے عقیدہ میں رجعت کا ایک عقیدہ ہے جس کی رو سے امام مہدی کے زمانہ میں تمام انبیاء دوبارہ ظاہر ہوں گے اور ان کی اطاعت کریں گے اور تمام صحابہؓ کو زندہ کیا جائے گا اور ان کو کوڑے لگوائے جائیں گے - کیا علماء کے نزدیک یہ عقیدہ اشتعال دلانے والا نہیں - اگر ہے تو اس کے خلاف انہوں نے کیا احتجاج کیا اور کیا ہنگامے کیے -

۷ - کیا علماء کے نزدیک مسیح ناصری زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا پر آئیں گے اور کیا وہ اس وقت نبی ہوں گے یا نہیں ہوں گے اور ان کے منکر مومن ہوں گے - کافر ہوں گے اگر کافر کہلائیں گے تو کیا ان کے

خلاف احتجاج اور ہنگامہ خیزی جائز ہو گی۔ اور کیا اس عقیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے یا نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے دل دکھتے ہیں یا نہیں ۔

ہم ان سوالات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ احمدیوں کے متعلق اگر کوئی بات ہے تو وہ پرانی بات ہے نئی پیدا نہیں ہوئی تینتیس سال سے کوئی ایسا لٹریچر شائع نہیں ہوا جس سے قیاس بعید کر کے بھی ایسے الفاظ نکالے جا سکیں ۔

دوسرے احمدیہ جماعت کی طرف سے کوئی ایسا لفظ جس کو کھینچ تان کر بھی اشتعال انگیز کہا جا سکے اس وقت تک استعمال نہیں کیا گیا۔ جب تک ۱۹ سال تک متواتر خلافِ اخلاق۔ خلافِ شریعت۔ خلافِ انسانیت الفاظ احمدیوں کے خلاف استعمال نہیں کیے گئے۔

۸ ۔ یہ کہ اس کے مشابہہ صورتیں مسلمانوں کے ہر فرقہ میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن علماء نے اس پر کوئی ہنگامہ خیزی ہوئی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کے خلاف شورش محض سیاسی تھی اور محض ظفر اللہ خاں کے وزیر ہونے کی وجہ سے تھی اور سیاسی اغراض کے ماتحت سیاسی لوگوں نے شروع کروائی تھی ۔

۹ ۔ یہ کہ ایسے لٹریچر کے متعلق شور کرنا جو کبھی بھی مسلمانوں میں شائع نہیں کیا گیا بلکہ صرف احمدیہ جماعت کے دو فرقوں کے اختلاف کے متعلق پرائیویٹ طور پر شائع کیا گیا اور جس میں استعمال ہونیوالے الفاظ ان اصطلاحات کے مطابق نہیں تھے جو کہ مسلمانوں میں رائج ہیں بلکہ ان اصطلاحات کے مطابق تھے جو کہ صرف احمدیوں کے نزدیک مسلمہ تھیں اس لٹریچر کے غلط معنے کرنے اور اُن اصطلاحات کے وہ معنے کرنے جو کہ اس وقت عام مسلمانوں میں رائج تھے مگر احمدی اُن معنوں کے خلاف تھے صاف بتاتا ہے کہ اشتعال کی وجہ موجود نہیں تھی بلکہ اشتعال پیدا کیا گیا اور عوام الناس کو بھڑکایا گیا۔ اگر اشتعال حقیقی ہوتا تو وہ عوام الناس میں پہلے ہوتا مگر یہ اشتعال تو کئی سال جلسے کر کر کے شہر بہ شہر پھر پھر کے مولویوں نے پیدا کیا اور غلط باتیں منسوب کر کے پیدا کیا۔“



دوسرا باب

حضرت مصلح موعود نے صرف ہدایات پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے قلمِ مبارک سے تین نہایت اہم دستاویزات تحریر فرمائیں جو تحریری بیانات کی شکل میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے داخلِ عدالت کی گئی تھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے :۔

تحقیقاتی کمیشن کے سات سوالوں کے جوابات

یہ جوابات ایڈووکیٹ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے ذریعہ ۲۹ر اگست ۱۹۵۳ء کو عدالت میں داخل کیے گئے اور بعد ازاں ان کو پہلے اخبار "المصلح" کراچی مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۵۳ء میں نذرِ اشاعت کیا گیا۔ اور پھر دار التجلید اردو بازار لاہور نے مندرجہ بالا عنوان ہی سے رسالہ کی شکل میں اس کو بہت کثرت سے شائع کیا۔

اس نہایت اہم دستاویز کا متن درج ذیل ہے :۔

ذیل میں ان سات سوالوں کا جواب درج کیا جاتا ہے جو حکومتِ پنجاب کے مقرر کردہ تحقیقاتی کمیشن نے گزشتہ فسادات کی تحقیق کے تعلق میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ سے کیے تھے اور صدر انجمن احمدیہ نے ان سوالوں کا جواب تیار کرا کے اپنے وکیل کے ذریعہ عدالت میں داخل کیا :۔

سوال نمبر ۱ : جو مسلمان مرزا غلام احمد صاحب کو نبی بمعنی ملہم اور مامور من اللہ نہیں مانتے کیا وہ مومن اور مسلمان ہیں ؟

جواب : "مسلم" اور "مومن" قرآن مجید کے محاورات کو دیکھتے ہوئے دو الگ الگ معنے رکھتے ہیں۔ "مسلم" نام اُمّتِ محمدیہ کے افراد کا ہے اور "ایمان" دراصل اس روحانی اور قلبی کیفیت کا نام ہے جس کو کوئی دوسرا جان نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ ہی اس سے واقف ہوتا ہے۔

جہاں تک لفظ "مسلم" کا تعلق ہے قرآن کریم کی آیت ھو سمّٰکم المسلمین (سورۃ حج ع۱۰)

کے مطابق امّتِ محمدیہ کا ہر فرد مسلم کہلانے کا مستحق ہے۔ اس تعریف کی تاکید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے کہ "من صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالك المسلم الذی ذمّة الله وذمة رسوله (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الایمان ص۱۲ مطبع اصح المطابع) یعنی جو شخص بھی ہمارے قبلہ (یعنی کعبہ) کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی سی نماز پڑھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے جس کو خدا اور اس کے رسول کی حفاظت حاصل ہے:

باقی رہا "مومن" سو کسی کو مومن قرار دینا درحقیقت صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ عام اصطلاح میں "مسلم" اور "مومن" ایک معنوں میں استعمال ہو جاتے ہیں لیکن درحقیقت "مومن" خاص ہے اور "مسلم" عام۔ پس ہر مومن "مسلم" ضرور ہوگا لیکن ہر مسلم کا "مومن" ہونا ضروری نہیں۔

مندرجہ بالا تشریح کے مطابق جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے اور آپ کی "اُمّت" میں سے ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ اپنے کسی عقیدہ یا عمل کی دانستہ یا نادانستہ غلطی کی وجہ سے اس نام سے محروم نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس تشریح کے مطابق اور قرآن کریم کی آیت "ھو سمّٰکم المسلمین" کے تحت کسی شخص کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نہ ماننے کی وجہ سے غیر مسلم نہیں کہا جا سکتا۔

ممکن ہے ہماری بعض سابقہ تحریرات سے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اس کے متعلق ہم کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہماری ان بعض سابقہ تحریرات میں جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ ہماری مخصوص ہیں۔ عام محاورہ کو جو مسلمانوں میں رائج ہے استعمال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ہم نے اس مسئلہ پر یہ کتابیں غیر احمدیوں کو مخاطب کر کے شائع نہیں کیں بلکہ ہماری یہ تحریرات جماعت کے ایک حصّہ کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہیں اس لیے ان تحریرات میں ان اصطلاحات کو مدِنظر رکھنا ضروری نہیں تھا جو دوسرے مسلمانوں میں رائج ہیں۔

ہمارے اس عقیدہ کی تائید کی کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نہ ماننے والا مسلمان "مسلمان" ہی کہلائے گا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الہامات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو آپ کا الہام

"مسلماں را مسلماں باز کردند" (حقیقۃ الوحی ص۱۰۷ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

یعنی آپ کی بعثت کی غرض مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانا ہے ایک دوسرے الہام میں خدا تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو یہ دعا سکھلائی ہے:۔

"رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ" (تحفہ بغداد صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی تمام کتابوں میں ان تمام مسلمانوں کو جو آپ کی جماعت میں داخل نہیں "مسلمان" کہہ کر ہی خطاب کیا ہے کیونکہ وہ اسلام کی عمومی تعریف کے مطابق کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں[1]۔ اسی طرح موجودہ امام جماعت احمدیہ بھی اُن کو مسلمان کے لفظ سے خطاب کرتے ہیں۔ (مثلاً ملاحظہ ہو الفضل ۱۹ ارمئی ۱۹۴۷ء و الفضل ۱۸ ارستمبر ۱۹۴۷ء وغیرہ)

ہاں آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے "یاتی علی الناس زمان لا یبقیٰ من الاسلام الّا اسمہ" (مشکوٰۃ کتاب العلم) یعنی لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ یہ حدیث اسی زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے چنانچہ جماعت اسلامی کے امیر مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بھی موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو جو ان کی جماعت میں شامل نہیں ہیں صرف رسمی اور اسمی مسلمان قرار دیتے ہیں چنانچہ وہ مسلمانوں کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دنیا میں جو مسلمان پائے گئے ہیں یا آج پائے جاتے ہیں ان سب کو دو حصّوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے ایک قسم کے مسلمان وہ جو خدا اور رسول کا اقرار کر کے اسلام کو بحیثیت اپنے مذہب کے مان لیں مگر اپنے اس مذہب کو اپنی کلی زندگی کا محض ایک جزو اور ایک شعبہ ہی بنا کر رکھیں اس مخصوص جزو اور شعبے میں تو اسلام کے ساتھ عقیدت ہو۔ لیکن فی الواقعہ ان کو اسلام سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ دوسری قسم کے مسلمان وہ ہیں جو اپنی پوری شخصیت کو اور اپنے سارے وجود کو اسلام کے اندر پوری طرح دے دیں۔ ان کی ساری حیثیتیں ان کے مسلمان ہونے کی حیثیت ہی گم ہو جائیں......... یہ دو قسم کے مسلمان حقیقت میں بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ چاہے قانونی حیثیت سے دونوں پر لفظ مسلمان کا اطلاق یکساں ہو۔"

(رسالہ موسومہ روداد جماعت اسلامی حصّہ سوم صفحہ ۷۸ تا ۸۰)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ پیغام صلح مصنفہ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱، ۷، ۸ مطبوعہ ۱۹۳۶ء بار دوم۔

تبدیل ہوا ہے باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

اسی طرح موجودہ دور کے مسلمانوں کے متعلق اہلحدیث کا خیال بھی ملاحظہ فرمایا جاوے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی اپنی کتاب اقتراب الساعۃ کے صفحہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"اب اسلام کا صرف نام۔ قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس اُمّت کے بدتران کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہی میں سے فتنے نکلتے ہیں انہی کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صـ۱۲)

پھر جناب علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے موجودہ مسلمانوں کے متعلق اپنا خیال ان اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ:

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود — ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغاں بھی ہو — تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

(بانگِ درا ایڈیشن دوازدہم صـ۲۲۶ جوابِ شکوہ)

پھر صرف نام کے طور پر اسلام کے باقی رہنے کے متعلق مولانا حالی کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمایا جاوے

رہا دین باقی نہ اسلام باقی — اِک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدس حالی مطبوعہ تاج کمپنی صـ۲۶)

پھر سیّد عطاء اللہ صاحب بخاری کمیونزم اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے متعلق حسب ذیل بیان دیتے ہیں:۔

"مقابلہ تو تب ہو کہ اسلام کہیں موجود بھی ہو۔ ہمارا اسلام؟ ہم نے اسلام کے نام پر جو کچھ اختیار کر رکھا ہے وہ تو صریح کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی محبت سے عاری۔ ہماری آنکھیں بصیرت سے نا آشنا اور کان سچی بات سُننے سے گریزاں ہے

بیدلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق — بیکسی ہائے تمنّا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

ہمارا اسلام؟

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی　　مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

یہ اسلام جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھایا تھا؟ کیا ہماری رفتار۔ گفتار کردار میں وہی دین ہے جو خدا نے نازل کیا ہے ...... یہ روز سے یہ نمازیں جو ہم میں سے بعض پڑھتے ہیں ان کے پڑھنے میں ہم کتنا وقت صرف کر رہے ہیں؟ جو مصلّے پر کھڑا ہے وہ قرآن سنانا نہیں جانتا اور جو سنتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ کیا سُن رہے ہیں اور باقی ۲۳ گھنٹے ہم کیا کرتے ہیں؟ مَیں کہتا ہوں گورنری سے گداگری تک مجھے ایک بات ہی بتلاؤ جو کہ قرآن اور اسلام کے مطابق ہوتی ہے؟ ہمارا تو سارا نظام کفر ہے۔ قرآن کے مقابلہ میں ہم نے ابلیس کے دامن میں پناہ لے رکھی ہے۔ قرآن صرف تعویذ کیلئے۔ قسم کھانے کے لیے ہے۔"

(تقریر سید عطاء اللہ شاہ بخاری آزاد ۹ر دسمبر ۱۹۴۹ء صفحہ ا و ۲)

مندرجہ بالا حوالجات سے کفر و اسلام کے مسئلہ کے متعلق جماعتِ احمدیہ کا مسلک اور اس کے مقابلہ پہ موجودہ زمانے کے دوسرے مسلمان فرقوں کا طریق واضح اور عیاں ہے۔

سوال نمبر ۲: کیا ایسے شخص کافر ہیں؟

جواب: "کافر" کے معنے عربی زبان میں نہ ماننے والے کے ہیں۔ پس جو شخص کسی چیز کو نہیں مانتا اس کے لیے عربی زبان میں "کافر" کا لفظ ہی استعمال ہو گا۔ پس ایسے شخص کو جب تک وہ یہ کہتا ہے کہ مَیں فلاں چیز کو نہیں مانتا اس کو اس چیز کا کافر ہی سمجھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام آئمہ اہلِ بیت کا انکار کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"من عرفنا کان مومنا۔ من انکرنا کان کافراً۔ من لم یعرفنا و لم ینکرنا کان ضالاً۔"

(الصافی شرح الاصول الکافی باب فرض اطاعۃ الأئمۃ کتاب الحجۃ جزو ۳ صفحہ ۱۶ مطبوعہ نولکشور)

یعنی جس نے ہم آئمہ اہلِ بیت کو شناخت کر لیا وہ مومن ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے اور جو ہمیں نہ مانتا ہے اور نہ انکار کرتا ہے وہ ضال ہے۔

اس ارشاد سے حضرت امام صاحب کی یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ایسا شخص اُمّتِ محمدیہ سے خارج ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر تشریح کی ہے یہی مُراد ہو سکتی ہے کہ آئمہ اہلِ بیت کے درجہ کا منکر ہے ہمارے

نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مامور من اللہ کے انکار کے ہرگز یہ معنے نہیں ہوں گے کہ ایسے لوگ اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے منکر ہو کر اُمتِ محمدیہ سے خارج ہیں یا یہ کہ وہ مسلمانوں کے معاشرہ سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

اوّل: ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

دوم: دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صلـ۱۷۹ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اس قسم کے فتووں میں بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ یا آپ کی جماعت کی طرف سے ابتداء نہیں ہوئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غیر احمدی علماء نے اپنے فتووں میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو آپ کے ابتدائے دعوےٰ ۹۱-۱۸۹۰ء سے ہی نہ صرف کافر قرار دیا بلکہ 'مرتد' 'زندیق' 'ملحد' 'ابلیس' 'دجّال' 'کذاب' وغیرہ الفاظ بھی استعمال کئے اور اس قسم کے اور بہت سے گندے ناموں سے آپ کو یاد کیا گیا۔ اس قسم کے فقرے لکھے گئے اور کتابیں چھاپی گئیں اشتہارات اور پمفلٹوں کے ذریعہ سے ان فتووں کو لوگوں میں پھیلا دیا گیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی پر اس طرح پہلے حملہ کرتا ہے وہ پھر اس قسم کے جواب کا مستحق بھی ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اسے اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیئے دوسرے کو الزام دینے کا اسے کوئی حق نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔

(ا) ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما۔ (ترمذی کتاب الایمان صـ۱۰۶)

(ب) اذا کفر احدکم اخاہ فقد باء بھا احدھما

(صحیح مسلم بحوالہ کنوز الحقائق للمناوی مطبوعہ مصر یہ حاشیہ جامع الصغیر جلد ا صـ۱۶)

یعنی جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان میں سے ایک ضرور کافر ہوگا اگر وہ شخص جسے کافر کہا گیا ہے کافر نہیں ہے تو کہنے والا کافر ہوگا۔

(ج) ما اکفر رجل رجلا قطُّ الا باء بھا احدُھما۔

(ابن حبان فی صحیحہ بحوالہ جامع الصغیر مصنفہ حضرت امام سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴۳)

یعنی دو (مسلمان) آدمیوں میں سے ایک آدمی اگر دوسرے کو کافر قرار دے تو لازمی ہے کہ ان میں سے ایک ضرور کافر ہو جائے گا۔

غرضیکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس قسم کے فتووں میں کبھی ابتداء نہیں ہوئی چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گویوں کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا؟ اگر کوئی ایسا کاغذ یا کوئی اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرائیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگائیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دلآزار ہے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اس پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے"۔ (حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

پھر اس بات کے ثبوت میں کہ فتویٰ کفر کی ابتداء علماء کی طرف سے ہوئی نہ کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ذیل کے چند فتوے بطور مثال درج ہیں۔

(۱) مولوی عبد الحق صاحب غزنوی (جو مولانا داؤد غزنوی صاحب کے عم بزرگوار تھے) نے لکھا ہے کہ:۔

"اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی کافر ہے چھپا مرتد ہے گمراہ ہے گمراہ کنندہ۔ ملحد ہے۔ دجال ہے وسوسہ ڈالنے والا۔ وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا" (فتوے علماء ہند و پنجاب اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۹)

اس قسم کا فتویٰ پنجاب و ہند کے قریباً دو صد مولویوں سے لے کر شائع کیا گیا۔

(ب) اس فتوے سے بھی کئی سال پہلے علمائے لدھیانہ نے ۱۸۸۴ء میں تکفیر کا مندرجہ ذیل فتویٰ صادر کیا۔ جس کا ذکر قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی (مطبوعہ دہلی پنج پریس لاہور ۱۳۱۴ھ صفحہ ۱۴۸) میں کیا ہے

باہمی تکفیر کے بارے میں علماء کے چند فتوے درج ذیل ہیں:۔

"من انکر امامة ابی بکر الصدیقؓ فھو کافر وکذٰلک من انکر خلافة عمرؓ"

(فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ مطبع مجیدی کانپور)

یعنی جو شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

اسی طرح جماعتِ اسلامی کے امیر مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے بے علم و بے عمل مسلمان کو جس کا علم و عمل کافر جیسا ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو کافر ہی قرار دیا ہے اور اس کا حشر بھی کافروں والا بتایا ہے یعنی اس کو نجات سے محروم اور قابلِ مواخذہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"ہر شخص جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا ہے جس کا نام مسلمان کا سا ہے جو مسلمانوں کے سے کپڑے پہنتا ہے اور جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ مسلمان درحقیقت وہ شخص ہے جو اسلام کو جانتا ہو اور پھر جان بوجھ کر اس کو مانتا ہو ایک کافر اور ایک مسلمان میں اصل فرق نام کا نہیں کہ وہ رام پرشاد ہے اور یہ عبداللہ ہے اس لیے وہ کافر ہے اور یہ مسلمان (خطبات مودودی صفحہ ۶)

اسی طرح دوسرے مسلمان فرقوں کے علماء ایک دوسرے کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں شیعہ اثناعشریہ کے متعلق علماء اہلسنّت والجماعت اور علماء دیوبند متفقہ طور پر مندرجہ ذیل فتویٰ صادر کرتے ہیں:۔

"شیعہ اثناعشریہ قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام۔ ان کا چندہ مسجد میں دینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں۔" (فتویٰ شائع کردہ مولوی عبدالشکور صاحب مدیر النجم لکھنؤ)

(نوٹ):۔ اس فتویٰ میں دیگر علماء کے علاوہ دیوبند کی تصدیق بھی شامل ہے جس کی شہادت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند سے لی جا سکتی ہے۔

مندرجہ بالا فتویٰ کی عبارت سے خالص مذہبی اختلافات ہی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ شیعہ فرقہ کے خلاف شدید

غیظ و غضب کا اظہار پایا جاتا ہے علاوہ ازیں اہلسنت والجماعت کے مسلمہ گزشتہ بزرگان و اولیاء نے بھی حضرات شیعہ کے بارے میں فتویٰ کفر دیا ہے حوالجات ذیل ملاحظہ ہوں ۔

(ا) حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کفر برخلاف اصحاب شیعہ اثنا عشریہ ۔

(مکتوبات امام ربانی جلد نمبر ا مکتوب پنجاہ چہلم)

(ب) حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (غنیۃ الطالبین مع زبدۃ السالکین ص۵۷ و تحفہ دستگیر یہ اردو ترجمہ غنیۃ الطالبین شائع کردہ ملک سراج دین اینڈ سنز لاہور بار چہارم مطبوعہ پنجاب پریس ص۱۲۰/۱۴۱ باب بعنوان محمد مصطفےٰ کی امانت کی فضیلت اور بزرگی)

اسی طرح اہلسنت والجماعت کے بریلوی فرقہ کے علماء مندرجہ ذیل فتویٰ علمائے دیوبند کے خلاف صادر کر چکے ہیں :۔

(ا) حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور علمائے حرمین شریفین کے دستخطوں سے یہ فتویٰ شائع ہوا ہے ۔

"وبالجملة هؤلاءِ الطوائف كلّهم كفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمين"

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمبین مع سلیس ترجمہ اُردو مسمی بنام تاریخ بین احکام و تصدیقات اعلام ۱۳۲۵ھ مطبع اہل سنت والجماعۃ بریلی ۱۳۲۶ھ بار اوّل ص۲۴ مصنفہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی)

یعنی یہ سب گروہ (یعنی گنگوہیہ۔ تھانویہ۔ نانوتویہ۔ دیوبندیہ وغیرہ) مسلمانوں کے اجماع کی رد سے کفار مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور اس کتاب کے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہے ۔

"جس (رسالہ ہذا) میں مسلمانوں کو آفتاب کی طرح روشن کر دکھایا کہ طائفہ قادیانیہ، گنگوہیہ۔ تھانویہ نانوتویہ و دیوبندیہ و امثالہم نے خدا اور رسولؐ کی شان کو کیا کچھ گھٹایا علمائے حرمین شریفین نے باجماعِ اُمّت ان سب کو زندیق و مرتد فرمایا ان کو مولوی درکنار مسلمان جاننے یا ان کے پاس بیٹھنے ان سے بات کرنے زہر و حرام و تباہ کن اسلام بتلایا ۔

(ب) پھر اسی کتاب میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

مولوی محمود الحسن صاحب و دیگر دیوبندی خیال کے علماء کی نسبت یہ فتویٰ درج ہے کہ :۔

"یہ قطعاً مرتد اور کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے .... ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے انہیں نماز نہ پڑھنے دیں .... جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہو گی از روئے شریعت ترکہ نہ پائیگی۔"

یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ فتوے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب آف بریلی کا شائع کردہ ہے جو فرقہ حنفیہ بریلویہ کے بانی اور مولانا ابوالحسنات صاحب صدر جمعیۃ العلمائے پاکستان و صدر مجلس عمل نیز ان کے والد مولوی دیدار علی صاحب کے پیر و مرشد تھے اس فتوے کے بارے میں مولانا ابوالحسنات صاحب سے دریافت کیا جا سکتا ہے ۔ اور یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ ان کے پیر و مرشد کے اس فتوے کے بعد کہ دیوبندی بالاجماع کافر ہیں انہیں کیا شبہ ہے ؟ آیا یہ کہ ان کے پیر نے غلطی کی تھی یا یہ کہ اجماع کوئی دلیل نہیں ہوتا ؟

(ج) "وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتےٰ کہ حضرت سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خاص ذات باری تعالیٰ کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر سخت سخت ۔ سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل ہی محترز مجتنب رہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ ہی اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ہی ان کی شادی و غمی میں شریک ہوں نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں مریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دیں ۔ (ملاحظہ ہو متفقہ فتوے علمائے اہلسنت والجماعت کا متفقہ فتوے مطبوعہ حسن برقی پریس اشتیاق منزل نمبر ۶۳ ہیوروڈ لکھنؤ)

اسی پر بس نہیں بلکہ علماء کرام و مفتیان اہلسنت والجماعت نے اہلحدیث مسلمانوں کے متعلق بھی اسی قسم کا فتوے دیا ہے کہ :۔

" بدعت کفر والے شقی ان کے کفر پر آگاہی لازم ہے اسلام کے نام کو پردہ بناتے ہیں ۔ مرتد ہیں باجماع اُمت اسلام سے خارج ہیں جو ان کے اقوال کا معتقد ہو گا کافر و گمراہ ہو گا کچھ شک نہیں کہ یہ خارجی ہیں اور

ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں .... ان کے پیچھے نماز پڑھنا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور تمام معاملات میں ان کا حکم بعینہ وہی ہے جو مرتد کا۔" (فتویٰ علماء کرام مشتہرہ در اشتہار شیخ مہر محمد قادری باغ مولوی انوار لکھنؤ ۳ شوال ۱۳۵۴ھ جس پر ستّر علماء کے دستخط ہیں جن میں مولوی سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف ، برادر حقیقی مولوی ابوالحسنات صاحب مولانا ابوالحسنات ۔ سید محمد احمد خطیب مسجد وزیر خاں مولوی عبدالقادر بدایونی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب مجددی محدث علی پور بھی شامل ہیں ۔

سوال نمبر ۳: ۔ ایسے کافر ہونے کے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ہیں ؟

جواب: ۔ اسلامی شریعت کی رو سے ایسے کافر کی کوئی دنیوی سزا مقرر نہیں وہ اسلامی حکومت میں ویسے ہی حقوق رکھتا ہے جو ایک مسلمان کے ہوتے ہیں اسی طرح وہ عام معاشرہ کے معاملہ میں بھی وہ وہی حقوق رکھتا ہے رکھتا ہے جو ایک مسلمان کے ہیں ۔ ہاں خالص اسلامی حکومت میں وہ حکومت کا ہیڈ نہیں ہو سکتا ۔ باقی رہے اخروی نتائج ۔ سو ان نتائج کا حقیقی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے بالکل ممکن ہے کہ کسی حکومت کی وجہ سے ایک مسلمان کہلانے والے انسان کو تو خدا تعالیٰ سزا دیدے اور کافر کہلانے والے انسان کو اللہ تعالیٰ بخش دے ۔ اگر "کافر" کے لیے یقینی طور پر دائمی جہنمی ہونا لازمی ہے تو پھر کسی کو کافر قرار دینا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے ۔

سوال نمبر ۴: کیا مرزا صاحب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور اسی ذریعہ سے الہام ہوتا تھا؟

جواب: ہمارے نزدیک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل وحی قرآن مجید ہے قرآن کریم کی وحی کے متعلق ہمیں قرآن کریم سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حفاظت کے خاص سامان کیے جاتے ہیں ہمارے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی گزرے ہیں ان کی وحی بھی اس رنگ کی نہیں ہوتی تھی اور حضرت بانی جماعت احمدیہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے آپ کی وحی بھی قرآن کریم کے تابع تھی بہر حال وہ ذرائع جو اللہ تعالیٰ اس وحی کے بھیجنے کے لیے استعمال کرتا تھا وہ ان ذرائع سے نیچے ہوں گے جو قرآن کریم کے لیے استعمال کیے جاتے تھے لیکن یہ محض ایک عقلی بات ہے واقعاتی بات نہیں جس کے متعلق ہم شہادت دے سکیں بعض قرآنی آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر قیاس کر کے یہ جواب دے رہے ہیں حقیقت کو پوری طرح معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں البتہ ہم ضرور تسلیم کرتے

ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر وحی الٰہی ہوتی تھی اور قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وحی الٰہی نہ صرف ماموروں بلکہ غیر ماموروں کو بھی ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی نازل ہونے کا ذکر آیا ہے (ملاحظہ ہو سورۂ قصص رکوع ۱ پارہ ۲۰) اور حضرت مریم علیہ السلام کے متعلق بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ ان کے پاس خدا تعالیٰ کا کلام لے کر آئے (سورۂ آل عمران و مریم ع ۲)

پس وحی اور فرشتوں کا اترنا مامور من اللہ کے علاوہ غیر ماموروں کے لیے بھی ثابت ہے ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے والے اور اس کی بنیاد قائم کرنے والے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد ۔۔۔ من نمے گویم مگر من عیسئے ثانی شدم

(دیوان حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ)

یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ مسلمانوں کی اصطلاح میں "روح القدس" حضرت جبرئیل کا نام ہے۔

(ملاحظہ ہو لغت کی مستند ترین کتاب مفردات القرآن مصنفہ امام راغب زیر لفظ روح ص۲۰۵ مطبع میمنیہ مصر و تفسیر روح المعانی جلد اول ص۲۹۰، ص۲۶۱ مطبوعہ مصر اور تفسیر صافی جلد اول پارہ اول ص۴۳) (نیز تفسیر کبیر مصنفہ حضرت امام رازی جلد ۲ ص۴۵۸ و جلد ۳ ص۶۹۱ مطبوعہ مصر و تفسیر مدارک التنزیل النسفی جلد ۱ ص۹۶ مطبوعہ مصر)

ان کے علاوہ اسلام میں سینکڑوں اولیاء اللہ مثلاً سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم علیٰ قدر مراتب ملہم من اللہ تھے۔

وحی تین طریقوں سے ہوتی ہے ان کا ذکر قرآن کریم کی آیت مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ

(سورۂ شوریٰ ع ۵ پارہ ۲۵)

میں بیان ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء و اولیاء پر انہی طریقوں سے وحی نازل ہوتی ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وحی میں ایک فرق تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی شریعت جدیدہ والی نازل ہوتی تھی اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وحی غیر تشریعی اور ظلی ہے یعنی یہ نعمت آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کے فیض سے

ملی ہے ماسوا اس کے دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ قرآنی وحی کے ماننے کے لیے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تصدیق کی ضرورت نہیں بلکہ اگر قرآن مجید حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تصدیق نہ کرتا ہو تو ہم ہرگز ان پر ایمان نہ لاتے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی وحی اور آنحضرت صلی اللہ وسلم کی وحی میں بلحاظ مرتبہ فرق کیا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"سنو! خدا کی لعنت ان پر جو دعوےٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں قرآن کریم معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انس و جن نہیں لا سکتا اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم جمع نہیں کر سکتا بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد کوئی اور وحی بھی ہو اس لیے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلی جیسا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی ہے ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ پیچھے ہوگی"۔ (اردو ترجمہ از عربی عبارت الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ ۳۳)

سوال نمبر ۵۔ (ا) کیا احمدیہ عقیدہ میں یہ شامل ہے کہ ایسے اشخاص کا جنازہ جو مرزا صاحب پر یقین نہیں رکھتے Infructuous ہے؟

(ب) کیا احمدیہ عقائد میں ایسی نماز جنازہ کے خلاف کوئی حکم موجود ہے؟

جواب: (ا) احمدیہ کریڈ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جو شخص حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نہیں مانتا اس کے حق میں نماز جنازہ "Infructuous"[1] ہے۔

(ب) دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ گو اس وقت تک جماعتی فیصلہ یہی رہا ہے کہ غیر از جماعت لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے لیکن اب اس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر اپنے قلم سے لکھی ہوئی ملی ہے جس کا حوالہ ایک مرتبہ ۱۹۱۷ء میں دیا گیا تھا اور حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس کے متعلق اسی وقت اعلان فرما دیا تھا کہ اصل تحریر کے ملنے پر اس کے متعلق غور کیا جائے گا لیکن وہ اصل خط اس وقت نہ مل سکا۔ اب ایک صاحب[2] نے اطلاع دی ہے کہ ان کے والد مرحوم کے کاغذات میں سے اصل خط مل گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مکفر یا مکذب نہ ہو اس کا جنازہ پڑھ لینے میں حرج نہیں کیونکہ جنازہ صرف دعا ہے۔

لیکن باوجود جنازے کے بارے میں جماعت کے سابق طریقہ کے غیر احمدی مرحومین کے لیے دعا میں کرنے میں جماعت نے کبھی اجتناب نہیں کیا چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ اور اکابرین جماعت

---

[1] لاحاصل۔ [2] ڈاکٹر میجر محمد شاہنواز خان صاحب مراد ہیں۔

احمدیہ نے بعض غیر احمدی وفات یافتہ اصحاب کے لیے دعا کی ہے چنانچہ جی معین الدین سیکرٹری حکومت پاکستان کے والد صاحب (جو احمدی نہ تھے) کی وفات پر حضرت امام جماعت احمدیہ ان کے گھر تعزیت کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے میاں معین الدین کے ماموں صاحب نے "فاتحہ" کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ فاتحہ میں تو دعا مانگنے والا اپنے لیے دعا کرتا ہے یہ موقعہ تو وفات یافتہ کے لیے دعا کرنے کا ہوتا ہے اس پر متوفی کے رشتہ داروں نے کہا کہ ہماری یہی غرض ہے فاتحہ کا لفظ رسماً بول دیا ہے تو آپ نے متوفی کے رشتہ داروں سے مل کر متوفی کے لیے دعا فرمائی اسی طرح میر عبدالقادر مرحوم کی وفات پر جب حضرت امام جماعت احمدیہ تعزیت کے واسطے ان کی کوٹھی پر تشریف لے گئے تو ان کے حق میں بھی دعا فرمائی۔

اس جگہ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ ممانعت جنازہ کے بارے میں بھی سبقت ہمارے مخالفین نے ہی کی چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتوےٰ ۱۸۹۰ء میں بایں الفاظ اشاعۃ السنہ میں شائع ہو چکا ہے:۔

"اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے دجّال کذّاب سے احتراز کریں اور نہ ان کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ (رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۵ جلد نمبر ۱۳ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

اسی طرح ۱۹۰۱ء میں مولانا عبدالاحد صاحب خانپوری لکھتے ہیں:۔

"جب طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت خوار و ذلیل ہوئے جمعہ و جماعات سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر نمازیں پڑھتے تھے اس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کیے گئے اور جہاں قیصری باغ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً روک دیئے گئے تو نہایت تنگ ہو کر مرزائے قادیان سے اجازت مانگی کہ مسجد نئی تیار کریں تب مرزا نے ان کو کہا کہ صبر کرو میں لوگوں سے صلح کرتا ہوں اگر صلح ہو گئی تو مسجد بنانے کی حاجت نہیں اور نیز اور بہت سی ذلتیں اٹھائیں معاملہ و برتاؤ مسلمان سے بند ہو گیا عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھین گئیں مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔"

(اظہار مخادعۃ مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت پوؤس ثانی صفحہ ۲ مؤلفہ مولوی عبدالاحد خانپوری مطبوعہ مطبع چودھویں صدی راولپنڈی ۱۹۰۱ء)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ احمدیوں نے مسجدیں نہیں چھوڑیں بلکہ ان کو مسجدوں سے نکالا گیا

احمدیوں نے نکاح سے نہیں روکا بلکہ ان کے نکاح توڑے گئے احمدیوں نے جنازہ سے نہیں روکا بلکہ ان کو جنازہ سے باز رکھا گیا لیکن باوجود اس کے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے آخری کوشش یہی کی کہ باقی مسلمانوں سے صلح ہو جائے لیکن جب باوجود ان تمام کوششوں کے ناکامی ہوئی تو جیسا کہ مولوی عبدالاحد صاحب کی مندرجہ بالا عبارت میں اقرار کیا گیا ہے تب بامر مجبوری فتنے سے بچنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جوابی کارروائی کرنی پڑی۔

پھر اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ دیگر فرقوں نے بھی ایک دوسرے فرقہ والوں کے جنازہ کی حرمت و امتناع کے فتوے دیئے ہیں چنانچہ علمائے اہلسنت والجماعت و علمائے دیوبند نے شیعہ فرقہ والوں کے جنازہ کو نہ صرف حرام اور ناجائز قرار دیا ہے بلکہ ان کو اپنے جنازہ میں شریک ہونے کی بھی ممانعت کی ہے چنانچہ مولانا عبدالشکور صاحب مدیر "النجم" کا فتوے ملاحظہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں ہے ان کی مذہبی تعلیم ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ سنیوں کے جنازہ میں شریک ہو کر یہ دعا کرنی چاہیئے کہ یا اللہ! اس قبر کو آگ سے بھر دے اس پہ عذاب نازل کر۔"

(ملاحظہ ہو رسالہ موسومہ بہ علمائے کرام کا فتویٰ در باب ارتداد شیعہ اثنا عشریہ صہ ۴)

(ب) نیز مولانا ریاض الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:۔

"شادی غمی جنازہ کی شرکت ہرگز نہ کی جائے ایسے عقیدہ کے شیعہ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر ہیں۔"

(فتویٰ علمائے کرام صہ ۴)

(ج) اس کے بالمقابل شیعہ صاحبان کے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے شیعہ صاحبان کو یہ ہدایت فرمائی کہ اگر کسی غیر شیعہ کی نماز جنازہ میں شامل ہونا پڑ جائے تو متوفیٰ کے لیے مندرجہ ذیل دعا کرے:۔

"قَالَ اِنْ کَانَ جَاحِداً لِلْحَقِّ فَقُلِ اللّٰهُمَّ اِمْلَأْ جَوْفَهٗ نَاراً وَ قَبْرَهٗ نَاراً وَسَلِّطْ عَلَيْهِ الْحَيَّاتِ وَالْعَقَارِبَ وَ ذٰلِكَ قَالَهٗ اَبُوْجَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِامْرَءَةٍ سُوْءٍ مِنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ صَلّٰى عَلَيْهَا۔"

ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی مستند ترین کتاب فروع الکافی کتاب الجنائز جلد ۱ صنا باب الصلوٰۃ علی الناصب مصنفہ حضرت محمد یعقوب کلینی مطبوعہ نولکشور)

اے اللہ! اس کا پیٹ آگ سے بھر دے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کر یہی وہ دعا ہے جو حضرت امام جعفر صادق نے بنو امیہ کی ایک غیر شیعہ عورت کے بارے میں کی تھی۔

سوال نمبر ۶: (ا) کیا احمدی اور غیر احمدی میں شادی جائز ہے؟

(ب) کیا احمدی عقیدہ میں ایسی شادی کے خلاف ممانعت کا کوئی حکم موجود ہے؟

جواب: کسی احمدی مرد کی غیر احمدی لڑکی سے شادی کی کوئی ممانعت نہیں البتہ احمدی لڑکی کے غیر احمدی مرد سے نکاح کو ضرور روکا جاتا ہے لیکن باوجود اس کے اگر کسی احمدی لڑکی اور غیر احمدی مرد کا نکاح ہو جائے تو اسے کالعدم قرار نہیں دیا جاتا اور اولاد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔

اس تعلق میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہماری طرف سے ممانعت کی ابتداء نہیں ہوئی بلکہ اس میں بھی غیر احمدی علماء نے ہی سبقت کی اور اس میں شدت اختیار کی۔

(ا) چنانچہ سب سے پہلے مولوی محمد عبداللہ صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب مشہور مفتیانِ لدھیانہ نے یہ فتویٰ دیا:۔

"خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ وجدیدہ کا یہی ہے کہ جو شخص (یعنی مرزا غلام احمد) مرتد ہے اور اہلِ اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے ایسے ہی جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کرلے۔"

(ملاحظہ ہو رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ۵ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

(ب) جب عقیدت فرقہ قادیانی بسبب کفر والحاد و زندقہ و ارتداد ہوا تو بمجرد اس عقیدت مندی ان کی بیویاں ان کے نکاحوں سے باہر ہو گئیں اور جب تک وہ توبہ نصوح نہ کریں تب تک ان کی اولادیں سب حرامی ہوں گی۔"

(مہر صداقت المعروف باحکام شریعت ص۱ مطبوعہ ۱۳۲۵ ہجری)

علاوہ ازیں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ دراصل غیر احمدیوں سے ممانعت نکاح کی بنا احمدیت سے بغض اور عداوت رکھنے والوں کے اثر سے لڑکیوں کو بچانا تھا کیونکہ تجربے نے یہ بتایا ہے کہ وہ احمدی لڑکیاں جو غیر احمدیوں میں بیاہی جاتی ہیں ان کو احمدیوں سے ملنے نہیں دیا جاتا احمدی تحریکوں میں چندے دینے سے روکا جاتا ہے اور بعض گھرانے تو اتنے جاہل ہوتے ہیں کہ لڑکی پر اس وجہ سے سختی کرتے ہیں کہ وہ نماز کیوں پڑھتی

ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ اس طرح ہم پر جادو کرتی ہے حقیقۃً نکاح کا مسئلہ ایک سوشل قسم کا مسئلہ ہے ایسے مسائل میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکی کو کہاں آرام رہے گا اور کہاں اسے مذہبی امور میں ضمیر کی آزادی ہوگی اور اس پر ناجائز دباؤ تو نہیں ڈالا جائے گا جس سے اس کے عقائد دینیہ خطرے میں پڑ جائیں لیکن باوجود مخالفت کے اگر کوئی احمدی اپنی لڑکی کا نکاح غیر احمدی مرد سے کر دے تو اس کے نکاح کو کالعدم قرار نہیں دیا جاتا۔

پھر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ رشتہ ناطہ کے مسئلہ میں بھی ہماری جماعت اپنے طرز عمل میں منفرد نہیں بلکہ مسلمانوں کے دوسرے فرقے اور جماعتیں بھی اس طرز عمل کو اختیار کیے ہوئے ہیں بلکہ بعض تو آپس میں ایسی شدت اختیار کر چکے ہیں وہ دوسرے کے آدمی سے ازدواجی تعلق کو "حرام" اور اولاد کو ناجائز قرار دیتے ہیں چنانچہ اہلسنت والجماعت۔ شیعہ اثنا عشریہ سے مناکحت کو حرام قرار دیا ہے۔

(ا) علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث کا فتوے ملاحظہ ہو:۔

"سنی لڑکی شیعہ کے گھر پہنچتے ہی طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بن کر مجبور ہو جاتی ہے کہ شیعہ ہو جائے یہ خرابی علاوہ اس ارتکاب حرام کے ہے جو ناجائز نکاح کے سبب ہوتا ہے ...... لہٰذا شیعوں سے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز انکا ذبیحہ حرام۔ ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں۔"

(ملاحظہ ہو علمائے کرام کا فتویٰ دربارہ ارتداد شیعہ اثنا عشریہ شائع کردہ مولانا محمد عبد الشکور صاحب مدیر النجم ص۳۱)

(ب) نیز بریلوی فرقہ جس کے ساتھ مولانا ابوالحسنات صاحب صدر مجلس عمل کا تعلق ہے کے نزدیک بھی شیعہ سے مناکحت "زنا" سے مترادف ہے چنانچہ "ردّ الرفضہ" میں لکھا ہے" بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار۔ مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں ہی کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا۔ محض "زنا" ہوگا اور اولاد "ولد الزنا" ہوگی۔"

(ردالرفضہ تصنیف حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مطبوعہ ۱۳۲۰ھ ص۱۶)

ہم نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ اس فتویٰ میں حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب بانی فرقہ بریلویہ کا ہے، شیعہ حضرات کو نہ صرف کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید کی رو سے کتابیہ عورت کیساتھ مسلم مرد کا نکاح جائز ہے لیکن حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب کے نزدیک شیعہ عورت کیساتھ سنی مرد کا نکاح قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

(ج) اسی طرح اہلِ شیعہ کے نزدیک اہلسنت والجماعت سے مناکحت ناجائز ہے چنانچہ حضرات شیعہ کی حدیث کی نہایت مستند کتاب الفروع الکافی میں لکھا ہے :۔

عن الفضل بن یسار قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام ان لا اُتی اختاً عارفة علی راینا ولیس علی راینا بالبصرة الا قلیل فازوّجها من لا یری رایناقال لا۔ (الفروع الکافی من جامع الکافی جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۴۲ مطبوعہ نولکشور)

یعنی فضل بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابو عبداللہؑ سے عرض کیا کہ میری اہلیہ کی ایک بہن ہے جو ہماری ہم خیال ہے لیکن بصرہ میں جہاں ہم رہتے ہیں شیعہ لوگ بہت تھوڑے ہیں کیا میں اس کا کسی غیر شیعہ سے بیاہ کر دوں؟ حضرت امام نے فرمایا "نہیں"

(د) اسی طرح "امیر جماعت اسلامی" کے نزدیک ایسے لوگوں کے لیے ان کی جماعت میں کوئی جگہ نہیں جو اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرتے وقت دین کا خیال نہ رکھیں۔

(روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۱۰۳)

سوال نمبر ۸: احمدیہ فرقہ کے نزدیک امیر المومنین کی Significance کیا ہے؟

جواب: ہمارے امام کے عہدے کا اصل نام "امام جماعت احمدیہ" اور "خلیفۃ المسیح" ہے لیکن بعض لوگ انہیں امیر المومنین بھی لکھتے ہیں اور ایسا ہی ہے جیسا کہ مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی "امیر جماعت اسلامی" کہلاتے ہیں یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری "امیر شریعت" کہلاتے ہیں غالباً مودودی صاحب اور ان کی جماعت نے یہ مراد نہیں لی ہوگی کہ باقی لوگ اسلامی جماعت سے باہر ہیں یا کافر ہیں۔ نہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ماننے والوں نے یہ مراد لی ہوگی کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری شریعت پر حاکم ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہی شریعت ہوتی ہے۔

جب کوئی احمدی حضرت امام جماعت احمدیہ کے لیے "امیر المومنین" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اس کی مراد یہی ہوتی ہے کہ آپ ان لوگوں کے جو بانی سلسلہ احمدیہ کو مانتے ہیں "امیر" ہیں لوگ اپنی عقیدت میں اپنے لیڈروں کے کئی نام رکھ لیتے ہیں بعض تو کلی طور پر غلط ہوتے ہیں بعض جزوی طور پر صحیح ہوتے ہیں بعض کلی طور پر صحیح ہوتے ہیں۔ کوئی معقول آدمی ان باتوں کے پیچھے نہیں پڑتا جب تک کہ ایسی بات کو ایمان کا جزو قرار دے کر اس کے لیے دلائل اور براہین نہ پیش کیے جائیں۔ سابق مسلمانوں نے بھی بعض

ائمہ کو "امیر المومنین" کے الفاظ سے یاد کیا ہے چنانچہ مولانا محمد ذکریا شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اپنی کتاب (موسومہ مقدمہ اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک) کے صفحہ ۴۴ مطبوعہ یحیویہ سہارنپور ۱۳۴۸ھ میں امام قطان اور یحییٰ ابن معین سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"مالك امير المومنين فى الحديث" یعنی امام مالک فن حدیث میں "امیر المؤمنین" ہیں۔

اسی طرح حضرت سفیان ثوری کے متعلق حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی امام شعبہ اور امام ابن علقمہ اور امام ابن معین اور بہت سے علماء کی سند پر اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں :۔

"سفيان امير المومنين فى الحديث" یعنی حضرت سفیان ثوری فن حدیث میں امیر المؤمنین ہیں"

(تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن جلد ۴ ص ۱۱۳)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سابق امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم کو بھی ان کے بعض اتباع "امیر المؤمنین" لکھتے ہیں۔ پروفیسر الیاس برنی صاحب نے اپنی کتاب "قادیانی مذہب" مطبوعہ اشرف پرنٹنگ پریس لاہور بار ششم صفحہ ۳ تمہید اوّل میں موجودہ نظام صاحب دکن کو "امیر المومنین" لکھا ہے مزید برآں بعض لوگ اس قسم کے نام رکھ لیتے ہیں جیسے "ابو الاعلیٰ"، حالانکہ "الاعلیٰ" اللہ تعالےٰ کا نام ہے :

ایڈووکیٹ صدر انجمن احمدیہ ربوہ

Murree/ Lahore Dated 29th August 1953	Advocate of the Sadr Anjuman Ahmadiyya Rabwah.

تحقیقاتی کمیشن کے تین ۳ سوالوں کا جواب

اس نہایت اہم بیان میں مندرجہ ذیل تین ۳ سوالوں کے جواب حضرت مصلح موعود نے سپرد قلم فرمائے :۔

(۱) وہ حالات جن کی وجہ سے مارشل لاء نافذ کرنا پڑا

(۲) صوبجاتی گورنمنٹ نے جو ذرائع فسادات کے نہ ہونے دینے کے لیے اختیار کیے آیا وہ کافی تھے یا نہیں؟

(۳) صوبجاتی حکومت نے جب یہ فساد ظاہر ہو گئے تو ان کے دبانے کے لیے جو تجاویز اختیار کیں آیا وہ کافی تھیں یا نہیں تھیں؟

یہ تحریری بیان غیر مطبوعہ ہے اور بجنسہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے[1]

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

سوالات:-

۱۔ وہ حالات جن کی وجہ سے مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

۲۔ صوبہ جاتی گورنمنٹ نے جو ذرائع فسادات کے نہ ہونے دینے کے لیے اختیار کیے۔ آیا وہ کافی تھے۔ یا نہیں۔

۳۔ صوبہ جاتی حکومت نے جب یہ فساد ظاہر ہو گئے۔ تو ان کے دبانے کے لیے جو تجاویز اختیار کیں۔ آیا وہ کافی تھیں یا نہیں تھیں۔

جوابات:-

مارشل لاء کے جاری کرنے کی ضرورت جن امور کی وجہ سے پیش آئی وہ وہ واقعات تھے۔ جو فروری کے آخری ہفتہ اور مارچ کے ابتدائی ہفتہ میں لاہور میں ظاہر ہوئے اور جنہیں صوبجاتی حکومت مؤثر

---

[1] اس تحریری بیان کا اصل مسودہ حضرت مصلح موعود نے ۲۸ جنوری ۱۹۵۴ء کو لکھوایا تھا مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر مرحوم سابق انچارج شعبہ زود نویسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا اور حضرت مصلح موعود کے قلم مبارک سے اصلاح شدہ ہے۔

طور پر دبا نہ سکی۔ اگر یہ واقعات ظاہر نہ ہوتے۔ یا اگر صوبجاتی حکومت ان کو دبانے میں کامیاب ہو جاتی تو مارشل لاء کے جاری کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس سوال کا جواب دینے میں کچھ نہ کچھ ذکر حکومت کا بھی آ جاتا ہے کیونکہ ایسے بڑے پیمانہ پر فسادات جن کو پولیس نہ دبا سکے اور انتظامی عملہ ناکام ہو جائے دو ہی وجہ سے پیدا ہوا کرتے ہیں یا تو صیغہ خبر رسانی کی شدید غفلت اور نا قابلیت کیوجہ سے یا عملہ انتظام کی عدم توجہ کی وجہ سے۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر جب کہ سول اور پولیس ناکام ہو جائے اور فوج کو دخل دینا پڑے۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آبادی کی ایک کثیر تعداد اس میں شامل تھی یا آبادی کی ایک معقول تعداد ایسی منظم صورت میں فساد پر آمادہ تھی کہ فساد کی وسعت کی وجہ سے عام قانون کے ذریعہ سے اسے دبایا نہیں جا سکتا تھا۔ اور یہ دونوں حالتیں یکدم نہیں پیدا ہو سکتیں۔ ایک لمبے عرصہ کی تیاری کے بعد پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور ایک لمبے عرصہ کی تنظیم کے بعد یا ایک لمبے عرصہ کے اشتعال کے بعد ہی رونما ہو سکتی ہیں۔ دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں بھی سول معاملات میں فوج کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی جب تک کہ معاملہ ہاتھوں سے نہیں نکل جاتا اور یہ ہمیشہ ہی عرصہ دراز تک نفرت کے جذبات کے سلگتے رہنے اور ایک عرصہ تک مخفی تنظیم کے بعد ہی ہوتا ہے۔

تیسری صورت وہ ہوا کرتی ہے۔ جبکہ کوئی ظالم شخص اپنے اشتغال سے مجبور ہو کر بلا ضرورت فوج کو استعمال کرتا ہے تاریخ میں اس کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن موجودہ مارشل لاء اس تیسری قسم میں شامل نہیں اس لیے لاء اینڈ آرڈر کی ذمہ وار پنجاب حکومت تھی اور پنجاب حکومت نے ۵ اور ۶ (مارچ) کو یہ محسوس کر لیا تھا۔ کہ اب ہم امن کو اپنے ذرائع سے قائم نہیں رکھ سکتے اور مرکز کو دخل دینے کی ضرورت ہے پس چونکہ اس فیصلہ کی بنیاد صوبائی حکومت کے ساتھ تعلق رکھتی تھی اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ مرکزی یا فوجی افسروں نے فوری اشتغال کے ماتحت ایک کام کر لیا۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ پس لازماً یہی ماننا پڑے گا۔ کہ وہ حالات جو فروری کے آخر یا مارچ کے شروع میں ظاہر ہوئے۔ ایک لمبی انگیخت کے نتیجہ میں تھے اور ایک باضابطہ تنظیم کے ماتحت تھے جس کیوجہ سے باوجود اس کے کہ ہزاروں کی تعداد میں پولیس موجود تھی۔ سینکڑوں کی تعداد میں انتظامی افسر موجود تھے۔ پھر بھی وہ لاہور کے فسادات کو روکنے کے قابل نہیں ہوئے۔

یہ بھی بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ کہ جیسا کہ شہادتوں سے ثابت ہے۔ لاہور میں فسادات میں حصہ لینے والے صرف لاہور کے باشندے نہیں تھے۔ بلکہ زیادہ تر حملے کرنے والے لوگ وہ تھے۔ جو کہ باہر سے منگوائے گئے تھے۔ پس اس بات کو دیکھ کر لاہور کے مارشل لاء کے جاری کرنے کے موجبات کو صرف لاہور تک محدود نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ پنجاب کے دوسرے علاقوں پر بھی نظر ڈالنی پڑے گی اگر بیرونجات سے سینکڑوں کی تعداد میں جتھے نہ آتے تو پولیس کے لیے انتظام مشکل نہ ہوتا۔ پولیس کا انتظام زیادہ تر اس بات پر مبنی ہوتا ہے کہ وہ لوکل آدمیوں کی طبیعتوں اور ان کے چال چلن کو جانتی ہے اور وہ سمجھتی ہے کہ کس محلہ میں کون کون لوگ سے اس قسم کی شرارت کر سکتے ہیں اور پھیلا سکتے ہیں۔ پس وہ ان کو گرفتار کر لیتی ہے اور اس طرح شورش کی جڑ کو کچل دیتی ہے لیکن گزشتہ فسادات میں پارٹیشن کے زمانہ کے فسادات سے سبق سیکھتے ہوئے ان فسادات کے بانیوں نے جہاں جہاں بھی فساد ہوا۔ وہاں باہر سے آدمی لا کر جمع کر دیئے تھے۔ تاکہ پولیس ان سے معاملہ کرتے وقت صحیح اندازہ نہ کر سکے اور مقامی شورش پسند لوگ جن کو وہ جانتی ہے ان کی گرفتاری سے شورش کو دبا نہ سکے۔ پنجاب کے دوسرے علاقوں میں بھی جہاں جہاں شورش کی گئی۔ اسی رنگ میں کام کیا گیا۔ کہ جس گاؤں میں شورش کرنی ہوتی تھی۔ وہاں اردگرد کے گاؤں سے آدمی لائے جاتے تھے اور مقامی گاؤں والے بظاہر خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ پس جو کچھ لاہور میں ہوا۔ وہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر اضلاع میں اس کی بنیاد نہ رکھی جاتی۔ اور اگر حکومت اس فتنہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے تمام اضلاع میں تعاون پیدا کر دیتی تو یہ فسادات یا نشوونما نہ ہوتے یا ظاہر ہوتے ہی دبا دیئے جاتے۔

ہم اس بات میں نہیں پڑنا چاہتے۔ کہ زید یا بکر کس پر ان فسادات کی زیادہ ذمہ واری ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ نہ اس طرح ہمارے مقتول واپس لائے جا سکتے ہیں۔ نہ ہمارے جلائے ہوئے مکان بنائے جا سکتے ہیں نہ ہمارے لوٹے ہوئے مال ہم کو واپس دیئے جا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ فساد کرنے والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ لوگ جن کا فساد میں فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ فساد میں شامل ہیں تو وہ اس فائدے سے محروم ہو جاتے ہیں دوسرے وہ لوگ فساد کروانا چاہتے ہیں اور فساد کروانے کی عزت خود حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کا فائدہ اسی میں ہوتا ہے کہ ان کا نام آگے آئے اور لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ وہ اس کام میں حصہ لے رہے ہیں۔

اگر گورنمنٹ کا کوئی براہ راست دخل ان فسادات میں تھا تو گورنمنٹ پہلے گروہ میں آجاتی ہے۔ اگر کسی وقت بھی یہ ظاہر ہو جاتا۔ کہ وہ ان فسادات کو انگیخت کر رہی ہے تو جس غرض سے وہ ان فسادات میں حصہ لے سکتی تھی۔ وہ اس غرض سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہو جاتی تھی۔ اس لیے لازماً اگر حکومت بحیثیت حکومت یا اسکے کچھ افسران فسادات میں حصہ لینا چاہتے تھے تو وہ یقیناً اسے مخفی رکھتے تھے اور جو بات مخفی رکھی جاتی ہے اس کا پتہ لگا آسان نہیں ہوتا فسادات کے دنوں میں ہماری جماعت کو مختلف قسم کی رپورٹیں ملتی تھیں کبھی ایک افسر کے متعلق۔ کبھی دوسرے افسر کے متعلق۔ کبھی صوبجاتی حکومت کے متعلق کبھی مرکزی حکومت کے متعلق۔ کبھی ہمیں یہ خیال پیدا ہوتا تھا۔ کہ فلاں افسر یا صوبجاتی حکومت اس کی ذمہ وار ہے کبھی ایک دوسری رپورٹ کی بناء پر ہم یہ سمجھتے تھے۔ کہ کوئی دوسرا افسر اور مرکزی حکومت اس کی ذمہ وار ہے (چونکہ ہمارے آدمی حکومت کے ذمہ وار عہدوں پر فائز نہیں تھے۔ اس لیے) ہمیں حقیقت حال کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے ہماری جماعت کا طریقہ یہی تھا۔ کہ ہر قسم کے افسروں سے تعاون کرنا اور بعض دفعہ یہ خیال کرتے ہوئے بھی کہ وہ ان فسادات میں حصہ لیتے ہیں ان کے پاس اپنی شکایت لے جانا۔ اور اگر کسی کے منہ سے کوئی بات (انصاف)[1] کی نکل جائے تو اس کی تعریف کر دینا۔ تاکہ شائد اسی تعریف کے ذریعہ سے آئندہ اس کے شر سے نجات مل جائے ہماری مثال تو اس جانور کی سی تھی۔ جس کے پیچھے چاروں طرف سے شکاری کتے لگ جاتے ہیں اور وہ مختلف طریقوں سے اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس ہم معین صورت میں کسی شخص پر الزام نہیں لگا سکتے۔ مارشل لاء سے پہلے بھی ہم پر سختیاں کی گئیں اور ہمارے لیے یہ نتیجہ نکالنا بالکل ممکن تھا۔ کہ اس کا اصل موجب کون شخص تھا ہاں ہم شہادتوں کو دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ صوبجاتی حکومت میں قطعی طور پر بے عملی پائی جاتی تھی۔

ہمیں یہ سن کر نہایت ہی تعجب ہوا ہے۔ کہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ کا صرف یہی خیال تھا کہ (اول) ان کو اس امر کے متعلق وہی کارروائی کرنی چاہیئے جس کے متعلق ان کے ماتحت رپورٹ کریں۔

---

[1] مسودہ پر دھبہ کی وجہ سے پڑھا نہیں گیا اس لیے اندازاً لکھا گیا ہے

(ب) جب کوئی معاملہ زیر بحث آئے تو ان کے لیے یہ کافی تھا کہ وہ اپنے افسروں کے ساتھ تبادلۂ خیال کے بعد درست یا غلط کوئی حکم دیدیں۔ ان کے نزدیک اس بات کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ وہ یہ بھی دیکھیں کہ وہ حکم نافذ بھی ہوا ہے یا نہیں۔

(ج) ان کے نزدیک انصاف کا تقاضا اس سے پورا ہو جاتا تھا کہ اگر ظالم اور مظلوم دونوں کو ایک کشتی میں سوار کر دیا جائے اور اس طرح دنیا پر ظاہر کیا جائے کہ وہ سب قسم کے لوگوں کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں اور یہی کیفیت ہم کو لاہور کے انتظامیہ حکام میں نظر آتی ہے اور یہیں فساد سب سے زیادہ ہوا ہے گواہیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت لاہور میں جو ذمہ دار افسر تھا۔ اس کے نزدیک بھی اوپر کے ہی اصول قابلِ عمل تھے اور انہی پر وہ عمل کرتا رہا ہے۔ شاید جرمنی کے مشہور چانسلر پرنس بسمارک کا یہ قول ہے کہ "افسر اس لیے مقرر کیے جاتے ہیں کہ وہ دیکھتے رہیں کہ ان کا ماتحت عملہ قواعد اور حکام کی پابندی کرتا ہے۔" مگر ان شہادتوں کے پڑھنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ افسر اس لیے مقرر کیے جاتے ہیں کہ وہ ایک فیصلہ کریں اور پھر کبھی نہ دیکھیں کہ اس پر عمل ہوا ہے یا اس لیے مقرر کیے جاتے ہیں کہ وہ اس انتظار میں رہیں کہ ان کے ماتحت افسر کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ کارروائی کرنا چاہیں۔ تو پھر مناسب طور پر وہ اس کارروائی کو بستہ میں لپیٹ دینے کی کوشش کریں اور اگر وہ کوئی کارروائی نہ کروانا چاہیں تو وہ اس انتظار میں رہیں کہ کبھی وہ عمل کی طرف متوجہ ہوں گے یا نہیں۔ جہاں تک ہماری عقل کام دیتی ہے دنیا کی ادنیٰ سے ادنیٰ حکومت بھی ان اصول کے ماتحت نہیں چل سکتی۔ پس ہمارے نزدیک حکومت کی بے حسی اور عدم توجہی اور عدم تنظیم ان فسادات کی ذمہ وار ہے۔ لیکن اصل ذمہ داری ان لوگوں پر آتی ہے جو کہ اپنے ارادوں کو ظاہر کرتے تھے لوگوں کو فساد کے لیے اُکساتے تھے اور اس بارہ میں تنظیم کر رہے تھے۔ یہ کہدینا کہ کوئی شخص ایسے الفاظ نہیں بولتا تھا۔ جن سے وہ قانون کی زد میں آئے درست نہیں۔ کیونکہ اوّل تو اخباروں کے کٹنگز اور تقریروں کے حوالوں[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ بولے جاتے تھے۔ دوسرے ایسے مواقع پر یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ الفاظ کیا بولے جاتے تھے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ کس ماحول میں وہ بولے جاتے تھے اور کیا ذہنیت وہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتے تھے۔ اگر

---

[1] حضرت مصلح موعودؓ نے یہاں مسودہ کے حاشیہ میں تصحیح کے دوران لکھا "بعض حوالجات"

یہ ثابت ہو جائے کہ ایک خاص ذہنیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک خاص سکیم کے ماتحت جو فتنہ و فساد کو پیدا کرنے میں محد ہو سکتی ہے۔ کچھ الفاظ بولے جاتے تھے جن میں رائج الوقت قانون سے بچنے کی بھی کوشش کی جاتی تھی تو یقیناً الفاظ خواہ کچھ ہی ہوں اس بات کو ماننا پڑے گا کہ فساد کے لیے لوگوں کو تیار کیا گیا اور متواتر تیار کیا گیا اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ عین فساد کے دنوں میں جلسوں کی حد سے نکل کر ایک مقررہ تنظیم کے ماتحت سارا فساد آ گیا تو ماننا پڑتا ہے کہ جو لوگ جلسوں میں محتاط الفاظ استعمال کرتے بھی تھے اپنی خلوت میں دوسرے کام کرتے تھے۔ اگر ایسا نہیں تھا تو اچانک شورش ایک انتظام کے ماتحت کس طرح آ گئی اور اس کو باقاعدہ لیڈر کہاں سے مل گئے آخر وہ کیا بات تھی کہ جلسوں میں تو محض لوگوں کو ختمِ نبوت کی اہمیت بتائی جاتی تھی لیکن فسادات کے شروع ہوتے ہی جتھے لاہور کی طرف بڑھنے شروع ہوئے۔ ایک شخص نے آ کر مسجد وزیر خان میں راہنمائی اور راہبری سنبھال لی۔ اور لوگ اس کا حکم ماننے لگ گئے اور دوسروں نے دوسرے علاقوں میں باگ ڈور سنبھال لی۔ جس دن شورش کرنی ہوتی تھی مختلف طرف سے جتھے نکلتے تھے لیکن شورش ایک یا دو مقامات پر کی جاتی تھی جب گرفتاریاں ہوتی تھیں تو شورش پسند لیڈر وہاں سے بھاگتے تھے اور ان کو پناہ دینے کے لیے پہلے سے جگہیں موجود ہوتی تھیں۔ حکومت کو بیکار بنانے کے لیے ریلوں اور لاریوں پر خصوصیت کے ساتھ حملے کیے جاتے تھے۔ تمام بڑے شہروں میں گاؤں کی طرف سے جتھے آتے تھے جیسے لائلپور میں گوجرہ اور سمندری وغیرہ سے اور سرگودہا میں میانوالی اور سکیسر کے علاقوں سے اور لاہور میں راولپنڈی، لائلپور اور دوسرے شہروں سے گویا لاہور میں تو لائلپور، راولپنڈی، سرگودہا اور ملتان کے شہروں کو استعمال کیا جا رہا تھا اور لائلپور، سرگودہا، راولپنڈی ملتان وغیرہ میں اردگرد کے دیہات کے لوگوں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ کیا یہ بات بغیر کسی تنظیم کے ہو سکتی تھی اور کیا یہ تنظیم بغیر کسی منظِم کے ہو سکتی تھی۔ پس یہ حالات صاف بتاتے ہیں کہ تقریروں میں کچھ اور کہا جاتا تھا گو جوش کی حالت میں وہ بھی اصل حقیقت کی غمازی کر جاتی تھیں لیکن پرائیویٹ طور پر اور رنگ میں تیاری کی جا رہی تھی۔

پس فسادات کی اصل ذمہ وار جماعتِ اسلامی۔ جماعتِ احرار اور مجلس عمل تھی۔ ان کے کارکنوں نے متواتر لوگوں میں یہ جوش پیدا کیا کہ احمدی اسلام کو تباہ کر رہے ہیں۔ پاکستان کے غدار ہیں۔ غیر حکومتوں کے ایجنٹ ہیں گویا وہ دو ہی چیزیں جو پاکستانی مسلمانوں کو پیاری ہو سکتی ہیں۔

یعنی اسلام اور پاکستان دونوں کی عزت اور ایک دونوں کی ذات احمدیوں سے خطرہ میں ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تقریروں کے نتیجہ میں عوام الناس میں اتنا اشتعال پیدا ہو جانا ضروری تھا کہ وہ اپنی دونوں پیاری چیزوں کے بچانے کے لیے اس دشمن کو مٹا دیتے جس کے ہاتھوں سے ان دونوں چیزوں کو خطرہ بتایا جاتا تھا ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ انڈر گراؤنڈ طور پر کچھ ایسے لوگ بھی مقرر کیے جاتے جو اس طوفان کو ایک خاص انتظام کے ماتحت اور ایک خاص لائن پر چلا دیتے ۔ جب طبائع میں اشتعال پیدا ہو جائے تو وہ لیڈر کی اطاعت کے لیے پوری طرح آمادہ ہو جاتے ہیں اس طرح تنظیم کے لیے رستہ کھول دیا گیا تھا ان لوگوں کو یہ اتفاقی سہولت میسّر آگئی کہ پنجاب کے صوبہ کی حکومت دانستہ یا نادانستہ ایسے طریق عمل کو اختیار کرنے لگی جو دنیا کی کسی مہذب حکومت میں بھی استعمال نہیں کیا جاتا اور جس کا ذکر ہم اُوپر کر آئے ہیں اس دوران میں بدقسمتی سے پاکستان کی مرکزی حکومت میں ایک ایسا وزیراعظم آگیا جو مذہبی جوش رکھتا تھا اور علماء کا حد سے زیادہ احترام اس کے دل میں تھا اور انتہاء درجہ کا سادہ اور طبیعت کا شریف تھا اتفاقی طور پر کچھ علماء اس کے پاس پہنچے اور اس کے ادب اور احترام کو دیکھ کر انہوں نے محسوس کیا کہ کامیابی کا ایک اور راستہ بھی ان کے سامنے کھل سکتا ہے ۔ ہمیں ان فسادات کے دنوں میں جو کچھ معلومات حاصل ہوئیں یا ہو سکتی تھیں۔ خواہ مخالفوں کے کیمپ سے یا اپنے وفود سے ۔ جو کہ پاکستان کے وزیراعظم سے ملے یہی معلوم ہو سکا ہے کہ پاکستان کے وزیراعظم سادہ اور شریف آدمی تھے ہمیں کبھی بھی اُن کے متعلق یہ محسوس نہیں ہوا کہ وہ شرارت یا فساد کے لیے کوئی کام کرتے تھے مگر علماء کا ادب اور احترام اور ان کی سادگی اور دوسری طرف علماء کا فساد پر آمادہ ہو جانا ان کو دھکیل کر ایسے مقام پر لے گیا ۔ جبکہ وہ نادانستہ طور پر اس فساد کو آگ دینے والے بن گئے ۔ پاکستان میں اس وزیراعظم کے آنے سے پہلے علماء کے دل میں یہ طمع کبھی نہیں پیدا ہوا کہ آئندہ حکومت اُن سے ڈر کر ان کی پالیسیاں چلائے گی لیکن اس وزیراعظم کے زمانہ میں یہ طمع علماء کے دل میں پیدا ہو گیا ۔ مولانا مودودی جو کہ پہلے کانگرسی تھے پھر ہندو نواز تھے اور پاکستان بننے کے وقت پاکستان کے مخالف تھے ۔ آخری دن تک ان کی پاکستان

---

[1] حضرت مصلح موعود نے یہاں حاشیہ میں ہدایت دی کہ "مناسب حوالہ جات"

میں آنے کی تجویز نہیں تھی وہ پاکستان کو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف سمجھتے تھے۔ انکی جماعت کی بنیاد سرے سے ہی سیاسی ہے اور ان کا نظریہ یہی ہے کہ جس طرح ہو حکومت پر قبضہ کیا جائے اور پھر ان کے سمجھے ہوئے اسلامی نظام کو چلایا جائے ان کے اس نظریہ کی وجہ سے دوسری پارٹیوں سے مایوس شدہ سیاسی آدمی ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ پارٹی جو جلد سے جلد حکومت پر قبضہ کرنا چاہتی ہے اس کے ذریعہ سے ہم کو بھی رسوخ حاصل ہو جائے گا۔ اور چونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بعد میں اسلامی نظام قائم کیا جائے گا اس لیے مذہب کی طرف مائل ہونے والے لوگ بھی ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کا انجمن اخوان المسلمین کے ساتھ تعلق بھی ظاہر کرتا ہے کہ درحقیقت ان کا مطلوب بھی سیاست ہے ان کا طریق عمل بھی بالکل اُسی رنگ کا ہے۔ مثلاً اسی کمیشن کے سامنے مولانا مودودی صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ فساد تو مذہبی تھا اور ان کی جماعت[له] اسلامی یہ کہتی ہے کہ اس فساد کے موجبات سیاسی تھے۔ یہ اختلاف دیانتداری کے ساتھ نہیں ہو سکتا اگر تو جماعتِ اسلامی پہلے ہوتی اور مولانا مودودی بعد میں آکر اس کے پریذیڈنٹ بن جاتے۔ تب تو نفسیاتی طور پر اس اختلاف کو حل کیا جا سکتا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا مودودی ہی نے جماعت اسلامی بنائی ہے اور اب بھی گو انہیں ایکس امیر (Examir) کہا جاتا ہے لیکن چلتانہ ہیں بھی انہی سے مشورے کیے جاتے ہیں کیونکہ ان کو "مزاج شناس رسول" کا درجہ دیا جاتا ہے (بیان امین احسن اصلاحی) اگر اتنا اہم اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو یہ تعاون باہمی کیسے جاری ہے جماعتِ اخوان المسلمین نے بھی مصر میں یہی طریقہ اختیار کیا ہوا ہے جنرل نجیب کے برسرِ اقتدار آنے پر انہوں نے اعلان کر دیا کہ ان کی جماعت مذہبی جماعت ہے لیکن ایک حصہ اسے سیاسی قرار دیتا رہا اور اب ساری جماعت ہی سیاسیات میں اُلجھ کر مصر کی قائم شدہ حکومت جس کے ذریعہ سے اس کے لیے آزادی کا حصول ممکن ہو گیا ہے۔ اس کے خلاف کھڑی ہو گئی اور جماعت اسلامی کے صدر صاحب جنرل نجیب کو تار دیتے ہیں کہ جو الزام تم اخوان المسلمین پر لگاتے ہو وہ غلط ہے۔ عجیب بات ہے کہ مصر کی حکومت مصر کے بعض لوگوں پر ایک الزام لگاتی ہے اور واقعات کی بناء پر الزام لگاتی ہے لیکن پاکستان کی جماعتِ اسلامی بغیر اس کے کہ ان لوگوں سے واقف ہو بغیر اس کے کہ کام سے واقف

[له] حضرت مصلح موعود نے یہاں حاشیہ میں تحریر فرمایا "حوالہ"

ہوا صدر مصر کو نار دیتی ہے کہ تمہاری غلطی ہے یہ لوگ ایسے نہیں ہیں یہ صاف بتاتا ہے کہ دونوں تحریکیں سیاسی ہیں اور دونوں ایک دوسرے کا بازو ہیں ۔ مذہب کا صرف نام رکھا گیا ہے اور اسی وجہ سے جب اس تحریکِ فسادات نے زور پکڑا اور جماعت اسلامی نے یہ محسوس کیا کہ اس ذریعہ سے وہ حکومت کے کچھ لوگوں کی نظر میں بھی پسندیدہ ہو جائیں گے اور عوام الناس میں بھی ان کو قبولیت حاصل کرنے کا موقع میسّر آجائے گا ۔ تو وہ اس تحریک میں شامل ہو گئے ۔

ہمیں تعجب ہے کہ مسٹر انور علی صاحب آئی جی پولیس، مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے متعلق تو یہ کہتے ہیں کہ لائلپور کی تقریر[۱] میں ان کا یہ کہنا کہ اس اس رنگ میں فساد ظاہر ہوں گے یہ بتاتا ہے کہ وہ ان فسادات کی سکیم میں شامل تھے ۔ لیکن مولانا مودودی صاحب کی لاہور کی تقریر جس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر حکومت نے یہ باتیں نہ مانیں[۲] تو جس رنگ میں پارٹیشن کے وقت فسادات ہوئے تھے اسی رنگ میں فسادات ہوں گے اس کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کے متعلق مجھے یہ شبہ نہیں تھا کہ وہ کوئی سیاسی کام گورنمنٹ کے خلاف کرتے ہیں تعجب ہے ایک ہی قسم کی تقریریں دو شخص کرتے ہیں اور ایک سے اَور نتیجہ نکالا جاتا ہے اور دوسری سے اور ۔ حالانکہ مولانا مودودی نے جس قسم کے فسادات کی طرف اشارہ کیا تھا ۔ فسادات تفصیلاً اسی رنگ میں پیش آئے ۔ یا لو وہ الہام کے مدعی ہوتے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے ایسا بتایا ہے تب ہم اس امر کی تحقیقات کرتے مگر وہ تو الہام کے منکر ہیں ۔ آخر انہیں کیونکر پتہ لگا تھا ۔ کہ اُسی رنگ میں فسادات ہوں گے جس رنگ میں پارٹیشن کے زمانہ میں فسادات ہوئے تھے ۔ فسادات کے مختلف پیٹرن (Pettern) ہوتے ہیں اور ہر وقت اور ہر ملک میں ایک قسم کے فسادات ظاہر نہیں ہوتے ۔ گزشتہ پارٹیشن کے زمانہ میں فساد کا ایک معیّن طریق تھا جو ہندوؤں اور سکھوں نے مقرر کیا تھا ۔ مغربی پنجاب میں بھی فسادات ہوئے مگر وہ اس رنگ میں نہیں ہوئے ان کا رنگ بالکل اور تھا ۔ مگر جو فسادات پچھلے دنوں میں ہوئے ان کا پیٹرن وہی تھا جو کہ مشرقی پنجاب میں استعمال کیا گیا تھا اور اس کی طرف مولانا مودودی صاحب نے اشارہ کیا تھا ۔

غرض یہ ایک حقیقت ہے کہ باوجود ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۱ء اور ۱۹۵۲ء میں جماعت احمدیہ کی طرف

[۱-۲] حضرت مصلح موعود کے قلم سے یہاں حاشیہ میں لفظ "حوالہ" لکھا ہے

سے متواتر پروٹسٹ کرنے کے حکومت نے کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا۔ اس نے روم کے بادشاہ نیرو کے نقش قدم پر چلنا پسند کیا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ

Rome burns but Nero plays with his fiddle

آخر وجہ کیا ہے کہ جبکہ جماعت احمدیہ متواتر فسادات کے پیدا ہونے کے امکان کی طرف حکومت کو توجہ دلاتی رہی۔ حکومت انہیں یہ طفل تسلیاں دیتی رہی کہ فسادات کا کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہ کہ جب کوئی قانون کی خلاف ورزی کرے گا۔ ہم اسے پکڑ لیں گے لیکن جب فساد کی صریح انگیخت بعض لوگ کرتے تھے۔ تو کبھی لوکل افسروں کے توجہ دلانے پر یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ یہ آدمی اہم[1] نہیں حالانکہ فسادات کے لیے ملکی اہمیت نہیں دیکھی جاتی علاقائی اہمیت دیکھی جاتی ہے اور کبھی یہ کہہ دیا جاتا کہ اگر اس وقت کسی کو پکڑا گیا تو شورش بڑھ جائے گی۔ حالانکہ شورش کے بڑھنے کا خطرہ تو زمانہ کی لمبائی کے ساتھ لمبا ہوتا ہے اس وقت خاموش رہنے کے یہ معنی تھے کہ شورش کے بڑھنے کو اور موقعہ دیا جائے حالانکہ شہادتوں سے صاف ثابت ہے کہ مرکزی حکومت سے دو ٹوک فیصلہ چاہنے کی کبھی بھی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ اور کبھی یہ کہہ دیا جاتا کہ چونکہ مرکزی حکومت نے ابھی تک اصل مسئلہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا اس لیے ہمارا دخل دینا مناسب نہیں کبھی انسپکٹر جنرل پولیس توجہ دلاتا تو خاموشی اختیار کی جاتی۔ اور سمجھ لیا جاتا کہ ہم ایک دفعہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ اب مزید اظہار رائے کی ضرورت نہیں کبھی مقامی حکام یا پولیس اگر بعض لوگوں کو پکڑ لیتی تو ہماری حکومت ان کو اس لیے رہا کرنے کا آرڈر دے دیتی کہ وہ لوگ اب پچھلے کام پر پشیمان ہیں۔ حالانکہ گزشتہ تاریخ احرار کی اس کے خلاف تھی جیسا کہ شہادتوں سے ثابت ہے اور مستقبل نے بھی اس خیال کو غلط ثابت کر دیا۔ یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ان لوگوں نے اصلاح کی۔ شہادتیں اور لٹریچر اس کے خلاف ہے[2]۔ گویا ایک لاکھ یا دو لاکھ پاکستانیوں کی جان کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اس کے لیے حکومت کو کسی قدم کے اٹھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آخر اگر کسی نے ملک میں کوئی غیر آئینی تقریر نہیں کی تھی اگر تمام لیڈر لوگوں کو امن سے رہنے اور احمدیوں

---

[1] یہاں حضور نے اس فقرہ کا اپنے قلم سے اضافہ فرمایا "حوالہ سیالکوٹ کا واقعہ"

[2] یہاں حضور نے حاشیہ پر اپنے قلم سے لکھا "حوالہ جات"

کی جان کی حفاظت کرنے کا وعدہ کر رہے تھے اور حکومت کو ان کے وعدوں پر اعتبار تھا تو یہ کس طرح ہوا کہ احمدی قتل کیے گئے ۔ اور ان کی جائیدادیں تباہ کر دی گئیں ۔ ان کے گھروں کو آگ لگا دی گئی ۔ اور کئی جگہ پر انہیں مجبور کر کے ان سے احمدیت ترک کروائی گئی ۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کوئی احمدی اپنے عقیدہ کو ترک نہیں کر سکتا ۔ دنیا میں ہمیشہ سے ہی لوگ اپنے عقائد چھوڑتے آئے ہیں اگر کوئی احمدی بھی اپنا عقیدہ چھوڑ دے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے لیکن وجہ کیا ہے کہ احمدیت کو ترک کرنے کا خیال ان دنوں میں پیدا ہونا شروع ہوا ۔ جن دنوں میں چاروں طرف سے احمدیت کے خلاف قتل اور غارت کا بازار گرم تھا ہم مثال کے طور پر راولپنڈی ۔ سیالکوٹ ، اوکاڑہ ، ملتان ۔ گوجرانوالہ ۔ شاہدرہ ۔ لاہور ۔ اور لائلپور کے واقعات کو پیش کرتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ انہی فسادات کے ایام میں جماعت اسلامی جو امن و امان کے قیام کی واحد ٹھیکیدار اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے اس کے سیکرٹری نے مندرجہ ذیل خط امام جماعت احمدیہ کو لکھا ۔

امیر جماعت اسلامی تاریخ ۹؍مارچ ۱۹۵۳ء/شمارہ نمبر ۱۰۳۹

مکرمی ۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مندرجہ ذیل حضرات نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا ہے انہوں نے تحریری طور پر دفتر ہذا کو اطلاع دی ہے ۔ کہ ان پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا ۔ اور نہ ہی کسی ڈر اور خوف سے انہوں نے توبہ کی ہے بلکہ برضا و رغبت اور پوری طرح سمجھ کر اسلام قبول کیا ہے ۔

(۱)	فضل الرحمٰن صاحب سپروائزر	G.H.Q.	مکان نمبر ۶/۵۴۳	کالج روڈ راولپنڈی
(۲)	چوہدری احمد علی خان	〃	〃	〃
(۳)	حفظ الرحمٰن صاحب	〃	〃	〃
(۴)	عطاء الرحمٰن صاحب	〃	〃	〃
(۵)	سمیع الرحمٰن صاحب	〃	〃	〃
(۶)	مطیع الرحمٰن صاحب	〃	〃	〃

ﻟﮧ یہاں حضور نے حاشیہ پر اپنے قلم سے لکھا "حوالہ جات"

(۷) ساجدہ خانم بنت فضل الرحمٰن صاحب 〃 〃 〃 〃

(۸) ممتاز بیگم زوجہ فضل الرحمٰن صاحب 〃 〃 〃 〃

(۹) سردار بیگم زوجہ احمد علی خانصاحب 〃 〃 〃 〃

(۱۰) غیاث بیگم بنت احمد علی خانصاحب 〃 〃 〃 〃

(دستخط) صدیق الحسن گیلانی ناظم حلقہ راولپنڈی

اس خط سے ظاہر ہے کہ عین اُن فسادات کے ایام میں یہ امران آدمیوں[1] پر ظاہر ہوا۔ کہ احمدی عقائد غلط ہیں اور جماعت اسلامی کے عقائد درست ہیں اور جماعت اسلامی کے راولپنڈی کے سیکرٹری صاحب نے غیر معمولی طور پر یہ ضرورت بھی محسوس کی کہ امام جماعت احمدیہ کو اطلاع دیں۔ کہ بغیر جبر واکراہ کے ایام میں اس قدر آدمی جماعت احمدیہ سے بیزار ہو کر اسلامی جماعت کے سیکرٹری کے پاس توبہ کا اظہار کرتے ہیں اس خط سے خوب واضح ہے کہ جبر واکراہ بالکل استعمال نہیں کیا گیا اور جبر واکراہ کے ساتھ اسلامی جماعت کا کوئی بھی تعلق نہیں تھا۔ اتفاقی طور پر جبر واکراہ کے دنوں میں بغیر جبر واکراہ کے بارہ آدمیوں پر راتوں رات احمدیت کی غلطی ثابت ہوگئی۔ اور بغیر اس کے کہ جماعت اسلامی کا کوئی بھی ان فسادات سے تعلق ہو۔ وہ لوگ دوڑ کر جماعتِ اسلامی کے سیکرٹری کے پاس پہنچے اور ان کو ایک تحریر دیدی۔

جماعت احمدیہ کے اوپر صرف یہ الزام ہے کہ بعض موقعوں پر اس نے حملوں کا جواب کیوں دیا۔ حالانکہ جواب دینا تو انسان کو اپنی جان بچانے کے لیے ضروری ہوتا ہے اگر جواب نہ دیں تو لوگوں پر حقیقت روشن کس طرح ہو۔ مثلاً اسی کمیشن کے سامنے مولانا مرتضےٰ صاحب میکش نے امام جماعت احمدیہ سے سوال کیا۔ کہ ہم تو آپ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ آپ کافر ہیں۔ آپ ہمیں کس لیے کافر کہتے ہیں۔ ان کی غرض یہ تھی کہ احمدی چونکہ دوسروں کو کافر کہتے ہیں اس لیے لوگوں کے دلوں میں اشتعال آتا ہے لیکن چونکہ ان کے سامنے کفر کی ایک ایسی تشریح پیش کی گئی جس پر وہ اعتراض نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے ان کو اپنا سوال اس رنگ میں ڈھالنا پڑا۔ کہ ہم تو آپ کو کافر سمجھ کر کافر کہتے ہیں۔ آپ ہمیں کافر کیوں کہتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک علماء احرار و مجلس عمل و جماعتِ اسلامی بیشک

---

[1] حاشیہ میں یہاں حضور نے بوقت نظر ثانی "تعداد" کا لفظ لکھا

احمدیوں کو کافر سمجھیں اور کہیں اس سے فساد کا کوئی احتمال نہیں۔ لیکن اگر احمدی جماعت جوابی طور پر بھی انہیں کافر کہے۔ تو اس سے فساد کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے۔

ان فسادات کے سیاسی ہونے کا ایک اہم ثبوت یہ بھی ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے خلاف سراسر جھوٹ بولا جاتا تھا۔ اگر جماعت احمدیہ کے عقائد غلط تھے۔ تو ان کو بیان کرنا کافی تھا۔ جھوٹ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ مثلاً متواتر یہ کہا جاتا تھا۔ کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے[1]۔ حالانکہ یہ سراسر افتراء تھا۔ احمدی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے تھے، اور مانتے ہیں اور قیامت تک مانتے رہیں گے۔ کیونکہ قرآن کریم میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ اور احمدی قرآنِ کریم کو مانتے تھے۔ مانتے ہیں اور قیامت تک مانتے رہیں گے۔ اور بیعت میں بھی ختمِ نبوت کا اقرار لیا جاتا ہے۔ اس جھوٹ کے بنانے کی وجہ یہی تھی کہ علماء جانتے تھے کہ اس کے بغیر لوگوں کو غصہ نہیں دلایا جا سکتا۔ اسی طرح لوگوں کے سامنے یہ کہا جاتا تھا کہ احمدی غیر احمدی کو کافر کہتے ہیں اور یہ کبھی بھی نہیں کہا جاتا تھا کہ ہم نے دس سال تک ان کو کافر کہا ہے[2]۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں کافر کہنا شروع کیا ہے اور نہ کبھی یہ کہا جاتا تھا کہ کفر کے جو معنی ہم کرتے ہیں۔ احمدی وہ معنے نہیں کرتے۔ احمدی فلاں معنے کرتے ہیں (جو حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبہ مطبوعہ الفضل [3] مئی ۱۹۳۵ء میں بیان کیے گئے ہیں) جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ مذہب کا دفاع مقصود نہیں تھا بلکہ سیاسی طور پر ایک فتنہ پیدا کرنا مقصود تھا ورنہ کیا خدا جھوٹ کا محتاج ہوتا ہے کیا خدا دھوکہ بازی کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کہا جاتا تھا کہ احمدی جماعت مسلمانوں کی سیاست سے کٹ گئی ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے جنازے نہیں پڑھتی اور یہ کبھی بھی نہیں کہا گیا کہ ہم نے احمدیوں کو سیاست سے کاٹ دیا ہے کیونکہ ہم نے ان کے جنازے پڑھنے سے لوگوں کو روک دیا ہے اگر وہ ان باتوں کو ظاہر کرتے تو لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ علماء کا مقام یہ ہے کہ کثیر التعداد جماعت جو چاہے کرے اسے جائز ہے اور قلیل التعداد جماعت کو صحیح طور پر اپنے دفاع کرنے کی بھی اجازت نہیں اور عقلمند لوگ سمجھ جاتے کہ یہ مذہبی جھگڑا نہیں۔ سیاسی جھگڑا ہے ہم کورٹ سے درخواست

---

[1]، [2] یہاں حضور نے حاشیہ پر لکھا "حوالہ"۔ [3] یکم مئی (ناقل)

کرتے ہیں کہ اس فتنہ کو دور کرنے کا ایک آسان ذریعہ یہ ہے کہ وہ علماء کو بھی مجبور کرے اور ہمیں بھی مجبور کرے کہ جو فتوے ان کے ہمارے بارے میں ہیں وہ بھی اکٹھے کر دیئے جائیں اور جو فتوے ہمارے ان کے بارہ میں ہیں وہ بھی اکٹھے کر دیئے جائیں اور ان کی وہ شائع شدہ تشریحات بھی شامل کی جائیں جو دونوں فریق آج سے پہلے کر چکے ہیں اور پھر ان فتووں کو جماعتِ احرار، مجلس عمل۔ جماعتِ اسلامی اور جماعت احمدیہ کے خرچ پر شائع کیا جائے اور آئندہ یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ سوائے اس مجموعی کتاب کے ان فتووں کے مضمون کے متعلق اور کوئی بات کسی کو کہنے یا لکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ہم خود اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں ہم اس کتاب آدھا خرچ دینے کے لیے تیار ہیں مگر ہمیں یقین ہے کہ یہ مولوی صاحبان جو جماعتِ احرار، جماعتِ اسلامی اور جماعتِ عمل کے نمائندے ہیں کبھی اس بات پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

غرض کلی طور پر ان فسادات کی ذمہ واری جماعتِ اسلامی۔ مجلس احرار اور مجلس عمل پر ہے جماعتِ احرار نے ابتداء کی۔ مجلس عمل نے اس کو عالمگیر بنانے کی کوشش کی اور جماعتِ اسلامی لُوٹ کی امید میں آگے آگے چلنے لگ گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی ایام کی سستی اور غفلت نے حکومت کو ایک ایسے مقام پر کھڑا کر دیا۔ کہ اگر وہ چاہتی بھی تو ان فسادات سے بچ نہیں سکتی تھی۔ پہلے انہوں نے غفلت برتی پھر انہوں نے اس فساد کو ایک دوسرے کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کی اور آخر میں انہوں نے سمجھا کہ اگر علماء کو کچھ بھی کہا گیا تو عوامی لیگ وغیرہ مسلم لیگ کو کچل دیں گی اور طاقت ور ہو جائیں گی۔ یہ علماء قائداعظم کے زمانہ میں بھی موجود تھے۔ مگر انہوں نے ان کو منہ نہیں لگایا۔ بار بار عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اپنی تقریروں میں بیان کرتے رہے ہیں۔ کہ مَیں نے اپنی داڑھی قائداعظم کے بوٹ پر مَلی مگر پھر بھی ان کا دل نہ پسیجا[1] وہی عطاء اللہ شاہ بخاری اب بھی تھے اور وہی قائداعظم والی حکومت اب بھی تھی۔ صرف قائداعظم فوت ہو گئے تھے۔ اور ان کے نمائندے کام کر رہے تھے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ وہ مردِ دلیر نہ ڈرا۔ اور یہ علماء اس کے ڈر کے مارے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ لیکن

---

[1] آزاد ۱۴ر نومبر ۱۹۴۹ء جلد ۲ ۵۳

اس کے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی یہ اسی شخص کے کام کو تباہ کرنے کے لیے آگے نکل آئے۔ جس کے بوٹ پر یہ ڈاڑھیاں رگڑا کرتے تھے۔ درحقیقت یہ جو کچھ کیا گیا۔ ہمارے نزدیک تو دانستہ تھا۔ لیکن اگر کوئی ہمارے ساتھ اتفاق نہ کرے تو اسے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ نادانستہ طور پر ہندو کے ہاتھ کو مضبوط کرنے کے لیے کیا گیا اس کا ثبوت تیج[1] کا حوالہ ہے۔ اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت غیر احمدی بھی احمدیت کی تائید کرنے لگے تھے اور اس کا علاج کرنے کے لیے ہندوؤں کو پکارا گیا تھا۔ اس کے معاً بعد جماعتِ احرار پیدا ہوئی اور پھر چند سال میں جماعتِ اسلامی تیج کے مضمون اس کے وقت اور ان دونوں جماعتوں کے ظہور کے وقت اور ان کے طریقِ عمل سے ظاہر ہے کہ یہ ہندوؤں کا خود کاشتہ پودا ہے۔

نیز جس رنگ میں یہ کوشش پاکستان بننے کے بعد کی گئی اس سے بھی ظاہر ہے کہ متعصب ہندوؤں کا ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے ایسا کیا گیا کیونکہ تمام فساد کی جڑ یہ اصل ہے کہ ایک مینارٹی کو کیا حق ہے کہ وہ ایک میجارٹی کے مقابلہ میں اپنی رائے ظاہر کرے۔ (آفاق کی مثال[2]) اور اسلام کو ایسی بھیانک صورت میں پیش کیا گیا کہ کوئی منصف مزاج آدمی اس کی معقولیت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور ہندوستان اور پاکستان میں ایک ایسا مواد پیدا کر دیا گیا۔ کہ اگر خدانخواستہ پاکستان اور ہندوستان میں جنگ چھڑ جائے تو ہندوستان کا مسلمان ہمارے خلاف ہوگا۔ کیونکہ ہندو پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق وہ اس کا وفادار نہیں ہو سکتا اور اسے اس الزام کو دور کرنے کے لیے ضرورت سے بھی زیادہ وفاداری کا اظہار کرنا پڑے گا۔ ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔ ادھر پاکستان کا ہندو ان خیالات کے سننے کے بعد جو ایک اسلامی حکومت کے متعلق ان علماء نے ظاہر کیے ہیں۔ پاکستان کی وفاداری کے جذبات اپنے اندر پیدا نہیں کر سکے گا۔ درحقیقت پاکستان کو مضبوط کرنے والی اور پاکستان کے ہندو کو سچا پاکستانی بنانے والی اور ہندوستان کے مسلمان کو خونریزی سے بچانے والی اور بزدل بنانے سے محفوظ رکھنے والی پالیسی وہی ہے جو کہ

---

[1] تیج ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء مفصل حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو تاثرات قادیان ص ۲۲۱ سے ۲۳۳ از ملک فضل حسین صاحب مرحوم۔ [2] یہاں حاشیہ پر حضور نے لکھا "جماعت اسلامی اور احرار وغیرہ کا طرزِ عمل"

اسلام کی اس تشریح سے ثابت ہوتی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں اور جس کو قائداعظم بھی اپنی زندگی میں بیان کرتے رہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں کسی اقلیت یا غیر اقلیت کو کوئی خوف نہیں بلکہ تمام قوموں کے لیے یکساں آزادی اور یکساں کاروبار کے مواقع نصیب ہیں اور غیر اسلامی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی حکومت سے تعاون اور اس کی فرمانبرداری کریں ۔

مودودی صاحب اپنے بیان میں یہ لکھتے ہیں کہ احمدیوں نے ملازمتوں پر قبضہ کر لیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کا کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ [1] جو شخص سنی سنائی بات کو پیش کر دیتا ہے ۔ اس کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی ثبوت کافی ہے ۔ یہ بات سراسر غلط ہے ۔ سو فیصد غلط ہے ۔ لیکن اگر صحیح بھی ہو تو ملازمتیں بھی پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ سے ملتی ہیں اور پبلک سروس کمیشن میں آج تک ایک بھی احمدی ممبر نہیں ہوا ۔ نہ صوبجاتی پبلک سروس کمیشن میں اور نہ مرکزی پبلک سروس کمیشن میں ۔ اگر اسلام ساری قوموں کے حقوق کی حفاظت کا حکم دیتا ہے تو جبکہ پاکستانی حکومت امتحانوں اور رائٹر ویو کے ذریعہ سے ملازم رکھتی ہے ۔ تو فرض کرو ۔ اگر کسی محکمہ میں احمدی اپنی تعداد سے دس یا پندرہ یا بیس فیصدی یا پچاس فیصدی زائد بھی ہو جاتے ہیں تو یہ اعتراض کی کونسی بات ہے ۔ خود پاکستان کی گورنمنٹ ایک قانون بناتی ہے اور اس قانون کے بنائے ہوئے رستہ سے اگر احمدی طلبہ سینما اور تماشوں اور تاش اور شطرنج سے اجتناب کرتے ہوئے محنت اور کوشش سے آگے نکل جاتے ہیں تو اس کو پولیٹیکل سٹنٹ بنانے اور شور مچانے کی کیا وجہ ہے ؟ اور جھوٹ بول کر ایک کو سو بنا دینا صاف بتاتا ہے ۔ کہ مذہب اس کا باعث نہیں ۔ سیاست اس کا باعث ہے کیونکہ خدا کو جھوٹ کی ضرورت نہیں ۔

پھر مولانا مودودی صاحب نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ تجارت پر احمدی قابض ہو چکے ہیں زراعت پر احمدی قابض ہو چکے ہیں ۔ صنعت و حرفت پر احمدی قابض ہو چکے ہیں یہ بات بھی سراسر جھوٹ ہے ۔ ایک مذہبی جماعت کا لیڈر ہوتے ہوئے ، اس قدر جھوٹ سے کام لینا ہماری عقل سے

---

[1] الجامع الصغیر للسیوطی حرف الکاف

باہر ہے ۔ لاہور ہمارے صوبہ کا مرکز ہے ۔ اگر پولیس کو حکم دیا جائے ۔ کہ بازاروں میں سے دکانوں کی اعداد شماری کرے اور دیکھے کہ ان میں سے احمدی کتنے ہیں تو کورٹ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس جماعت اسلامی کے لیڈر نے شرمناک غیر اسلامی حرکت کی ہے ۔

(مندرجہ بالا قیمتی مضمون کی روشنی میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے اپنا بیان انگریزی میں ترجمہ کرا کر تحقیقاتی عدالت میں داخل کرایا ۔)

مسئلۂ وحی و نبوّت کے متعلّق اسلامی نظریہ

تحقیقاتی عدالت نے صدر انجمن احمدیہ سے علاوہ سات سوالوں کے جواب کے دس اور سوالات کے جوابات طلب کیے جن کا تفصیلی ذکر اُوپر آچکا ہے ۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے ان دس سوالات کے جوابات بھی نہایت شرح و بسط سے رقم فرمائے جو داخل عدالت کیے جانے کے بعد عنوانِ بالا سے " الشرکۃ الاسلامیہ لمٹیڈ ربوہ " نے کتابی شکل میں بھی شائع کر دیئے ۔ یہ جوابات بڑی تقطیع کے ۲۰۸ صفحات پر محیط ہیں ۔ جن میں نہ صرف اسلام کے بنیادی نظریۂ متعلّق مسئلۂ نبوّت پر روشنی ڈالی گئی ہے بلکہ جماعت احمدیہؔ کے خلاف اہم اعتراضات کی حقیقت بھی پوری شان کیساتھ نمایاں کی گئی ہے ۔ بطور نمونہ سوال نمبر ۷ اور ۱۰ کے جوابات کے حضور کے الفاظِ مبارک میں ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں ۔

" سوال نمبر ۷ متعلق اعتراض عدم ہمدردیٔ مسلمانان

ہفتم ۔ یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمان حکومتوں اور مسلمان تحریکوں سے کبھی ہمدردی نہیں کی ۔ افسوس ہے کہ جماعتِ اسلامی ، مجلسِ عمل اور احرار نے اس معاملہ میں بھی غلط بیانی سے کام لیا ہے ۔ ہمارے زمانے کی بڑی بڑی مشہور اسلامی حکومتیں ترکی ، عرب ، مصر ، ایران ، افغانستان اور انڈونیشیا ہیں ۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے زمانہ میں صرف ترکی کی حکومت تھی جو مسلمانوں کے سامنے آتی تھی ۔ ایران تو بالکل نظر انداز تھا اور افغانستان ایک رنگ میں انگریزوں کے ماتحت حکومت تھی ۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے سامنے کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں ترکی اور یورپ کی بڑی طاقتوں کو آپس میں لڑنا پڑا ہو سوائے

اس جنگ کے جو کہ یونان کے ساتھ ہوئی تھی۔

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے ٹرکی حکومت کی تائید

اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس معاملہ میں ٹرکی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔

آپ کے بعد دوسری جنگ ٹرکی اور اٹلی کے درمیان ہوئی جس میں جماعتِ احمدیہ نے ٹرکی سے ہمدردی ظاہر کی اور اٹلی کے خلاف جذبات کا اظہار کیا۔

تیسری جنگ ٹرکی اور اتحادی قوموں کے ساتھ ہوئی جس میں ٹرکی اپنی اغراض کے لیے نہیں کھڑا ہوا تھا بلکہ جرمن کی تائید کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ لازماً اتحادی قوموں نے اپنی اپنی حکومتوں کی مدد کی۔ وہ وقت کسی ہمدردی کے اظہار کا تھا ہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ ٹرکی کی شکست کے بعد تحریکِ خلافت پیدا ہوئی۔ لیکن اپنے ہاتھوں سے ٹرکی کی حکومت کو تباہ کرنے کے بعد خلافت کا شور مچانا، یہ تو کوئی پسندیدہ طریق نہیں تھا مگر اس وقت بھی موجودہ امام جماعت احمدیہ نے ٹرکی کی تائید میں دو ٹریکٹ لکھے جن میں سے ایک کا نام "ٹرکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض" ہے اور دوسرے کا نام "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" ہے۔

عربوں کی امداد

پھر جب عربوں کے ساتھ یورپین لوگوں نے معاہدہ کیا تو اس پر بھی امام جماعت احمدیہ نے سختی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ عربوں کے ساتھ انگریزوں نے ظلم کیا ہے اور ان کے ساتھ دھوکا کیا ہے (یہ مضامین الفضل مؤرخہ ۹ رجون و ۲۰ رجون ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئے ہیں)

انڈونیشیا کی آزادی

پھر انڈونیشیا کی آزادی کا سوال پیدا ہوا تو اس میں بھی احمدی جماعت نے انڈونیشیا کی آزادی کی پوری طرح تائید کی اور انڈونیشیا کی زمین اُسی طرح احمدی محبانِ وطن کے خون سے رنگین ہے جس طرح کہ غیر احمدی محبانِ وطن کے خون سے۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ انڈونیشین ایمبیسڈر (سفیر) نے اپنی حکومت کی طرف سے گزشتہ فسادات کے موقعہ پر حکومتِ پاکستان کے فارن منسٹر کے خلاف شورش پیدا ہونے پر انڈونیشین حکومت کی ناپسندیدگی کو ظاہر کیا۔ یہ انڈونیشین ایمبیسڈر احمدی نہیں تھا اور نہ اب تک وہی ایمبیسڈر ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ مجلسِ عمل کے نمائندہ شمسی صاحب نے اس کو (اپنی ناجائز اغراض پوری کرنے کے لیے) احمدی قرار

دیا ہے۔ حالانکہ جس شخص کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ احمدی ہے وہ کبھی بھی ایمبیسیڈر نہیں ہوا۔ وہ موجودہ فسادات سے پہلے اور موجودہ ایمبسیڈر سے پہلے انچارج کی حیثیت میں پاکستان میں رہا ہے اور ان فسادات سے پہلے بدل کر عراق میں بطور منسٹر کے چلا گیا تھا مگر یہ بتانے کے لیے کہ گویا بیرونی دنیا میں ان مظالم پر کوئی نفرت نہیں پیدا ہوئی تھی اگر کسی نے دلچسپی بھی لی تھی تو وہ صرف ایک احمدی تھا یہ جھوٹ بولا گیا کہ انڈونیشین ایمبیسیڈر فساد کے وقت میں احمدی تھا۔ فسادات کے وقت میں جو ایمبیسیڈر تھا وہ آج بھی ہے اور وہ نہ اس وقت احمدی تھا اور نہ اس وقت تک ہے۔

شدھی کا مقابلہ

ہندوستان میں جب ملکانہ میں آریوں نے لوگوں کو شدھ کرنا شروع کیا تو اس وقت احمدی ہی تھے جو مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ اس معاملہ کے دوران میں ہم احمدیت کی تبلیغ نہیں کریں گے (الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۳ء والفضل ۲۶ اپریل ۱۹۲۳ء) چنانچہ بیس ہزار کے قریب آدمیوں کو وہ واپس لائے اور وہ آج تک بھی حنفی ہیں، احمدی نہیں اور اس وقت ملکانہ لیڈروں نے ہمارے اس کام کا اقرار کیا اور اس کی پبلک میں گواہی دی (دیکھو الفضل ۹ اپریل ۱۹۲۳ء والفضل ۱۶ اپریل ۱۹۲۳ء چوہدری نذیر احمد صاحب)

سکھ حملہ آوروں کا مقابلہ اور ورتمان کی شرارت کا جواب

۱۹۲۷ء میں جب لاہور میں مسجد سے نکلتے ہوئے چند مسلمانوں پر سکھوں نے بلاوجہ حملہ کر دیا تو اس وقت بھی احمدی ہی اس مقابلہ کے لیے آگے آئے۔ (الفضل ۱۳ مئی ۱۹۲۷ء) اور "ورتمان" کی شرارت کا جواب بھی احمدیوں نے ہی دیا (الفضل ۱۰ جون ۱۹۲۷ء) چنانچہ ان ہی کی کوششوں کے نتیجہ میں ۱۵۳ الف کا قانون بنا۔ ورتمان کے ایڈیٹر کو سزا ملی اور یہ وہی زمانہ ہے جبکہ احرار معرضِ وجود میں آ رہے تھے مگر ابھی انہوں نے اپنا نام احرار اختیار نہیں کیا تھا۔

بہار اور کلکتہ کے فسادات

پھر جب بمبئی، بہار اور کلکتہ کے فسادات ہوئے تو اس وقت مسلمانوں کی تائید میں امام جماعتِ احمدیہ نے انگریزی میں ٹریکٹ لکھ کر انگلستان میں شائع کیا اور انگلستان کے کئی اخبارات نے ان سے متاثر ہو کر مسلمانوں کی تائید میں نوٹ لکھے۔

بہار کے فسادات جب بہار کے فسادات ہوئے اور بہت سے مسلمان مارے گئے تو قائداعظم کی چندہ کی تحریک کا سب سے پہلے جماعت احمدیہ نے خیر مقدم کیا اور یہ پیش کیا کہ وہ اپنی تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ چندہ دیں گے چنانچہ انہوں نے چندہ دیا اور نہ صرف قائداعظم کے فنڈ میں چندہ دیا بلکہ خود وہاں وفد بھیجے جو مسلمانوں کو ان کی جگہوں میں بسائیں اور ان کے حقوق اُن کو دلائیں (الفضل مورخہ ۴ رمئی ۱۹۴۷ء)

کشمیر کمیٹی جب کشمیریوں پر ظلم ہوا تو اس وقت بھی آگے آنے والی جماعت، جماعت احمدیہ ہی تھی۔ خود علامہ اقبال نے کشمیر کمیٹی کا صدر امام جماعت احمدیہ کو بنوایا دو سال تک احمدی وکیل مفت کشمیر کے مقدمے لڑتے رہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک جتنے مقدمے اُن دنوں میں مسلمانوں پر کیے گئے اور جتنی گرفتاریاں مسلمانوں کی ہوئیں ان میں سے ننانوے فیصدی مقدمے احمدیوں نے لڑے اور گرفتار شدگان کی تعداد میں سے اسی فیصدی کو رہا کرایا حالانکہ احمدی وکیلوں کی تعداد غیر احمدی وکیلوں کے مقابلہ میں شاید ایک فیصدی ہوگی۔ (الفضل ۲۵ ر جون ۱۹۳۲ء صفحہ ۹ و الفضل ۱۲ ر جولائی ۱۹۳۲ء و الفضل ۲۴ ر جولائی ۱۹۳۲ء و الفضل ۲۳ ر اگست ۱۹۳۲ء و الفضل ۸ ر ستمبر ۱۹۳۲ء و الفضل ۱۸ ر ستمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۱)

بونڈری کمیشن بونڈری کمیشن کے موقعہ پر قائداعظم کی نظر بونڈری کمیشن کے سامنے پیش ہونے کے لیے صرف چوہدری ظفر اللہ خاں پر پڑی۔ اور جب لیگ نے دیکھا کہ کانگرس شرارت کر کے سکھوں اور بعض اور قوموں کو آگے لا رہی ہے، یہ بتانے کے لیے کہ ساری قومیں مسلمانوں کے خلاف ہیں تو لیگ کے کہنے پر جماعت احمدیہ نے بھی اپنا وفد بونڈری کمیشن کے سامنے پیش کیا۔ اور اس بات کا اظہار کیا کہ جماعت احمدیہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ اور وہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ ضلع جس میں ان کا سنٹر ہے وہ پاکستان میں جائے۔ ضلع گورداسپور کی ساری آبادی میں مسلمان ۱۵ ½ فیصدی تھے اگر احمدی کافر قرار دے کے اس میں سے نکال دیئے جاتے جیسا کہ احرار یوں کا تقاضا تھا تو ضلع گورداسپور کی کل مسلمان آبادی چھیالیس ۴۶ فیصدی رہ جاتی تھی اس ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لیگ نے چاہا کہ احمدی وفد پیش ہو۔ اور اس ضرورت کے ماتحت احمدی وفد پیش ہوا اور اس نے صفائی سے کہہ دیا کہ ہم مسلمانوں کا حصہ ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں

اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ بونڈری کمیشن کے سامنے پیش ہونے کی صرف لیگ یا کانگرس کو اجازت تھی اور دوسری کوئی جماعت انہی کی اجازت سے پیش ہو سکتی تھی۔

کشمیر کی جنگ میں حصہ

جب پارٹیشن ہوئی اور کشمیر میں لڑائی شروع ہوئی تو احمدی جماعت ہی تھی جو کہ منظم طور پر اس جنگ میں شرکت کے لیے گئی۔ اور انہوں نے تین سال تک برابر اس محاذ کو سنبھالے رکھا جو کہ کشمیر کا سخت ترین محاذ تھا یہاں تک کہ فوجی حکام کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ اس لڑائی کے لمبے عرصے میں احمدی فوج نے ایک انچ زمین بھی دشمن کے ہاتھ میں نہیں جانے دی۔ (دیکھو اعلان کمانڈر انچیف افواج پاکستان از الفضل ۲۳ جون ۱۹۵۰ء)

اس وقت مولانا مودودی یہ اعلان کر رہے تھے کہ کشمیر کا جہاد ناجائز ہے۔

(ترجمان القرآن جون ۱۹۴۸ء صـ ۱۱۹)

ہم ان کے فتویٰ سے متفق ہیں کہ یہ مذہبی جہاد نہ تھا مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لیے لڑتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے پس یہ جنگ اسلام کی تعلیم کے مطابق منع نہ تھی بلکہ پسندیدہ تھی اور یہ احراری علماء احمدیوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی کوشش کر رہے تھے اور احمدی فوج، کی بدنامی کے لیے پورا زور لگا رہے تھے۔

تقسیم پنجاب کے وقت مسلمانوں سے تعاون

پھر گزشتہ تقسیم پنجاب کے فسادات کے موقعہ پر جماعتِ احمدیہ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ جو تعاون کیا ہے اس کے متعلق ہم مندرجہ ذیل شہادتیں اپنے حال کے مخالفین کی ہی پیش کرتے ہیں۔ اخبار "زمیندار" ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے اداریہ میں لکھتا ہے:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزائیوں نے مسلمانوں کی خدمت قابلِ شکریہ طریقہ پر ادا کی"۔

۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کا اخبار زمیندار لکھتا ہے:۔

"قادیان میں ایک لاکھ پناہ گزین موجود ہیں"۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے اخبار زمیندار نے لکھا:۔

"کل صبح ہندوستانی فوج کے ایک بڑے افسر نے معہ تین بریگیڈیر کے قادیان کا دورہ کیا۔ اس

پارٹی کا متفقہ بیان ہے کہ قادیان کے تمام حصے صحرا کا منظر پیش کر رہے ہیں، ہر جگہ ہُو کا عالم ہے البتہ تین علاقے ایسے ہیں جہاں ایسے مسلمان دکھائے دیئے جو کفار کے مقابلہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کا عزم صمیم کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے چہروں سے بشاشت ٹپکتی ہے .... پناہ گزینوں کی حالت بہت ابتر ہے مقامی ملٹری نے انہیں خوراک دینے سے انکار کر دیا ہے اور احمدی انجمن سے کہا ہے کہ وہ ان مصیبت زدوں کی خوراک کا انتظام کرے۔ چنانچہ انجمن اپنا راشن کم کر کے ان پناہ گزینوں کو خوراک دے رہی ہے۔"

(زمیندار ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

مولانا محمد علی جوہر کی تصدیق

اس سوال کے جواب کے آخر میں ہم جماعت احمدیہ کے متعلق مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی رائے بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ مولانا محمد علی ایسے بڑے لیڈر تھے کہ قائداعظم اور مولانا محمد علی کے مقابلہ میں اور کوئی سیاسی لیڈر نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اسلام کی اتنی غیرت رکھتے تھے کہ دشمن بھی ان کی اس خوبی کو تسلیم کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے اخبار "ہمدرد" دہلی مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء میں لکھا:۔

"ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لیے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت تک اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لیے بالعموم اور ان اشخاص کے لیے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں، مشعل راہ ثابت ہوگا۔"

(اخبار "ہمدرد" دہلی مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مولانا محمد علی جوہر کے نزدیک نہ صرف جماعت احمدیہ کلی طور پر مسلمانوں کی بہبودی میں لگی ہوئی تھی اور مسلمانوں کی تنظیم اور جماعت کی ترقی کے لیے کوشش کر رہی تھی بلکہ

اُن کے نزدیک مسلمان علماء کے لیے ضروری تھا کہ وہ جماعتِ احمدیہ کے کاموں میں اس کی تردید نہیں بلکہ تائید کریں اور تائید ہی نہیں اس کے نقشِ قدم پر چلیں" [1]

سوال نمبر ۱۰ متعلق مخالفتِ پاکستان

دہم:۔ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ پاکستان کے مخالف ہیں اور عقلاً بھی وہ مخالف ہونے چاہئیں کیونکہ وہ ایک امام کو مانتے ہیں اور اس طرح وہ ایک متوازی حکومت بنانے کے مجرم ہیں۔

امام اور سیاست

اس کا جواب یہ ہے کہ امام کو ماننا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کی بیعت میں نہ ہو وہ اپنی زندگی رائیگاں کر دیتا ہے (کنزالعمال جلد ا ص۲۶ و جلد ۳ ص۲۰) اور امام کا ہونا بڑی اچھی بات ہے اس کے بغیر تو کوئی انتظام ہو ہی نہیں سکتا جو لوگ امام کو سیاست کا حق دیتے ہیں، اُن پر تو یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ ایک متوازی حکومت بناتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے امام کو سیاست کا حق نہیں دیتے، ان پر یہ اعتراض کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ ایک متوازی حکومت بناتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا تو اعتقاد یہ ہے کہ جس حکومت کے تحت میں رہو اس حکومت کی اطاعت کرو۔ کیسی عجیب بات ہے کہ انگریز کے وقت میں تو اس امر پر زور دیا جاتا اور بڑے شد و مد سے یہ پراپیگنڈا کیا جاتا کہ احمدی اسلام کے غدّار ہیں کیونکہ انگریز کی اطاعت کرتے ہیں اور پاکستان میں آکر اس کے بالکل برخلاف یہ کہا جا رہا ہے کہ احمدی پاکستان کے خلاف متوازی حکومت بنا رہے ہیں۔ ایک ہی تعلیم دو جگہ پر دو مختلف نتیجے کس طرح پیدا کر سکتی ہے؟۔ احمدی تعلیم کی رو سے تو صرف احمدی جماعت ہی نہیں بلکہ احمدی جماعت کا امام بھی پاکستان کی حکومت کے تابع ہیں۔ اور ان کا فرض ہے کہ پاکستان کی حکومت کے تابع رہیں باقی رہا یہ بے وقوفی کا سوال کہ اگر کسی وقت امام حکومت کے خلاف حکم دے تو پھر احمدی کیا کریں گے۔؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس شخص کو امام تسلیم کرتے ہیں جو سب سے زیادہ شریعت کی پابندی

---

[1] "مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ" از افاضات حضرت امام جماعت احمدیہ الناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ص۱۸۱ تا ص۱۸۴

کرنے والا اور دوسروں کو پابند بنانے والا ہو لیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ حکومت کے خلاف حکم دے کل اگر کوئی کہے کہ اگر تمہارا مذہب چوری اور ڈاکہ ڈالنے کا حکم دے تو تم کیا کرو گے ؟ ۔ تو ہم اس کو بھی یہی جواب دیں گے کہ ہمارا مذہب چوری اور ڈاکہ کا حکم دے ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اس کی روح کے خلاف ہے ۔ اگر یہ اعتراض پڑتا ہے تو مودودی صاحب پر البتہ پڑتا ہے جو امیر بھی ہیں اور سیاست بھی اُن کے مقاصد میں داخل ہے ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ پاکستان کے خلاف ہوئے تو ان کی جماعت کیا کرے گی ؟" [1]

رسالہ "قادیانی مسئلہ" کا جواب

مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے عین فسادات پنجاب کے دوران اپنے مضمون "قادیانی مسئلہ" کو پہلے ترجمان القرآن میں اور پھر مستقل رسالہ کی شکل میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا تھا ۔ تحقیقاتی عدالت میں یہ رسالہ بھی زیر بحث آیا اور مودودی صاحب اور ان کی جماعت نے اُسی کی بنیاد پر تحریری و تقریری بیانات عدالت میں دیئے ۔ ویسے بھی ملک کے ایک طبقے پر اس نے ایسا گہرا اثر ڈالا کہ احمدیت کے خلاف نفرت و حقارت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہو گئی لہٰذا حضرت مصلح موعود نے اس کے جواب میں بھی انہیں دنوں قلم اُٹھایا اور رسالہ "قادیانی مسئلہ" کے تمام ضروری اعتراضات کے مسکت و مدلل جوابات دیئے اور مسئلہ ختم نبوت ، مسئلہ کفر و اسلام ، مسئلہ جنازہ ، مسئلہ جہاد ، اور دیگر اہم مذہبی یا سیاسی مسائل پر نہایت جامع انداز میں روشنی ڈالی ۔

حضور کا منشاءِ مبارک چونکہ محض حقائق کو پیش کرنا تھا اس لیے مولانا مودودی کے اعتراضات کی حقیقت نمایاں کرنے کے بعد نہایت درد اور اندوہ میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ اُمتِ مسلمہ کے مفاد کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں زیادہ سے زیادہ اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تا عیسائی حکومتیں مسلمان ممالک کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکیں نیز مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کی کہ وہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی بجائے اپنے مذہبی لیڈروں

---

[1] مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ (اسلامک آئیڈیالوجی) الناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ صفحہ ۲۰۷ ، ۲۰۸

ہیں تقویٰ اور خشیت اللہ پیدا کر کے ان کو عدل و انصاف اور رواداری کا سبق سکھائیں کہ اسلام کی خدمت کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

چنانچہ حضورؓ نے "آخری خطاب" کے زیرِ عنوان تحریر فرمایا:۔

آخری خطابؓ

"مولانا مودودی صاحب نے قادیانی مسئلہ لکھ کر ملک میں خطرناک تفرقہ اور انتشار پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک مولانا مودودی صاحب کے اپنے مفاد کا سوال ہے۔ اس کے مطابق تو یہ کوشش بالکل جائز اور درست ہے کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں صاف لکھ چکے ہیں کہ صالح جماعت کا یہ فرض ہے کہ ہر ذریعہ سے حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے کیونکہ حکومت پر قبضہ کیے بغیر کوئی پروگرام ملک میں جاری نہیں ہو سکتا۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں کے مفاد اور اُمّتِ مسلمہ کے مفاد کا سوال ہے۔ یقیناً یہ کوشش نہایت ناپسندیدہ اور خلافِ عقل ہے مسلمان جن خطرناک حالات میں سے گزر رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اس وقت ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ متحد کرنے اور مسلمانوں کی سیاسی ضرورتوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ بغیر اتحاد کے اس وقت مسلمان سیاسی دنیا میں سر نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت بیسیوں ایسے علاقے موجود ہیں جن کی آبادی مسلمان ہے۔ جو سیاسی طور پر آزاد ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ آزاد نہیں۔ وہ غیر مسلموں کے قبضہ میں ہیں اور بیسیوں ایسے ممالک اور علاقے موجود ہیں جہاں کے مسلمان موجودہ حالات میں علیحدہ سیاسی وجود بننے کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن انہیں ایسی آزادی بھی حاصل نہیں جو کسی ملک کے اچھے شہری کو حاصل ہو سکتی ہے اور ہونی چاہیئے بلکہ ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا ہے اور انہیں معزز شہریوں کی حیثیت حاصل نہیں ہے اور جو علاقے مسلمانوں کے آزاد ہیں انہوں نے بھی ابھی پوری طاقت حاصل نہیں کی بلکہ وہ تیسرے درجہ کی طاقتیں کہلا سکتے ہیں۔ دنیا کی زبردست طاقتوں کے مقابلہ میں ان کو کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ حالانکہ ایک زمانہ وہ تھا جب مسلمان ساری دنیا پر حاکم تھا جب مسلمان پر ظلم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مسلمان پر ظلم کرنے کے نتیجہ میں ساری دنیا

میں شور پڑ جاتا تھا۔ لیکن آج عیسائی پر ظلم کرنے سے تو ساری دنیا میں شور پڑ سکتا ہے۔ مسلمان پہ ظلم کرنے سے ساری دنیا میں شور نہیں پڑ سکتا۔ عیسائی کسی ملک میں بھی رہتا ہو اگر اس پر ظلم کیا جائے تو عیسائی حکومتیں اس میں دخل دینا اپنا سیاسی حق قرار دیتی ہیں۔ لیکن اگر کسی مسلمان پر غیر مسلم حکومت ظلم کرتی ہے اور مسلمان احتجاج کرتے ہیں تو انہیں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ غیر ملکوں کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دیا جاسکتا۔ گویا عیسائیت کی طاقت کی وجہ سے عیسائیوں کے لیے اور سیاسی اصول کارفرما ہیں لیکن مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے سیاسی دنیا ان کے لیے اور اصول تجویز کرتی ہے۔ ایسے زمانہ میں مسلمانوں کا متفق اور متحد ہونا نہایت ضروری ہے اور چھوٹی اور بڑی جماعت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ الیکشن میں ممبر کو اپنے جیتنے کی سچی خواہش ہوتی ہے اور وہ ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کے پاس بھی جاتا ہے اور اس کا ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مسلمان حکومتوں کا معاملہ الیکشن جیتنے کی خواہش سے کم نہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم کو اس معاملہ میں چھوٹی جماعتوں کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کو اسلامی حکومتوں کے طاقتور بنانے کی اتنی بھی خواہش نہیں جتنی ایک الیکشن لڑنے والے کو اپنے جیتنے کی خواہش ہوتی ہے۔ پس وہ سچی خیر خواہی کا نہ مفہوم سمجھتا ہے اور نہ اس کو مسلمانوں سے سچی خیر خواہی ہے۔ پس مودودی صاحب نے "قادیانی مسئلہ" لکھ کر قادیانی جماعت کا بھانڈا نہیں پھوڑا۔ اپنی اسلامی محبت کا بھانڈا پھوڑا ہے اور اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کا پردہ فاش کیا ہے۔ کاش وہ اسلام کی گزشتہ ہزار سال کی تاریخ دیکھتے اور انہیں یہ معلوم ہوتا کہ کس طرح مسلمانوں کو پھاڑ پھاڑ کر اسلام تباہ کیا گیا۔ اور پھاڑنے کے یہ معنے نہیں تھے کہ ان میں اختلافِ عقیدہ پیدا کیا گیا تھا۔ کیونکہ اختلافِ عقیدہ کبھی بھی فتنہ پردازوں نے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اختلافِ عقیدہ علماء و فقہاء کی دیدہ ریزیوں کا نتیجہ تھا۔ پھاڑنے کے معنے یہ تھے کہ اختلافِ عقیدہ کی بناء پر بعض جماعتوں کو الگ کر کے اسلام کو نقصان پہنچایا گیا تھا۔ تاریخ موجود ہے۔ ہر آدمی اس کی ورق گردانی کر کے اس نتیجہ کی صحت کو سمجھ سکتا ہے پس حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مسئلہ کا حل اس طرح نہیں کیا جا سکتا جو مولانا مودودی صاحب نے تجویز کیا ہے۔ یعنی پہلے تو احمدیوں کو اسلام سے خارج کر کے ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے اور پھر وہ سلسلہ شروع ہو جائے جو ایک ہزار سال سے اسلام میں چلا آیا ہے یعنی پھر آغا خانیوں کو اسلام سے خارج کیا جائے پھر بوہروں

کو اسلام سے خارج کیا جائے۔ پھر شیعوں کو اسلام سے خارج کیا جائے۔ پھر اہلحدیث کو اسلام سے خارج کیا جائے۔ پھر بریلویوں کو اسلام سے خارج کیا جائے۔ پھر دیوبندیوں کو اسلام سے خارج کیا جائے اور پھر مولانا مودودی کے اتباع کی حکومت قائم کی جائے مولانا مودودی کے اتباع کی حکومت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقیناً نہیں بنے گی۔ لیکن پھر ایک دفعہ دنیا میں وہی تباہی کا دور شروع ہو جائے گا۔ جو گزشتہ ایک ہزار سال تک مسلمانوں میں جاری رہا اور وہ طاقت جو پچھلے پچیس سال میں مسلمانوں نے حاصل کی ہے بالکل جاتی رہے گی۔ اور مسلمان پھر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگ جائیں گے اور جماعت اسلامی کے پیرو اپنے دل میں خوش ہوں گے کہ ہماری حکومت قائم ہو رہی ہے لیکن ایسا تو نہ ہو گا۔ ہاں اسلامی حکومتیں کمزور ہو کر پھر ایک تر لقمہ کی صورت میں۔ یا تو روس کے حلق میں جا پڑیں گی یا مغربی حکومتوں کے گلے میں جا پڑیں گی۔ خدا اسلام کے بد خواہوں کا مونہہ کالا کرے اور اسلام کو اس روزِ بد کے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔

مولانا مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس کی بجائے صحیح طریقہ ملک میں امن قائم کرنے کا یہ ہے کہ: ۔

۱۔ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے مختلف فرقے، خواہ اپنے اپنے مخصوص نظریات کے ماتحت دوسرے فرقوں کے متعلق مذہبی لحاظ سے کچھ ہی خیال رکھتے ہوں یعنی خواہ انہیں سچا مسلمان سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں مسلمانوں کے ملّی اتحاد کی خاطر اور اسلام کو فرقہ ورانہ انتشار سے بچانے کی غرض سے ان سب کو کلمۂ طیبہ کی ظاہری حد بندی کے ماتحت بلا استثناء مسلمان تسلیم کیا جائے اور اس میں شیعہ۔ سُنّی۔ اہلحدیث۔ اہلِ قرآن۔ اہلِ ظاہر۔ اہلِ باطن۔ حنفی۔ مالکی۔ حنبلی۔ شافعی۔ احمدی اور غیر احمدی میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔

۲۔ اگر اس ایک ہی طریق کو استعمال نہیں کرنا۔ جس کے بغیر مسلمانوں کو ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو پھر احمدیوں کو اقلیت قرار دینے سے کچھ نہیں بنتا۔ کیونکہ جیسا کہ ہم اُوپر ثابت کر آئے ہیں۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا دشمن ہو رہا ہے اور اسلام کی خیر خواہی دلوں میں نہیں ہے۔ صرف اپنے فرقوں کی خیر خواہی دلوں میں ہے۔ اس لیے یہ اپریشن صرف احمدیت پر ختم نہیں ہو جائے گا احمدیت پر تجربہ کر لینے والا ڈاکٹر بعد میں دوسرے فرقوں پر اس نسخہ کو آزمائے گا۔ پس ایک ہی دفعہ یہ

فیصلہ کر دینا چاہیئے کہ اس اسلامی حکومت میں فلاں فرقہ کے لوگ رہ سکتے ہیں۔ دوسروں کے لیے گنجائش نہیں۔ تاکہ باقی سب فرقے ابھی سے اپنے مستقبل کے متعلق غور کر لیں اور دنیا کو بھی معلوم ہو جائے کہ علماء پاکستان کس قسم کی حکومت یہاں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ اور اگر یہ نہیں کرنا اور واقعہ میں یہ ایک خطرناک بات ہے تو پھر ہم تمام مسلمانوں سے یہ اپیل کریں گے کہ وہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی بجائے مولوی صاحبان کے دل میں تقویٰ اور خشیت اللہ کی روح پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کو یہ سبق سکھائیں کہ عدل اور انصاف اور رواداری کا طریق سب سے بہتر طریق ہے اور اسلام کی خدمت کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ جب ان کے استاد علماء کی حالت خراب ہو گئی تو شاگرد ہی استاد کی کرسی پر بیٹھیں اور اپنے سابق اساتذہ کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائیں۔ کہ اسلام مزید ضعف اور تباہی سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ہاتھ پکڑلے اور ان کی مدد اسی طرح کرے جس طرح ابتدائی تین سو سال میں اس نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین۔'' [1]

اگرچہ ''قادیانی مسئلہ کا جواب'' نومبر ۱۹۵۳ء تک لکھا جا چکا تھا لیکن اس کی اشاعت ملکی حالات اور دیگر مصالح کی وجہ سے ملتوی کر دی گئی اور بعد ازاں اسے پنجاب کی بجائے کراچی سے شائع کیا گیا۔ یہ جواب انجمن احمدیہ کراچی کی طرف سے چھپوایا گیا اور ''دار التجلید ۱۴ ملکانی محل فریئر روڈ پوسٹ بکس نمبر ۵۲۱، کراچی'' نے شائع کیا۔



[1] مولانا مودودی کے رسالہ قادیانی مسئلہ کا جواب ص ۱۲۰ تا ۱۲۶ طبع اوّل ناشر ''دار التجلید'' کراچی

تیسرا باب

حضرت مصلح موعودؓ کا عدالتی بیان

سیدنا حضرت المصلح الموعود امام جماعت احمدیہ کو تحقیقاتی عدالت نے بطور گواہ بلایا اور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء کو لاہور ہائی کورٹ میں حضور کی شہادت قلمبند کی گئی۔ پہلے خود فاضل جج صاحبان نے مختلف سوالات پوچھے اور اس کے بعد چوہدری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ جماعت اسلامی اور مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب میکش نمائندہ مجلس عمل نے جرح کی۔ جرح کے دوران عدالتِ عالیہ نے بھی بعض سوالات کیے۔ آخر میں عدالت کی اجازت سے چوہدری نذیر احمد صاحب نے چند مزید سوالات پوچھے۔ اس بیان کے دوسرے روز حضور کی طرف سے دو تحریری وضاحتیں بھی داخلِ عدالت کی گئیں۔ یہ پُرمعارف بیان جو تین دن جاری رہا۔ عدالتِ عالیہ نے انگریزی زبان میں اِملاء کرایا جس کا اُردو ترجمہ "سندھ ساگر اکادمی کراچی نمبر ۳" نے "سعید آرٹ پریس حیدرآباد (سندھ)" سے چھپوا کر شائع کیا۔ یہ رسالہ "احمدیہ کتابستان" کی مندرجہ ذیل شاخوں سے مل سکتا تھا:۔ ۱۔ رسالہ روڈ۔ حیدرآباد (سندھ)۔ (۲)۔ ۳۶ سنت نگر۔ لاہور (پنجاب۔ (۳) میگزین لائن۔ صدر کراچی۔

حضرت سیدنا المصلح الموعود کے اس معرکۃ الآراء عدالتی بیان کا اُردو ترجمہ صیغہ نشرواشاعت ربوہ نے انہیں دنوں ٹریکٹ کی شکل میں شائع کر دیا تھا جس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعتِ احمدیہ کا بیان

بجواب سوالاتِ عدالت بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ء

سوال: کیا وہ تحریری بیان جو ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اس عدالت

یں پیش کیا گیا اور جس کی تصدیق مرزا عزیز احمد نے کی اور جس پر مسٹر بشیر احمد۔ مسٹر اسد اللہ خاں اور مسٹر غلام مرتضیٰ کے دستخط ہیں۔ وہ صحیح طور پر آپ کی جماعت کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے ؟

جواب :۔ جی ہاں۔ ایسی امکانی غلطی کو نظر انداز کرتے ہوئے جو سہواً رہ گئی ہو۔

سوال :۔ تحقیقاتی عدالت نے آپ کی انجمن سے کچھ سوالات پوچھے تھے جن کا جواب اگزبٹ ۳۲۲ کی صورت میں موجود ہے۔ کیا یہ جواب بھی صحیح طور پر آپ کی جماعت کے نظریات کی ترجمانی کرتا ہے ؟

جواب :۔ جی ہاں۔ یہ جواب مجھے دکھایا گیا تھا اور یہ میری جماعت کے نظریات کی صحیح طور پر ترجمانی کرتا ہے۔ لیکن اس دستاویز کے بارے میں بھی کسی امکانی سہو نظر کے متعلق وہی رعایت ملحوظ رکھی جانی چاہیئے۔

سوال :۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے بیان کے جواب میں بھی اس عدالت کے سامنے ایک بیان۔ دستاویز ۳۲۳۔ پیش کیا گیا تھا۔ کیا آپ نے اُس بیان کو دیکھ لیا تھا۔؟

جواب :۔ یہ بیان مجھ سے مشورہ لینے کے بعد تیار کیا گیا تھا اور غالباً میں نے اس کو پڑھا بھی تھا۔ اس کے متعلق بھی وہی رعایت مدِنظر رکھتے ہوئے جن کا میں نے دوسری دو دستاویزات کے متعلق ذکر کیا ہے یہ سمجھا جانا چاہیئے کہ یہ اُس جماعت کے نظریات کی ترجمانی کرتا ہے جس کا میں امیر ہوں۔

سوال ۔ رسول کون ہوتا ہے ؟

جواب :۔ رسول اُسے کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مقصد کے لیے انسانوں کی رہنمائی کی غرض سے مامور کیا ہو۔

سوال :۔ کیا نبی اور رسول میں کوئی فرق ہے ؟

جواب :۔ صفات کے لحاظ سے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں۔ وہی شخص اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لاتا ہے رسول کہلائے گا۔ لیکن ان لوگوں کے لحاظ سے جن کی طرف وہ خدائی پیغام لاتا ہے۔ وہ نبی کہلائے گا۔ اس طرح وہی ایک شخص رسول بھی ہوگا اور نبی بھی۔

سوال :۔ آپ کے نزدیک آدم سے لے کر اب تک کتنے رسول یا نبی گزرے ہیں ؟

جواب :۔ غالباً اس بارہ میں کوئی بات قطعی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔ احادیث میں ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بیان ہوئی ہے۔

سوال :۔ کیا آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ رسول تھے۔؟

جواب :۔ آدمؑ کے بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کو بعض لوگ صرف نبی یقین کرتے ہیں اور رسول نہیں سمجھتے۔ مگر میرے نزدیک یہ سب رسول بھی تھے اور نبی بھی

سوال :۔ ولی کس کو کہتے ہیں ؟

جواب :۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے ۔

سوال :۔ اور محدّث کون ہوتا ہے ؟

جواب :۔ وہ جس سے اللہ کلام کرتا ہے۔

سوال :۔ اور مجدّد کس کو کہتے ہیں ؟

جواب :۔ وہ جو اصلاح اور تجدید کرتا ہے ۔ محدّث ہی کا دوسرا نام مجدّد ہے ۔

سوال :۔ کیا ولی ۔ محدّث ۔ یا مجدّد کو وحی ہو سکتی ہے ؟

جواب :۔ جی ہاں ۔

سوال :۔ اُن پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے ؟

جواب :۔ وحی کے معنی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو وحی پانے والے پر مختلف طریق سے نازل ہو سکتا ہے ۔ وحی کے نازل ہونے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس پر وحی نازل ہوتی ہے اس کے سامنے ایک فرشتہ ظاہر ہوتا ہے ۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ جس شخص پر وحی نازل ہوتی ہے وہ بعض الفاظ سُنتا ہے لیکن کلام کرنے والے کو نہیں دیکھتا ۔ وحی کا تیسرا طریق مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ہے (پردے کے پیچھے سے) یعنی رؤیا کے ذریعہ سے ۔

سوال :۔ کیا فرشتوں کے سردار حضرت جبریل کسی ولی ۔ محدّث یا مجدّد پر وحی لا سکتے ہیں ؟

جواب :۔ جی ہاں ۔ بلکہ متذکرہ بالا اشخاص کے علاوہ دیگر افراد پر بھی ۔

سوال :۔ ایک ولی ۔ محدّث یا مجدّد پر نازل ہونے والی وحی کا کیا موضوع ہو سکتا ہے ؟

جواب :۔ جس پر وحی نازل ہوتی ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار یا آئندہ آنے والے واقعات کی خبر یا کسی پہلی نازل شدہ کتاب کے متن کی وضاحت ۔

سوال :۔ کیا ہمارے نبی کریمؐ پر صرف جبریل کے ذریعہ ہی وحی نازل ہوتی تھی ؟

جواب :۔ یہ درست نہیں ہے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وحی حضرت جبریل ہی لاتے تھے

ہاں یہ درست ہے کہ وحی خواہ ایک نبی یا ولی یا محدث یا مجدد پر نازل ہو وہ حضرت جبریلؑ کی نگرانی نازل ہوتی ہے ۔

سوال :۔ وحی اور الہام میں کیا فرق ہے ؟

جواب :۔ کوئی فرق نہیں ۔

سوال :۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب پر جبریل وحی لاتے تھے ؟

جواب :۔ مَیں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہر وحی حضرت جبریل کی نگرانی میں نازل ہوتی ہے حضرت مرزا صاحب کے ایک الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریل ایک دفعہ اُن پر نظر آنے والی صورت میں ظاہر ہوئے تھے ۔

سوال :۔ کیا مرزا صاحب اصطلاحی (Dagmatie) معنوں میں نبی تھے ؟

جواب :۔ مَیں نبی کی کوئی اصطلاحی (Dagmatie) تعریف نہیں جانتا۔ مَیں اُس شخص کو نبی سمجھتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی کہا ہو

سوال :۔ کیا اللہ تعالےٰ نے مرزا صاحب کو نبی کہا ہے ؟

جواب :۔ جی ہاں۔

سوال :۔ مرزا صاحب نے پہلی مرتبہ کب کہا کہ وہ نبی ہیں ؟ مہربانی فرما کر اس کی تاریخ بتلائیے اور اس بارہ میں اُن کی کسی تحریر کا حوالہ دیجیئے ۔

جواب :۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے ۱۸۹۱ء میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ۔

سوال ۔ کیا ایک نبی کے ظہور سے ایک نئی امت پیدا ہوتی ہے ۔

جواب :۔ جی نہیں ۔

سوال :۔ کیا اس کے آنے سے ایک نئی جماعت پیدا ہوتی ہے ؟ جواب :۔ جی ہاں ۔

سوال :۔ کیا ایک نئے نبی پر ایمان لانا دوسرے لوگوں کے متعلق اُس کے ماننے والوں کے رویہ پر اثر انداز نہیں ہوتا ؟

جواب :۔ اگر تو آنے والا نبی صاحب شریعت ہے تو اس سوال کا جواب اثبات میں ہے لیکن اگر وہ کوئی نئی شریعت نہیں لاتا تو دوسروں کے متعلق اس کے ماننے والوں کے رویہ کا انحصار اس سلوک پر ہوگا ۔ جو دوسرے لوگ اُن کے ساتھ کرتے ہیں ۔

سوال :۔ کیا دوسرے مفہوم کے لحاظ سے احمدی ایک جداگانہ کلاس نہیں ہیں ؟

جواب :۔ ہم کوئی نئی اُمت نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں ۔

سوال :۔ کیا ایک احمدی کی اوّلین وفاداری اپنی مملکت کے ساتھ ہوتی ہے یا کہ اپنی جماعت کے امیر کے ساتھ ؟

جواب :۔ یہ بات ہمارے عقیدہ کا حصہ ہے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہوں اس کی حکومت کی اطاعت کریں ۔

سوال :۔ کیا ۱۸۹۱ء سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب نے بار بار نہیں کہا تھا۔ کہ وہ نبی نہیں ہیں ۔ اور یہ کہ اُن کی وحی وحیِ نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے ؟

جواب :۔ انہوں نے ۱۹۰۰ء میں لکھا تھا کہ اس وقت تک اُن کا یہ خیال تھا کہ ایک شخص صرف اس صورت میں ہی نبی ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انہیں بتلایا کہ نبی ہونے کے لیے شریعت کا لانا ضروری شرط نہیں اور یہ کہ ایک شخص نئی شریعت لانے کے بغیر بھی نبی ہو سکتا ہے ۔

سوال :۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب معصوم تھے ؟

جواب :۔ اگر تو لفظ معصوم کے معنے یہ ہیں کہ نبی کبھی بھی کوئی غلطی نہیں کر سکتا ۔ تو ان معنوں کے لحاظ سے کوئی فردِ بشر بھی معصوم نہیں حتیٰ کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ان معنوں کے لحاظ سے معصوم نہ تھے ۔ جب معصوم کا لفظ نبی کے متعلق بولا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اُس شریعت کے کسی حکم کی جس کا وہ پابند ہو خلاف ورزی نہیں کر سکتا ۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی قسم کے گناہ کا خواہ وہ کبیرہ ہو یا صغیرہ مرتکب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مکروہات کا بھی مرتکب نہیں ہو سکتا ۔ کئی نبی ایسے گزرے ہیں جو کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے ۔ وہ امور شریعت سے تعلق نہ رکھتے ہوں اُن کے بارہ میں نبی اپنے اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے مثلاً دو فریق مقدمہ کے درمیان تنازعہ کے بارہ میں اس سے غلط فیصلہ کا صادر ہونا ناممکن نہیں ہے ۔

سوال :۔ آپ اس سوال کا جواب کس رنگ میں دے سکتے ہیں کہ آیا مرزا غلام احمد صاحب کسی مفہوم کے مطابق معصوم تھے ؟

جواب :۔ وہ ان معنوں میں معصوم تھے کہ وہ کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ نہیں کر سکتے تھے ۔

سوال :۔ کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ دوسرے انسانوں کی طرح مرزا صاحب بھی روز حساب اپنے اعمال کے لیے جواب دِہ ہوں گے ؟

جواب :۔ قیاس یہی ہے کہ انہیں اپنے اعمال کا حساب نہیں دینا پڑے گا۔ ہمارے نبی کریمؐ نے کہا ہے کہ آپؐ کی اُمت میں کثیر التعداد ایسے لوگ ہیں، جو نبی نہیں ہیں مگر وہ یوم الحساب کو حساب سے مستثنیٰ ہوں گے ۔

سوال :۔ موت کے بعد انبیاء پر کیا گزرتی ہے ؟ کیا وہ دوسرے انسانوں کی طرح یوم الحساب تک قبروں میں رہتے ہیں یا کہ سیدھے فردوس یا اعراف میں چلے جاتے ہیں ؟

جواب :۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں کہ انبیاء موت کے بعد سیدھے فردوس یا اعراف میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہ درست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر ایک خاص مقام پر پہنچائے جاتے ہیں۔ چونکہ مرزا غلام احمد صاحب نبی تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی عام احمدیوں کی طرح نہیں بلکہ خاص سلوک کیا ہوگا ۔

سوال :۔ کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو منکر و نکیر قبر میں اُس کے پاس آتے ہیں ؟

جواب :۔ منکر و نکیر دو فرشتے ہیں۔ لیکن میرا یہ عقیدہ نہیں کہ وہ قبر میں مُردوں سے سوالات کرنے کے لیے جسمانی صورت میں ظاہر ہوں گے ۔

سوال :۔ منکر و نکیر قبر میں کیوں آتے ہیں ؟

جواب :۔ مرنے والے کو اس کے گزشتہ اعمال کی خبر دینے کے لیے ۔

سوال :۔ کیا آپ کے خیال میں منکر و نکیر مرزا غلام احمد صاحب کی قبر میں بھی آئے تھے ؟

جواب :۔ میرے پاس اس بات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ۔

سوال :۔ کیا وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے آدم کو معاف کرنے کے بعد اُس میں داخل کیا تھا مرزا صاحب کو بھی ورثہ میں ملا ہے ؟

جواب :۔ مجھے کسی ایسی تھیوری کا علم نہیں ۔ قرآن کریم یا کسی صحیح حدیث میں کسی ایسے واقعہ کا ذکر نہیں

سوال :۔ کیا قرآن کریم میں مسیح یا مہدی کے متعلق کوئی واضح پیشگوئی موجود ہے ؟

جواب :- ان کا ذکر قرآن کریم میں نام لے کر موجود نہیں ۔

سوال :- کیا احادیث مسیح اور مہدی کے ظہور پر متفق ہیں ؟

جواب :- ایسی کوئی حدیث موجود نہیں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ کوئی مسیح ظاہر نہیں ہوگا ۔ جہاں تک مہدی کا تعلق ہے بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور مسیح ایک ہی ہیں ۔

سوال :- کیا تمام مسلمان متفقہ طور پر ان احادیث کو مانتے ہیں ؟

جواب :- جی نہیں ۔

سوال :- کیا ان احادیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مسیح اور مہدی دو علیحدہ علیحدہ شخص ہوں گے ؟

جواب :- ہاں ! بعض احادیث سے ایسا ظاہر ہوتا ہے ۔

سوال :- ان احادیث کے مطابق جن میں مسیح اور مہدی کے ظہور کی پیشگوئی کی گئی ہے دجال کے قتل اور یاجوج وماجوج کی تباہی کے کتنا عرصہ بعد اسرافیل اپنا پہلا صور پھونکے گا ؟

جواب :- میں ان احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دیتا ۔

سوال :- کیا آپ ان احادیث کو مانتے ہیں جن میں دجال اور یاجوج وماجوج کا ذکر ہے ؟

جواب :- اس سوال کا جواب دینے کے لیے مجھے ان احادیث کی پڑتال کرنا ہوگی ۔ دجال ۔ یاجوج وماجوج کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے ۔

سوال :- کیا مسیح یا مہدی کو نبی کا رتبہ حاصل ہوگا ؟

جواب :- جی ہاں ۔

سوال :- کیا وہ دنیوی بادشاہ ہوں گے ؟

جواب :- میرے نزدیک نہیں ۔

سوال :- کیا اس مفہوم کی کوئی حدیث ہے کہ مسیح جہاد یا جزیہ کے متعلق قانون منسوخ کر دے گا ؟

جواب :- ایک حدیث "جزیہ" کے متعلق ہے اور دوسری "حرب" کے متعلق ۔ ہم جزیہ کے متعلق حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسری کو اس کی وضاحت سمجھتے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ جو الفاظ یعنی یضع حدیث میں استعمال ہوئے ہیں ان کے معنے منسوخ کرنے کے ہیں ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس لفظ کے معنے التوا کے ہیں ۔

سوال: ۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا؟

جواب: ۔ جی ہاں ۔

سوال: ۔ کیا مسیح یا مہدی کے ظہور پر ایمان لانا مسلمانوں کے عقیدہ کا ضروری جزو ہے؟

جواب: ۔ جی ہاں ۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ دعویٰ درست ہے تو اُسے ماننا اس پر فرض ہو جاتا ہے ۔

سوال: ۔ کیا دینِ اسلام ایک سیاسی مذہبی نظام ہے؟

جواب: ۔ یہ ایک مذہبی نظام ہے مگر اس میں کچھ سیاسی احکام بھی ہیں جو اس مذہبی نظام کا حصّہ ہیں اور جن کا ماننا اتنا ہی ضروری ہے جتنا دوسرے احکام کا ۔

سوال: ۔ اس نظام میں کفار کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: ۔ کفار کو وہی حیثیت حاصل ہو گی جو مسلمانوں کو ۔

سوال: ۔ کافر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ۔ کافر اور مومن اور مسلم نسبتی الفاظ ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ متعلق ہیں انکا کوئی جداگانہ معیّن مفہوم نہیں ۔ قرآن کریم میں کافر کا لفظ اللہ تعالیٰ کے تعلق میں بھی استعمال ہوا ہے اور طاغوت کے تعلق میں بھی اسطرح مومن کا لفظ طاغوت کے تعلق میں بھی استعمال ہوا ہے؟

سوال: ۔ کیا اسلامی نظام میں کفار یعنی غیر مسلموں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون سازی اور قانون کے نفاذ میں حصّہ لیں اور کیا وہ اعلیٰ انتظامی ذمہ داری کے عہدوں پر فائز ہو سکتے ہیں؟

جواب: ۔ میرے نزدیک قرآن نے جس حکومت کو خالص اسلامی حکومت کہا ہے اس کا قیام موجودہ حالات میں ناممکن ہے ۔ اسلامی حکومت کی اس تعریف کے مطابق یہ ضروری ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ایک سیاسی وحدت میں منسلک ہوں مگر موجودہ حالات میں یہ صورت بالکل ناقابلِ عمل ہے ۔

سوال: ۔ کیا کبھی اسلامی حکومت قائم رہی بھی ہے؟

جواب: ۔ جی ہاں ۔ خلفائے راشدین کی اسلامی جمہوریت کے زمانہ میں ۔

سوال: ۔ اس جمہوریہ میں کفار کی کیا حیثیت تھی؟ کیا وہ قانون سازی اور نفاذِ قانون میں حصّہ لے سکتے تھے اور کیا وہ انتظامیہ کی اعلیٰ ذمہ داریوں کے عہدوں پر متمکن ہو سکتے تھے؟

جواب: ۔ یہ سوال اُس وقت پیدا ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ اسلامی جمہوریہ کے دور میں مسلمانوں اور

کفار میں مسلسل جنگ جاری رہی۔ اور جو کفار مفتوح ہو جاتے تھے اسلامی مملکت میں انہیں وہی حقوق حاصل ہو جاتے تھے جو مسلمانوں کو حاصل ہوتے تھے۔ اُن دنوں آج کل جیسی منتخب شدہ اسمبلیاں موجود نہ تھیں

سوال :۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عدلیہ علیحدہ ہوتی تھی؟

جواب :۔ ان دنوں سب سے بڑی عدلیہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

سوال :۔ کیا اسلامی طرز کی حکومت میں ایک کافر کو حق حاصل ہے کہ وہ کھلے طور پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرے؟

جواب :۔ جی ہاں۔

سوال :۔ اسلامی مملکت میں اگر کوئی مسلمان مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے بعد دیانتداری کے ساتھ اسلام کو ترک کر کے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیتا ہے مثلاً عیسائی یا دہریہ ہو جاتا ہے۔ تو کیا وہ اس مملکت کی رعایا کے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے؟

جواب :۔ میرے نزدیک تو ایسا نہیں۔ لیکن اسلام میں دوسرے ایسے فرقے پائے جاتے ہیں جو ایسے شخص کو موت کی سزا دینے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

سوال :۔ اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی پر واجبی غور کرنے کے بعد دیانتداری سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ کا دعوےٰ غلط تھا۔ تو کیا پھر بھی وہ مسلمان رہے گا؟

جواب :۔ جی ہاں۔ عام اصطلاح میں وہ پھر بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔

سوال :۔ کیا آپ کے نزدیک اللہ تعالےٰ اُن لوگوں کو سزا دے گا جو غلط مذہبی خیالات یا عقائد رکھتے ہوں؟ لیکن دیانتداری سے ایسا کرتے ہوں؟

جواب :۔ میرے نزدیک سزاء جزاء کا اصول دیانتداری اور نیک نیتی پر مبنی ہے نہ کہ عقیدہ کی صداقت پر۔

سوال :۔ کیا ایک اسلامی حکومت کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ تمام مسلمانوں سے قرآن اور سنت کے تمام احکام کی جن میں حقوق اللہ کے متعلق قوانین بھی شامل ہیں پابندی کرائے؟

جواب :۔ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ گناہ کی ذمہ واری انفرادی ہے اور ایک شخص صرف اُن ہی گناہوں کا ذمہ دار ہوتا ہے جن کا وہ خود مرتکب ہوتا ہے۔ اس لیے اگر اسلامی مملکت میں کوئی شخص قرآن وسنت کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا وہ خود ہی جواب دِہ ہے۔

بجواب سوالاتِ عدالت بتاریخ ۱۴ جنوری

سوال :۔ کل آپ نے کہا تھا کہ گناہ کی ذمہ داری انفرادی ہوتی ہے۔ فرض کیجیے کہ مَیں ایک مسلم حکومت کا شہری ہوں اور مَیں ایک دوسرے شخص کو قرآن و سنّت کی کوئی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ کیا میرا یہ مذہبی فرض ہے کہ مَیں اُسے اس خلاف ورزی سے روکوں۔ مذہبی فرض کا مطلب یہ ہے کہ اگر مَیں اُسے ایسا کرنے سے نہ روکوں تو مَیں خود بھی گنہگار ہوں گا؟

جواب :۔ آپ کا فرض صرف اس شخص کو نصیحت کرنا ہے۔

سوال :۔ اگر مَیں صاحبِ امر ہوں تو کیا پھر بھی یہی صورت ہوگی؟

جواب :۔ پھر بھی آپ کا یہ مذہبی فرض نہیں کہ آپ اس شخص کو ایسا کرنے سے جبراً روکیں۔

سوال :۔ اگر مَیں صاحبِ امر ہوں تو کیا میرا یہ فرض ہوگا کہ مَیں ایسا دنیاوی قانون بناؤں جو اس قسم کی خلاف ورزیوں کو قابلِ سزا قرار دے؟

جواب :۔ جی نہیں۔ ایسا کرنا آپ کا مذہبی فرض نہیں ہوگا۔ لیکن ایسا قانون بنانے کا آپ کو اختیار حاصل ہوگا۔

سوال :۔ کیا ایک سچے نبی کا انکار کفر نہیں؟

جواب :۔ ہاں یہ کفر ہے۔ لیکن کفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جس سے کوئی شخص ملّت سے خارج ہو جاتا ہے دوسرا وہ جس سے وہ ملّت سے خارج نہیں ہوتا۔ کلمہ طیّبہ کا انکار پہلی قسم کا کفر ہے۔ دوسری قسم کا کفر اس سے کم درجے کی بدعقیدگیوں سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال :۔ کیا ایسا شخص جو ایسے نبی کو نہیں مانتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آیا ہو اگلے جہان میں سزا کا مستوجب ہوگا؟

جواب :۔ ہم ایسے شخص کو گنہگار تو سمجھتے ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا یا نہیں۔ اس کا فیصلہ کرنا خدا کا کام ہے۔

سوال :۔ کیا آپ خاتم النبیّین میں خاتم کو "ت" کی فتح سے پڑھتے ہیں یا کسرہ سے؟

جواب :۔ دونوں درست ہیں۔

سوال :۔ اس اصطلاح کے صحیح معنے کیا ہیں ؟

جواب :۔ اگر اسے "ت" کی زبر سے پڑھا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے نبیوں کی زینت ہیں جس طرح انگوٹھی انسان کے لیے زینت ہوتی ہے۔ اگر اسے کسرہ سے پڑھا جائے تو لغت کہتی ہے کہ اس صورت میں بھی اس کا یہی مفہوم ہو گا مگر اس سے وہ شخص بھی مُراد ہو گا جو کسی چیز کو اختتام تک پہنچا دے۔ اس مفہوم کے مطابق اس کا یہ مطلب ہو گا کہ خاتم النبیین آخری نبی ہیں مگر اس صورت میں لفظ النبیین سے مُراد وہ نبی ہونگے جن کے ساتھ شریعت نازل ہو یعنی تشریعی نبی۔

سوال :۔ مرزا غلام احمد صاحب کن معنوں میں نبی تھے ؟

جواب :۔ مَیں اس سوال کا جواب پہلے دے چکا ہوں کہ وہ اس لیے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں اُن کا نام نبی رکھا ہے۔

سوال :۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب کے روحانی درجہ کا کوئی اور شخص آئندہ آسکتا ہے ؟

جواب :۔ اس کا امکان ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا اللہ تعالیٰ آئندہ ایسے اشخاص مبعوث کرے گا یا نہیں۔

سوال :۔ کیا عورت نبی ہو سکتی ہے

جواب :۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی۔

سوال :۔ کیا آپ کی جماعت میں کسی عورت نے اس منصب پر ہونے کا دعویٰ کیا ؟

جواب :۔ میرے علم کے مطابق نہیں۔

سوال :۔ کیا جہنّم ابدی ہے ؟

جواب :۔ نہیں۔

سوال :۔ کیا جہنّم کوئی جانور ہے یا متحرک شئ یا کوئی مقررہ مقام ؟

جواب :۔ جہنم صرف ایک روح سے تعلّق رکھنے والی کیفیّت ہے۔

سوال :۔ امام غزالی نے جہنم کو ایک جانور سے تشبیہ دی ہے۔ کیا یہ درست ہے ؟

جواب :۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ مجازاً استعمال کیا گیا ہے۔

سوال :۔ اسلام کے بعض نکتہ چین کہتے کہ اسلام جیسا کہ ایک معمولی عالم دین اسے سمجھتا ہے ذہنی غلامی کو دائمی شکل دیتا ہے کیونکہ وہ دیانتداری سے مخالفت کرنے والوں کو چاہے وہ کتنے ہی دیانتدار ہوں ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دیتا ہے۔

جواب :۔ میری رائے میں اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے جو جہنم کو ابدی نہیں سمجھتا۔

سوال :۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت ان لوگوں تک بھی وسیع ہو گی جو مسلمان نہیں ہیں؟

جواب :۔ یقیناً۔

سوال :۔ کیا قوم کا موجودہ نظریہ کہ ایک ریاست کے مختلف مذاہب کے ماننے والے شہریوں کو مساوی سیاسی حقوق حاصل ہوتے ہیں اسلام میں پایا جاتا ہے؟

جواب :۔ یقیناً۔

سوال :۔ ایک غیر مسلم حکومت میں ایک مسلمان کا اس صورت میں کیا فرض ہے اگر یہ حکومت کوئی ایسا قانون بنائے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو؟

جواب :۔ اگر حکومت قانون بناتے وقت وہ اختیارات استعمال کرے جو وہ بحیثیت حکومت استعمال کر سکتی ہے تو مسلمانوں کو اس قانون کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر یہ قانون پرسنل ہو مثلاً اگر یہ قانون مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکے تو چونکہ یہ ایک بہت اہم سوال ہے اس لیے مسلمانوں کو ایسا ملک چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن اگر سوال معمولی نوعیت کا ہو مثلاً وراثت۔ شادی وغیرہ کا معاملہ ہو تو مسلمان کو اس قانون کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔

سوال :۔ کیا ایک مسلمان کسی غیر مسلم حکومت کا وفادار ہو سکتا ہے؟

جواب :۔ یقیناً۔

سوال :۔ اگر وہ ایک غیر مسلم حکومت کی فوج میں ہو اور اُسے ایک مسلم حکومت کے ساتھ لڑنے کے لیے کہا جائے تو اس صورت میں اُس کا کیا فرض ہو گا؟

جواب :۔ یہ اس کا کام ہے کہ وہ دیکھے کہ آیا مسلم مملکت حق پر ہے یا نہیں۔ اگر وہ سمجھے کہ مسلم حکومت حق پر ہے تب اس کا فرض ہے کہ وہ استعفاء دیدے۔ یا جیسا کہ بعض دوسرے ممالک

میں دستور ہے۔ یہ اعلان کر دے کہ ایسی جنگ میں شمولیت میری ضمیر کے خلاف ہے ۔

سوال :۔ کیا آپ کا یہ ایمان ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بھی انہی معنوں میں شفیع ہوں گے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع سمجھا جاتا ہے ؟

جواب :۔ جی نہیں ۔

چوہدری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ جماعتِ اسلامی کی جرح کے جواب میں

سوال :۔ آپ کی جماعت میں الفضل کو کیا حیثیت حاصل ہے ؟ اور آپ کا اس سے کیا تعلق ہے ؟

جواب :۔ یہ صحیح ہے کہ اس اخبار کو میں نے جاری کیا تھا لیکن میں نے دو تین سال بعد اپنا تعلق اس سے منقطع کر لیا تھا ۔ غالباً ایسا میں نے ۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء میں کیا تھا یہ اب صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی ملکیت ہے ۔

سوال :۔ کیا ۱۶-۱۹۱۵ء کے بعد آپ کے اختیار میں یہ بات تھی کہ آپ اس کی اشاعت کو روک دیں ؟

جواب :۔ جی ہاں ۔ اس اعتبار سے کہ جماعت میری وفادار ہے اور اگر میں انہیں کہوں کہ وہ اس پرچہ کو نہ خریدیں تو اس کی اشاعت خود بخود بند ہو جائے گی ۔

عدالت کا سوال :۔ کیا آپ انجمن کو مشورہ دے سکتے ہیں کہ وہ اس کی اشاعت کو بند کر دے ؟

جواب :۔ میں انجمن کو بھی مشورہ دے سکتا ہوں جو اس کی مالک ہے کہ وہ اسکی اشاعت کو روک دے ۔

وکیل کے سوال :۔ کیا آپ مومن اور مسلم کی اس تعریف سے اتفاق رکھتے ہیں جو صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے عدالت کے ایک سوال کے جواب میں دی تھی ؟

جواب :۔ ہاں ۔

سوال :۔ کیا آپ اپریل ۱۹۱۱ء میں تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر تھے ؟

جواب :۔ ہاں ۔

سوال:۔ کیا آپ نے جن خیالات کا آج بالکل اظہار کیا ہے اُن خیالات سے کسی رنگ میں مختلف ہیں جو آپ نے اپریل ۱۹۱۱ء میں تشحیذ الاذھان کے دیباچہ میں ظاہر کئے تھے ؟

جواب:۔ نہیں ۔

سوال :۔ کیا آپ اب بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں جو آپ نے کتاب آئینۂ صداقت کے پہلے باب میں صفحہ ۳۵ پر ظاہر کیا تھا ۔ یعنی یہ کہ تمام وہ مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد صاحب کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سُنا ہو وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ؟

جواب:۔ یہ بات خود اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو جو میرے ذہن میں ہیں مسلمان سمجھتا ہوں ۔ پس جب میں "کافر" کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں جن کی میں پہلے ہی وضاحت کر چکا ہوں ۔ یعنی وہ جو ملت سے خارج نہیں ۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے جس کا اظہار کتاب مفرداتِ راغب کے صفحہ ۲۴۰ پر کیا گیا ہے ۔ جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک دون الایمان اور دوسرے فوق الایمان دون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کے اسلام کا درجہ ایمان سے کم ہے ۔ فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوتے ہیں کہ وہ معمولی ایمان سے بلند تر ہوتے ہیں ۔ اس لیے جب میں نے یہ کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں ۔ مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا اور اس کی حمایت کرتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے ۔

سوال :۔ موجودہ ایجی ٹیشن کے شروع ہونے سے پہلے کیا آپ ان مسلمانوں کو جو مرزا غلام احمد صاحب کو نہیں مانتے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے رہے ؟

جواب :۔ ہاں میں یہ کہتا رہا ہوں اور ساتھ ہی میں "کافر" اور "خارج از دائرہ اسلام" کی اصطلاحوں کے اس مفہوم کی بھی وضاحت کرتا رہا ہوں جس میں یہ اصطلاحیں استعمال کی گئیں ۔

سوال :۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ موجودہ ایجی ٹیشن شروع ہونے سے قبل آپ اپنی جماعت کو یہ مشورہ دیتے رہے کہ وہ غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھیں اور غیر

احمدیوں سے اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کریں؟

جواب :۔ مَیں یہ سب کچھ غیر احمدی علماء کے اسی قسم کے فتووں کے جواب میں کہتا رہا ہوں بلکہ مَیں نے ان سے کم کہا ہے ۔ کیونکہ جزاءِ سیئۃ سیئۃ مثلہا ۔

سوال :۔ آپ نے اب اپنی شہادت میں کہا ہے کہ جو شخص نیک نیتی کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب کو نہیں مانتا ۔ وہ پھر بھی مسلمان رہتا ہے ۔ کیا شروع سے آپ کا یہی نظریہ رہا ہے ؟

جواب :۔ ہاں ۔

سوال :۔ کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں؟

جواب :۔ اگر لفظ بنیادی کا وہی مفہوم ہے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کا لیا ہے تب یہ اختلافات بنیادی نہیں ہیں ۔

سوال :۔ اگر لفظ "بنیادی" عام معنوں میں لیا جائے تو پھر؟

جواب :۔ عام معنوں میں اس کا مطلب "اہم" ہے ۔ لیکن اس مفہوم کے لحاظ سے بھی اختلافات بنیادی نہیں ہیں بلکہ فروعی ہیں ۔

عدالت کا سوال :۔ احمدیوں کی تعداد پاکستان میں کتنی ہے ؟

جواب :۔ دو اور تین لاکھ کے درمیان ۔

وکیل کے سوال :۔ کیا کتاب تحفہ گولڑویہ جو ستمبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیف ہے ؟

جواب :۔ جی ہاں ۔

سوال :۔ کیا آپ کو یہ معلوم ہے یا نہیں کہ جس عقیدہ کا ذیل کے پیرا میں ذکر ہے وہ عامۃ المسلمین کا عقیدہ ہے :۔

"جیسا کہ مومن کے لیے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ۔ ایسا ہی اس بات پر ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں ۔ ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے ۔ دوسرا بعث احمدی جو کہ جمالی رنگ میں ہے ۔"

جواب :۔ عامۃ المسلمین کے نزدیک اس کا اطلاق صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے

لیکن ہمارے نزدیک اس کا اطلاق اصلی طور پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔
لیکن ظلّی طور پر مرزا غلام احمد صاحب پر بھی ہوتا ہے

سوال:۔ از راہِ کرم ۲۱ راگست ۱۹۱۷ء کے الفضل کے صفحہ نمبر ۷ کے کالم نمبر ا کو ملاحظہ فرمائیے جہاں آپ نے اپنی جماعت اور غیر احمدیوں میں فرق بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ:۔

"ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ اُن کا اسلام اَور ہے اور ہمارا اَور، اُن کا خدا اَور ہے اور ہمارا اَور۔ ہمارا حج اَور ہے اور اُن کا حج اَور۔ اسی طرح اُن سے ہر بات میں اختلاف ہے۔" کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ اس وقت جب یہ عبارت شائع ہوئی تھی میرا کوئی ڈائری نویس نہیں تھا اس لیے مَیں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میری بات کو صحیح طور پر رپورٹ کیا گیا ہے یا نہیں۔ تاہم اس کا مجازی رنگ میں مطلب لینا چاہیئے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم زیادہ خلوص سے عمل کرتے ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ نے انوارِ خلافت کے صفحہ ۹۳ پر کہا ہے کہ:۔

"اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لیے اُن کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی چھوٹا بچہ مرجائے تو اُس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح موعود کا مکفّر نہیں۔ مَیں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔"

جواب:۔ ہاں۔ لیکن یہ بات مَیں نے اس لیے کہی تھی کہ غیر احمدی علماء نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ احمدیوں کے بچوں کو بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ احمدی عورتوں اور بچوں کی نعشیں قبروں سے اُکھاڑ کر باہر پھینکی گئیں۔ چونکہ اُن کا فتویٰ اب تک قائم ہے اس لیے میرا فتویٰ بھی قائم ہے۔ البتہ اب ہمیں بانیٔ سلسلہ کا ایک فتویٰ ملا ہے جس کے مطابق ممکن ہے کہ غور و خوض کے بعد پہلے فتویٰ میں ترمیم کر دی جائے۔

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶۳ پر لکھا ہے کہ:۔

"علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔"

جواب :- ہاں۔ یہ الفاظ اپنے عام معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

سوال :- ۱۹۴۴ء میں قیامِ پاکستان کے متعلق آپ کا طرزِ عمل کیا تھا؟ کیا یہ صحیح ہے کہ ۱۱ر جون ۱۹۴۴ء کو آپ نے ملفوظات میں کہا تھا کہ:-

"پاکستان اور آزاد حکومت کا مطالبہ ہندوستان کی غلامی کو مضبوط کرنے والی زنجیریں ہیں"۔

جواب :- ہاں۔ لیکن میں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ میرے اور مولانا مودودی سمیت کئی سرکردہ مسلمانوں کی یہ رائے تھی کہ قیام پاکستان کا مطالبہ ہندوستان کی آزادی کو مشکل بنا دے گا۔ ان دنوں پاکستان کے قیام کو ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ انگریز ایسی مملکت کے قیام کے خلاف تھے۔

سوال :- کیا جیسا کہ الفضل مورخہ ۵ راگست ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا تھا آپ نے یہ کہا تھا کہ:-

(الف) "اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہندو مسلم سوال اُٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصّے بخرے نہ ہوں۔ بیشک یہ کام بہت مشکل ہے مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہیں"۔

(ب) "ممکن ہے عارضی طور پر افتراق ہو اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جُدا جُدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دُور ہو جائے"۔

(ج) "بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں"۔

جواب :- الفضل مورخہ ۵ راپریل ۱۹۴۷ء میں میری تقریر صحیح طور پر رپورٹ نہیں ہوئی۔ صحیح رپورٹ ۱۲ر اپریل ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی ہے۔

سوال :- کیا آپ کی جماعت میں کوئی ملّا بھی ہے؟

جواب :- "ملّا" کا لفظ "مولوی" کا مترادف ہے۔ اور یہ لفظ تحقیر کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ملّا علی قاری — ملّا شور بازار اور ملّا باقر جو تمام معروف شخصیتیں ہیں ملّا کہلاتے ہیں اور اس میں فخر محسوس کرتے ہیں یا کرتے رہے ہیں۔

سوال :- کیا آپ نے سندھ سے واپسی پر کوئی پریس انٹرویو دیا تھا جو ۱۲ر اپریل ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع ہوا۔ اور جس میں آپ سے ایک اخباری نمائندہ نے ایک سوال کیا اور آپ نے اس کا جواب دیا؟

سوال یہ تھا کہ کیا پاکستان عملاً ممکن ہے ؟
جس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے اس سوال کو دیکھا جائے تو پاکستان ممکن ہے لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ملک کے حصے بخرے کرنے کی ضرورت نہیں ۔

جواب :- یہ صحیح ہے کہ ایک اخباری نمائندے نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا مذکورہ بالا الفاظ اس کا ایک اقتباس ہے جو کچھ اس میں کہا گیا وہ تقسیم کے سوال پر میری ذاتی رائے تھی ۔

سوال :- کیا آپ نے ۴ ار مئی ۱۹۴۷ء کو نماز مغرب کے بعد اپنی مجلس علم و عرفان میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے جو ۱۶ ار مئی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع ہوئے ؟

" میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالے کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن اگر قوموں کی غیر معمولی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی ہونا پڑے تو یہ اور بات ہے ۔ بسا اوقات عضو ماؤف کو ڈاکٹر کاٹ دینے کا بھی مشورہ دیتے ہیں ۔ لیکن یہ خوشی سے نہیں ہوتا بلکہ مجبوری اور معذوری کے عالم میں اور صرف اُسی وقت جب اس کے بغیر چارہ نہ ہو ۔ اور اگر پھر یہ معلوم ہو جائے کہ ماؤف عضو کی جگہ نیا لگ سکتا ہے ۔ تو کون سا جاہل انسان اس کے لیے کوشش نہیں کرے گا ۔ اسی طرح ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے ۔ اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ یہ کسی نہ کسی طرح جلد نہ متحد ہو جائے ۔"

جواب :- نہیں میں نے بالکل انہی الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا تھا ۔ جو کچھ میں نے کہا اُسے بہت حد تک غلط طور پر پیش کیا گیا ہے ۔ جس شخص نے میری تقریر کی رپورٹ مرتب کی ۔ یعنی منیر احمد ۔ وہ کبھی میرا ڈائری نویس نہیں رہا ۔ اس بارے میں میرے صحیح خیالات الفضل مورخہ ۱۲ ار مئی ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئے تھے جو مندرجہ ذیل ہیں :-

" ان حالات کے پیشِ نظر ان (مسلمانوں) کا حق ہے کہ مطالبہ کریں ۔ اور ہر دیانتدار کا فرض ہے کہ خواہ اس میں اس کا نقصان ہو مسلمانوں کے اِس مطالبہ کی تائید کرے .... بے شک ہمیں مسلمانوں کی طرف سے بھی بعض اوقات تکالیف پہنچ

جاتی ہیں۔ اور ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ شاید وہ ہمیں پھانسی پر چڑھا دیں گے۔ لیکن میں ہندوؤں سے پوچھتا ہوں۔ کہ تم لوگوں نے ہمیں کب سُکھ دیا تھا۔ تم لوگوں نے ہمیں کب آرام پہنچایا تھا۔ اور تم لوگوں نے کب ہمارے ساتھ ہمدردی کی تھی"؟

سوال :۔ کیا آپ نے جو کچھ ۱۶؍مئی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع ہوا اس کی تردید کی؟

جواب :۔ جو کچھ اس میں بیان ہوا تھا۔ ۲۱؍مئی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں عملاً اس کی تردید کر دی گئی تھی۔

سوال :۔ الفضل پر شائع شدہ الفاظ ۱۴؍ہجرت کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔ اس سے ۱۴؍مئی مُراد ہے۔

عدالت کا سوال :۔ آپ اس مہینے کو ہجرت کیوں کہتے ہیں؟

جواب :۔ کیونکہ تاریخ بتلاتی ہے کہ رسولِ کریمؐ کی ہجرت ماہِ مئی میں ہوئی تھی۔

وکیل کے سوال :۔ کیا آپ سنِ ہجری استعمال کرتے ہیں یا کہ عیسوی کیلنڈر؟

جواب :۔ ہم نے صرف یہ کیا ہے کہ شمسی مہینوں کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف واقعات کے اعتبار سے مختلف نام دیدئے ہیں۔

سوال :۔ کیا آپ نے جیسا کہ ۱۲؍نومبر ۱۹۴۶ء کے الفضل میں درج ہے اپنے آپ کو اقلیت قرار دیا جانے کا مطالبہ کیا تھا؟

جواب :۔ نہیں اصل واقعات یہ ہیں کہ جب ۱۹۴۶ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلافات پیدا ہوئے تو حکومت نے مختلف فرقہ وارانہ پارٹیوں سے استفسارات کیے۔ اور تمام مسلمانوں کو ایک جماعت قرار دیا۔ اس پر بعض مسلم لیگیوں کی طرف سے ہمیں کہا گیا کہ یہ انگریز کی ایک چال ہے جس نے اس طرح غیر مسلم جماعتوں کی تعداد بڑھا دی ہے۔ اور مسلمانوں کو صرف ایک پارٹی ہی تصور کیا ہے اس پر ہم نے گورنمنٹ سے احتجاج کیا کہ کیوں احمدیوں سے بھی ایک پارٹی کی حیثیت میں استفسار نہیں کیا گیا۔ حکومت نے جواب دیا کہ ہم ایک سیاسی پارٹی نہیں بلکہ ایک مذہبی جماعت ہیں۔

سوال :۔ کیا مارچ ۱۹۱۹ء کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایک اجلاس میں آپ نے وہ بیان دیا تھا جس کا ذکر رسالہ "عرفان الٰہی" کے صفحہ ۹۳ پر "انتقام لینے کا زمانہ" کے زیرِ عنوان کیا گیا ہے اور

جس میں کہا گیا ہے کہ :۔

"اب زمانہ بدل گیا ہے۔ دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اُسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا۔ مگر اب مسیح اس لیے آیا تا اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے"؟

جواب :۔ ہاں۔ مگر اقتباس والے اس فقرے کی تشریح کتاب کے صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ پر کی گئی ہے۔ جہاں میں نے کہا ہے کہ :۔

"لیکن کیا ہمیں اس کا کچھ جواب نہیں دینا چاہیے اور اس خون کا بدلہ نہیں لینا چاہیے۔ لیکن اسی طریق سے جو حضرت مسیح موعود نے ہمیں بتا دیا ہے اور جو یہ ہے۔ کہ کابل کی سرزمین سے اگر احمدیت کا ایک پودا کاٹا گیا ہے تو اب خدا تعالیٰ اس کی بجائے ہزاروں پودے وہاں لگائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عبداللطیف صاحب شہید کے قتل کا بدلہ یہ نہیں رکھا گیا کہ ہم اُن کے قاتلوں کو قتل کریں اور اُن کے خون بہائیں۔ کیونکہ قتل کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمیں خدا نے پُرامن ذرائع سے کام کرنے کے لیے کھڑا کیا ہے نہ کہ اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کے لیے۔ پس ہمارا انتقام یہ ہے کہ اُن کے اور ان کی نسلوں کے دلوں میں احمدیت کا بیج بوئیں اور انہیں احمدی بنائیں۔ اور جس چیز کو وہ مٹانا چاہتے ہیں۔ اس کو ہم قائم کر دیں۔ .... مگر اب ہمارا یہ کام ہے کہ اُن کے خون کا بدلہ لیں۔ اور اُن کے قاتل جس چیز کو مٹانا چاہتے ہیں اُسے قائم کر دیں۔ اور چونکہ خدا کی برگزیدہ جماعتوں میں شامل ہونے والے اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں بلکہ اپنے دشمنوں پر احسان کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارا بھی یہ کام نہیں ہے کہ سید عبداللطیف صاحب کے قتل کرنے والوں کو دنیا سے مٹا دیں اور قتل کر دیں بلکہ یہ ہے کہ انہیں ہمیشہ کے لیے قائم کر دیں اور ابدی زندگی کے مالک بنا دیں اور اس کا طریق یہ ہے کہ انہیں احمدی بنائیں"۔

عدالت کا سوال :۔ اس سیاق و سباق میں "احمدیت" سے کیا مُراد ہے؟

جواب :۔ احمدیت سے مُراد اسلام کی وہ تشریح ہے جو احمدیہ جماعت کے بانی نے کی۔

وکیل کے سوال :۔ کیا آپ نے الفضل کے ۱۵ر جولائی ۱۹۵۲ء کے شمارہ میں ایک مقالہ افتتاحیہ جو "خونی مُلّا کے آخری دن" کے عنوان سے شائع ہوا دیکھا ہے جس میں مندرجہ ذیل الفاظ آتے ہیں :۔

"ہاں آخری وقت آن پہنچا ہے ان تمام علماء حق کے خون کا بدلہ لینے کا جن کو شروع سے یہ خونی مُلّا قتل کرواتے آئے ہیں۔ ان سب کے خون کا بدلہ لیا جائے گا (۱) عطاء اللہ شاہ بخاری سے (۲) مُلّا بدایونی سے (۳) مُلّا احتشام الحق سے (۴) مُلّا محمد شفیع سے (۵) مُلّا مودودی (پانچویں سوار) سے"

جواب:۔ ہاں۔ اس تحریر کے متعلق منٹگمری کے ایک آدمی کی طرف سے ایک شکایت میرے پاس پہنچی تھی اور میں نے اس کے متعلق متعلقہ ناظر سے جواب طلبی کی تھی اُس نے مجھے بتلایا تھا کہ اُس نے ایڈیٹر کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ اس کی تردید کرے۔

سوال:۔ کیا وہ تردید آپ کے علم میں آئی؟

جواب:۔ نہیں۔ لیکن ابھی ابھی مجھے ۷ اگست ۱۹۵۲ء کے الفضل کا ایک آرٹیکل جس کا عنوان "ایک غلطی کا ازالہ" ہے دکھایا گیا ہے جس میں مذکورہ بالا تحریر کی تشریح کر دی گئی تھی۔

عدالت کا سوال:۔ اس ادارتی مقالہ میں جن مولویوں کو مُلّا کہا گیا ہے کیا انہوں نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ احمدی مرتد اور واجب القتل ہیں؟

جواب:۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ رائے ظاہر کی تھی۔

وکیل کے سوال:۔ کیا آپ نے جون ۱۹۱۹ء کے تشحیذ الاذہان کے صفحہ نمبر ۲۸ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی تھی؟

"خلیفہ ہو تو جو پہلا ہو اس کی بیعت ہو۔ جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابل پر کھڑا ہو جائے جیسے لاہور میں ہے۔ تو اُسے قتل کر دو۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے کہ جب سلطنت اپنی ہو۔ اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"

جواب:۔ جی نہیں! ڈائری نویس نو آموز تھا۔ میں نے جو کچھ کہا اُسے اُس نے غلط طور پر پیش کیا۔ درحقیقت جو کچھ میں نے کہا تھا۔ میں نے اس کی توضیح اُس وقت کر دی تھی جب احمدیوں کی لاہوری پارٹی نے حکومت سے شکایت کی تھی اور حکومت نے مجھ سے اس کی وضاحت چاہی تھی۔

سوال:۔ کیا آپ کی جماعت خالص مذہبی جماعت ہے یا کہ سیاسی تھی؟

جواب:۔ اصل میں تو یہ مذہبی جماعت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا دماغ عطا کیا ہے کہ جب بھی کوئی سیاسی مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ بیکار نہیں رہ سکتا۔

سوال:۔ کیا آپ نے کوئٹہ میں اپنے خطبہ جمعہ میں وہ تقریر کی تھی (گزٹ ڈی۔ای ۳۲۴) جو الفضل کے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں شائع ہوئی ہے؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ آپ نے جب اپنی تقریر میں ذیل کے الفاظ کہے تو اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟

"یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو پہلے Base مضبوط ہو تو تبلیغ ہو سکتی ہے۔"

جواب:۔ یہ الفاظ اپنی تشریح آپ کرتے ہیں۔

سوال:۔ اور آپ نے جب یہ کہا تھا کہ بلوچستان کو احمدی بنایا جائے تاکہ ہم کم از کم ایک صوبہ کو تو اپنا کہہ سکیں تو اس سے آپ کا کیا مطلب تھا؟

جواب:۔ میرے ایسا کہنے کے دو سبب تھے (۱) موجودہ نواب قلات کے دادا احمدی تھے اور (۲) بلوچستان ایک چھوٹا سا صوبہ ہے

سوال:۔ کیا آپ نے اپنے خطبہ جمعہ میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے جو الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء (دستاویز ڈی۔ای ۲۱۰) میں شائع ہوئے ہیں؟

"میں یہ جانتا ہوں کہ اب یہ صوبہ ہمارے ہاتھوں سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہمارا ہی شکار ہو گا۔ دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ چھین نہیں سکتیں۔"

جواب:۔ جی ہاں۔ لیکن اس عبارت کو اس کے لفظی معنوں میں نہیں لینا چاہیئے۔ یہاں مستقبل کا ذکر ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ چونکہ اس صوبہ میں ایک احمدی فوجی افسر قتل ہوا ہے اس لئے یہ صوبہ لازماً احمدی ہو کر رہے گا۔

سوال:۔ کیا ربوہ ایک خالص احمدی نو آبادی ہے؟

جواب:۔ یہ زمین صدر انجمن احمدیہ نے خریدی تھی اور اُسی کی ملکیت ہے۔ انجمن کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کے متعلق جو چاہے انتظام کرے۔ لیکن بعض غیر احمدیوں نے بھی زمین خریدنے کے لیے

درخواست دی تھی۔ اس پر انجمن نے کہا کہ اُسے اچھے ہمسائیوں کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں۔

سوال:۔ کیا کسی غیر احمدی نے زمین خریدی؟

جواب:۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک غیر احمدی نے زمین خریدی ہے۔ لیکن مجھے اس کا کوئی ذاتی علم نہیں۔

سوال:۔ فسادات کے دوران میں آپ کہاں تھے؟

جواب:۔ ربوہ میں۔

سوال:۔ کیا جو واقعات لاہور میں پیش آئے۔ ایسے کوئی واقعات ربوہ میں بھی ہوئے؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ اپنی جماعت کے لوگوں سے یہ بات متواتر کہتے رہے ہیں کہ اُن کا اصل وطن قادیان ہے؟ اور بالآخر انہوں نے وہاں ہی جانا ہے؟

جواب:۔ ہر مسلمان کی یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے وطن کو واپس حاصل کرے۔

سوال:۔ کیا ہندوستان میں بھی احمدیہ جماعت ہے؟

جواب:۔ ہاں۔

سوال:۔ برطانوی حکومت کے متعلق احمدیہ جماعت کے بانی کا کیا رویہ تھا؟

جواب:۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اسلام کی تعلیم کے مطابق انسان جس ملک میں رہے ان شرائط کے ماتحت جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اس کی حکومت کا وفادار رہنا چاہیئے۔

سوال:۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ بغداد پر انگریزوں کے قبضہ ہونے پر قادیان میں خوشیاں منائی گئیں؟

جواب:۔ یہ قطعاً غلط ہے۔

سوال:۔ کیا آپ کے نظریہ کے مطابق قائم شدہ اسلامی سلطنت میں کوئی غیر احمدی اس مملکت کا رئیس ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ پاکستان مصر وغیرہ جیسی حکومت میں ہو سکتا ہے۔

سوال:۔ فرض کیجیئے کہ پاکستان ایک مذہبی مملکت نہیں۔ تو کیا آپ کے نزدیک ایک غیر مسلم یہاں رئیس مملکت ہو سکتا ہے؟

جواب: ۔ یہ تو قانون ساز اسمبلی کی اکثریت ہی فیصلہ کر سکتی ہے کہ رئیس مملکت مسلمان ہو یا غیر مسلم ۔

سوال: ۔ کیا آپ اپنی جماعت کے لوگوں سے یہ کہتے رہے ہیں کہ اُن کا معاشرہ دوسرے مسلمانوں سے مختلف ہونا چاہیئے ؟

جواب: ۔ جی نہیں ۔

سوال: ۔ کیا آپ نے اپنی جماعت کے لوگوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ پاکستان میں سرکاری عہدوں پر قبضہ کر لیں ؟

جواب: ۔ جی نہیں ۔

سوال: ۔ کیا جنگی لحاظ سے ربوہ کے جائے وقوع کو کوئی خاص اہمیت حاصل ہے ؟

جواب: ۔ جی ہاں ۔ حکومت پاکستان کے ہاتھوں میں یہ ایک جنگی اہمیت والا مقام ہوگا ۔

سوال: ۔ کیا آپ نے جیسا کہ الفضل مؤرخہ ۹ نومبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۲ پر چھپا ہے ربوہ میں ایک پریس کانفرنس میں یہ بیان دیا تھا کہ :۔

" گو یہ زمین موجودہ حالت میں واقعی مہنگی ہے اور اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اسے ایک نہایت شاندار شہر کی صورت میں تبدیل کرنے کا تہیہ کر چکے جو دفاعی لحاظ سے بھی پاکستان میں محفوظ ترین مقام ہوگا ۔"

جواب: ۔ مَیں پانچ سال کے عرصہ کے بعد بتا نہیں سکتا کہ کانفرنس میں میرے اصل الفاظ کیا تھے ۔

عدالت کا سوال: ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ربوہ کو جنگی لحاظ سے کوئی اہمیت حاصل ہے ؟

جواب: ۔ ربوہ کے درمیان سے موٹر سڑک اور ریل دونوں گزرتی ہیں ۔ اس لیے اسے حکومت پاکستان کے خلاف جنگی اہمیت رکھنے والا مقام خیال نہیں کیا جا سکتا ۔ لیکن دوسرے لوگوں کے لحاظ سے اسے ہمارے لیے خاص اہمیت ضرور حاصل ہے ۔ کیونکہ چنیوٹ کی طرف سے جو دریا کے دوسری جانب واقع ہے اس پر حملہ نہیں ہو سکتا ۔

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نمائندہ مجلسِ عمل کی جرح کے جواب میں

سوال :۔ مسیلمہ بن الحبیب کے دعویٰ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟

جواب :۔ اس کا دعویٰ جھوٹا تھا۔

سوال :۔ کیا وہ کلمہ پڑھتا تھا ؟

جواب :۔ نہیں۔

سوال :۔ کیا وہ مسلمان تھا ؟

جواب :۔ نہیں۔

سوال :۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۲۴ پر لکھا ہوا ہے کہ :۔

"پھر ماسوائے اس کے کیا کسی مرتد کے ارتداد سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ سلسلہ جس میں سے یہ مرتد خارج ہوا حق نہیں ہے۔ کیا ہمارے مخالف علماء کو خبر نہیں کہ کئی بدبخت حضرت موسیٰ کے زمانہ میں اُن سے مرتد ہو گئے پھر کئی لوگ حضرت عیسیٰ سے مرتد ہوئے۔ اور پھر کئی بدبخت اور بدقسمت ہمارے نبی صلعم کے عہد میں آپ سے مرتد ہو گئے چنانچہ مسیلمہ کذاب بھی مرتدین میں سے ایک تھا" کیا آپ کی رائے میں مسیلمہ مرتد تھا ؟

جواب :۔ ہاں جب میں نے کہا کہ وہ مسلمان نہیں تھا اس سے میری مراد یہ تھی کہ دعویٰ نبوت کے بعد وہ مسلمان نہیں رہا تھا۔

سوال :۔ کیا آپ نے اسود عنسی۔ سجاح بنتِ کا ذبہ۔ طلیحہ اسدی کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیا ہے ؟

جواب : ہاں۔

سوال :۔ کیا ان تمام اشخاص نے جن میں ایک عورت بھی تھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے ان کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ؟

جواب :۔ نہیں۔ صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان اشخاص نے جن میں سے ہر ایک نے

دعویٰ نبوت کیا مسلمانوں پر حملے کیے جس پر مسلمانوں نے اس کے جواب میں اُن کو شکست دی ۔

سوال :۔ کیا حسب ذیل اشخاص نے وقتاً فوقتاً نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

۱ ۔ حارث دمشقی ۶۸۵-۷۰۵ء نے خلیفہ عبدالملک کے زمانہ

۲ ۔ مغیرہ بن سعید الاجلی ۷۳۴-۷۴۱ء

۳ ۔ ابو منصور الاجلی ۷۳۴-۷۴۱ء

۴ ۔ اسحاق الاخراس المغربی ۷۵۰-۷۵۴ء

۵ ۔ ابو عیسیٰ اسحاق اصفہانی ۷۵۴-۷۷۵ء

۶ ۔ علی محمد خارجی ۸۶۹ء

۷ ۔ حامین من اللہ ماعکاسی

۸ ۔ محمود واحد گیلانی ۱۵۲۸-۱۵۸۶ء

۹ ۔ محمد علی باب ۱۸۵۰ء

جواب :۔ محمد علی باب کے سوا دوسرے لوگوں کے متعلق وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا محمد علی باب نے اپنے آپ کو نبی نہیں کہا تھا بلکہ مہدی موعود کہا تھا ۔

سوال :۔ آپ نے تشریعی اور غیر تشریعی نبی کا فرق بیان فرما دیا ۔ مہربانی کر کے ظلی نبی اور بروزی نبی کی بھی تعریف کر دیجیئے ۔

جواب :۔ ان اصطلاحات سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے متعلق ان اصطلاحات کا استعمال کیا جاتا ہے وہ خود بعض مخصوص صفات نہیں رکھتا ۔ بلکہ یہ صفات اس میں منعکس رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں ۔

سوال :۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب نے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟

جواب :۔ نہیں ۔

سوال :۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب نے اربعین حصہ چہارم کے صفحہ ۸۳ ، ۸۴ میں یہ نہیں لکھا کہ :۔

" ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند اوامر اور نہی بیان کیے اور اپنی اُمت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت

حضرت امام زمان مرزا صاحب قادیان سلمه المنان

بعد از سلام و تشریح شوق ملاقات معروض آنکه

[illegible]

حالات [illegible] بزرگی شما معلوم شده

خیلے [illegible] گشتم [illegible] دارم که [illegible] صاحب مرا

از خاطر مبارک خود فراموش نکرده [illegible] این

[illegible] همیشه [illegible] فرموده ممنون

[illegible] ساخته باشند - من [illegible] خود را

[illegible] پیر شما میدانم

فرد

آنانکه خاک را بنظر کیمیا کنند - آیا بود که گوشه چشمی بما کنند

[illegible] فرد

[illegible]

[illegible]

[illegible] جون [illegible]

[illegible]

میر خدا داد خان صاحب سابق والی قلات کا بیعت نامہ

ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضّوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذٰلک ازکیٰ لھم۔ یہ الہام براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گذر گئی۔ اور ایسا ہی ابتک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی۔ صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَ مُوْسٰی۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعے سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ پھر وہ دلیل تمہاری کیسی گاؤ خورد ہو گئی۔ کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتری ہو تو تئیس برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ میری تعلیم میں امر بھی اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فُلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے جیسا کہ ایک الہام کی عبارت ہے واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ انّ الّذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم۔ یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

اب دیکھو خدا نے میری وحی اور تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں

کے لیے مدارِ نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے اور جس کے کان ہوں وہ سُنے۔"

جواب: ہاں۔ لیکن انھوں نے ایک بعد کی کتاب میں اس کی تشریح کی ہے (گواہ نے ایک کتاب سے پڑھ کر سنایا)

سوال: ۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب نے ان لوگوں کو مرتد کہا ہے جو احمدی بننے کے بعد اپنے عقیدے سے پھر گئے؟

جواب: ۔ مرتد کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ ایسا شخص جو واپس لوٹ جائے۔ مولانا مودودی صاحب نے بھی یہ اصطلاح استعمال کی ہے۔

سوال: ۔ کیا آپ مرزا غلام احمد صاحب کو اُن مامورین میں شمار کرتے ہیں جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لیے ضروری ہے؟

جواب: ۔ میں اس سوال کا جواب پہلے دے چکا ہوں۔ کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سوال: ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنے سچے نبی گزرے ہیں؟

جواب: ۔ میں کسی کو نہیں جانتا مگر اس اعتبار سے کہ ہمارے رسول کریمؐ کی حدیث کے مطابق آپ کی اُمت کے علماء تک میں آپ کی عظمت اور شان کا انعکاس ہوتا ہے سینکڑوں اور ہزاروں ہو چکے ہوں گے۔

سوال: ۔ کیا آپ اس حدیث کو سچا تسلیم کرتے ہیں؟

جواب: ھاں۔

سوال: ۔ کیا آپ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب ہمارے رسولِ کریمؐ کے سوا سب انبیاء سے افضل تھے؟

جواب: ۔ ہم ان کے متعلق صرف حضرت مسیح ناصری سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

مولانا میکش کی جرح بتاریخ ۱۵/۱/۵۴

سوال: ۔ یہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم (مسیح ناصری) قیامت سے پہلے پھر

دوبارہ ظاہر ہوں گے۔ اس کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب:۔ یہ بات غلط ہے کہ یہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ مسلمانوں کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری طبعی موت سے وفات پا گئے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم خود دوبارہ مبعوث نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک دوسرا شخص جو اُن سے مشابہت رکھتا ہوگا اور ان کی صفات کا حامل ہوگا آئے گا۔

عدالت کا سوال:۔ کیا حضرت عیسیٰ کے زمانے میں یہودی کسی مسیح کے منتظر تھے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ وہ ایک مسیح کی آمد کے منتظر تھے۔ مگر اس سے پہلے الیاس نے آنا تھا جس نے آسمان سے اسی خاکی جسم کے ساتھ نازل ہونا تھا۔

سوال:۔ کیا حضرت عیسیٰ ہی یہ مسیح تھے؟

جواب:۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق وہی مسیح تھے لیکن یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق نہیں۔

سوال:۔ کیا حضرت عیسیٰ ناصری نے کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا؟

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ یہودیوں نے خدا کو ایک تاجر کی شکل میں پیش کیا تھا اور یہ کہ کر اس کے واحد اجارہ دار بن گئے تھے کہ خدا نے ابراہیم سے عہد کیا تھا کہ وہ کنعان کی زمین دوبارہ انہیں دے گا۔ اسی طرح پولوس کے ماننے والے عیسائیوں نے خدا پر اپنا پہلا حقِ رہن جتایا۔ اور اس حق رہن کی وجہ گال گوتھا کی پہاڑی پر حضرت مسیح کا پھانسی پانا قرار دی۔ اب مولانا مرتضیٰ احمد میکش اور ان کے ساتھ دوسرے علمائے دین دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا پر پہلا حقِ رہن اُن کا ہے۔ اور اس رہن کی قیمت یہ قرار دی گئی ہے کہ ذہنی غلامی اختیار کر لی جائے۔ کیا آپ بھی مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت پر ایمان لانے کی وجہ سے خدا پر کسی مخصوص اور علیحدہ حق رہن کا دعویٰ رکھتے ہیں؟

جواب:۔ ہم نہ تو کسی ایسے حقِ رہن کو مانتے ہیں اور نہ اس کے دعویدار ہیں۔

مولانا میکش کے سوال:۔ آپ نے کل فرمایا تھا۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب نے صرف عیسیٰ بن مریم پر اپنے آپ کو فضیلت دی ہے۔ مگر ۴ و ۶ اپریل ۱۹۱۵ء کے الفضل (دستاویز ڈی۔ای ۳۲۵) میں مرزا صاحب کی ۱۷ اپریل ۱۹۰۲ء کی ڈائری سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے:۔

"کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔ وہ سب حضرت رسولِ کریمؐ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسولِ کریمؐ سے ظلّی طور پر ہم کو عطا کیے گئے۔ اور اس لیے ہمارا نام آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ نوح۔ داؤد۔ یوسف سلیمان۔ یحییٰ۔ عیسیٰ وغیرہ ہے۔ چنانچہ ابراہیم ہمارا نام اس واسطے ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایسے مقام میں پیدا ہوئے تھے کہ وہ بُت خانہ تھا اور لوگ بُت پرست تھے۔ اور اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے ...."

کیا اس عبارت سے ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ آپ اِن تمام انبیاء سے جن کا اس عبارت میں ذکر ہے افضل ہیں؟

جواب:۔ ان دنوں مرزا صاحب کوئی باقاعدہ ڈائری نہ رکھتے تھے۔ یہ اقتباس تو کسی رپورٹر کا لکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ فرض کرتے ہوئے کہ یہ رپورٹ صحیح ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو دوسرے انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ اس کا مطلب تو صرف ان صفات کو گنوانا ہے جو مرزا صاحب اور دوسرے انبیاء میں مشترک تھیں۔

سوال:۔ عام مسلمان تو احمدیوں کا اس لیے جنازہ نہیں پڑھتے کہ وہ احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ آپ بتائیے کہ احمدی جو غیر احمدیوں کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے اس کی اس کے علاوہ اور کیا وجہ ہے۔ جس کا آپ قبل ازیں اظہار کر چکے ہیں۔ کہ آپ نے جوابی کارروائی کے طور پر یہ طریق اختیار کیا ہے؟

جواب:۔ بڑا سبب تو جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں یہ ہے کہ ہم غیر احمدیوں کا جنازہ اسلیے نہیں پڑھتے کہ وہ احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اپنے دعویٰ کے دس سال بعد تک نہ صرف مرزا غلام احمد صاحب نے احمدیوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ غیر احمدیوں کے جنازے پڑھیں۔ بلکہ خود بھی ایسی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے رہے۔ اور دوسرا سبب جو اصل میں پہلے سبب کا حصہ ہی ہے یہ ہے۔ کہ ایک متفقہ اور مسلّمہ حدیث کے مطابق جو شخص دوسرے مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ کیا غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرنے پر بھی آپ کے سابقہ جواب کا اطلاق ہوتا ہے؟

جواب:۔ ھاں۔

سوال:۔ ازراہ کرم القول الفصل کے صفحہ ۴۵ کو ملاحظہ فرمایئے جس میں حسب ذیل عبارت ہے:۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ کا حکم آیا۔ جس کے بعد نماز غیروں کے پیچھے حرام کی گئی۔ اور اب صرف منع نہ تھی بلکہ حرام تھی اور حقیقی حرمت صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔"

کیا اس عبارت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ احمدیوں کو غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے؟

جواب:۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جس وجہ سے احمدیوں کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا اس کی بعد میں وحی کے ذریعہ بھی تصدیق کر دی گئی

سوال:۔ آپ نے انوار خلافت کے صفحہ ۹۰ پر اس ممانعت کی ایک مختلف وجہ بیان کی ہے متعلقہ عبارت یہ ہے۔

" ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں"

جواب:۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ کفر کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو ایک شخص کو ملت سے خارج نہیں کرتی۔ ہمارے نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ ہمیں ایسے شخص کو اپنا امام بنانا چاہیئے جو دوسروں سے زیادہ نیک اور صالح ہو۔ ایک نبی کے انکار سے انسان کی نیکی کمزور ہو جاتی ہے۔

سوال:۔ آپ نے فرمایا ہے کہ کفر اور اسلام اضافتی الفاظ ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ الفاظ کفر۔ کافر۔ کافرون۔ کافرین۔ کفار۔ الکفرۃ قرآن کریم میں ایک ہی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی ایسے اشخاص کے متعلق جو اُمت سے باہر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟

جواب:۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ لفظ قرآن کریم میں ایک ہی معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ کل میں نے قرآن کریم سے ہی اس کی ایک مثال پیش کی تھی۔

سوال:۔ ازراہِ کرم ذکرِ الہٰی کے صفحہ ۲۲ کو دیکھئے جس میں حسب ذیل عبارت آتی ہے:۔

" میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں۔ ایک مومن۔ دوسرے کافر۔ پس جو حضرت

مسیح موعود پر ایمان لانے والے ہیں وہ مومن ہیں۔ اور جو ایمان نہیں لائے خواہ ان کے نہ لانے کی کوئی وجہ ہو وہ کافر ہیں۔"

کیا یہاں لفظ "کافر" مومن کے مقابل پہ استعمال نہیں ہوا؟

جواب: ۔اس عبارت میں مومن سے مراد وہ شخص ہے جو مرزا غلام احمد صاحب پہ ایمان لاتا ہے۔ اور کافر سے مراد وہ شخص ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔

عدالت کا سوال: ۔تو کیا مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانا جزو ایمان ہے؟

جواب: ۔جی نہیں۔ یہاں پہ لفظ مومن صرف مرزا غلام احمد صاحب پہ ایمان لانے کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے نہ کہ اسلام کے بنیادی عقیدوں پہ ایمان لانے کے مفہوم میں۔

سوال: ۔کیا جب "کفر" کے لفظ کے استعمال سے غلط فہمی اور تلخی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ تو یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یا تو اس کے استعمال کو قطعی طور پہ ترک کر دیا جائے یا اس کے استعمال میں بہت احتیاط برتی جائے؟

جواب: ۔ ہم ۱۹۲۲ء سے اس سے اجتناب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مولانا میکش کے سوال: ۔کیا آپ نے اپنی جماعت کے متعلق کبھی اُمت کا لفظ استعمال کیا ہے؟

جواب: ۔میرا عقیدہ ہے کہ احمدی علیحدہ اُمت نہیں ہیں۔ اور اگر کہیں اُمت کا لفظ احمدیوں کے متعلق استعمال ہوا ہے تو بے توجہی سے ہوا ہوگا اور اس سے اصل مُراد جماعت ہے۔

سوال: ۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کا الفضل دیکھئے۔ اس میں حسب ذیل عبارت ہے:

"اللہ تعالیٰ نے جو کام ہمارے سپرد کیا وہ کسی اور اُمت کے سپرد نہیں کیا۔ پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی ایک لاکھ کی طرف آیا۔ کوئی نبی دو لاکھ کی طرف آیا اور کوئی دس لاکھ کی طرف آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم سوا لاکھ تھی یا ہو سکتا ہے کہ عرب کی آبادی آپ کے زمانہ میں دو تین لاکھ ہو۔ بس یہی آپ کے پہلے مخاطب تھے۔ لیکن ہمارے چھٹتے ہی چالیس کروڑ مخاطب ہیں۔"

یہاں کن معنوں میں آپ نے لفظ "اُمّت" استعمال کیا ہے؟

جواب یہاں مَیں نے لفظ اُمّت "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت" کے لیے استعمال کیا ہے۔

سوال:۔ کیا آپ انگریزوں کے اس لیے ممنون احسان نہیں ہیں کہ اُن کے عہدِ حکومت میں آپ کے مخصوص عقائد پھولے پھلے۔ اور کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ اُن کے شکر گزار نہ رہیں؟

جواب:۔ شکر گزاری ایک اخلاقی فرض ہے اور اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہم اُن کے احسان مند ہیں اور یہ اس منصفانہ سلوک کی وجہ سے ہے جو انہوں نے ہر ایک کے ساتھ کیا۔ جن میں ہم بھی شامل ہیں۔

سوال:۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب نے انگریزوں کو ممنون کرنے کے لیے بلادِ اسلامیہ میں اشاعت کی غرض سے جہاد کے خلاف اتنی کتابیں نہیں لکھیں جن سے کم و بیش پچاس الماریاں بھر جائیں؟

جواب:۔ مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا اس غرض سے لکھا کہ اس سے اُن غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جو مسلمانوں کے خلاف دوسرے مذاہب میں پائی جاتی تھیں۔ یہ تصانیف کئی موضوعات و مضامین پر مشتمل ہیں۔ جن کے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں۔ ضمناً ان میں مسئلہ جہاد بھی شامل تھا لیکن اس مخصوص مسئلہ پر انہوں نے صرف چند صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا تھا۔

سوال:۔ کیا مندرجہ ذیل شعر میں مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ پر فضیلت نہیں دی؟

لہ خسف القمر المنیر و اِنّ لی ــــ غسا القمران المشرقان اُتنکر،

یعنی رسولِ اکرمؐ کے لیے صرف چاند کو گرہن لگا۔ لیکن میرے لیے سورج اور چاند دونوں گہنا گئے الخ

جواب:۔ اس شعر میں صرف اُس حدیث کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مہدی کے وقت ماہ رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے گا۔

سوال:۔ کیا آپ نے کبھی عام مسلمانوں کو ابوجہل کہا اور اپنی جماعت کو اقلیت قرار دیا؟

جواب:۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ مَیں عام مسلمانوں کو ابوجہل کی پارٹی قرار دیتا ہوں۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ہماری جماعت تعداد کے لحاظ سے بہت تھوڑی ہے۔

عدالت کا سوال:۔ پاکستان میں کتنے احمدی کلیدی اسامیوں پر فائز ہیں؟

جواب :۔ میرے نزدیک تو چوہدری ظفر اللہ خاں کے علاوہ کوئی احمدی ایسی اسامی پر فائز نہیں جسے کلیدی کہا جا سکے۔

سوال :۔ فضائیہ ۔ بحریہ ۔ بری فوج میں افسروں کی تعداد کیا ہے ؟

جواب :۔ بری فوج میں ۱/۲ یا ۲ فی صدی ہوں گے ۔ ہوائی فوج میں کوئی پانچ فی صدی اور بحری فوج میں ۱/۲ فی صدی ۔

سوال :۔ کیا مسٹر لال شاہ بخاری احمدی ہیں ؟

جواب :۔ جی نہیں ۔

سوال :۔ کیا جنرل حیاء الدین احمدی ہیں ؟

جواب :۔ وہ کبھی احمدی تھے ۔ لیکن میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ اب بھی احمدی ہیں یا نہیں ۔

سوال :۔ کیا مسٹر غلام احمد پرنسپل گورنمنٹ کالج راولپنڈی احمدی ہیں ؟

جواب :۔ جی نہیں ۔

سوال :۔ کیا پاکستان میں موجودہ انڈونیشین سفیر کے پیشرو احمدی تھے ؟

جواب :۔ وہ احمدیوں کی قادیانی جماعت سے تو یقیناً تعلق نہ رکھتے تھے ۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ لاہوری جماعت سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں ۔ بہر حال ۱۹۵۳ء میں انڈونیشین سفیر یقیناً احمدی نہ تھے

مولانا میکش کے سوال :۔ کیا آپ نے اپنے ایک خطبہ میں وہ الفاظ کہے جن کی رپورٹ الفضل مورخہ ۳ جنوری ۱۹۵۲ء (دستاویز ڈی ۔ ای ۳۲۶) میں شائع ہوئی ہے ؟

جواب :۔ میں رپورٹ کے الفاظ کے متعلق تو وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ لیکن یہ رپورٹ بہت حد تک ان الفاظ کے مفہوم کی آئینہ دار ہے جو میں نے کہے ۔ میں نے یہ سب کچھ آفاق مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۵۱ء کے ایک مقالہ کے جواب میں کہا تھا ۔

سوال :۔ اس رپورٹ میں آپ یا آپ کے کسی جانشین کے پاکستان کے فاتح ہونے کی طرف اشارہ ہے ؟

جواب :۔ آپ رپورٹ کو غلط طور پر پیش کر رہے ہیں ۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ۔

عدالت کا نوٹ :۔ اس یقین دلانے کے باوجود کہ مرزا غلام احمد صاحب یا گواہ کی کہی ہوئی کوئی

بات یا جماعت احمدیہ کے شائع کردہ لٹریچر کو عدالت ایک مستقل شہادت کی صورت میں تسلیم کریگی اس وقت تک جو بھی سوالات کئے گئے ہیں وہ تقریباً سب کے سب ایسی ہی تحریروں سے متعلق ہیں۔ یہ محض تضیع اوقات ہے۔ اور ہم اس بارہ میں مزید سوالات کرنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں۔

مسٹر نذیر احمد خاں صاحب ایڈووکیٹ کے مزید سوالات عدالت کی اجازت سے

سوال:۔ سول ملٹری گزٹ کے ۲۳ فروری ۱۹۵۳ء کے پرچہ میں آپ کا ایک بیان شائع ہوا تھا کیا خواجہ نذیر احمد ایڈووکیٹ اس بیان کے شائع ہونے سے قبل یا بعد آپ سے ملے تھے؟

جواب:۔ ہاں۔ وہ اس بیان کی اشاعت سے ایک یا دو دن قبل مجھ سے ملے تھے۔

سوال:۔ کیا خواجہ نذیر احمد نے دوبارہ کسی وقت مارچ کے مہینہ میں آپ سے ملاقات کی؟

جواب:۔ ہاں۔ وہ دوبارہ بھی مجھ سے ملے تھے۔ لیکن مجھے تاریخ یاد نہیں۔ وہ پہلی ملاقات کے ایک یا دو ماہ بعد ملے ہوں گے۔

سوال:۔ کیا انہوں نے آپ کو خواجہ ناظم الدین کا کوئی پیغام دیا تھا؟

جواب:۔ نہیں۔ انہوں نے خواجہ ناظم الدین کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے صرف یہ کہا تھا۔ کہ کراچی میں ان کی گفتگو بعض اہم شخصیتوں سے ہوئی ہے۔ میرا اپنا خیال یہ تھا کہ وہ گورنر جنرل سے ملے تھے۔

سوال:۔ کیا انہوں نے مولانا مودودی کا نام لیا تھا؟

جواب:۔ نہیں۔

تحریری درخواست جو منجانب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ عدالت میں داخل کی گئی

جناب عالی!

مظہر کے بیان روبرو عدالت مؤرخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۵۴ء میں چند جوابات چونکہ ایسے اصطلاحی الفاظ پر مشتمل تھے جو عام استعمال میں نہیں آتے۔ اس لئے اُن کا ترجمہ شاید پورے طور پر مظہر کے مفہوم کا حامل نہ ہو۔ یا بصورت دیگر فریقین غلط تعبیر کی کوشش نہ کر سکیں۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مظہر اپنے اصلی الفاظ کو دُہرا دے اور اپنا منشاء واضح کر دے۔

اس لیے درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل جوابات بعد تصدیق صحت شامل مثل فرمائے جاویں۔

سوال بر صفحہ ۳۱ یہ ہے۔

سوال:۔ اگر لفظ بنیادی عام معنی میں استعمال ہو تو پھر؟

جواب:۔ عام مفہوم کے لحاظ سے اس لفظ کے معنی "اہم" کے ہیں۔ لیکن اس مفہوم کی رو سے بھی یہ اختلافات حقیقتاً "بنیادی" نہیں۔ اور انہیں فروعی کہا جاسکتا ہے۔

سوال بر صفحہ ۳۲ و ۳۳ یہ ہے:۔

سوال:۔ آپ نے تشریعی اور غیر تشریعی نبی کا فرق بیان کر دیا ہے۔ اب کیا آپ مہربانی کر کے ظلی اور بروزی نبی کی تشریح فرمائیں گے؟

جواب:۔ اِن اصطلاحات کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس کی نسبت یہ اصطلاحات استعمال کی جائیں وہ بعض مخصوص صفات کا براہِ راست حامل نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے متبوع سے روحانی ورثہ پاتے ہوئے انعکاسی رنگ میں یہ صفات حاصل کرتا ہے۔

سوال بر صفحہ ۴۱ یہ ہے۔

سوال:۔ کیا آپ کے خیال میں مسیلمہ کذاب مرتد تھا؟

جواب:۔ ہاں۔ جب میں نے یہ کہا ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا۔ تو اس سے میری مراد یہی ہے کہ وہ تشریعی نبوت کے دعوے کے بعد مسلمان نہیں رہا تھا۔

دوسری تحریری درخواست مؤرخہ ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء

جو منجانب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ عدالت میں داخل کی گئی

جناب عالی!

میں نے کل جو بیان عصمتِ انبیاء کے متعلق دیا تھا۔ میرے دل میں شک تھا کہ شاید میں پوری طرح اپنے مافی الضمیر کو واضح نہیں کر سکا۔ عدالت کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے وکلاء سے مشورہ کرنے پر انہوں نے بھی اس رائے کا اظہار کیا۔ اس لیے میں آج اس سوال کے متعلق اپنا اور جماعت احمدیہ کا عقیدہ بیان کر کے درخواست کرتا ہوں کہ میرے بیان میں کل کے درج شدہ الفاظ کی جگہ ان الفاظ کو درج کیا جائے۔

"بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے متواتر اور شدّت سے اپنی جماعت کو یہ تعلیم دی ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ اور صغیرہ اور کبیرہ کسی قسم کا گناہ بھی اُن سے سرزد نہیں ہوتا۔ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم بوجہ سردار انبیاء ہونے کے سب نبیوں سے زیادہ معصوم تھے۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر دنیا کے آخری انسان تک کوئی شخص آپ کی معصومیت کے مقام کے قریب بھی نہیں پہنچا نہ پہنچ سکے گا۔ قرآن کریم نے آپ کی معصومیت کے مقام کی یہاں رفع شان بتائی ہے کہ آپ پر نازل شدہ کتاب قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (پاک لوگوں کے سوا اس کتاب کے مضامین تک کوئی نہیں پہنچ سکتا) یعنی قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے بھی ایک درجۂ معصومیت کی ضرورت ہے۔ پس کیا شان ہو گی اُس ذاتِ والا کی جس کے دل پر ایسی عظیم القدر کتاب نازل ہوئی۔ اسی طرح فرماتا ہے کہ آپکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث ہی اسی لیے فرمایا تھا کہ آپ اپنے ساتھ ملنے والوں کو پاک کریں۔ چنانچہ فرماتا ہے یُزَکِّیْھِمْ (اور یہ رسول اپنے مخاطبوں کو پاک کرے گا) اور آپ کے اہلِ بیت و آل مطہرہ کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم ان کی طرف بُرائی منسوب کرنے والوں کے الزامات سے اُن کو پاک ثابت کریں گے۔ اور ان کی پاکیزگی کو ظاہر کریں گے۔ اور وہ دو حدیثیں بخاری اور مسلم کی جو میں نے بیان کی تھیں رحمٰن میں سے ایک میں رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ یعنی تم لوگ اپنے دنیوی امور کو بہتر سمجھ سکتے ہو۔ اور دوسری میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص مجھے دھوکہ دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروالے تو اگر وہ اس سے فائدہ اٹھا کر دوسرے کا حق لینا چاہے گا تو وہ آگ کھائے گا) وہ اس بات کے اظہار کے لیے بیان کی گئی تھیں کہ جو غیر مسلم مصنّفین اس قسم کی حدیثوں سے آپ کی معصومیت کے خلاف استدلال کرتے ہیں وہ حق پر نہیں۔ ان احادیث میں آپ نے صرف اپنی بشریت کا اظہار کیا ہے ان سے آپ کی معصومیت کے خلاف استدلال کرنا درست نہیں اور جس شخص کے متعلق خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (جب تُو نے پھینکا تو تُو نے نہیں پھینکا بلکہ خود خدا ہی نے پھینکا) اس کا اپنی بشریت کا علی الاعلان اقرار اس کے درجہ کے بلند ہونے اور اس کے اخلاق کے بے عیب ہونے پر دلالت کرتا ہے کسی عیب یا نقص پر دلالت نہیں کرتا۔" تمّت (بحوالہ "تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان از صلا تا صلا ناشر: سندھ ساگر اکادمی۔ کراچی نمبر ۳ (پرنٹر سعید آرٹ پریس حیدرآباد)

پرمٹ نمبر ۳۳۳ اگست ۱۹۵۳ء

غیر از جماعت معزّزین کے شاندار تاثرات

سیدنا حضرت مصلح موعود کے اس بصیرت افروز بیان کا پبلک میں بہت چرچا ہوا۔ اور بہت سے غیر از جماعت معززین نے بھی اس پر شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کیا جس کا ذکر ہمیں اس دَور کے خطوط سے ملتا ہے جو اُن دنوں بعض مخلصینِ جماعت نے حضرت اقدس مصلح موعود کی خدمت میں لکھے۔ اور جو یہ ہیں:۔

ا۔ جناب چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ کرشن بھون، لیاقت علی روڈ، لائلپور[1] نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۸ رجنوری ۱۹۵۴ء میں لکھا:۔

"میرے پیارے آقا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضور کا بیان چھپنے کے بعد آج ہی ہم لوگوں کو ملے ہیں۔ ہر وکیل جو ملتا ہے تعریف کرتا ہے۔

---

[1] حال فیصل آباد

بے حد تعریف اور اپنے اپنے رنگ میں ۔کوئی اپنی خفت مٹانے کے لیے اپنے وکیلوں کو کوستا ہے اور اور کہتا ہے کہ پاکستان کا چوٹی کا وکیل ایسی جرح کے لیے چاہیے تھا۔کوئی کہتا ہے کہ ایسا مولوی تلاش کرنا تھا جس کو دینی و دنیوی علوم پر عبور ہوتا۔کوئی مظہر علی اظہر اور میکش کو کوستا ہے اور نالائق بیان کرتا ہے اور بعض یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ واقعی ایسا بیان ذہانت کا شاہکار ہے ۔میر قیوم نے کہا کہ خیالات سے کوئی متفق ہو یا نہ ہو مگر بیان کو پڑھ کر یہ احساس شدید ہوتا ہے کہ بیان نہایت Straight[1] ہے اور پوری دیانت و امانت سے اپنی رائے کا اظہار ہے ۔کوئی بات چھپائی نہیں ۔کہنے لگا "مرزا صاحب کا عدالت میں آنا پاکستان کے تمام علماء کو کھلا چیلنج تھا کہ آؤ مجھ پر جس طرح کا چاہو سوال کر لو ۔ان مولویوں کی زبردست شکست ہے کہ کچھ بھی اپنے مطلب کی بات پوچھ نہ سکے۔" ایک نے کہا کہ "یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب پاکستان میں واحد عالم ہیں ۔بیان میں تناقص قطعاً نہیں۔" ایک نے کہا میں تو حیران ہوں کہ مرزا صاحب نے ایک دو سوال میں ہی جرح کرنے والے کو "Dirarm"[2] کر دیا۔ ایک نے کہا "واقعی مرزا صاحب نے کسی کو چلنے نہیں دیا" ایک بے باک وکیل نے کہا کہ "مرزا صاحب کے بیان سے تو اب بھی متفق نہیں مگر یہ تسلیم کر گیا ہوں کہ ایسا ذہین اور دیانتدار آدمی کوئی اور نہیں" ایک نے کہا کہ "میں اب بھی سمجھتا ہوں کہ مرزا صاحب کے عقیدے اور ہیں مگر جواب ایسے صحیح انداز میں دیئے ہیں کہ کسی کے پلے کچھ نہیں پڑا۔" لوگ حیران ہیں کہ اس قدر اختصار، اس قدر مختصر جواب، اور ایسے مشکل اور حیران کن مسائل کے متعلق ۔ایک کہنے لگا کہ "یہ بیان تو مذہبی Terminalogy[3] کی ڈکشنری ہے۔" انگریزوں کی تعریف کے متعلق سوال کا جواب تو بے حد سراہا جاتا ہے ۔کہتے ہیں "لو بھائی یہاں سے بھی بچ گئے۔" اس سوال کو توپ کا درجہ دیتے تھے ۔باقی جنازہ ۔نماز کے متعلق سوالوں کے جواب (پر) کچھ تنقیح نہیں کرتے ۔ہر جواب کو لاجواب سمجھتے ہیں اور مُلّاؤں کو گالیاں دیتے ہیں کہ اگر کچھ قرآن، حدیث اور کتب میں ان عقائد کے خلاف تھا تو کیوں نہ اس وقت مرزا صاحب کے پیش کیا ۔بڑی مجلس جمی ہوئی تھی ۔ایک وکیل نے کہا "بات سچی یہ ہے کہ مرزائیوں کے عقائد بڑے Ratianal[4] ہیں ۔انہوں نے مذہب کو Ratialise

---

[1] صاف صاف اور دیانتدارانہ [2] غیر مسلح [3] اصطلاحات [4] عقل سے ہم آہنگ

کر دیا ہے اب ہم وہاں کیا پیش کرتے کہ عیسٰی آسمان سے زندہ اترنا ہے۔ اس سائنس کے زمانہ میں کون مانے گا؟ گلے اپنے مولویوں اور وکیلوں پر درست نہیں۔ مرزائیوں کے عقائد عقل اور دلیل پر مبنی ہیں"۔ ایک ہنس کر کہنے لگا "مجھے تو ڈر ہے کہ منیر بھی مرزائی نہ ہو جاوے"۔

حضور میں نے یہ اس لیے لکھا کہ بیان کا اخبارات میں آنے سے قبل بے حد Suspense[1] تھی۔ لوگ سبھی اخبار کو چھینتے تھے کہ آج بیان آیا ہوگا، انگریزی کی اخبارات گاؤں گاؤں میں گئی ہیں حضور کا بیان پڑھنے کے لیے۔ اور لوگ ہم کو اپنے خیال کے مطابق ڈراتے تھے۔ اب پتہ چلے گا۔ اب پول کھلیں گے۔ اب حقیقت واضح ہوگی۔ اللہ نے ہماری مدد کی اور فتحِ مبین دی۔ کس قدر خوش قسمت ہیں کہ اپنی آنکھوں سے معجزہ پر معجزہ دیکھ رہے ہیں کس قدر روح پرور اور ایمان افروز یہ زمانہ ہے۔ اپنے میں تو کوئی ایسی خوبی نہیں۔ بزرگوں کی نیکی اور ایمان کی وجہ سے یہ دولت ہم کو ملی۔ خدا اس کی قدر وقیمت اور اہمیت (کا) صحیح احساس پیدا کرے اور ہمارا عمل درست ہو"۔

۲۔ جناب چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری[2] و امیر جماعت احمدیہ منٹگمری نے اپنے مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۵۴ء میں لکھا:۔

"تحقیقاتی کمیشن کے رُو برُو حضور کے بیان کی جو روئیداد اخبارات میں چھپی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا ہے کہ حضور کی شہادت ایسے رنگ میں ہوئی کہ مخالفین کے تمام اعتراضات خود بخود صاف ہو گئے ہیں۔ مجلس عمل والوں نے ہی حضور کو شہادت کے لیے بلوایا تھا اور ان کی اور مودودیوں کی تمام کی تمام تدابیر خاک میں مل گئیں۔ انہوں نے جو اعتراضات کی توپیں گاڑی ہوئی تھیں سب ساکت ہو گئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان اور اُس کا نشان ہے"۔

۳۔ جناب گیانی عباد اللہ صاحب[3] ۲۱ر جنوری ۱۹۵۴ء کو لکھا:۔

"خاکسار دو چار دن سے لاہور آیا ہوا ہے۔ یہاں مجھے مختلف خیالات کے متعدد لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ آجکل یہاں پر جہاں بھی دو چار پڑھے لکھے لوگ جمع ہوں۔ حضور کے بیان کا تذکرہ

---

[1] انتظار کی پریشانی۔ [2] حال ساہیوال۔ [3] سکھ مذہب کے محقق، سابق مینجر روزنامہ "الفضل" ربوہ۔ گیانی صاحب موصوف اُن دنوں مکان نمبر ۲۴۵۳ نزد اڈہ قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ میں بطور مبلغ مقیم تھے۔

ہوتا ہے۔ جن دنوں وہ بیان اخباروں میں چھپے ہیں اخبار ہاتھوں ہاتھ بکتے رہے۔ بلکہ مَیں نے سُنا ہے کہ بعض لوگوں نے تو اخبار زیادہ قیمت پر بھی خریدے ہیں۔ پڑھا لکھا طبقہ جن میں بعض کمیونسٹ بھی شامل ہیں یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تو اسلام کی یہی تعلیم ہے جو حضور نے بیان کی ہے تو پھر یہ اسلام ایسا ہے جو مستقبل میں قابلِ قبول ہوگا۔ مولوی کا اسلام تو بہت گھناؤنا ہے۔ اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ مجھے جن مسائل سے متعلق لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا ہے اُن میں سے ایک تو کفر و اسلام ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کو کُفر و اسلام کی حضور کی یہ تشریح کہ یہ نسبتی چیزیں ہیں بہت پسند آئی ہے ....

الغرض جہاں تک حضور کے بیان کا پڑھے لکھے لوگوں پر اثر ہے وہ بہت ہی شاندار ہے۔ اور اکثر لوگ حضور کے بیان کردہ مسائل پر سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں"

۴۔ جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ ضلع لائل پور[1] نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۵۴ء میں حضرت المصلح الموعود کی خدمتِ اقدس میں لکھا:۔

"حضور کے بیان کا اثر تعلیم یافتہ طبقہ پر بہت گہرا ہوا ہے۔ اتنا گہرا کہ اندازہ بھی مشکل سے ہو سکتا ہے۔ ایک سب جج جو بیان کے وقت عدالت میں موجود تھا۔ اس کا قول ہے کہ اگر ایمان مضبوط نہ ہو تو احمدی ہونے کو اس وقت جی چاہتا تھا۔ اس بیان سے بہت سی غلط فہمیاں احرار کی پھیلائی ہوئی دور ہو چکی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مصلحت تھی کہ حضور کو بیان کے لیے طلب کیا گیا۔ بہت سے پیچیدہ مسائل کے حل ہونے کا لوگ اعتراف کرتے ہیں۔ غرضیکہ تائیدِ الٰہی اور نصرت بالرّعب کا سماں ہے و الحمد للہ علی ذالک۔ اپنی اخلاقی اور قانونی شکست کا بھی لوگ ذکر کرتے ہیں"

۵۔ محترم شیخ صاحب نے اس کے بعد اپنے مکتوب مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۵۴ء میں مزید لکھا:۔

"عاجز نے پہلے جو عریضہ حضور کے بیان کے متعلق عام لوگوں کے تأثرات کے بارہ میں لکھا تھا وہ لائلپور سے متعلق تھا نہ کہ صرف لاہور کے بارے میں۔

۱۔ واقعہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں نے مجھ سے از خود کئی بار ذکر کیا ہے۔ یہاں بھی اور مقامات[2] میں بھی۔ کہ حضور کا بیان واضح۔ صاف صاف۔ اور صداقت پر مبنی ہے۔ اور ہر لفظ

---

[1] حال فیصل آباد۔ [2] اسجگہ اصل خط میں "مقاملات" لکھا ہے جو سہوِ قلم ہی ہو سکتا ہے۔

قانون کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ جبکہ مولویوں کی بے مائیگی اور جہالت ظاہر ہو چکی ہے۔

(۲) کل ہی کا واقعہ ہے کہ ایک وکیل نے جو مولویوں کے خاندان سے ہے اور دینی واقفیت رکھنے والا ہے۔ خود بخود مجھے کہا۔ کہ اس بیان کے بعد پڑھے لکھے لوگوں کو تو ضرور احمدی ہو جانا چاہیئے۔ مولویوں کے پاس خرافات کے سوا کچھ نہیں۔ یہ اظہار رائے اس نے از خود کیا۔ اسی طرح اور بہت سے لوگوں سے ذکر آیا۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت کے بارے میں حضور کے بیان سے مُلاّ طبع لوگوں (نے) غلط فہمی پھیلانی چاہی تھی۔ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا۔ کے مطابق۔ لیکن معاً بعد درخواست جو دی گئی ہے۔ اس کا بہت عمدہ اثر نکلا ہے۔

(۴) بعض لوگوں کا یہ بھی خیال پایا گیا کہ یہ مُلاّ ایک دفعہ پھر شور مچائیں گے۔ ابھی دبے ہوئے اور مجبور ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۵) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب "ختمِ نبوّت کی حقیقت" بھی بہت اچھا اثر پیدا کر رہی ہے۔ یہاں پر ہم نے -/۱۵۰ (روپے کی)[1] کتب تقسیم کی تھیں۔

(۶) ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چھوٹی چھوٹی کتب عمدہ طور پر طبع کروا کے مفت یا برائے نام اس وقت پھیلائی جاویں۔ کاغذ کی گرانی ایک مانع اس وقت ہے۔ یہ ضرور ہے کہ لوگ مسائل کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہیں۔ بعض لوگ کتابیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک بڑے زمیندار نے مجھ سے کہا کہ ہمیں کتابیں دو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت میں اپنی عاقبت خراب کر بیٹھیں"

۷۔ جناب عبدالجلیل صاحب عشرت (برادر مولانا عبدالمجید صاحب سالک سابق ایڈیٹر روزنامہ "انقلاب" لاہور) نے مؤرخہ ۲۶ جنوری ۱۹۵۴ء کو ڈھاکہ سے حضور کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

"حضور نے جو بیان تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے دیا ہے۔ اس کو یہاں کے اخبار "Morning News" نے شائع کیا ہے۔ حالانکہ اس اخبار نے پہلے کوئی بیان جو کمیٹی کے سامنے دیا گیا تھا۔ شائع نہیں کیا۔ ماشاءاللہ حضور کا بیان نہایت ایمان افزا۔ جرأت مندانہ۔ عالمانہ ہے اور الٰہی تائید

---

[1] یہ لفظ اصل مکتوب میں نہیں ہیں۔ بغرض وضاحت اضافہ کیے گئے ہیں (ناقل)

اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مکرمی چوہدری صاحب کا بیان بھی اس اخبار نے شائع کیا ہے۔ وہ بھی بہت عمدہ ہے
اللہ تعالیٰ اس تحقیقات کے نتائج جماعت احمدیہ کے لیے بے شمار برکات وحسنات کا موجب بنائے
آمین۔"

۷۔ جناب مسعود احمد خاں صاحب دہلوی اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ "المصلح" کراچی[1] نے مورخہ ۱۸ر
مارچ ۱۹۵۴ء کو درج ذیل مکتوب حضور کی خدمتِ اقدس میں لکھا جس میں کراچی کے حلقوں میں عدالتی
بیان کی نسبت جو تأثرات اُبھر رہے تھے اُن کا تذکرہ کیا :۔

۱۔"آج کل یہاں حضور کے عدالتی بیان کا بہت چرچا ہے خصوصاً اُردو کے اخبارات صبح ہی صبح
سب فروخت ہو جاتے ہیں اور دوپہر کے بعد کسی قیمت پر بھی نہیں ملتے۔ ان دنوں یہاں لاہور کے
اردو روزنامہ "ملّت" کی مانگ بہت بڑھ گئی ہے۔

صبح ۹بجے کے قریب یہ یہاں پہنچتا ہے اور پہنچتے ہی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتا ہے۔ لوگوں کا
خیال یہ ہے کہ "ملّت" میں جو بیان چھپ رہا ہے وہ زیادہ صحیح اور مستند ہے۔ کل جب ایک
بک سٹال پر "ملّت" کا پرچہ مانگا گیا تو دکاندار نے بتایا کہ پرچہ آتے ہی بک جاتا ہے بعد میں لوگ
ایک ایک روپیہ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں پھر بھی انہیں پرچہ نہیں ملتا۔

۲۔ مَیں دفتر میں سے وقت نکال کر کل اور آج اخبار نویسوں سے ملنے پریس روم گیا تھا۔
اخبار نویسوں میں یہاں عام خیال یہی ہے کہ بیان بہت سوچ سمجھ کر دیا گیا ہے اور مذہبی عقائد کے
لحاظ سے بہت rational[2] ہے۔ مَیں نے جن اخبار نویسوں سے بات کی انہوں نے کہا کہ عدالت
میں پیش کردہ تحریری بیانوں کی وجہ سے غلط یا صحیح عام طور پر یہ تأثر پھیل گیا تھا کہ گویا حالات سے
ڈر کر احمدیوں نے عقائد میں تبدیلی کر لی ہے لیکن عدالت میں حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے زبانی بیان
کے بعد یہ غلط فہمی دُور ہو جانی چاہیئے کہ عقائد میں تبدیلی کی گئی ہے۔ زبانی بیان سے یوں معلوم ہوتا ہے
کہ سابقہ تحریرات کو جو غلط معنی پہنائے جاتے تھے اُن کی تردید کر کے انہیں درست رنگ میں
پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

---

[1] بعد ازاں مدیر روزنامہ "الفضل" ربوہ ۔ [2] معقول

عدالتی کارروائی کے دوران حضرت مصلح موعود کے سفر ہائے لاہور

سیّدنا حضرت مصلح موعود نے عدالتی کارروائی کے دوران پانچ بار لاہور کا سفر اختیار فرمایا جس میں سے ایک سفر تو وہ تھا جو حضور نے اپنے عدالتی بیان کے لیے کیا۔ اور جو ۱۲ تا ۱۷ جنوری ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ دیگر سفر مندرجہ ذیل ایّام میں تھے:۔

۱۔ ۲۰ نومبر تا ۲۶ نومبر ۱۹۵۳ء

۲۔ ۲۹ جنوری تا ۴ فروری ۱۹۵۴ء

۳۔ ۱۵ فروری تا ۲۳ فروری ۱۹۵۴ء

۴۔ ۲۶ فروری تا یکم مارچ ۱۹۵۴ء[1]

یہ جملہ سفر حضور نے محض اس لیے اختیار فرمائے کہ وکلائے احمدیت اور علمائے سلسلہ کو ضروری ہدایات سے نوازیں اور ہر ضروری مرحلے پر براہِ راست راہنمائی اور نگرانی فرماتے رہیں۔ جس سے حضور کی کارروائی سے متعلق ذاتی دلچسپی ظاہر ہے۔

---

[1] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ بابت سال ۵۴-۱۹۵۳ء صفحہ ۸

چوتھا باب

تحقیقاتی عدالت میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے داخل کردہ تبصرے

تحقیقاتی عدالت میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے "مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے تحریری بیان پر تبصرہ"[1] کے "تحقیقاتی عدالت کے دس سوالات کے جوابات اور مولانا مودودی صاحب کے جوابات پر تبصرہ، نیز مجلس احرار کے تحریری بیان پر تبصرہ، بھی شامل ریکارڈ کیا گیا[2] یہ ہر سہ تبصرے مولانا جلال الدین صاحب شمس نے تحریر فرمائے تھے۔ جن کو بعد میں "الشرکۃ الاسلامیۃ لمیٹڈ ربوہ" نے شائع کر دیا

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے بیان پر تبصرہ ایسا شاندار اور مدلل و مسکت تھا کہ غیر احمدی حلقوں میں بھی اس کو بہت پسند کیا گیا۔ جس کے ثبوت میں بطور نمونہ ایک خط درج ذیل کیا جاتا ہے جو سید محمد احمد صاحب جیلانی نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لاہور سے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کو لکھا تھا۔

مکرمی و محترمی جناب میاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بعد اَدائے آداب کے عرض ہے کہ ویسے تو مَیں بہت عرصہ سے آپ کی جماعت سے واقف ہوں لیکن عملی کوئی وابستگی نہیں ہے گو میرا خیال ہمیشہ آپ کی جماعت کے لوگوں کے متعلق اچھا ہی رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مَیں نے ان کو اچھا ہی پایا ہے لیکن یہ راز مری سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسا کیوں ہے اور نہ ہی مَیں نے پورے طور سے سمجھنے کی کوشش کی ایک سرسری خیال میں تھا کہ یہ لوگ اچھے ہیں۔

پچھلے فسادات میں جو کچھ پنجاب میں ہوا اُس سے مَیں خوب واقف ہوں اور غالباً پنجاب کے ہر طبقہ

---

[1] یہ تبصرہ پہلے روزنامہ "المصلح" کراچی ۲ر دسمبر ۱۹۵۳ء / ۲ر فتح ۱۳۳۲ ہش کی ایک خاص اشاعت میں چھپا

[2] "رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ بابت سال ۵۴-۱۹۵۳ء" صفحہ ۳۳

کو اس کا علم ہے جو کچھ بھی ہوا اس کے متعلق ذکر کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے ہونے میں خدا تعالیٰ کا کچھ راز ہے اور اس راز کا افشاء ہونا بھی ضروری تھا جو اس رنگ میں ہوا۔ اس کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ ہر طبقہ کے ذی علم اور ذی عقل بمع علمائے کرام دنیا کے سامنے اپنی اپنی قابلیت کے ساتھ نمایاں ہونے لگے اور بعض تو اس حد تک نمایاں ہوئے کہ ان کا اندرونی بھانڈا پھوٹ گیا۔ میں تحقیقاتی کمیشن کی تمام رپورٹوں کا بغور مطالعہ کر رہا ہوں اور اس کے ایک ایک لفظ کو پڑھتا ہوں ایک خاص قسم کی دلچسپی سی پیدا ہو گئی ہے۔ روزانہ کچھ نہ کچھ پڑھ کر دوسرے دن کے لیے پھر بے تاب ہو جاتا ہوں اس دوران میں مجھ پر ہر ایک کی پوزیشن اپنی عقل کے بموجب واضح ہو گئی اور میں نے تعصب کو بالائے طاق رکھ کر یہ ضرور سمجھ لیا ہے کہ حق پر کون ہے۔ یہ میرے لیے ایک تجربہ بات ہوئی ہے اگر تحقیقاتی کمیشن نہ ہوتا تو شاید میری معلومات میں اتنا اضافہ نہ ہوتا اور نہ ہی میں بہت سی باتوں کو سمجھ سکتا تھا۔

میں نے مولانا مودودی صاحب کا بیان اخباروں میں پڑھا جو کہ انہوں نے عدالت میں داخل کیا ہے اور اس کے پڑھنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میں اس سے متاثر ہوا ہوں لیکن کچھ دن کے وقفہ کے بعد اخبار ملت میں میری نظر سے وہ تبصرہ بھی گزرا جو کہ احمدیہ جماعت کی طرف سے عدالت میں داخل ہوا ہے۔ ابھی اس سلسلہ کی قسطیں باقی ہیں۔ مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ مولانا مودودی صاحب نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ اس کے سامنے ماند ہے اور اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہے میں نے جو تبصرہ پڑھا ہے اس میں دلائل اور براہین سے باتیں کی گئی ہیں نہ کہ یوں ہی۔ اس تبصرے کے پڑھنے کے بعد میرے مطالعہ میں بے انتہاء اضافہ ہوا۔ بہت سے شکوک رفع ہوئے اور اب میں کم از کم اس مقام پر نہ رہا۔ جس پر میں تحقیقات سے پہلے تھا۔ اس کے علاوہ میں نے آپ کے عقیدہ کے متعلق سوالات کے جوابات بھی غور سے پڑھے ہیں جن سے مرے بہت سے شکوک رفع ہوئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور انصاف کا بھی یہ ہی تقاضا ہے کہ جس طرح سے اسلامی جماعت کے لوگ مولانا مودودی صاحب کے بیان کو پمفلٹ کی شکل میں تقسیم کر رہے ہیں اس طرح مری خواہش بھی یہ ہے کہ آپ کی جماعت کی طرف سے اس تبصرے کو پمفلٹ کی شکل میں تقسیم کیا جاوے۔ میرا اس لکھنے کا منشاء صرف اور صرف یہ ہے کہ لوگ راستی اور امن کی طرف آ جائیں اور ان کو کم از کم

یہ پتہ چل جائے کہ جس جماعت کے خلاف یہ ہنگامہ برپا ہوا اعتقادہ کم از کم اَمن اور صلح پسند ہے اور اس کے عقائد کم از کم اتنے اشتعال انگیزی سے بھرے ہوئے نہیں ہیں جتنا ان کو سمجھا جا رہا ہے مجھے امید ہے کہ آپ ضرور اس سلسلہ میں بہتر سے بہتر جدوجہد فرمائیں گے اور جس طرح میرا دل و دماغ صاف ہو گیا۔

میں سمجھتا ہوں جو لوگ کہ فطرت صحیحہ کے مالک ہیں وہ بھی حقیقت سے آشنا ہو جائیں گے۔

میں ایک غیر احمدی ہونے کی حیثیت سے آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور آپ کے عقیدے کے مطابق میں آپ سے دعا کے لیے جرأت کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر آپ کی جماعت کا قدم سچائی پر ہے تو وہ مجھ پر بھی آشکار کر دے۔ فقط۔ والسلام۔ طالب دعا

(سید محمد احمد جیلانی۔ سابقہ انسپکٹر سنٹرل ایکسائز و لینڈ کسٹم
مکان نمبر ۵ گلی نمبر ۱ نہر و پارک۔ سنت نگر۔ لاہور۔)

کتاب "تحقیقاتی عدالت کے دس سوالوں کا جواب اور مولانا مودودی کے جوابات پر تبصرہ" کے مندرجات کا اندازہ کرنے کے لیے بطور نمونہ چند عنوانات ملاحظہ ہوں:۔

ظہورِ مسیحؑ و مہدیؑ کا ذکر قرآن اور حدیث میں، ظہورِ مہدیؑ کے متعلق احادیث، وفات مسیحؑ توفّی کے معنے، اِجماع کی حقیقت، مسئلہ بُروز، قائدِ اُمّت کون ہوگا؟ دجّال کے خانہ کعبہ کے طواف سے مُراد، مسیح موعودؑ کے نبی ہونے کا ثبوت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین ماننا کیوں ضروری ہے؟ تفسیرِ "خَاتَمُ النَّبِیّٖن"، "خَاتَمُ النَّبِیّٖن" اور احادیث، قرآن مجید کی رُو سے ڈائریکٹ ایکشن ناجائز ہے، احادیث کی رُو سے بھی ڈائریکٹ ایکشن جائز نہیں۔

ان سطور سے واضح ہے کہ تحقیقاتی عدالت کے نتیجہ میں جماعتِ احمدیہ کے لٹریچر میں کتنا شاندار اضافہ ہوا۔ حق یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد اگرچہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے متعدد کتابیں اور رسائل فساداتِ پنجاب کے زمانہ تک اشاعت پذیر ہو چکے تھے مگر تحقیقاتی عدالت کی کارروائی کے نتیجہ میں چند ماہ کے اندر اندر جس قدر غیر معمولی محنت اور تحقیق و تفحّص کے ساتھ بنیادی اور اہم مضامین پر مشتمل مبسوط لٹریچر مرتب اور شائع کیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

تفسیر قرآن و دیباچہ قرآن (انگریزی) کا فاضل جج صاحبان کو تحفہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ۱۲؍ فتح ۱۳۳۲ہش / ۲۱؍ دسمبر ۱۹۵۳ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود کی خدمت بابرکت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شیخ بشیر احمد صاحب کی تجویز ہے کہ جماعت کی خدماتِ دینی کا اثر پیدا کرنے کے لیے تفسیرِ قرآن مجید انگریزی کی دو جلدیں اور دیباچہ قرآن مجید انگریزی مطبوعہ امریکہ کے دو نسخے جج صاحبان کو تحفۃً پیش کر دیئے جائیں اور ترجمہ قرآن مجید بزبان سواحیلی اور ترجمہ بزبان ڈچ دکھا دیا جائے۔

سو حضور اس کی اجازت فرماویں۔ نیز ڈچ ترجمہ جو حضور کے پاس ہے وہ چند دن کے لیے عنایت فرماویں۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۵۳/۱۲/۱۲

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنے قلم مبارک سے یہ الفاظ لکھے

"مناسب ہوگا، مرے دل میں خود بھی یہ خیال آیا تھا"

چنانچہ حضرت امام ہمام کی اجازت سے جماعت احمدیہ کی طرف سے تفسیر قرآن اور دیباچہٗ قرآن (انگریزی) کا روحانی تحفہ فاضل جج صاحبان کو پیش کر دیا گیا اور سواحیلی اور ڈچ تراجم قرآن دکھا دیئے گئے۔

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر "المنبر" نے اس اہم واقعہ کا ذکر نہایت اثر انگیز الفاظ میں کیا ہے لکھتے ہیں:۔

(الف) "پہلا ضابطہ قیام وارتقاء یہ ہے وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔ ہر وہ چیز جو انسانیت کے لیے نفع رساں ہو اُسے زمین پر قیام وبقاء عطاء ہوتا ہے.....

قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اوّلین اہمیت اس جدوجہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر وہ غیر مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں ۔ یہ لوگ قرآن مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ تثلیث کو باطل ثابت کرتے ہیں ۔ سیدالمرسلین کی سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں ۔ ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن اور سلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں "۔

"غیر مسلم ممالک میں قرآنی تراجم اور اسلامی تبلیغ کا کام صرف اسی اصول " نفع رسانی " کی وجہ سے قادیانیت کے بقا اور وجود کا باعث ہی نہیں ہے ۔ ظاہری حیثیت سے بھی اس کی وجہ سے قادیانیوں کی ساکھ قائم ہے ۔ ایک عبرت انگیز واقعہ خود ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوا ۔ ۱۹۵۴ء میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم اور اسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے اور تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں قادیانی عین انہی دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمۂ قرآن کو مکمل کر چکے تھے اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے گویا وہ بزبان حال و قال یہ کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از ملتِ اسلامیہ جماعت جو اس وقت جبکہ آپ لوگ " کافر " قرار دینے کے لیے پَر تول رہے ہیں، ہم غیر مسلموں کے سامنے قرآن اُن کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں "۔ [1]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا اہم بیان

تحقیقاتی عدالت میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا بیان

۱۹ رجنوری ۱۹۵۴ء کو ہوا جس سے ملک میں جماعتِ احمدیہ اور آپ کی ذات کی نسبت پھیلائی ہوئی متعدد غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا ۔ اور نہایت برجستہ، پُرحکمت اور قانونی زبان میں پہلی بار عدالت اور عوام

---

[1] ہفت روزہ "المنبر" لائلپور (فیصل آباد) ۲ر مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۱-۲ (گورنر جنرل پاکستان کی خدمت میں ولندیزی ترجمہ کا ایک نسخہ جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے ۲۷ر جنوری ۱۹۵۴ء کو پیش کیا تھا وفد کی قیادت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے کی (المصلح کراچی ۳۰ر جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۱)

کے سامنے بعض بنیادی ملکی اور دینی مسائل صحیح صورت میں سامنے آئے ۔ ذیل میں حضرت چوہدری صاحب کے اس فاضلانہ بیان کے ضروری حصے اخبار "ملت" سے درج کیے جاتے ہیں :۔

ا ۔ "لاہور ۔ ۱۹ ر جنوری پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خاں نے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کہا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف پوری تحریک کے دوران میں میں نے اس وقت کے وزیراعظم سے یہ بات مکمل طور پر واضح کر دی تھی کہ میں ایک لمحہ کا نوٹس ملنے پر بھی استعفیٰ دینے کے لیے تیار ہوں۔ مجلس احرار کی جانب سے جرح کے دوران میں چوہدری ظفراللہ خاں نے کہا کہ میں نے یہ پیشکش اس لیے کی تھی کہ اس وقت کے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین اگر یہ سمجھیں کہ میں ایک بوجھ ہوں یا کسی اور وجہ سے مجھے مستعفی ہو جانا اور حکومت کو چھوڑ دینا چاہیے تو میں ایک لمحے کے نوٹس پر بھی علیحدہ ہونے کے لیے تیار تھا ۔

چوہدری ظفراللہ خان کو جماعت اسلامی نے گواہی کے لیے نامزد کیا تھا انہوں نے کہا کہ متعدد لوگوں نے تحریک کے زمانے میں مجھے یہ رائے دی تھی کہ مجھے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔

انہوں نے کہا کہ مجھے ملک کے باہر سے یہ تجویز نہیں موصول ہوئی تھی کہ میں چلا آؤں ... چودھری محمد ظفراللہ خاں سے سب سے پہلے جماعت اسلامی کی جانب سے چودھری نذیر احمد خان نے سوالات کیے ۔

انہوں نے سوال کیا کہ وہ پاکستانی کابینہ کے علم میں یہ سوال لائے ہیں کہ پاکستان میں ان کے فرقے سے کس طرح کا سلوک کیا جارہا ہے اور اس سوال کا جواب اگر اثبات میں ہے تو یہ بتلائیے کہ آپ یہ بات کابینہ کے علم میں کب لائے تھے

چودھری ظفراللہ خان نے جواب دیا کہ جس وقت تحریک جاری تھی ممکن ہے میں نے اس سوال کے بعض پہلوؤں کا کابینہ میں ذکر کیا ہو۔ لیکن میں نے کابینہ سے یہ کبھی نہیں کہا کہ وہ اس پر ایک معینہ معاملہ کی حیثیت سے بحث کرے ۔

سوال :۔ کیا آپ کابینہ کے کسی اجلاس میں مرحوم لیاقت علی خاں کے علم میں یہ بات لائے تھے کہ آپ کے فرقے سے جس طرح کا سلوک کیا جارہا ہے اس کے خلاف آپ کو بعض شکایات ہیں ۔ ؟

جواب :۔ مجھے کوئی بات قطعی طور پر یاد نہیں ہے ۔

سوال: ۔خواجہ ناظم الدین نے کہا ہے کہ ایسا مرحوم قائدِ ملت کے زمانے میں ہوا تھا کہ آپ کابینہ کے علم میں یہ بات لائے تھے کہ تین احمدیوں کو قتل کر دیا گیا ہے کیا یہ درست ہے؟

جواب: ۔مجھے یاد ہے کہ کسی معاملے کے سلسلے میں مَیں نے اس معاملہ کا ذکر موجودہ گورنر جنرل سے کیا تھا جو اس زمانے میں وزیرِ مالیات تھے ۔میرا خیال ہے کہ اس وقت ہم ملک سے باہر تھے ۔اپنی واپسی پر انہوں نے اس معاملہ کا ذکر اس وقت کے وزیرِ اعظم سے کیا تھا اور ممکن ہے کہ اس کے پیشِ نظر کوئی تحقیقات کی گئی ہو۔

سوال: ۔کیا آپ کے علم میں پاکستانی کابینہ نے ۱۸ راگست ۱۹۵۲ء کو یا اس کے لگ بھگ تحریک پر بحث کی تھی؟

جواب: ۔مَیں اگر کراچی میں ہوتا اور مجھے کابینہ کے اجلاس کی اطلاع نہ دی جاتی تو کابینہ کا کوئی باقاعدہ اجلاس نہیں ہو سکتا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ بعض مواقع پر خواجہ ناظم الدین نے اپنے بعض رفقاء کو تحریک کے سلسلہ میں مشورے کے لیے بلایا تھا ۔ان مواقع پر مجھے نہیں بلایا گیا۔......

سوال: ۔جہانگیر پارک میں یہ تقریر کرنے سے پہلے کیا آپ نے خواجہ ناظم الدین سے کوئی گفتگو کی تھی؟

جواب: ۔خواجہ صاحب نے مجھ سے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ متعدد لوگوں نے اس جلسے میں میری شرکت پر اعتراض کیا تھا ۔

سوال: ۔کیا انہوں نے آپ کی متوقع تقریر کے متعلق کچھ کہا تھا؟

جواب: ۔انہوں نے تجویز کیا تھا کہ مَیں اگر جلسے (میں) تقریر نہ کروں تو بہتر ہو گا۔

سوال: ۔آپ نے کیا کہا؟

جواب: ۔مَیں نے کہا کہ اب میرا تقریر نہ کرنا میرے لیے اُلجھن کا باعث ہو گا کیونکہ مقرر کی حیثیت سے میرے نام کا پہلے ہی اعلان کیا جا چکا ہے لیکن میں اگر اس پوزیشن میں نہ ہوتا تو ضرور ان کی تجویز منظور کر لیتا اور وہاں نہ جاتا ۔عدالت کے ایک سوال پر گواہ نے کہا کہ وہ ایک جلسہ عام تھا ۔مسٹر نذیر احمد کے سوالات دوبارہ شروع ہونے پر انہوں نے کہا کہ یہ پہلا جلسہ عام نہیں تھا جو اُن کے فرقے نے کیا تھا ۔ربوہ اور دوسرے مقامات پر متعدد عام جلسے ہوتے تھے......۔

سوال: ۔ خواجہ ناظم الدین نے عدالت میں اپنی گواہی میں حسب ذیل الفاظ کہے ہیں :۔

"مجھے قطعی طور پر یاد ہے کہ ان سے ایک تبادلۂ خیال کے دوران میں چوہدری ظفراللہ خان نے مجھ سے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ ان کے عقیدے کے مطابق میں کافر ہوں لیکن سیاسی معاشرتی اور دوسرے مقاصد کے پیش نظر وہ مجھے مسلمان سمجھ سکتے ہیں۔"

کیا آپ نے یہ کہا تھا؟

جواب: ۔ عقیدے سے متعلق پوزیشن کی تشریح سے ممکن ہے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو۔

عدالت نے گواہ سے کہا کہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جیکب آباد کی ایک مسجد کے خطیب مولوی محمد اسحٰق سے اگست ۱۹۴۹ء میں ایک گفتگو کے دوران میں انہوں (گواہ) نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ انہیں (گواہ کو) ایک کافر حکومت کا ایک مسلمان ملازم یا ایک مسلمان حکومت کا ایک کافر ملازم سمجھا جا سکتا ہے۔

یہ دریافت کرنے پر کہ یہ بیان کیا درست ہے؟

چوہدری ظفراللہ خاں نے کہا کہ مجھے اس پر بہت زیادہ شک ہے ....

سوال: ۔ کیا خواجہ نذیر احمد نے آپ سے مارچ ۱۹۵۳ء میں ملاقات کی تھی؟

جواب: ۔ ممکن ہے انہوں نے ملاقات کی ہو۔

سوال: ۔ کیا تینوں مطالبات کے متعلق فرقے کے امیر کی پوزیشن کی تشریح کے سلسلہ میں آپ دونوں میں گفتگو ہوئی تھی؟

جواب: ۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ بعض تشریحات کے متعلق فرقے کے امیر سے ملاقات کی تھی یا ان کا ملاقات کرنے کا ارادہ تھا۔

گواہ نے کہا کہ انہوں نے بعض تشریحات تجویز کی تھیں اور میری رائے دریافت کی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اپنی رائے ظاہر نہیں کر سکتا اس لیے انہیں اس معاملہ پر فرقے کے امیر سے گفتگو کرنی چاہیئے۔

سوال: ۔ فرقے کے سلسلے میں آپ کی پوزیشن کیا ہے؟ خواجہ نذیر احمد آپ سے ملنے کیوں گئے تھے؟

جواب: ۔ میں ایک معمولی رکن ہوں اور فرقے میں میری کوئی خاص پوزیشن نہیں ہے۔ مجھے معلوم

نہیں کہ خواجہ نذیر احمد اس معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرنے کیوں آئے تھے۔؟

سوال:۔ کیا انہوں نے تجویز پیش کی تھی کہ امیر جماعت اگر عام مسلمانوں کو آئندہ کافر نہ کہیں تو ممکن ہے مزید تبادلۂ خیال کے لیے بنیاد پیدا ہو جائے۔

جواب:۔ مجھے یہ یاد ہے کہ انہوں نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ وہ اور ان کے ایک رفیق پہلے ہی ربوہ جا چکے تھے اور امیر جماعت سے ملاقات کر چکے تھے اور انہوں نے اس موضوع پر ایک بیان جاری کر دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مجھ سے یہ تجویز پیش نہیں کی تھی۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ امیر جماعت نے جو بیان جاری کیا تھا اس سے اس پہلو کے متعلق پوزیشن واضح ہو گئی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

سوال:۔ یہ کہا گیا ہے کہ لاہور جلد اور بار بار آ کر اور اپنے فرقہ کو اس کے رویّہ کے متعلق مشورہ دے کر آپ نے اس تحقیقات سے متعلق معاملات میں بڑی سرگرمی سے حصّہ لیا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ میں تحقیقات کے زیادہ تر حصّے میں ملک کے باہر رہا ہوں۔ ملک سے باہر جانے سے قبل میرے لاہور آنے کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ تحقیقاتی عدالت کے متعلق فرقے کو کیا رویّہ اختیار کرنا اور کیا رویّہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے نہ اس کا مقصد اپنے فرقے کے اراکین کو مشورہ دینا تھا۔

سوال:۔ کیا مذہبی امور میں آپ کو عام طور پر اپنے فرقے کے امیر سے اتفاق ہے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ ان امور پر جن کا سختی کے ساتھ عقیدے سے تعلق ہے۔

سوال:۔ امیر جماعت کی کیا پوزیشن ہے؟

جواب:۔ عقائد کے متعلق وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ فرقے کے لیے قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

سوال:۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ نے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی؟

جواب:۔ میں اصل نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا لیکن میں جنازے کے جلوس کے ساتھ تھا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ نماز جنازہ مرحوم مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی تھی جن کے خیال کے مطابق میں کافر اور مرتد تھا۔ اور مجھے سزائے موت دے دینی چاہیئے تھی۔

سوال:۔ اس زمین کو حاصل کرنے کے لیے جس پر ربوہ واقع ہے کیا آپ کو کسی شکل میں ذریعہ بنایا

گیا تھا یا آپ نے فرقے کی کوئی مدد کی تھی ؟

جواب: میرا خیال ہے کہ اراضی کے حصول کی اصل گفت وشنید میں کسی موقع پر مَیں نے کوئی حصّہ نہیں لیا تھا۔ اراضی کے حصول کے بعد بعض دشواریاں پیدا ہوگئی تھیں اور مجھے یاد ہے کہ مَیں نے ان کے متعلق مسٹر دولتانہ اور مسٹر دستی سے بھی بات کی تھی۔

سوال: کیا آپ تقسیم سے پہلے مسلم لیگ کے رکن تھے ؟

جواب: ۱۹۴۱ء میں فیڈرل کورٹ کا جج بننے سے پہلے میں مسلم لیگ کا رکن تھا مگر مرکزی کابینہ کی رکنیت کے دوران میں مَیں نے مسلم لیگ کی کارروائیوں میں سرگرمی سے حصّہ نہیں لیا تھا۔

سوال: ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کی ہدایات کے مطابق کیا آپ نے اپنا خطاب واپس کیا تھا ؟

جواب: مجھے اس طرح کی کسی ہدایت کا کوئی علم نہیں ہے لیکن مَیں نے تقسیم کے بعد عہدہ سنبھالنے کے بعد اپنا خطاب استعمال نہیں کیا ہے۔

سوال: ایک شکایت یہ ہے کہ سرکاری دفاتر میں خواہ وہ آپ کی اپنی وزارت کے ہوں یا کسی دوسرے محکمے کے آپ اپنے فرقے کے اراکین کو ترجیح دیتے رہے ہیں ؟

جواب: جہاں تک میری اپنی وزارت کا تعلق ہے پوزیشن یہ ہے کہ فارن سروس کے لیے مَیں خود کوئی تقرر نہیں کرتا۔ فارن سروس کے لیے تمام تقرریاں پبلک سروس کمیشن کی سفارش پر کی جاتی ہیں اس لیے میرے علم کے مطابق فارن سروس کے اسی یا سو افراد میں سے احمدیہ فرقے کے صرف ۴ ارکان ہیں۔ ان میں سے ایک پہلے ہی سے وزارت میں تھا اور میرے خیال میں وہ بھارت سے آپٹ[1] کر کے آیا تھا۔ وہ تقسیم سے پہلے ہی سے سرکاری ملازم تھا۔ میرے وزیر خارجہ ہونے سے پہلے وہ وزارت میں تھا۔ ان میں سے ایک تقسیم سے پہلے ہونے والے مقابلے کے امتحان کے ذریعہ منتخب ہوا تھا۔ وہ بعد میں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے منتخب ہوئے تھے۔ لیکن اپنے انتخاب کے وقت وہ دونوں سرکاری ملازم تھے۔ تقسیم کے بعد ملازم ہونے والے تین افراد میں سے دو کے متعلق مجھے ان کی ملازمت کے بعد تک یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ احمدی ہیں

---

[1] "سہوا" نے "لکھا ہے OPT (اختیار۔ انتخاب۔ پسند)

صرف ان دو اسامیوں پر مجھے خود کسی آدمی کو مقرر کرنے کا اختیار ہے ۔ یعنی میرا پرائیویٹ سیکرٹری اور میرا پرسنل اسسٹنٹ اور ان دونوں اسامیوں میں سے ایک پر کبھی کوئی احمدی مامور نہیں ہوا ۔ وزارت میں یا دوسرے ملکوں کی منسٹریل[1] اسامیوں کے لیے بھرتی سے مجھے کوئی تعلق نہیں ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے ممالک غیر میں ہمارے مشن کی منسٹریل اسامیوں پر صرف تین احمدی ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھرتی سے مجھے کوئی مطلب نہیں تھا ۔ ان میں سے دو تقسیم سے پہلے منسٹریل اسامیوں پہ ملازم تھے اور میرا خیال ہے کہ تیسرے کو ملک کے باہر ہی بھرتی کیا گیا تھا ۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے اس کے سرکاری ملازم ہونے کے کافی دیر بعد تک مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ احمدی ہیں ۔

جہاں تک دوسری تمام وزارتوں میں سرکاری ملازمتوں پر افسروں کے گریڈ کی بھرتی کا تعلق ہے میرا خیال ہے کہ یہ بھی پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہوتا ہے ۔ اور میں نے کسی شخص کی ملازمت کے لیے خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی براہِ راست یا بالواسطہ طور پر پبلک سروس کمیشن کے کسی رکن پہ اثر ڈالنے کی کوشش نہیں کی ۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے مرکز یا صوبوں میں تقسیم سے قبل یا اس کے بعد پبلک سروس کمیشن کا چیئرمین یا اس کا رکن احمدی نہیں ہوا ۔

سوال :۔ کیا وزارتِ صنعت کے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل چوہدری بشیر احمد اور محکمہ خوراک کے جائنٹ سیکرٹری شیخ اعجاز احمد آپ کے دوست اور احمدی ہیں ؟

جواب :۔ جی ہاں ! وہ میرے دوست اور احمدی ہیں ۔ شیخ اعجاز احمد اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں ۔

سوال :۔ کیا آپ نے انہیں پہلے سرکاری ملازمت دلائی تھی ؟

جواب :۔ جی نہیں[2]

۲ ۔ " فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں وزیر خارجہ پاکستان چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے

---

[1] Ministerial وزارتی ؛ [2] اخبار روزنامہ " ملت " لاہور مؤرخہ ۱۲ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۵

مارشل لاء کے ایام میں مرزا ناصر احمد (صاحب) اور مرزا شریف احمد (صاحب) کی سزا یابی کے اسباب کے متعلق عدالت کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا جہاں تک مجھے علم ہے ان پر یہ الزام تھے۔

مرزا ناصر احمد (صاحب) نے مارشل لاء کے ایک حکم پر عمل نہ کیا تھا اور اپنے اسلحہ کا اعلان نہ کیا تھا چونکہ ان کے پاس باقاعدہ اجازت نامہ موجود تھا لیکن ان کے مکان کی تلاشی لی گئی اور ان کی بیگم کے صندوق سے ایک مرصع خنجر برآمد کر لیا گیا۔ جو کہ ایک خاندانی نشانی کے طور پر موجود تھا کیونکہ ان کی بیوی کے والد کا تعلق مالیر کوٹلہ خوانین سے تھا۔ وہ نواب سر ذوالفقار علی مرحوم کے بڑے بھائی تھے اور نواب آف مالیر کوٹلہ سے ان کی قریبی رشتہ داری تھی۔ یہ خنجر شادی پر باپ نے اپنی بیٹی کو دیا تھا اس بناء پر ان کی بیوی نے دوسرے جواہرات کے ساتھ یہ مرصع خنجر بھی اپنے صندوق میں رکھ چھوڑا تھا۔ مرزا ناصر احمد ایم اے (اوکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کو ۵ سال قید بامشقت اور دس ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔ مرزا شریف احمد کی سزا کا پس منظر بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ انہوں نے اپنے اسلحہ کی اطلاع دے دی تھی اور اس کا پرمٹ حاصل کر لیا تھا۔ ان کے مکان کی تلاشی لی گئی وہ پریسیژن مینوفیکچرنگ کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر تھے۔ کمپنی کے پاس مینوفیکچرنگ کے لیے لائسنس موجود تھا۔ اس رجسٹرڈ کمپنی کا دفتر ان کے مکان کے ایک کمرے میں تھا۔ پچھلے سال فوجی حکام کی طرف سے سنگینوں کا نمونہ پیش کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی لیکن بعد ازاں یہ نمونہ اس رپورٹ کے ہمراہ واپس کر دیا گیا کہ جس قسم کی خصوصیات درکار تھیں یہ اس کے مطابق نہیں۔ اس رپورٹ میں نمونہ کی خامیوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا تھا اور یہ نمونہ کے ساتھ منسلک تھی چنانچہ اس حالت میں الماری سے جو کمپنی کے رجسٹرڈ دفتر میں موجود تھی یہ نمونہ برآمد کر لیا گیا اس نمونہ کی بناء پر مرزا شریف احمد کو ایک سال قید بامشقت اور دس ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔ ..... مجلس احرار کی طرف سے مسٹر مظہر علی اظہر نے جرح کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا انہوں نے احمدی ہال کراچی میں (دستاویز ڈی۔ ای۔ ۱۱۹) تقریر کی تھی۔

چوہدری ظفر اللہ خان نے جواب دیا میں نے کئی موقعوں پر جمعہ کا خطبہ دیا ہے بعض اوقات میں نے اپنی جماعت کے اجتماعات کو بھی خطاب کیا ہے۔ یہ رپورٹ امکانی طور پر صحیح نہیں کیونکہ اس

ہیں دو ایک واقعات کو جن کا میں نے ذکر کیا غلط رنگ میں پیش کیا گیا اور جہاں تک اپنے عہدہ کے متعلق میرے رویّہ کا تعلق ہے میں اسے ایک بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہوں جو خداوند تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے یہ چیز قابلیت اور صلاحیت کی بناء پر نہیں میں اسے ایک امانت تصوّر کرتا ہوں اور ذمہ داری بھی جسے میں معمولی نہیں سمجھتا اور دوسری طرف یہ بالکل واضح ہے کہ وزیرِ اعظم اپنے کسی ساتھی سے استعفےٰ طلب کر سکتے ہیں جب یہ تحریک شروع ہوئی تو میں نے نہایت واضح لفظوں میں اس وقت (کے) وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین کو یہ بتایا تھا کہ اگر وہ بار سمجھیں تو میں علیحدہ ہونے کے لیے ہر وقت تیار ہوں جہاں تک اس رپورٹ کا تعلق ہے اتنا حصہ بالکل صحیح ہے اور میری پوزیشن کو واضح کرتا ہے۔"[1]

"مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے مجلس عمل کی طرف سے جرح کی۔

سوال :۔ ۱۹۴۷ء میں جب آپ اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کے جنیوا گئے تھے کہا جاتا ہے کہ عرب ڈیلیگیٹوں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ اپنے قیام میں چند دن کی توسیع کر دیں تو آپ نے انہیں کیا جواب دیا تھا۔؟

جواب :۔ اس سوال کا اصطلاحی جواب یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی اسمبلی کا کوئی اجلاس ۱۹۴۷ء میں جنیوا میں منعقد نہ ہوا تھا۔ اجلاس نیویارک سے باہر منعقد ہوا تھا لیک سکس اور فلشنگ میڈوز میں۔ اس سوال میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ حسبِ ذیل ہے۔ فلسطین کا مسئلہ اجلاس میں پیش ہوا۔ اس پر خوب بحث ہوئی اور کمیٹیوں میں اس پر آراء شماری بھی ہوئی۔ ان میں سے ایک سب کمیٹی کا میں صدر تھا۔ اجلاس کے خاتمہ پر عرب ریاستوں کے نمائندوں کو معلوم ہوا کہ میں اجلاس کے خاتمہ سے پہلے واپس جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے درخواست کی کہ میں اجلاس کے خاتمہ تک وہاں رہوں میں اس وقت نواب بھوپال کا آئینی مشیر تھا۔ پاکستان کی حکومت کا میں رکن نہ تھا۔ درحقیقت بہت سا کام ختم ہو چکا تھا۔ پاکستانی ڈیلیگیشن کے دو ممبروں کو خود میں نے واپس پاکستان جانے کی اجازت دے دی تھی اگر میں اس وقت آجاتا تو بھی ہمارے ڈیلیگیشن کے دو تین ارکان وہاں تھے جو اس قسم کی رسمی کارروائی کی نمائندگی کر سکتے تھے جب میں وہاں تھا۔

---

[1] روزنامہ "ملت" لاہور ۲۲ جنوری ۱۹۵۴ء صہ۲

مشرقی پنجاب میں ہولناک قسم کے فسادات شروع ہوئے اور مسلمانوں پر ظلم وستم توڑے گئے ۔ قادیان کئی سال سے میرا گھر تھا ۔ اس پر بھی حملہ کیا گیا ۔ میرا گھر لوٹ لیا گیا ۔ میری عدم موجودگی میں میری ایک ہی بہن کا انتقال ہو گیا ۔ مجھ سے چھوٹا بھائی تپِ دق کا شکار ہو رہا تھا ۔ یہ سب باتیں تھیں جن کی بناء پر مجھے جلد آنا تھا ۔

جب سے میں نواب بھوپال کا ملازم ہوا تھا میں نے اپنے وقت کا کافی حصہ پاکستان کے مفاد کے لیے وقف کیا ۔ پہلے سرحدی کمیشن میں کام کیا ۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کی اسمبلی میں میں پاکستان کی نمائندگی کرتا رہا ۔ بھوپال میں میں نے بہت کم وقت صرف کیا ۔

جب عرب ڈیلی گیٹوں نے مجھ سے یہ کہا کہ میں کچھ دیر اور قیام کروں تو میں نے نواب بھوپال اور قادیان کی صورت حالات پر پوری روشنی ڈالی ۔ انہوں نے یہ تجویز کی کہ وہ نواب بھوپال اور صدر انجمن احمدیہ سے درخواست کریں ۔ وہ مجھے وہاں رہنے کی ہدایت کریں چنانچہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر انہوں نے ان دو اصحاب سے اجازت حاصل کر لی تو کیا میں ٹھہر وں گا ؟ میں نے کہا میں غور کروں گا چنانچہ انہوں نے نواب بھوپال اور صدر انجمن احمدیہ کو تار ارسال کیے ۔ ان دونوں نے یہ ہدایت کی کہ میں جلسہ کے اختتام تک وہاں رہوں چنانچہ میں وہاں رہا ۔ جب میں واپس پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا بھائی موت کے دروازے پر ہے میں کچھ کر سکا تو اتنا کہ اس کا ہاتھ دبا کر اسے ہمیشہ کے لیے الوداع کہی .... میرے نزدیک سوال یہ ہے کہ میں نے نواب بھوپال اور صدر انجمن احمدیہ کی بجائے کیوں نہ پاکستان گورنمنٹ سے مشورہ لینے کے لیے کہا اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا میں پہلے کہہ چکا ہوں میں نواب بھوپال کا ملازم تھا اور میری سرکاری ڈیوٹی وہاں لگائی گئی تھی ۔ میرا خاندانی مفاد قادیان میں تھا اور اسے شدید نقصان پہنچا ....

سوال : ۔ کیا آپ نے عرب ڈیلی گیٹوں کو کہا تھا کہ جب وہ صدر انجمن احمدیہ کو تار دیں تو لفظ "امیر المومنین" لکھیں ۔ ؟

جواب : ۔ جی نہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ میں نے گفتگو کے دوران میں اپنے طور پر یہ الفاظ استعمال کیے ہوں ۔

سوال : ۔ کیا آپ انہیں یہ بتانا چاہتے تھے کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں واقعی "ایک امیر المومنین" ہے ؟

جواب:۔ جی نہیں۔

سوال:۔ ۱۹۵۱ء میں جب آپ پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لیے امریکہ گئے ہوئے تھے تو کیا آپ نے احمدیہ جماعت کی شائع کردہ تفسیر قرآن مجید کا ایک نسخہ صدر ٹرومین کو پیش کیا تھی۔

جواب:۔ میں ان دنوں واشنگٹن میں تھا۔ جب صدر ٹرومین نے قوم کے نام ایک پیام دیا تھا۔ اس کے دوسرے دن ٹرومین سے میری ملاقات ہونے والی تھی چنانچہ اس ملاقات میں، میں نے ان کی تقریر پر کچھ تبصرہ کیا اور ایک دو اصول کے بارے میں جن کی انہوں نے وکالت کی تھی میں نے کہا کہ اس سلسلے میں قرآن مجید کی کچھ آیتیں یاد آگئی ہیں میں نے انگریزی میں انہیں وہ آیتیں سُنا بھی دیں۔ صدر ٹرومین نے کہا کہ انہیں اس سے بڑی دلچسپی ہے اور وہ قرآن مجید میں یہ آیتیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دوسرے دن قرآن مجید کے انگریزی ترجمے کی ایک جلد انہیں بھجوا دی۔ یہ جلد جو جماعت (احمدیہ) کی شائع کردہ تھی میں نے واشنگٹن ہی سے حاصل کی تھی۔

سوال:۔ روزنامہ "زمیندار" میں جو چٹھیاں شائع ہوئی ہیں ان پر اپنے پتہ میں آپ نے اپنے نام کے ساتھ "سر" کے خطاب کا استعمال کیا ہے؟

جواب:۔ ڈاک کی تقسیم میں سہولت کے لیے ایسا کیا گیا تھا۔

سوال:۔ کیا سردار عبدالرب نشتر نے کابینہ کے ایک اجلاس میں جو اگست ۱۹۵۲ء میں منعقد ہوا اور جس کی صدارت آپ نے کی۔ آپ کو یہ کہا تھا کہ آپ کی جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کے متعلق مذہبی تبلیغ کی شکایات موصول ہو رہی ہیں؟

جواب:۔ جب میں کابینہ کے اجلاس میں پہنچا تو ایک سیکرٹری نے مجھے بتایا کہ خواجہ ناظم الدین علیل ہیں اور وہ اجلاس میں شرکت نہ کر سکیں گے۔ انہوں نے مجھے ایک مسودہ دیا اور کہا خواجہ صاحب چاہتے ہیں کہ اسے کابینہ کے اجلاس میں مسودہ پیش کر کے منظور کرایا جائے میں نے اُسے پڑھا اس میں صرف ایک فرقہ کا ذکر تھا اور وہ احمدی فرقہ تھا۔ یہ اس لحاظ سے غیر منصفانہ تھا کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس پر سردار عبدالرب نشتر نے فرمایا کہ اعلان میں یہ درج نہیں لیکن اس قسم کی شکائتیں موصول ہوئی ہیں۔ میں نے اس پر جواب دیا کہ جہاں تک شکایت کا تعلق ہے یہ صرف ایک فرقہ کے خلاف ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی اور فرقہ کے متعلق اس قسم کی شکایت ہو تو ہم اس میں ترمیم کرتے

ہیں۔ میں نے اس پر انہیں کہا کہ جماعتِ اسلامی ایک سیاسی جماعت ہے جس کے متعلق حکومت کی پالیسی واضح ہے کہ اگر کوئی سرکاری ملازم اس جماعت کا رکن بنے گا وہ قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تو صرف پیش لفظ ہے ورنہ اعلان کا جو بڑا اہم حصہ ہے وہ سب فرقوں کے متعلق ہے ......۔

سوال: ۔ آپ کو باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لیے کس نے مقرر کیا تھا۔؟

جواب: ۔ مجھے قائداعظم نے بھوپال سے بلایا تھا اور کہا تھا کہ میں باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کر دوں۔

سوال: ۔ کیا آپ نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنے دلائل میں یہ کہا تھا کہ احمدی مسلمانوں سے الگ ایک فرقہ ہیں۔؟

جواب: ۔ جی نہیں جہاں تک مجھے یاد ہے باؤنڈری کمیشن سے خطاب کے دوران میں اگر میں نے قادیان، احمدیہ تحریک یا احمدیہ فرقے کے متعلق کوئی ذکر کیا ہو تو وہ اس دلیل کو وزنی بنانے کے لیے تھا کہ ضلع گورداسپور کو مغربی پنجاب کا ایک حصہ ہونا چاہیئے اور اُسے پاکستان میں ہی ہونا چاہیئے۔

سوال: ۔ جہانگیر پارک میں آپ کی تقریر کے لیے "زندہ مذہب" کا موضوع کس نے منتخب کیا؟

جواب: ۔ میں نے خود۔

سوال: ۔ آپ نے یہ موضوع کیوں چنا؟

جواب: ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو دوسرے مذاہب سے نمایاں کرنے والی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسلام میں بنیادی تعلیمات کو تازہ رکھنے کے ذرائع اور قرآن سے اس قسم کے فلسفے کو جس کی ضرورت وقتاً فوقتاً ہو پیش کرنا ہے کسی اور مذہب میں یہ خصوصیت نہیں دوسرے مذاہب تو صرف انسانی تاریخ کی وقتی ضرورت کے لیے تھے۔

سوال: ۔ مولانا میکش نے اپنی جرح میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اقوام متحدہ کے سامنے آپ عربوں کا مقدمہ پیش کرنا نہیں چاہتے تھے کیا پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے آپ نے اقوام متحدہ میں اب تک کبھی ایسے معاملات میں کوئی دلچسپی لی ہے۔ جو دنیائے اسلام کے لیے کوئی

اہمیت رکھتے ہوں؟

جواب: - جس دن سے پاکستان اقوام متحدہ کا رکن بنا ہے مَیں جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کی قیادت کرتا آرہا ہوں - جب کبھی وہاں مسلمانوں کے عام مفاد کا مسئلہ آیا ہے مثلاً مسئلہ فلسطین - مسئلہ لیبیا - اریٹریا - سمالی لینڈ - مراکش اور تیونس ان تمام مسائل میں مَیں نے ذاتی دلچسپی لی اور مَیں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی طرف سے ان ممالک کے مقدمات کی پیروی کو نہ صرف ان ممالک نے بلکہ دیگر تمام مسلم ممالک نے بھی سراہا اور اس کی تعریف بھی کی۔

سوال: - سان فرانسسکو میں آپ نے جو تقریر کی تھی وہ آپ کو یاد ہے؟

جواب: - جی ہاں۔

سوال: - کیا آپ نے اس تقریر میں اسلام کے متعلق کچھ کہا تھا؟ اگر کچھ کہا تھا تو کیا اس تقریر میں ایک فرقہ وارانہ رجحان کی جھلک نہ تھی؟

جواب: - جاپانی معاہدے کا ایک پہلو جو ان ممالک میں بھی بحث و تمحیص کا موضوع بن گیا تھا۔ جو اس معاہدے کے حق میں تھے، وہ یہ تھا کہ جاپان سے بہت فیاضانہ سلوک کیا جارہا ہے - دوسری طرف ایک یہ رجحان تھا کہ انسانی تاریخ میں ایک مفتوح دشمن سے امریکہ کے فیاضانہ سلوک کو انسانی تاریخ کا ایک بے مثال واقعہ قرار دیا جائے - اس پر مَیں نے اپنی تقریر میں بتایا کہ ایک مفتوح دشمن کے ساتھ ایک فیاضانہ معاہدے کی سب سے درخشاں مثال وہ حسن سلوک ہے جو پیغمبر اسلامؐ نے مفتوح قریش کے ساتھ معاہدہ مکّہ کے موقع پر کیا تھا - میری اس تقریر کا نہ صرف ان مدبروں پر جو وہاں جمع تھے بلکہ سارے امریکہ پر گہرا اثر ہوا - کیونکہ یہ تقریر سارے امریکہ پر نہ صرف نشر کی جارہی تھی بلکہ ٹیلی ویژن پر اس کارروائی کا منظر بھی دکھایا جارہا تھا۔ اس صدا کی ایک بازگشت جو مجھ تک پہنچی اور جس کا احداث نعمت کے طور پر میں ذکر کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ جب اس معاملے پر آسٹریلیا کی پارلیمنٹ میں بحث ہوئی تو اپوزیشن پارٹی نے اس معاہدے پر دکھائی ہوئی فیاضی کی طرف حکومت کو متوجہ کیا - جس کے جواب میں برسرِ اقتدار پارٹی کے ایک رکن نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس موقعہ پر انہیں اس سپرٹ پر عمل کرنا چاہیئے - جس پر پیغمبرِ اسلامؐ نے فتح مکّہ کے موقعہ پر عمل کیا تھا - مجھے یقین ہے کہ یہ حوالہ میری تقریر ہی سے دیا گیا تھا۔

سنہ ۱۹۵۱ء میں جنرل اسمبلی کے اجلاس پیرس میں مَیں نے جو تقریر کی تھی اس پر جماعت اسلامی کی نکتہ چینی کا میں جواب دینا چاہتا ہوں جس میں مَیں نے ایک برطانوی نو آبادی میں ایک احمدی کے ساتھ بدسلوکی کا شکوہ کیا تھا۔ مَیں نے مسلمانوں کے اس مفاد کا کوئی ذکر نہیں کیا جس میں مسلمانوں کے مفادات مغربی ممالک کے خلاف تھے۔ مَیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ میری اس تقریر کا زیادہ تر حصہ نو آبادیاتی نظام کے دونوں سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں کی مذمت سے متعلق تھا۔ وہ مذمت بہت پُرزور تھی اور اسے بڑے جوش سے ظاہر کیا گیا تھا اس مذمت کے سلسلے میں نو آبادیاتی نظام کی دفتریت کے تکبر کی مثال دیتے ہوئے مَیں نے ایک برطانوی نو آبادی میں ایک پاکستانی کے ساتھ بدسلوکی کی مثال دی۔

میں حلفیہ تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں اس وقت اپنے حافظے کو تازہ نہیں کر سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ کہ وہ شخص احمدی تھا۔ بہر حال اس واقع کا ذکر صرف نوآبادیاتی نظام کی برائیوں کے اظہار کے لیے کیا گیا تھا۔"

"اسی اجلاس کے دوران میں مراکش اور تیونس کے مسئلے کو ایجنڈا میں شامل کرنے کا سوال پیش ہوا۔ اس موقع پر میری ہی تقریر سب سے نمایاں تھی جس میں مَیں نے امریکہ اور دیگر ان ممالک کے طرزِ عمل کی مذمت کی تھی جو ان مسائل کو ایجنڈا میں شامل کرنے کے خلاف تھے۔

مجھے خاص طور پر یہ بات بھی یاد ہے کہ مَیں نے جب سے یہ کہا کہ اگر ان مسائل پر غور کرنے سے انکار کیا گیا تو مراکش میں قتل و خون ہو گا۔ اور اس کی تمام تر ذمہ داری امریکی مندوب پر ہو گی جس نے مجھ سے پہلے تقریر کی تھی۔ جس شدت کے ساتھ اس کی مذمت کی گئی تھی اس کے باعث امریکی مندوب کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ ان حالات میں یہ کہنا بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ مَیں نے ایک احمدی کی وکالت کی جس کے ساتھ بدسلوکی ہوئی تھی مگر عام مسلمانوں کے مسائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔"

سلہ روزنامہ "ملت" لاہور مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ

وکلائے احمدیت کے زوردار بیانات

سیدنا حضرت المصلح الموعود کے ایمان افروز عدالتی بیان کے بعد جس سے کمرۂ عدالت ہی میں نہیں پریس میں بھی احمدیت کا ملک گیر چرچا ہوا، علمی اعتبار سے سب سے زیادہ اہمیت وکلائے احمدیت کے زوردار بیانات کو حاصل ہے۔

اس معزز عدالت میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے نمائندگی کی سعادت جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ (سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور) اور خالدِ احمدیت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی پلیڈر امیر جماعت احمدیہ گجرات کو نصیب ہوئی۔

جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے ۲۲، ۲۳، اور ۲۴ فروری ۱۹۵۴ء کو مفصل بیان دیا جس میں (اخبار "ملت" لاہور کے نامہ نگار کے مطابق) آپ نے نہایت واشگاف الفاظ میں اپنے اس دعویٰ کے دلائل پیش کیے کہ یہ ایک غیر متنازعہ حقیقت ہے کہ فسادات احرار نے کرائے تھے۔ نیز یہ کہ مطالبات مقصد کی دیانتداری پر مبنی نہیں تھے اور پاکستان کو ختم کرنے کے لیے مذہب کو آلہ کار بنایا گیا تھا اور جماعتِ اسلامی نے ایسا طریق کار اختیار کیا کہ اس کے اراکین اس بات کے قائل ہو جائیں کہ حکومت کا تختہ الٹ دینا ان کی مذہبی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ مولانا مودودی اور اُن کے پیرو پوری طرح سے محسوس کرتے تھے کہ تحریک جس نے . . . .

. . . . حکومت کی تساہلی اور بے عملی کی وجہ سے شدت اختیار کر لی تھی ریاست کے وجود کو خطرے میں ڈال دے گی۔ اور ملک میں وسیع پیمانے پر ایسے ہولناک فسادات ہوں گے جو تقسیم سے پہلے کے ہندو مسلم فسادات سے بھی زیادہ سنگین ہوں گے۔ انہوں نے دولتانہ حکومت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ نے تحریک کے خطرناک رُخ کے امکانات کی طرف حکومت کی توجہ وقتاً فوقتاً مبذول کرائی۔ لیکن پہلے سے منصوبہ تیار کر کے چلائی جانے اور مذہب کے نام پر اٹھائی جانے والی تحریک کے محرکین کے خلاف کوئی مؤثر اقدام نہ کیا گیا۔ نہ اشتعال انگیز پراپیگنڈے کے روکنے کے لیے کوئی کارروائی کی گئی۔ اور تحریک کے خطرناک مضرات سے واقف ہونے کے باوجود شورش کو بڑھ جانے کا موقع دیا گیا۔ اور سزا پانے والے لیڈروں کی رہائی اور دفعہ ۱۴۴ اٹھا لینے کے باعث صورتِ حال بد سے بدتر ہو گئی۔ انہوں نے کہا مجھے نیک نیتی کیساتھ

یقین ہے کہ عام لوگ دلائل کے ساتھ قائل کیے جا سکتے تھے اور انہیں ان افسوسناک واقعات کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا جن کا منتہیٰ لاہور میں مارشل لاء کا نفاذ تھا ۔ دراصل عوام کے مذہبی شعور کے محافظ ہونے کے دعویداروں نے اپنی اشتعال انگیز تقریروں سے اس تحریک کو ہوا دی جس کی وجہ سے جان و مال کا نقصان ہوا پس احمدیوں پر الزام لگانا دراصل اپنے احساسِ گناہ کو معقول بنانے کی کوشش کے مترادف ہے ۔ آپ نے فرمایا احمدی جماعت کے ہر رُکن کی تن من دھن سے یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ پوری دنیا کو اپنے مذہبی نظریات پر لے آئے ۔ احمدی سچے اسلام کو پیش کرتے ہیں اور قرآن مجید نے ہر مومن کو حکم دیا ہے کہ وہ اس حق و صداقت کا مشعل بردار بن جائے جس کی تبلیغ حضرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور جسے آنحضرت ؐ ہی نے دنیا میں پھیلایا تھا ۔ اس مقصد کا حصول روحانی فتح کے سوا کچھ نہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا اصل مقصد عیسائیوں کو مشرف بہ اسلام کرنا ہے ۔[1]

تحریکِ احمدیت کے علم کلام کی حقانیت ثابت کرنے اور اعتراضات کے جوابات کی حقیقت واضح کرنے کا فریضہ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ کے سپرد تھا جسے انہوں نے نہایت عمدگی اور پُر شوکت اور پُر اثر رنگ میں ادا کیا ۔ "خالدِ احمدیت" کا بیان اپنے اندر اس درجہ گہری تحقیق اور غیر معمولی تفحّص کا رنگ لیے ہوئے تھا کہ فاضل جج صاحبان انکی قابلیت اور لیاقت پر عش عش کر اُٹھے اور اپنی رپورٹ میں آپ کا نام لے کر آپ کا شکریہ ادا کیا بلکہ آپ کی نسبت لکھا کہ آپ نے "کتبِ قدیمہ کی تلاش و تجسّس میں بڑی محنت کی ہے"۔[2]

خالدِ احمدیت مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ آپ کی خدماتِ جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

"تحقیقاتی عدالت کے سلسلہ میں بھی انہوں نے ہمارے ساتھ چھ سات ماہ کام کیا ۔ روزانہ گجرات سے لاہور آیا کیے اور آخری بحث میں بھی حصّہ لیا ۔ بحث کے لیے تحقیقاتی عدالت نے دوسروں کی نسبت سے ہمیں تھوڑا وقت دیا تھا ۔ لیکن خادمؔ صاحب مرحوم نے تھوڑے سے وقت میں نہایت

---

[1] اخبار "ملت" لاہور ۲۴، ۲۵، ۲۶، فروری ۱۹۵۴ء

[2] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" اردو صفحہ ۷ و ۲۱ ۔

قابلیت کے ساتھ دوسری پارٹیوں کے اعتراضات کے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ تحقیقاتی عدالت کے جج صاحبان بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت کے صدر نے اس امر کا اظہار کیا کہ خادم صاحب نے بہت اچھی بحث کی ہے۔ تحقیقاتی عدالت کی مطبوعہ رپورٹ میں زیرعنوان "اسلامی اصطلاحات کا استعمال" ان کا ذکر کیا ہے۔"[1]

جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور جنہوں نے خود بھی اس طویل تحقیقات کے دوران میں اوّل سے آخر تک جماعت احمدیہ کے مقدمہ کی پیروی کرنے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں اور جن کی بیش بہا امداد و اعانت کا اعتراف فاضل جج صاحبان نے اپنی مطبوعہ رپورٹ[2] میں بھی کیا۔ آپ اپنی چشم دید شہادت کی بناء پر تحریر فرماتے ہیں:-

"اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے میں مکرم ملک صاحب مرحوم نہایت نڈر تھے اور اُن کی زبان اور نُطق میں اللہ تعالیٰ نے بے اندازہ برکت رکھی تھی۔ فساداتِ پنجاب (۱۹۵۳ء) کے تحقیقاتی کمیشن کے رُو برُو دینی حصّہ کو پیش کرنے میں جس بے لوث اور جرأت مندانہ انداز میں آپ نے جماعتِ احمدیہ کی وکالت کی وہ فاضل ججان سے بھی خراجِ عقیدت حاصل کر گئی جس کا انہوں نے اپنی رپورٹ میں نہایت زوردار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ جتنی دیر ملک صاحب تقریر کرتے رہے تمام سامعین گویا مسحور ہی رہے۔"[3]

اسی طرح جناب ثاقب صاحب زیروی مدیر ہفت روزہ "لاہور" نے "خادم۔ مجاہدِ احمدیت" کے زیرعنوان ایک مضمون میں لکھا:-

"ایک متعصب غیر احمدی نے بھری بزم میں کہا تھا کہ "اسلام پر اعتراض کا جواب دے کر خادم کا چہرہ یوں کِھل اُٹھتا ہے جیسے گلاب کا پھول"۔

—— پھر یاد آئے اینٹی احمدیہ فسادات کی انکوائری کے وہ دن جب اُس شیر کی دھاڑ سُن کر مخالف سر نیوڑھائے بیٹھے تھے اور شہبازِ احمدیت بات بات پر ان کے فرسودہ

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵ صلح / جنوری ۱۳۳۷ ہش / ۱۹۵۸ء صفحہ ۸ ؛ [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت اردو صفحہ ۲
[3] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵ امان / مارچ ۱۳۳۷ ہش / ۱۹۵۸ء صفحہ ۳

دلائل کے تانے بانے کو توڑ مروڑ کر پرے پھینک رہا تھا۔ ماحول دم بخود تھا اور جج صاحبان اس کے علم کی وسعتوں پر حیران تھے۔" [1]

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی کے بیان کا ایک مجمل سا خلاصہ اخبار "ملت" لاہور نے اپنی ۲۸ فروری اور یکم مارچ ۱۹۵۴ء کی اشاعتوں میں سپرد قلم کیا جو حسب ذیل ہے:۔

ا۔"مولانا میکش کے بعد صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر عبدالرحمٰن خادم نے اپنے دلائل دینا شروع کیے۔ اور خدا کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ ان کا فرقہ اور اس کے بانی یہ یقین رکھتے ہیں کہ محمد عربیؐ سے برابری کرنے کا دعویٰ کرنے والا کوئی بھی آدمی کافر ہے۔

احمدیوں کا عقیدہ

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ احمدی مرزا غلام احمد کو اور اپنے آپ کو آنحضرتؐ کا جو خاتم النبیّین ہیں غلام سمجھتے ہیں انہوں نے کہا احمدی ختم نبوت کے عقیدے میں یقین رکھتے ہیں اگرچہ انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ وہ اس کی ترجمانی مختلف طریقے سے کرتے ہیں۔

ربوہ کے وکیل نے عدالت کے سامنے اس امر کا اظہار کیا کہ فسادات کی وجہ مذہب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں اس سے انکار نہیں ہے کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں میں عقیدہ کے اختلافات موجود ہیں انہوں نے کہا کہ مذکورہ بالا حقیقت کا ثبوت یہی ہے کہ احمدی ایک الگ فرقہ بناتے ہیں۔

مسٹر خادم نے کہا یہ حقیقت کہ بعض لوگ عقیدہ کے معاملہ میں احمدیوں سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لوٹ مار کرنے اور قتل کرنے کا جواز مہیا نہیں کرتی انہوں نے کہا اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ نہ ہی کوئی مذہب یا ضمیر اس کی اجازت دیتا ہے۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ جب تک بعض دلچسپی رکھنے والے .... مذہبی منافرت پھیلانے کے لیے مذہبی اختلافات کو استعمال نہ کریں اس وقت تک خطہ میں امن و امان کو نقصان نہیں پہنچ سکتا اور فسادات نہیں ہو سکتے۔

مسٹر خادم نے کہا کہ گزشتہ ستر برس میں ہندوستان اور پاکستان میں کسی غیر احمدی کی طرف سے کسی ایک احمدی کو نہیں مارا گیا۔ یا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی جھگڑا اور تنازعہ نہیں ہوا جبکہ

---

[1] روزنامہ "الفضل" ۳۰ صلح ۱۳۳۷ھش / جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۳

دوسرے فرقوں میں جواب احمدیوں کی مخالفت میں متحد ہیں کئی بار فساد ہوئے ۔ انہوں نے کہا کہ یہ حقیقت اس لیے اور بھی زیادہ واضح ہوتی ہے اور اس کی طرف زیادہ نظر جاتی ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ عدالت کے سامنے شکایات میں اشتعال انگیز تحریری چیزیں پیش کی گئی ہیں وہ دسیوں برس پرانی ہیں ۔

وکیل نے کہا یہ بات انسانی فہم سے بالا ہے کہ فروری اور مارچ ۱۹۵۳ء کو یکایک تمام دوسرے فرقوں پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ احمدیوں کا پراپیگنڈا اور تبلیغ اور خود احمدی اس قدر اشتعال انگیزی کر رہے ہیں کہ ان کو برداشت نہیں کیا جا سکتا ۔ مسٹر خادم نے کہا کہ یہ خیال صحیح ہے کہ اسلامی تصورات کے مطابق مملکت پاکستان کے قیام نے تمام نظریہ بدل ڈالا ہے اور یہ کہ تقسیم کے بعد مسلمانوں کے دوسرے فرقے دوسرے معاملات میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ اس مسئلے پر جسے احمدیہ فتنہ کہا جاتا ہے زیادہ توجہ صرف نہیں کر سکے ۔

انہوں نے کہا تقسیم کے فوراً بعد جب حکومت اور عوام کے سر پر مسئلہ کشمیر اور مہاجرین کی آبادکاری کے مسائل کا بوجھ پڑا ہوا تھا اس وقت شیعوں اور سنیوں میں کم از کم چار بار فسادات ہوئے ۔

وکیل نے کہا کہ مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ خیال نہ تو مناسب ہے اور نہ ہی اس کی بنیاد حقائق پر ہے کہ احمدی اور دوسرے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ مل کر امن سے نہیں رہ سکتے ۔ انہوں نے یہ خیال پیش کیا کہ حالیہ ہنگاموں کی وجوہات کچھ اور ہی ہوں گی ۔

مسٹر خادم نے کہا کہ شروع میں جب احرار کو اپنی طاقت کے متعلق شک تھا وہ یہ خیال ظاہر کر رہے تھے کہ ان کو اور احمدیوں کو اپنے اپنے جلسے کرنے کی اجازت دی جائے لیکن جونہی ان کو کافی امداد حاصل ہو گئی ۔ انہوں نے اپنا مؤقف تبدیل کر لیا ۔

انہوں نے کہا جہاں تک ختم نبوت کے عقیدہ کا تعلق ہے احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ۔ اختلاف صرف اس عقیدہ کی تشریح کے سلسلے میں ہے

وکیل نے کہا :۔ عقیدے کے سلسلے میں احمدیوں کا نقطۂ نظر دوسرے مسلمانوں کے لیے نیا نہیں ۔ اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر انہوں نے مسلمان عالموں کی بہت سی تحریریں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان تحریروں کے متعلق چاہے کچھ بھی کہا جائے بہرحال یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ان کو اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں سمجھا جاتا رہا ۔ اور یہ کہ برسوں سے ان کے خیالات کو برداشت کیا جاتا رہا ہے ۔

انہوں نے کہا احمدیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک اُمتی نبی بن جائے گا جبکہ دوسرے فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک نبی کا دوبارہ ظہور ہوگا جو اُمتی ہوگا۔ ابھی انہوں نے اپنے دلائل ختم نہیں کیے تھے کہ عدالت کا اجلاس ختم ہوگیا۔[1]

۲۔ "لاہور۔ ۲۶ر فروری۔ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر عبدالرحمٰن خادم نے آج یہاں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کہا کہ متعدد مسلمان علماء نے ماضی میں ختم نبوت کی وہی تشریح کی تھی جو احمدیوں نے پیش کی ہے۔

اپنے دعویٰ کے ثبوت میں انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے عہد سے دورِ حال تک علماء کی تحریروں کا حوالہ دیا۔

انہوں نے کہا کہ اس حقیقت کے باوجود کہ جن علماء نے یہ رائے ظاہر کی تھی وہ احمدی نہیں ان کی رائے کے اظہار پر انہیں کافر نہیں قرار دیا گیا۔

مسٹر خادم نے کہا کہ مسیلمہ پر حملہ اس لیے نہیں کیا گیا تھا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک اسلامی ریاست میں اس نے دوسری باتوں کے علاوہ ۴۰ ہزار افراد کی ایک فوج تیار کی تھی اور کئی مسلمانوں کو ہلاک کر دیا تھا۔

انہوں نے زور دے کر کہا کہ جن لوگوں نے ختم نبوت کی مختلف تشریح پیش کی ان کے پاس اس کے اسباب موجود تھے اور قرآن مجید میں ایسی آیتیں موجود ہیں جو ایسی تشریح کی بنیاد بن سکتی ہیں۔"[2]

"لاہور۔ ۲۷ر فروری۔ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر عبدالرحمٰن خادم نے آج یہاں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں اس الزام کی تردید کی کہ مرزا غلام احمد صاحب نے قرآن، اسلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے۔

مسٹر خادم کے دلائل کے بعد فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی کارروائی ختم ہوگئی۔

انہوں نے کہا یہ خیال کرنا بالکل غلط ہوگا کہ میرے فرقے نے یہ پوزیشن فسادات کے بعد اختیار کی ہے۔ اس سلسلہ میں میرا فرقہ عام مسلمانوں کے ساتھ مکمل اتفاق رکھتا ہے کہ کسی کو قرآن مجید اور رسولِ

---

[1] روزنامہ "ملت" لاہور مؤرخہ ۲۸ر فروری ۱۹۵۴ء صہ ۲ ۔ [2] ایضاً صہ ۵

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان منسوخ کرنے کا اختیار نہیں ہے ۔

مسٹر خادم نے کہا کہ احمدیہ فرقہ گزشتہ تیس چالیس برس سے اس سلسلہ میں اپنی پوزیشن واضح کر رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے پیروکار اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت خود اختیاری کے لیے جنگ کے خلاف نہیں ہیں ۔ لیکن بدقسمتی سے جماعت کے خلاف پروپیگنڈا جاری رہا ۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے کہا کہ جہاد کے تصور کو بڑی ہی کثرت سے غلط طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے اور اس کا مطلب یہ لیا جاتا رہا ہے کہ مسلمان مذہبی اختلافات کو جہاد شروع کرنے اور ان لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے جو مسلمانوں کے عقائد سے اتفاقاً متفق نہیں ہیں کافی وجہ سمجھتے ہیں ۔

"نزولِ مسیح" کے عقیدے کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر خادم نے کہا کہ قرآن کی رُو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم ایک طبعی موت مرے تھے اور یہودیوں کے عقیدے کے برعکس ان کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی تھی ۔ انہوں نے کہا کہ یہودی مانتے ہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم کی موت صلیب پر واقع ہوئی کیونکہ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خدا کا قہر نازل ہوا تھا ۔ اور وہ صلیب پر ایک ذلت آمیز موت مرے ۔ انہوں نے کہا کہ یہودی نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ قرآن مجید اور حدیث نبوی میں نبی کے دوبارہ ظہور کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

انہوں نے کہا کہ میرا فرقہ مانتا ہے کہ ایک اُمتی نبی بن جائے گا ۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے کہا کہ احمدیوں کے خلاف یہ الزام ہے کہ انہوں نے (بعض اسلامی) اصطلاحیں استعمال کر کے اسلام کی پیروڈی[1] کی ہے ۔ بالکل غلط ہے یہ اصطلاحات بعض مسلمان اولیاء کے لیے استعمال کی جاتی رہیں ہیں ۔ لیکن عام مسلمانوں نے اسے کبھی اشتعال انگیز خیال نہیں کیا تھا ۔

انہوں نے کہا کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران میں عام مسلمانوں کا سلوک بہت شاندار رہا ۔ اور انہوں نے جان و مال کی حفاظت کے لیے اپنے احمدی ہمسایوں کی مدد کی ۔

انہوں نے کہا کہ جماعت کے خلاف جھوٹے اور معاندانہ پراپیگنڈے کے ذریعے یہ فسادات معدودے چند لوگوں نے کرائے ۔ احمدیوں کے خلاف دوسرے الزامات میں کہا گیا ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر

---

[1] Parody مضحکہ خیز نقل

سمجھتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ یہ بالکل غلط ہے اس کے برعکس مسلمانوں کے بعض فرقے ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے رہے ہیں۔

مسٹر خادم نے کہا کہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے جن کا موقف یہ تھا کہ احمدیوں کے بارے میں مطالبات پر تمام علماء متفق تھے۔ احمدیوں کے نظریئے کی نقل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن فرق صرف یہ تھا کہ جماعت اسلامی تشدد کے ذریعے سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں یقین رکھتی تھی۔

انہوں نے کہا کہ اگر ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کو اتنا عزیز تھا کہ وہ اس کی تشریح کے اختلاف تک برداشت نہیں کر سکتے تھے تو اس سلسلہ میں گزشتہ کئی صدیوں سے بعض مشہور مسلمان علماء کا اختلاف کیوں برداشت کیا جاتا رہا تھا؟

وکیل نے کہا کہ مسلمانوں کا ہر فرقہ کسی نہ کسی اصول پر ایک دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے لیکن انہیں اقلیت قرار دینا کبھی خیال نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ گزشتہ ستر برس سے احمدیوں کو بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھا جاتا رہا تھا

انہوں نے کہا کہ یہ بات انتہائی تعجب خیز ہے کہ یکدم یہ کہا جانے لگا کہ احمدیوں کو بالکل ہی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے یہ بتانے کے لیے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی وفات پر انہیں شاندار خراج تحسین پیش کیا گیا، بعض مسلم اخبارات پڑھ کر سنائے۔"[1]

تحقیقاتی عدالت میں بعض دوسرے بیانات

تحقیقاتی عدالت میں جن اصحاب نے بیانات دیئے ان میں صوبائی و مرکزی حکام، سرکاری و غیر سرکاری وکلاء صحافی، علماء سیاسی لیڈر اور عوام غرضیکہ ملک کے ہر طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان بیانات کا ایک حصہ جہاں عدالت اور ملک کے سامنے بہت سی نئی معلومات و انکشافات کا موجب بنا وہاں بعض بیانات سے کئی اہم اور دلچسپ امور بھی منظر عام پر آئے۔ مثلاً:۔

---

[1] روزنامہ "ملت" لاہور مورخہ یکم مارچ ۱۹۵۴ء صہ ۹

۱۔ حکومت پنجاب کے وکیل جناب چوہدری فضل الٰہی صاحبؒ نے اشارۃً بتایا کہ :۔

"مسٹر دولتانہ کی اس سیاست بازی کا مقصد صرف داخلی نہ تھا بلکہ بین الاقوامی سیاسیات سے بھی متعلق تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ خواجہ ناظم الدین کو اقتدار کی کرسی سے اُتار پھینکیں خود اپنی قیادت میں ایک مرکزی حکومت قائم کریں اور پاکستان کو ایک کمیونسٹ مملکت بنا دیں۔"[۲]

۲۔ اخبار "زمیندار" لاہور کے ایڈیٹر مولانا اختر علی صاحب کا بیان

"انہوں نے اپنے بیان میں بتایا کہ مسلم پارٹیز کنونشن کا اجلاس مجلس احرار نے طلب کیا تھا۔ اور کنوننگ کمیٹی میں بھی احرار کی غالب اکثریت تھی۔ مولانا نے یہ بھی بیان کیا کہ تحریک ختم نبوت میں احرار پیش پیش تھے کیونکہ وہ اپنی کھوئی ہوئی شہرت بحال کرنا چاہتے تھے۔"[۳]

"س۔ کیا آپ کے دعوئ اسلام سے یہ بات مطابقت رکھتی ہے کہ پروپیگنڈا کی خاطر موقع بہ موقع جھوٹ بولا جائے؟

ج۔ ہر سیاست دان جھوٹ بولتا ہے۔

س۔ کیا آپ نے یہ جھوٹ سیاست دان کی حیثیت سے بولا تھا یا ایک مسلمان کی حیثیت سے؟

ج۔ ایک مسلمان کے نزدیک مذہب اور سیاست دو مختلف چیز نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں ایک ہی ہیں۔

س۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر ایک مسلمان سیاست دان جھوٹ بولے تو وہ مسلمان کی حیثیت سے جھوٹ بولتا ہے؟

ج۔ جب آپ سیاستدانوں کو جھوٹ بولنے کا حق دیتے ہیں تو علماء کو اس حق سے محروم کیوں رکھتے ہیں؟"[۴]

---

[۱] سابق صدر مملکت پاکستان :: [۲] رپورٹ تحقیقاتی عدالت اُردو صفحہ ۳۰۴

[۳] آفاق ۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۳ء، صفحہ ۲ کالم ۱ :: [۴] ایضاً، کالم ۲

۳۔ جماعتِ اسلامی کے سابق لیڈر مولانا امین احسن اصلاحی کا بیان

"انہوں نے مسلمانوں کو دو زمروں میں تقسیم کیا۔ سیاسی مسلمان اور حقیقی مسلمان۔ اس کے بعد انہوں نے ان دس عناصر کی تفصیل بیان کی جو کسی کو سیاسی مسلمان بناتے کے لیے ضروری ہیں۔ اور کہا کہ وہ اگر ان تمام شرائط کو پورا کرے تو وہ اسلامی ریاست کے تمام شہری حقوق کا مستحق ہو جاتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ سیاسی مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کا عقیدہ خدا کی وحدانیت پر ہو۔ رسول اللہؐ کو خاتم النبیین مانتا ہو اور وہ زندگی کے تمام مسائل کے متعلق اُن کے حکم کو آخری سمجھتا ہو۔ یہ اصول مانتا ہو کہ ہر خیر اور ہر شر کو خدا پیدا کرتا ہے۔ اس کا عقیدہ قیامت پر ہو، اور قرآن کو خدا کا آخری صحیفہ سمجھتا ہو۔

انہوں نے کہا کہ سیاسی مسلمان کو ہر سال حج کرنا چاہیئے۔ زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھنی چاہیئے۔ اسلامی معاشرہ کے تمام قواعد ظاہرہ پر عمل کرنا اور روزہ رکھنا چاہیئے۔

گواہ نے کہا کہ مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی ایک بھی شرط پوری نہ کی جائے تو متعلقہ شخص سیاسی مسلمان نہیں رہ جاتا۔

بعد میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ کوئی شخص ان دس اصولوں پر عقیدہ رکھتا رہو) تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے قطع نظر اس حقیقت کے کہ وہ ان پر عمل کرتا ہے یا نہیں۔"[1]

"حکومتِ پنجاب کی طرف سے مسٹر فضل الٰہی کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ جون اور جولائی کے مہینے میں تحریک کے سلسلے میں کچھ بدنظمیاں ہوئی تھیں۔ لیکن جماعت کو اس پر بہت زیادہ تشویش ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ خیال کیا گیا تھا کہ ایک دفعہ عوام اگر دھمکی یا تشدد سے اپنے مطالبات منوانے میں کامیاب ہو گئے تو اس ملک میں پھر کوئی چیز پُرامن طریقے پر کرنی ناممکن ہو جائے گی۔ یہ بھی محسوس کیا گیا کہ یہاں تشدد پر اُترنے کا رجحان موجود ہے۔ ہم نے مجلس عمل میں اس لیے شمولیت کی تھی کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ چونکہ مجلس میں شورش پسند عنصر موجود ہے۔ اور ہماری جماعت کے لیے یہ ضروری تھا کہ اس عنصر

---

[1] روزنامہ "ملت" لاہور ۲ر نومبر ۱۹۵۳ء ص۱

کو تشدد کے ذرائع استعمال کرنے سے باز رکھا جائے"۔ [1]

۴۔ چیف ایڈیٹر "زمیندار" مسٹر اے۔ آر۔ شبلی

شبلی صاحب نے یہ چشم دید واقعہ بیان کیا :۔

"احرار اور میاں ممتاز محمد خاں کے درمیان ایک "شریفانہ" معاہدہ کرنے کے سوال پر میری موجودگی میں بحث کی گئی تھی۔ احرار کی طرف سے صاحبزادہ فیض الحسن اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسری طرف سے مولانا اختر علی خاں نے باتیں کی تھیں۔ سمجھوتہ یہ ہوا تھا کہ احرار احمدیوں کے خلاف تحریک جاری رکھیں گے۔ اور مسٹر دولتانہ صوبے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ اس کے بدلے میں احرار کو انتخابات اور دوسرے معاملات میں مسٹر دولتانہ کی حمایت کرنی تھی۔ یہ معاہدہ غالباً جولائی ۱۹۵۲ء میں مسٹر دولتانہ کی مری سے واپسی کے بعد ہوا تھا"۔ [2]

۵۔ جناب حمید نظامی صاحب مدیر روزنامہ "نوائے وقت لاہور" کا بیان

ملک کے نامور صحافی جناب حمید نظامی صاحب کے بیان کا ایک حصہ :۔

"سوال :۔ کیا آپ مطالبات کے حق میں تھے ؟

جواب :۔ جی نہیں ۔ ہرگز نہیں۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے ان مطالبات کے خلاف کچھ نہیں لکھا۔

مسٹر حمید نظامی نے کہا میرا جواب وہی ہے جو میں نے مسٹر غیاث الدین احمد ہوم سیکرٹری اور خان قربان علی خان انسپکٹر جنرل پولیس کو دیا تھا کہ اگر میں نے صاف اور واضح لفظوں میں ان مطالبات کے خلاف لکھا ہوتا تو مجھے کسی تحفظ کی توقع نہ تھی۔ اور میرا دفتر محکمہ تعلقات عامہ کے اشارہ پر جلا کر راکھ کر دیا ہوتا۔ جو اس تحریک کو ہوا دے رہا تھا۔

سوال :۔ اگر آپ نے ان مطالبات کی مخالفت کی ہوتی تو کیا آپ کے اخبار کی اشاعت کم نہ ہوتی؟

جواب :۔ میں نے کبھی اخبار کی فروخت کو اپنی پالیسی پر اثر انداز نہیں ہونے دیا۔

سوال :۔ کیا آپ کو کسی ذاتی نقصان کا خدشہ تھا؟

---

[1] "ملت" ۶ نومبر ۱۹۵۳ء صک کالم ۵ ؛ [2] "ملت" ۱۳ نومبر ۱۹۵۳ء صہ کالم ۳

جواب :۔ جی ہاں مجھے کئی خط ملے جن میں مجھے قتل کی دھمکی دی گئی تھی ۔

سوال :۔ کیا آپ نے اس دھمکی کا کسی سے ذکر کیا ۔ مثال کے طور پر وزیر اعظم ۔ مسٹر گورمانی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سے ؟

جواب :۔ جی ہاں مَیں نے اس کا ذکر مسٹر گورمانی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سے کیا ۔

سوال :۔ آپ ان مطالبات کے خلاف کیوں تھے ؟

جواب :۔ مَیں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ مطالبات بعض سیاسی طالع آزماؤں نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کیے تھے ۔

سوال :۔ کیا آپ مطالبات سے متفق ہیں ؟

جواب :۔ اب کوئی مطالبہ ہی نہیں ۔

سوال :۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ احمدی اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں اقلیت قرار دیا جائے ؟

جواب :۔ ہرگز نہیں ۔

سوال :۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ موجودہ وزیر خارجہ کو اُن کے عہدے سے ہٹا دیا جائے ؟

جواب :۔ جی نہیں ۔

سوال :۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ احمدیوں کو کلیدی ملازمتوں سے علیحدہ کر دیا جائے ؟

جواب :۔ ایسی تجویز تو ہندو شہریوں کے متعلق بھی پیش نہیں کرنی چاہیئے ''[1]

ہوم سیکرٹری حکومتِ پنجاب کا بیان

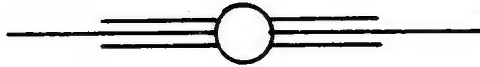
مسٹر غیاث الدین احمد صاحب ہوم سیکرٹری حکومتِ پنجاب نے کہا :۔

'' اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ قادیانیوں کے خلاف تحریک کے مبلغ و محرک احرار تھے ۔ انہوں نے عدالت سے کہا کہ وہ عوام کے مذہبی جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لیے اس سیاسی غرض سے کام لے رہے تھے تاکہ وہ سیاسی طور پر دوبارہ زندہ ہو جائیں .... انہوں نے کہا کہ ختمِ رسالت پر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے ۔ لیکن احرار تحریک پھیلانا اور یہ ظاہر کرنا

---

[1] روزنامہ '' ملت '' لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۶ کالم ۵

چاہتے تھے کہ تحریک صرف انہیں کی تخلیق نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان اس کے پیچھے ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ماضی میں انہوں نے اِس موضوع کو اپنی واحد سیاسی اجارہ داری بنا رکھا تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ وہ سیاسی طور پر مٹ جائیں گے تو انہوں نے اس مسئلہ کو عوام کی دلچسپی کا سوال بنا دیا۔ گواہ کے بیان کے مطابق ان کا خیال یہ تھا کہ اگر مطالبات منظور کر لیے گئے تو وہ اپنی ذاتی فتح کا دعویٰ کریں کیونکہ وہ اس مسئلہ کے بانی تھے لیکن کوئی نقصان پہنچا تو ہر شخص اس میں شریک ہوگا"۔ [1]



[1] روزنامہ ملت لاہور۔ ۹ جنوری ۱۹۵۴ء صـ ۱

پانچواں باب

تحقیقاتی عدالت کی کارروائی یکم جولائی ۱۹۵۳ء سے شروع ہو کر ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء تک جاری رہی۔ کل ۱۱۷ اجلاس ہوئے۔ جن میں ۹۲ اجلاس شہادتوں کی سماعت اور اندراج کے لیے مخصوص رہے۔ شہادت ۲۳ جنوری ۱۹۵۴ء کو ختم ہوئی اور اس مقدمے پر بحث کا آغاز یکم فروری کو اور اختتام ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ اس تحقیقات کا ریکارڈ تحریری بیانات ۳۷۰۰ صفحات اور شہادت کے ۲۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ تین سو انتالیس دستاویزیں رسماً عدالت میں پیش کی گئیں۔ اور شہادت اور بحث کے دوران میں کثیر التعداد کتابوں، کتابچوں، رسالوں اور اخباروں کے حوالے دیئے گئے۔ علاوہ بریں عدالت کو کثیر التعداد چٹھیاں بھی وصول ہوئیں جو کئی کئی صفحوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ اور چند کی ضخامت تو سو صفحے سے بھی زیادہ تھی۔ عدالت نے ایک ایک چٹھی کو نہایت احتیاط سے پڑھا اور پانچ ہفتوں میں اپنے نتائج فکر مرتب کیے اور رپورٹ قلمبند کی جو انگریزی میں ۱۰ اپریل ۱۹۵۴ء کو شائع کر دی گئی۔ یہ رپورٹ بڑی تقطیع کے ۳۸۷ صفحات اور تقریباً ایک لاکھ الفاظ پر مشتمل تھی۔ بعد میں اس کا اردو ایڈیشن بھی شائع کیا گیا۔

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اور جماعت احمدیہ کی بریت و مظلومیت

اگرچہ حالات سراسر ناموافق تھے اور ماحول انتہائی مخالف تھا مگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت مصلح موعود کے تحریری و تقریری بیانات کے نتیجہ میں معزز عدالت کے سامنے صداقت بہت حد تک آشکارا ہو گئی۔ حق کا بول بالا ہوا۔ جماعت احمدیہ کی بریت اور مظلومیت ثابت ہوئی اور اس کے مخالفین کے مظالم اور خفیہ منصوبے پوری طرح بے نقاب

ے "رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء" صفحہ ۲

ہو گئے۔ اور ہوئے بھی حکومتِ پنجاب کے ذریعے۔ جس نے سرکاری سطح پر آٹھ ماہ تک فسادات پنجاب کی تحقیقات پر لاکھوں روپیہ اپنے بجٹ سے صرف کیا اور پھر فاضل جج صاحبان کی مستند رپورٹ کے اُردو اور انگریزی ایڈیشن زرِکثیر سے چھپوا کر ملک بھر میں شائع کیے۔

یہ رپورٹ درحقیقت ۱۹۵۳ء کے فسادات کی مفصل تاریخ ہے۔ جس پر اُس دَور کے پاکستانی پریس نے فاضل ججوں کو زبردست خراجِ تحسین ادا کیا۔ ملک کے صحافیوں اور دانشوروں نے بالاتفاق اس کو ایک "تاریخی دستاویز" تسلیم کیا[1]

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ جماعتِ احمدیہ کی مظلومیت اور اُس کے خلاف الزامات کی بریّت سے بھری ہے مثلاً فاضل ججوں نے احمدیوں کے خلاف صوبائی حکومت کے افسوسناک طرزِ عمل کا نقشہ کھینچتے ہوئے اپنی رائے حسبِ ذیل الفاظ میں دی:۔

"احراریوں سے تو ایسا برتاؤ کیا گیا گویا وہ خاندان کے افراد ہیں اور احمدیوں کو اجنبی سمجھا گیا۔ احراریوں کا رویہ اُس بچے کا سا تھا جس کو اُس کا باپ کسی اجنبی کو پیٹنے پر سزا کی دھمکی دیتا ہے اور وہ بچہ یہ جان کر کہ اُسے سزا نہ دی جائے گی اجنبی کو پھر پیٹنے لگتا ہے۔ اس کے بعد چونکہ دوسرے لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں اس لیے باپ محض پریشان ہو کر بیٹے کو مارتا ہے لیکن نرمی سے تاکہ اُسے چوٹ نہ لگے۔"[2]

ایک افواہ اور اس کی تردید

فاضل ججوں نے اُن چالوں کا بھی ذکر کیا ہے جو شورش پسندوں نے حکام کے خلاف نفرت پھیلانے کے لیے اختیار کر رکھی تھیں مثلاً ایک یہ چال بیان کی کہ:۔

"یہ افواہ پھیلائی گئی کہ احمدی موٹر کاروں میں سوار ہو کر اندھا دھند لوگوں پر گولیاں چلا رہے ہیں۔"

---

[1] "نوائے وقت" لاہور (۲۴-۲۵ اپریل ۱۹۵۴ء) "ملت" لاہور (۲۵-۲۹ اپریل ۱۹۵۴ء) رسالہ "لاہور" لاہور (۲۶ اپریل ۱۹۵۴ء) زمیندار سدھار ملتان (۴ مئی ۱۹۵۴ء) رسالہ "اقدام" لاہور (۹ مئی ۱۹۵۴ء)
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب "Chief Justice Mohammed Munir" صفحہ ۲۲۷ تا صفحہ ۲۳۵

[2] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" اردو صفحہ ۴۲۲

فاضل جج اس افواہ سے متعلق لکھتے ہیں :-

" یہ بیان کہ بعض احمدی فوجی وردیاں پہنے ایک جیپ میں سوار ہو کر لوگوں کو اندھا دھند گولیوں کا نشانہ بنا رہے تھے - ہمارے سامنے موضوع ثبوت بنایا گیا اور اس کی تائید میں متعدد گواہ پیش کیے گئے - اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک پُراسرار گاڑی میں بعض نامعلوم آدمی اس دن شہر میں گھومتے رہے لیکن ہمارے سامنے اس امر کی کوئی شہادت نہیں کہ اس گاڑی میں احمدی سوار تھے یا وہ گاڑی کسی احمدی کی ملکیت تھی "[1]

جماعتِ احمدیہ کے امام اور دوسرے بزرگوں کو احراری لیڈروں نے فحش اور اخلاق سوز گالیاں دیں - اس کا ذکر فاضل جج صاحبان نے درجِ ذیل الفاظ میں کیا ہے :-

" ایک اردو اخبار مزدور ملتان سے شائع ہوتا ہے جس کا ایڈیٹر سید ابوذر بخاری ہے جو مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیٹا ہے - اس اخبار کی غالب توجہ صرف احمدیوں کے خلاف تحریک پر مرتکز رہی ہے - اس نے اپنی اشاعت مؤرخہ ۱۳ رجون ۱۹۵۲ء میں ایک مضمون شائع کیا **جس میں جماعتِ احمدیہ کے امام کے متعلق عربی خط میں ایک ایسی پست اور بازاری بات** لکھی کہ ہماری شائستگی ہمیں اس کی تصریح کی اجازت نہیں دیتی - اگر یہ الفاظ احمدی جماعت کے کسی فرد کے سامنے کہے جاتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کسی کی کھوپڑی توڑ دی جاتی تو ہمیں اس پر ذرا بھی تعجب نہ ہوتا - جو الفاظ استعمال کیے گئے وہ پرلے درجے کے مکروہ اور مبتذل ذوق کا ثبوت ہیں - اور ان میں اس مقدس زبان کی نہایت گستاخانہ تضحیک کی گئی ہے جو قرآنِ مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے "[2]

اُس زمانہ میں " آزاد " احراریوں کا ترجمان تھا - فاضل جج صاحبان اس اخبار کی شرمناک اشتعال انگیزیوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں :-

" " آزاد " احراریوں کا اخبار ہے جس کے ایڈیٹر ماسٹر تاج الدین انصاری ہیں - اس اخبار نے اپنے آغاز ہی سے اپنے کالموں میں احمدیوں اور ان کے عقائد اور اُن کے لیڈروں کے خلاف نہایت بازاری، ناشائستہ اور زہریلی مہم جاری کر رکھی تھی - چونکہ حکومت پنجاب نے اس کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا تھا اس لیے مرکزی حکومت نے اپنی چٹھی نمبری ۱- Poll ۵۱/۱/۴۴ مورخہ ۲۴

---

[1] تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ، صد ۱۵۹ [2] تحقیقاتی عدالت ص ۸۰ - ۸۱

مئی ۱۹۵۲ء میں اس اخبار کے بعض مضامین کے تراشے منسلک کرکے اُن کی طرف حکومتِ پنجاب کی توجّہ مبذول کرائی۔ ....لیکن اس اخبار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی اور حکومتِ پنجاب نے اپنی چٹھی ڈی۔ او نمبری ۵۲ P R ۸۸ مورخہ ۳۰ راگست ۱۹۵۲ء میں مرکزی حکومت کو صرف یہ اطلاع دے دی کہ اخبار مذکور کو شدید تنبیہ کر دی گئی ہے"۔ [1]

رپورٹ تحقیقاتی عدالت کا ایک اہم انکشاف

فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ میں گوجرانوالہ کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ اہم انکشاف کیا کہ جولائی ۱۹۵۲ء کی ایک کانفرنس میں ایک مقرر نے حضرت امام جماعت احمدیہ کے قتل پر اُکسایا اور احمدی کو قتل کرنا موجب رضائے الٰہی قرار دیا۔ رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"جولائی ۱۹۵۲ء میں ایک اور کانفرنس ہوئی جس میں صاحبزادہ فیض الحسن نے یہ اعلان کیا کہ کسی احمدی کو قتل کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے جب کانفرنس ختم ہوئی تو مولانا اختر علی خان کے اعزاز میں ایک دعوت چائے دی گئی جس میں ڈپٹی کمشنر اور مسلم لیگی لیڈر بھی شامل ہوئے بعد میں احمدیوں نے ڈپٹی کمشنر سے شکایت کی کہ اس کانفرنس میں ایک مقرر نے حاضرین کو امام جماعت احمدیہ کے قتل پر اُکسایا تھا"۔ [2]

یہ اشتعال انگیزیاں جو معلوم نہیں شورش کے ایام میں کس کس شکل میں اور کس کس مقام پہ کی گئیں پنجاب کی مسلم لیگی حکومت نے ان کو ذرہ برابر کوئی حیثیت نہ دی، بالآخر رنگ لائیں اور ۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کو یعنی تحقیقاتی عدالت میں بیان کے صرف دو ماہ کے اندر حضرت مصلح موعود پر ایک بدبخت نے بیت مبارک ربوہ میں نماز عصر کے بعد چاقو سے حملہ کر دیا۔ اس دردناک حادثہ کی تفصیل تاریخ احمدیت کی ۱۷ ویں جلد میں آرہی ہے۔

مارشل لاء پر منتج ہونے والے کوائف

وہ کوائف کیا تھے جو ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء کے نفاذ کا موجب ہوئے؟ فاضل جج صاحبان نے اس ضمن میں لکھا:۔

---

[1] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" صہ ۸۷

[2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء صہ ۱۸۰ (اردو)

"یہ امر تمام جماعتوں کے نزدیک مسلّم ہے کہ ۶ مارچ کو جو کوائف موجود تھے ان میں حالات کو فوج کے حوالے اور سول اقتدار کو فوج کے ماتحت کر دینا بالکل ناگزیر ہو چکا تھا۔ سول کے حکام جو عام حالات میں قانون و انتظام کے قیام کے ذمہ دار ہوتے ہیں کاملاً بے بس ہو چکے تھے اور ان میں ۶ مارچ کو پیدا ہونے والی صورتِ حالات کا مقابلہ کرنے کی کوئی خواہش اور اہلیت باقی نہ رہی تھی۔ نظم حکومت کی مشنری بالکل بگڑ چکی تھی اور کوئی شخص مجرموں کو گرفتار کر کے یا ارتکاب جرم کو روک کر قانون کو نافذ العمل کرنے کی ذمہ داری لینے پر آمادہ یا خواہاں نہ تھا۔ انسانوں کے بڑے بڑے مجمعوں نے جو معمولی حالات میں معقول اور سنجیدہ شہریوں پر مشتمل تھے ایسے سرکش اور جنون زدہ ہجوموں کی شکل اختیار کر لی تھی جن کا واحد جذبہ یہ تھا کہ قانون کی نافرمانی کریں اور حکومتِ وقت کو جھکنے پر مجبور کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی معاشرے کے ادنیٰ اور ذلیل عناصر موجودہ بد نظمی اور ابتری سے فائدہ اٹھا کر جنگل کے درندوں کی طرح لوگوں قتل کر رہے تھے۔ ان کی املاک کو لوٹ رہے تھے اور قیمتی جائیداد کو نذرِ آتش کر رہے تھے محض اس لیے کہ یہ ایک دلچسپ تماشا تھا۔ یا کسی خیالی دشمن سے بدلہ لیا جا رہا تھا۔ پوری مشینری جو معاشرے کو زندہ رکھتی ہے پُرزہ پُرزہ ہو چکی تھی۔ اور مجنون انسانوں کو دوبارہ ہوش میں لانے اور بے بس شہریوں کی حفاظت کرنے کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ سخت سے سخت تدابیر اختیار کی جائیں گویا مارشل لاء کے نفاذ کی براہِ راست ذمہ دار فسادات تھے۔" [1]

صوبائی حکومت اور سیاسی لیڈروں کا طرز عمل

اس کھلی بغاوت کے دوران صوبائی حکومت اور لاہور کے سیاسی لیڈروں کا طرز عمل کیا تھا؟ اس پر تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ حسب ذیل روشنی ڈالتی ہے:۔

"۵ مارچ کی سہ پہر کو گورنمنٹ ہاؤس میں شہریوں کا جو اجلاس ہوا اس میں کوئی لیڈر کوئی سیاسی آدمی اور کوئی شہری اس پر آمادہ نہ ہوا کہ شہریوں سے عقل و ہوش اختیار کرنے کی اپیل پر دستخط کرے۔ سب خوفزدہ تھے کہ ایسا کرنے سے وہ عوام میں نامقبول ہو جائیں گے۔ بلوائی ہجوم نے کوتوالی کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ۵ مارچ کی شام کو وزراء و حکام کے اجلاس میں جو فیصلے کیے گئے ان کا مطلب پولیس نے یہ سمجھا کہ گولی چلانا بالکل بند کر دیا جائے۔ لہٰذا بلوائی ہجوم نے کوتوالی کا محاصرہ جاری رکھا

---

[1] تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اردو ص ۱۹۲، ۱۹۳

اور ۶ مارچ کی صبح کو حکومت کی مشینری میں پورے سقوط کے آثار نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ حکومت نے طوائف الملوکی کے آگے کھلم کھلا ہتھیار ڈال دینے کا اعلان کر دیا۔ اس دن صبح کو چیف منسٹر کا "بیان" محض "میکیا ولیت" کا ایک نمونہ تھا۔ لیکن یہ چال کامیاب نہ ہو سکی۔ صورتِ حالات بالکل قابو سے باہر ہو گئی اور شہریوں نے محسوس کیا کہ ان کے جان و مال کو سخت خطرہ درپیش ہے الخ" [۱]

"سہ پہر کے جلسہ میں گورنر اور چیف منسٹر کے ایماء پر انسپکٹر جنرل پولیس نے صورتِ حالات کی مفصل کیفیت بیان کی۔ ان کے بعد دو اور مقررین یعنی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مسٹر احمد سعید کرمانی ایم۔ ایل اے نے تقریریں کیں۔ مولانا نے صورتِ حالات کو حکومت اور عوام کے درمیان خانہ جنگی سے تعبیر کیا اور بتایا کہ جب تک حکومت عوام کے مطالبات کے متعلق غور کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کرے گی میں کسی اپیل میں شریک نہیں ہو سکتا۔" [۲]

انہی کے متعلق ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ:۔

"جماعتِ اسلامی کے لیڈر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے حکومت کی ان سر توڑ کوششوں میں جو وہ ۵ مارچ کو فسادات کے روکنے کے لیے کر رہی تھی کسی قسم کا تعاون پیش نہ کیا......اس کے برعکس مولانا نے سرکشانہ رویہ اختیار کیا تمام واقعات کا الزام حکومت پر عائد کیا اور فسادی عناصر کو "تشدد کا شکار" کہہ کر ان سے عام ہمدردی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ گورنمنٹ ہاؤس میں انہوں نے جو رویہ اختیار کیا اس کے متعلق جو شہادت پیش ہوئی ہے اس سے ہم یہی اثر قبول کر سکتے ہیں کہ وہ پورے نظامِ حکومت کے انہدام کی توقع کر رہے تھے اور حکومت کی متوقع پریشانی پر بغلیں بجا رہے تھے۔" [۳]

"اس نے ان فسادات کو فرو کرنے کے لیے جو نہایت سرعت سے نہایت تشویش انگیز صورت اختیار کر رہے تھے قوت کا استعمال کیا۔ سید فردوس شاہ کو ۴ کی شام کو ایک غضب ناک ہجوم نے مسجد وزیر خاں کے اندر یا باہر قتل کر دیا۔ یہ بعد میں ہونے والے واقعات کا محض ایک پیش خیمہ تھا لیکن اس حادثے کے بعد بھی جماعت اسلامی نے نہ اظہارِ تاسف کیا نہ اس وحشیانہ قتل کی مذمت میں ایک لفظ کہا بلکہ اس کے برعکس اس جماعت کے بانی نے آگ اور خون کے اس ہولناک ہنگامے کے

---

[۱] رپورٹ صفحہ ۲۵۳ ۔ [۲] رپورٹ صفحہ ۱۶۳ ۔ [۳] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۷۰

درمیان "قادیانی مسئلہ" کا بم پھینک دیا"۔ [1]

فسادات کی ذمہ داری

تحقیقاتی عدالت کے بنیادی فرائض میں یہ شامل تھا کہ وہ تحقیق و تفتیش کے بعد رائے قائم کرے کہ فسادات کی ذمہ داری کس جماعت یا فرد پر عائد ہوتی ہے۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے فاضل جج صاحبان نے اگرچہ بعض واقعات کی طرف اشارہ کر کے یہ لکھا کہ:۔

"اُن کے خلاف عام شورش کا موقع خود اُنہیں کے طرزِ عمل نے بہم پہنچایا"۔ [2]

مگر بایں ہمہ اُنہوں نے واضح لفظوں میں یہ فیصلہ دیا:۔

"احمدی براہِ راست فسادات کے لیے ذمہ دار نہ تھے کیونکہ فسادات حکومت کے اس اقدام کا نتیجہ تھے جو حکومت نے اس پروگرام کے خلاف کیا تھا جو ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد کے ماتحت آل مسلم پارٹیز کنونشن نے اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا"۔ [3]

اس کے مقابل فاضل ججوں نے اپنی تحقیقات کی بناء پر مندرجہ ذیل جماعتوں یا اداروں کو فسادات پنجاب کا براہِ راست ذمہ دار ٹھہرایا:۔

(۱) مجلس احرار (۲) جماعتِ اسلامی (۳) آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن کراچی (۴) آل مسلم پارٹیز کنونشن لاہور (۵) تعلیماتِ اسلامی بورڈ کراچی کے ممبر (۶) صوبائی مسلم لیگ (۷) مرکزی حکومت (۸) محکمۂ اسلامیات (۹) اخبارات

مطالبات کا بچہ

فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا:۔

"خواجہ ناظم الدین نے اپنی شہادت میں ایک نہایت موزوں تشبیہ استعمال کی ہے۔ اور شکایت کی ہے کہ مسٹر دولتانہ چاہتے تھے کہ میں "ننھے کو لیے رہوں" اگر مطالبات کو ایک ننھے بچے سے تشبیہ دی جائے۔ تو ذمہ داری کے پورے موضوع کو ایک فقرے میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً احرار نے ایک بچہ جنا جسے انہوں نے متبنّٰی بنانے کے لیے علماء کی خدمت

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ نمبر ۲۷۱ ؛ [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صہ ۲۸۱

[3] ایضاً صہ ۲۷۹۔

میں پیش کیا۔ علماء نے اس کا باپ بننا منظور کر لیا۔ لیکن مسٹر دولتانہ نے سمجھ لیا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر پنجاب میں شرارت کرے گا لہٰذا انہوں نے اس کو ایک نہر میں بہا دیا۔ جو میر نور احمد کی مدد سے کھودی گئی تھی۔ اور جس کو پانی اخباروں نے اور خود مسٹر دولتانہ نے بہمپا کیا تھا۔ جب یہ بچہ حضرت موسیٰ کی طرح بہتا ہوا خواجہ ناظم الدین تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ بچہ خوبصورت تو ہے۔ لیکن اس کے چہرے پر ایک چین جبین اور ایک غیر معلوم سی ناگواری نظر آتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو گود میں لینے سے انکار کیا۔ اور پرے پھینک دیا۔ اس پر بچے نے ایڑیاں رگڑنا اور شور مچانا شروع کر دیا۔ اس شور نے اس کی پیدائش کے صوبے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور خواجہ ناظم الدین اور مسٹر دولتانہ دونوں کو موقوف کرا دیا۔ یہ بچہ ابھی زندہ ہے اور راہ دیکھ رہا ہے کہ کوئی آئے اور اسے اٹھا کر گود میں لے لے۔ اس مملکت خداداد پاکستان میں سیاسی ڈاکوؤں۔ طالع آزماؤں اور گمنام اور بے حیثیت آدمیوں۔ غرض سب کے لیے کوئی نہ کوئی روزگار موجود ہے۔ ہمارے سامنے صرف دو ایسے آدمی ہیں، جنہوں نے اس قسم کا روزگار قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ یعنی سردار بہادر خاں وزیر مواصلات اور مسٹر حمید نظامی ایڈیٹر "نوائے وقت" انہوں نے اس بچے کو اور اس کے تمام نتائج کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"[1]

رپورٹ کے اختتامی الفاظ

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ مندرجہ ذیل فقرات پر ختم ہوتی ہے ہمارا خیال ہے کہ یہ مطالبات بغیر کسی مذہبی احتیاط کے بغیر امن عامہ کو خطرے میں ڈالے اور بغیر حسیات عامہ کو صدمہ پہنچائے مسترد کیے جا سکتے تھے۔ لیکن ہمارے نزدیک قانون و انتظام کی صورت حالات کے مقاصد کے لیے ان کا جواب دینا بالکل ضروری نہ تھا۔ وہ صورت حالات تو ایک سادہ حکم امتناعی کے نفاذ ہی سے بہت بہتر ہو گئی تھی (گو وہ حکم بہت ناکافی تھا) لیکن جب جولائی ۱۹۵۲ء کے بعد احرار اور علماء کے ہر قول و فعل کی طرف سے کامل بے پروائی کا رویہ اختیار کر لیا گیا، تو وہ صورت حالات پھر بگڑتی چلی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس چیف منسٹر کی ان تقریروں کی وجہ سے یہ بگاڑ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ جن میں انہوں نے علی الاعلان

---

[1] تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص ۳۰۷

یہ خیال ظاہر کیا کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں ۔

اخبارات نے یقیناً ڈائرکیٹر تعلقاتِ عامہ کی حوصلہ افزائی سے شورش کی آگ کو ہوا دی اور ہم ڈاکٹر قریشی کے اس خیال سے متفق ہیں کہ مسٹر دولتانہ ہرگز اس امر سے بے خبر نہ ہو سکتے تھے۔ کہ اخبارات کیا کر رہے ہیں ۔ اردو کے چار اخباروں کو ان کے ہزاروں پرچوں کے عوض بڑی بڑی رقمیں دی گئیں اور وہ پرچے بھی شاید خریدے نہ گئے۔ اور یہ سب کچھ ایک پرانی پالیسی کی تعمیل میں کیا گیا۔ کہ حکومت کی حمایت کرنے والے اخباروں کی سرپرستی کی جائے اور اگرچہ یہی اخبارات سب سے زیادہ شورش انگیزی کر رہے تھے ۔لیکن جولائی ۱۹۵۲ء میں ان کے معاہدوں کی تجدید کر دی گئی اور مسٹر دولتانہ کو اس کا علم تھا دو لاکھ روپے کی رقم جو اسمبلی نے ناخواندہ بالغوں کی تعلیم کے لیے منظور کی تھی ۔مسٹر دولتانہ کے احکام کے ماتحت ان چار اخباروں کی خریداری کیلئے منتقل کر لی گئی ۔ اور کہا گیا کہ اس سکیم کو خفیہ رکھا جائے۔ ڈائرکیٹر نے نہایت خیرہ چشمی سے ہمارے سامنے بیان کیا کہ یہ سکیم خواندگی کو ترقی دینے کے لیے نہیں بلکہ خاص قسم کے اخباروں کی امداد کے لیے وضع کی گئی تھی ۔ "زمیندار" باوجود اس امر کے کہ وہ جولائی ۱۹۵۲ء کے بعد بھی جب ڈاکٹر قریشی نے مسٹر دولتانہ سے شکایت کی تھی، برابر نفرت کی تلقین و اشاعت کرتا رہا ۔ گویا مامور من اللہ سمجھا جاتا رہا اور اس کے خلاف اقدام اس وقت تک ملتوی ہوتا رہا جب آخر اس التواء کی کوئی گنجائش نہ رہی ۔ کیونکہ مرکز نے سخت شکایت کی تھی ۔ احراریوں کے آرگن "آزاد" کی طرف مرکز نے بار بار صوبائی حکومت کو توجہ دلائی اور صوبائی حکومت نے ہر دفعہ محض تنبیہ پر اکتفا کیا ۔

مجلس عمل کے چیلنج کو دونوں میں سے کسی حکومت نے بھی سنجیدگی سے قابلِ توجہ نہ سمجھا ۔ خواجہ ناظم الدین آخری لمحے تک اسی اُمید میں رہے کہ غیب سے کوئی اچھا سامان ہو جائے گا۔ اور صوبائی حکومت مطمئن رہی کہ شورش کا آغاز کراچی میں ہو گا ۔

آخر کار جب الٹی میٹم رد کر دیا گیا ۔ تو پوری صورت حالات کو بالکل تھیٹر کے ایک پُرامن تماشے کی طرح سمجھا گیا ۔جس میں مطمئن سامعین کی دلچسپی کے لیے سٹیج پر جلوس نکالے اور نعرے لگائے جا رہے ہوں ۔ لاہور میں جلوس قریب قریب روزانہ نکلتے ہیں ۔ اور کوئی شخص ان کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ جرگے بہت ہو رہے تھے ۔ اور کارروائی بالکل مفقود تھی ، پولیس بھی موجود تھی اور فوج بھی موجود تھی ۔ اور جیسا کہ آفسر نے کہا ہر شخص صورت حالات کے متعلق گہرے غور و خوض میں مصروف تھا اور ہر شخص کو معلوم تھا۔ کہ

کیا کرنا چاہیئے۔ ہر شخص محسوس کر رہا تھا۔ کہ فوج خاصہ کام انجام دے سکتی تھی۔ لیکن کسی کو یہ معلوم نہ تھا، کہ ایسا کیوں نہ ہوا۔"

"بعض کہتے ہیں کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ دوسرے کہتے ہیں کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ لوگ یونہی قیاسی باتیں کرتے ہیں .... تو کہدے کہ میرا خدا بہتر جانتا ہے (کہف)

ہمیں یقین واثق ہے کہ اگر احرار کے مسئلے کو سیاسی مصالح سے الگ ہو کر محض قانون و انتظام کا مسئلہ قرار دیا جاتا تو صرف ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کے تدارک کے لیے کافی تھے۔ چنانچہ وہ طاقت جسے انسانی ضمیر کہتے ہیں۔ ہمیں یہ سوال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ کہ آیا ہمارے سیاسی ارتقاء کے موجودہ مرحلے پر قانون و انتظام کا مسئلہ اس جمہوری "ہم بستر" سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا جسے وزارتی حکومت کہتے ہیں۔ اور جس کے سینے پر ہر وقت کابوس سوار رہتا ہے۔ لیکن اگر جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ قانون و انتظام کو سیاسی اغراض کے ماتحت کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ہی علیم و خبیر ہے کہ کیا ہو گا اور یہاں ہم رپورٹ کو ختم کرتے ہیں۔"[1]

رپورٹ تحقیقاتی عدالت اور احراری الزامات کا جائزہ

احرار لیڈر ملک میں جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کے لیے جو الزامات جماعتِ احمدیہ پر مسلسل عائد کر رہے تھے۔ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں اُن کا جائزہ بھی لیا گیا۔ مثلاً رپورٹ میں لکھا ہے :۔

"احراری مقررین کئی دفعہ اپنی تقریروں میں کہہ چکے ہیں کہ مرزا محمود احمد اور چوہدری ظفر اللہ خاں کی غداری ہی کی وجہ سے ضلع گورداسپور بھارت میں شامل ہو گیا اور پاکستان کو نہ مل سکا۔"[2]

فاضل ججوں نے اس الزام کو سراسر جھوٹا قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا :۔

"احمدیوں کے خلاف معاندانہ اور بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں کہ باؤنڈری کمیشن کے فیصلے میں ضلع گورداسپور اس لیے ہندوستان میں شامل کر دیا گیا کہ احمدیوں نے ایک خاص

---

[1] تحقیقاتی رپورٹ ص ۴۲۴ تا ۴۲۵؛ [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۲۵ - ۱۲۶

رویّہ اختیار کیا اور چوہدری ظفر اللہ خاں نے جنہیں قائداعظم نے اس کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے پر مامور کیا تھا خاص قسم کے دلائل پیش کیے لیکن عدالت ہٰذا کا صدر جو اس کمیشن کا ممبر تھا اس بہادرانہ جدوجہد پر تشکّر و امتنان کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو چوہدری ظفر اللہ خاں نے گورداسپور کے معاملے میں کی تھی۔

یہ حقیقت باؤنڈری کمیشن کے کاغذات میں ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اس مسئلے سے دلچسپی ہو وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں۔ ان کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالتِ تحقیقات میں اُن کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ شرمناک ناشکرے پن کا ثبوت ہے۔" [1]

۱۹۵۳ء کی ساری شورش "تحفظِ ختمِ نبوت" کے نام پر اُٹھائی گئی تھی۔ فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں جماعتِ احمدیہ کا ذکر کر کے لکھا:۔

"ہمارے سامنے جو مُوقف اختیار کیا گیا ہے وہ واضح طور پر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد اپنے آپ کو محض اس لیے نبی کہتے تھے کہ اُن کو ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے نبی کر کے مخاطب کیا تھا۔ وہ کوئی نیا قانون یا ضابطہ نہیں لائے۔ انہوں نے اصلی اور پرانی شریعت میں نہ کوئی تنسیخ کی ہے نہ اضافہ کیا ہے۔ اور مرزا صاحب کی وحی پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص خارج از اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا۔" [2]

فاضل ججوں نے مسئلۂ وفات و حیاتِ مسیحؑ کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کا یہ عقیدہ درج کیا ہے کہ:۔

"مسیحؑ صلیب پر نہیں، بلکہ عام حالات میں طبعی مَوت مرے تھے۔ اُن کے خصائل رکھنے والا ایک اَور آدمی مَوعُود تھا۔ چنانچہ وہ مرزا غلام احمد کی شخصیت میں ظہور کر چکا ہے۔ وہ نامور علماء و ائمہ کی کئی تحریرات اپنے اس عقیدہ کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ روزِ قیامت سے پیشتر جو مسیح موعود ظاہر ہونے والا تھا خود مسیح نہیں بلکہ مثیلِ مسیح ہوگا۔" [3]

---

[1] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" صفحہ ۲۰۹ ؛ [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۹۹

[3] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" صفحہ ۲۰۲

مُدّت سے یہ مکروہ پراپیگنڈا بھی کیا جا رہا تھا کہ معاذ اللہ احمدی جہادِ اسلامی کے مُنکر ہیں۔ اور یہ کہ بانیٔ جماعتِ احمدیہ نے اس جہاد کو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اسلام کی رُوحِ رواں ہے منسوخ کر دیا ہے۔ فاضل جج صاحبان نے اس بارے میں بالوضاحت لکھا کہ:۔

"جہاں تک عقیدۂ جہاد کا تعلق ہے احمدیوں کا خیال یہ ہے کہ جس جہاد کو جہاد بالسّیف کہتے ہیں وہ صرف اپنے دفاع میں جائز ہے اور مرزا غلام احمد (صاحب) نے اس مسئلہ پر اپنا خیال پیش کرتے ہوئے محض ایک عقیدہ مرتّب کر لیا ہے جو قرآنِ مجید ہی کی متعدد آیات پر مبنی اور براہِ راست اسی سے ماخوذ ہے (فاضل ججوں نے وہ آیات بھی اس سے قبل نقل کر دیں۔ناقل) اور مرزا صاحب قرآن مجید کے کسی قاعدے یا کسی ہدایت کو منسوخ و موقوف کرنے کے مدّعی نہیں ہیں"۔ [۱]

غیر احمدی علماء نے عدالت میں جہاد کے متعلق حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کے بعض اقوال واقتباسات پیش کیے تھے۔ فاضل ججوں نے ان کا ذکر کر کے لکھا:۔

"احمدیوں کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو الفاظ و تصریحات استعمال کی گئی ہیں اُن میں تنسیخ کا مفہوم نہیں بلکہ قرآن مجید کے ایک عقیدے کی تعبیر و توجیہ ہے جو صدیوں سے غلط فہمی کا شکار رہتا رہا ہے اور بہر کیف ان الفاظ کی تعبیر دوسرے لوگ کچھ بھی کریں احمدیوں نے اس کا مطلب ہمیشہ یہی سمجھا ہے کہ ان میں کوئی نیا عقیدہ رائج نہیں کیا گیا۔ بلکہ اُسی اصلی اور ابتدائی عقیدے کا اعادہ ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے اور مرزا غلام احمد (صاحب) نے صرف پرانے عقیدے کی پاکیزگی کو میل کچیل سے پاک کر دیا۔ جماعتِ احمدیہ نے اس سلسلہ میں "یَضَعُ الْحَرْبَ" کی حدیث بھی پیش کی ہے اور کہا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں کسی قانون کو منسوخ نہیں کیا۔ بلکہ اس حدیث کے مطابق صرف قتال کو معطّل کر دیا ہے۔ یہ نکتہ بے حد اہم ہے"۔ [۲]

جماعتِ احمدیہ اپنے قیام کے آغاز ہی سے یہ عقیدہ پیش کرتی آرہی ہے کہ اسلام آزادیٔ

---

[۱] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ص ۲۰۵۔ [۲] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" صفحہ نمبر ۲۰۶۔

فکر کا علمبردار ہے اور اس میں محض ارتداد کی سزا ہرگز قتل نہیں۔ عدالت میں یہ مسئلہ بھی زیرِ بحث آیا اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کے رسالہ "الشہاب" کو بڑی اہمیت دی گئی جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اسلام میں اِرتداد کی سزا قتل ہے۔ فاضل ججوں نے جماعتِ احمدیہ کے نظریہ کی پُرزور تائید کرتے ہوئے لکھا:۔

"ارتداد کے لیے سزائے موت بہت دُور رس متعلّقات کی حامل ہے۔ اور اس سے اسلام مذہبی جنونیوں کا دین ظاہر ہوتا ہے جس میں حرّیت فکر مستوجب سزا ہے۔ قرآن تو بار بار عقل و فکر پر زور دیتا ہے۔ رواداری کی تلقین کرتا ہے اور مذہبی امور میں جبر و اِکراہ کے خلاف تعلیم دیتا ہے لیکن ارتداد کے متعلق جو عقیدہ اس کتابچے میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ آزادیٔ فکر کی جڑ پر ضرب لگا رہا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ جو شخص پیدائشی مسلمان ہو یا خود اسلام قبول کر چکا ہو وہ اگر اس خیال سے مذہب کے موضوع پر فکر کرے کہ جو مذہب اسے پسند آئے اس کو اختیار کرے تو وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔ اس اعتبار سے اسلام کامل ذہنی فالج کا پیکر بن جاتا ہے۔ اور اگر اس کتابچہ کا یہ بیان صحیح ہے کہ عرب کے وسیع رقبے بارہا انسانی خون سے رنگین ہوئے تھے تو اس سے یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ عین اس زمانے میں بھی جب اسلام عظمت و شوکت کے نقطۂ عروج پر تھا اور پورا عرب اس کے زیرِ نگیں تھا اس ملک میں بے شمار ایسے لوگ موجود تھے جو اس مذہب سے منحرف ہو گئے تھے اور انہوں نے اس کے نظام کے ماتحت رہنے پر موت کو ترجیح دی تھی"۔[1]

وزیر داخلہ کا جنہوں نے حکومتِ پنجاب کو اس کتابچہ کی ضبطی کا مشورہ دیا تھا اور جو خود بھی دینی امور میں خاص مہارت رکھتے ہیں ذکر کر کے فاضل جج لکھتے ہیں کہ:۔

انہوں نے ضرور یہ سوچا ہوگا کہ اس کتابچے کے مصنّف نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ اس نظیر پر مبنی ہے جو عہد نامہ عتیق کے فقرات ۲۶، ۲۷، ۲۸ میں مذکور ہے اور جس کے متعلق

---

[1] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ص ۲۳۷

قرآن کی دوسری سورۃ کی ۲۵۶ویں آیت میں جزوی سا اشارہ کیا گیا ہے۔ اس نتیجے کا اطلاق اسلام سے ارتداد پر نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ قرآن مجید میں ارتداد پر سزائے موت کی کوئی واضح آیت موجود نہیں اس لیے کتابچے کے مصنف کی رائے بالکل غلط ہے بلکہ اس کے برعکس ایک تو سورۂ کافرون کی چھ مختصر آیات میں اور دوسری سورۃ کی آیت "لَآ اِکْرَاہَ" کی تہہ میں جو مفہوم ہے اس سے وہ نظریہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے جو "اَنْشِقَاب" میں قائم کیا گیا ہے"۔

نیز لکھا:۔

"سورۂ کافرون صرف تیس الفاظ پر مشتمل ہے۔ اس کی کوئی آیت چھ الفاظ سے زیادہ کی نہیں۔ اس سورت میں وہ بنیادی خصوصیت واضح کی گئی ہے جو کردارِ انسانی میں ابتدائے آفرینش سے موجود ہے۔ اور "لَآ اِکْرَاہَ" والی آیت میں جس کا متعلقہ صرف نو الفاظ پر مشتمل ہے ذہن انسانی کی ذمہ واری کا قاعدہ ایسی صحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر صحت ممکن نہیں۔ یہ دونوں متن جو الہام الٰہی کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتے ہیں، انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے اس اصول کی بنیاد و اساس ہیں جس کو معاشرۂ انسانی نے صدیوں کی جنگ و پیکار اور نفرت و خونریزی کے بعد اختیار کیا ہے اور قرار دیا ہے کہ یہ انسان کے اہم ترین بنیادی حقوق میں سے ہے لیکن ہمارے علمائے محققین اسلام کو جنگجوئی سے کبھی الگ نہیں کریں گے"۔[1]

اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق اور علماء

مخالف علماء چونکہ یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دے کر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو وزارتِ خارجہ سے اور دوسرے احمدیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے اس لیے فاضل عدالت کے سامنے یہ اہم نکتہ بھی زیر غور آیا کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو کیا حیثیت حاصل ہو گی؟ آیا انہیں وہی حقوقِ شہریت حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو ہوں گے؟ اور انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ

---

[1] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸

کا حق ہوگا یا نہیں ؟ فاضل جج لکھتے ہیں :۔

" اگر ہم اسلامی دستور نافذ کریں گے تو پاکستان میں غیر مسلموں کا مؤقف کیا ہوگا ؟ ممتاز علماء کی رائے یہ ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کی حیثیت ذمیوں کی سی ہوگی اور وہ پاکستان کے پورے شہری نہ ہوں گے کیونکہ اُن کو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہوں گے ۔ وضع قوانین میں اُن کی کوئی آواز نہ ہوگی ۔ قانون کے نفاذ میں اُن کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور انہیں سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کا کوئی حق نہ ہوگا " [1]

فاضل جج مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی کی شہادت سے متعلقہ فقرات درج کر کے لکھتے ہیں :۔

" پس اس عالمِ دین کی شہادت کی رُو سے پاکستان کے غیر مسلم نہ تو شہری ہوں گے نہ انہیں ذمیوں یا معاہدوں کی حیثیت حاصل ہوگی " [2]

امیرِ شریعتِ احرار جناب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے عدالت میں بیان دیا تھا کہ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم حکومت کا وفادار ہو ۔ اسی طرح چار کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی مملکت کے وفادار شہری ہوں " [3]

اس بیان پر فاضل جج لکھتے ہیں :۔

" یہ جواب اس نظریے کے بالکل مطابق ہے جو ہمارے سامنے پُر زور طریق پر پیش کیا گیا ہے ۔ لیکن اگر پاکستان کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے دستور کی بنیاد مذہب پر رکھے تو یہی حق ان ملکوں کو بھی دینا ہوگا ۔ جن میں مسلمان کافی بڑی اقلیتوں پر مشتمل ہیں یا جو کسی ایسے ملک میں غالب اکثریت رکھتے ہیں جن میں حاکمیت کسی غیر مسلم قوم کو حاصل ہے " [4]

پس جب پاکستان کی اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کا یہ مؤقف ہوگا تو ردِ عمل کے طور پر اس کے بعض نتائج اُن مسلمانوں پر ضرور اثر انداز ہوں گے جو غیر مسلم مملکتوں میں آباد ہیں ۔ اس لیے عدالت نے علماء سے یہ سوال کیا کہ اگر پاکستان میں غیر مسلموں کے ساتھ شہریت کے معاملات میں مسلموں سے

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ، صفحہ ۲۲۹ ؛ [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ، صفحہ نمبر ۲۳۱
[3] ایضاً صفحہ ۲۴۵ ؛ [4] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۴۵

مختلف سلوک کیا جائے۔ تو کیا علماء کو اس امر پر اعتراض ہوگا؟

مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری صدر جمعیۃ العلماء پاکستان نے یہ جواب دیا کہ ہندوؤں کو جو ہندوستان میں اکثریت رکھتے ہیں۔ ہندو دھرم کے ماتحت مملکت قائم کرنے کا حق ہے اور اگر اس نظامِ حکومت میں منوشاستر کے ماتحت مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودروں کا سا سلوک کریں تو اُن پر مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

اسی طرح مولانا مودودی صاحب نے کہا:۔

"یقیناً مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حکومت کے اس نظام میں مسلمانوں سے ملیچھوں اور شودروں کا سا سلوک کیا جائے ان پر منو کے قوانین کا اطلاق کیا جائے اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق قطعاً نہ دیئے جائیں"۔ [1]

۲۔ میاں طفیل محمد قیم جماعت اسلامی کے متعلق رپورٹ کہتی ہے کہ:۔

"اس گواہ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ اگر کوئی غیر مسلم حکومت اپنے ملک کی سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو آسامیاں پیش بھی کرے۔ تو ان کا فرض ہوگا کہ ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیں"۔ [2]

۳۔ غازی سراج الدین صاحب منیر نے جب یہ جواب دیا کہ ہمسایہ ملک اپنے سیاسی نظام کو اپنے مذہب پر مبنی قرار دے سکتا ہے۔ تو عدالت نے اس سے سوال کیا۔

سوال:۔ کیا آپ انکا یہ حق تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ تمام مسلمانانِ ہند کو شودر اور ملیچھ قرار دے دیں اور انہیں کسی قسم کا شہری حق نہ دیں؟

جواب:۔ ہم انتہائی کوشش کریں گے۔ کہ ایسی حرکت سے پہلے ہی اُن کی سیاسی حاکمیت ختم کر دی جائے۔ ہم ہندوستان کے مقابلے میں بہت طاقتور ہیں۔ ہم ضرور اتنے مضبوط ہوں گے کہ ہندوستان کو ایسا کرنے سے روک دیں"۔

جب غازی صاحب نے عدالت کے سوال پر یہ جواب دیا کہ تبلیغِ اسلامی مذہبی فرائض میں سے ہے اور مسلمانانِ ہند کا بھی فرض ہے کہ علی الاعلان اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ اور ان کو اس کا حق حاصل

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۴۵ :: [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۴۶

ہونا چاہیئے تو عدالت نے سوال کیا ۔

سوال : "اگر ہندوستانی مملکت مذہبی بنیاد پر قائم کر دی جائے اور وہ اپنے مسلم باشندوں کو تبلیغ مذہب کے حق سے محروم کر دے تو کیا ہو گا ؟

جواب : ۔ اگر ہندوستان کوئی ایسا قانون وضع کرے گا تو چونکہ میں تحریک توسیع پر ایمان رکھتا ہوں ۔ اس لیے ہندوستان پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لوں گا ۔ اس پر عدالت نے یہ ریمارک لکھا ہے :۔

"گویا مذہبی وجوہ کی بناء پر امتیازی سلوک کی باہم مساوات کا یہ جواب ہے" پھر فاضل ججوں نے اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کی ہے ۔

" ہمارے سامنے جس نظریے کی حمایت کی گئی ہے ۔ اس کو اگر ہندوستان کے مسلمان اختیار کر لیں تو وہ مملکت کے سرکاری عہدوں سے کاملاً محروم ہو جائیں گے اور صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی ان کا یہی حشر ہو گا جہاں غیر مسلم حکومتیں قائم ہیں مسلمان ہر جگہ دائمی طور پر مشتبہ ہو جائیں گے ۔ اور فوج میں بھرتی نہ کیے جائیں گے ۔ کیونکہ اس نظریہ کے مطابق کسی مسلم ملک اور کسی غیر مسلم ملک کے درمیان جنگ ہونے کی صورت میں غیر مسلم ملک کے مسلم سپاہیوں کے لیے کوئی چارہ نہیں کہ یا تو مسلم ملک کا ساتھ دیں یا اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں "[1]

فاضل ججوں کو نہایت افسوس سے ان کے دائرہ نگاہ کی تنگی کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھنا پڑا :۔

" علماء نے ہم سے صاف صاف کہہ دیا ہے (اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے آنسو بہانا تو ایک طرف رہا آنکھ تک نہیں جھپکی کہ جب تک ہمارے خاص نمونے کا اسلام یہاں رائج ہے ۔ ہم کو اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کہ دوسرے ممالک کے مسلمانوں کا کیا حشر ہو گا صرف ایک مثال سن لیجیئے ۔

" امیرِ شریعت نے کہا " باقی ۴ ۶ کروڑ (یہ عدد ان کا اپنا ہے) کو اپنی تقدیر کا فیصلہ خود کرنا چاہیئے "

. . . . ۔ لہٰذا جن لوگوں کو صرف یہیں کی کھیتوں کی نہیں بلکہ چین اور پیرو کی فصلوں کی دیکھ بھال کرنی ہے ان کے لیے اشد ضروری ہے کہ تمام اطراف کے مفادات کا خیال رکھیں "[2]

پھر فاضل ججوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہے ۔

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۴۶ ، ص ۲۴۷ ؛ [2] رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۳۲۲

"آج مسلمان یادِ ماضی کا لبادہ اوڑھے، صدیوں کا بھاری بوجھ اپنی پشت پر لادے، مایوس و مبہوت ایک دوراہے پر کھڑا ہے اور فیصلہ نہیں کر سکتا کہ دونوں میں سے کس موڑ کا رخ کرے۔ دین کی وہ تازگی اور سادگی جس نے ایک زمانے میں اس کے ذہن کو عزمِ مصمم اور اس کے عضلات کو لچک عطا کی تھی آج اس کو حاصل نہیں ہے اس کے پاس نہ فتوحات حاصل کرنے کے وسائل ہیں نہ اہلیت ہے اور نہ ایسے ممالک ہی موجود ہیں جن کو فتح کیا جا سکے مسلمان بالکل نہیں سمجھتا کہ جو قوتیں آج اس کے خلاف صف آراء ہیں۔ وہ ان قوتوں سے بالکل مختلف ہیں جن سے اس کو ابتدائے اسلام میں جنگ کرنی پڑی تھی اور اس کے اپنے آباء و اجداد ہی کی راہ نمائی سے ذہن انسانی نے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں جن کے سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔ .... صرف ایک ہی چیز ہے جو اسلام کو ایک عالمگیر تصور کی حیثیت سے محفوظ رکھ سکتی ہے اور مسلمان کو جو آج ضد و قدامت کا پیکر بنا ہوا ہے۔ دنیائے حال اور دنیائے مستقبل کا شہری بنا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی نئی تاویل و تشکیل دلیرانہ کی جائے جو زندہ حقائق کو مردہ تصورات سے الگ کر دے .... اگر ہم جہاں ریتی کی ضرورت ہے وہاں ہتھوڑا استعمال کرنا چاہیں گے اور اسلام سے ان عقدوں کے حل کرنے کی توقع رکھیں گے جن کو حل کرنا اس کا کبھی مقصود نہ تھا مایوسی نامرادی اور دل شکستگی برابر ہمارے شاملِ حال رہے گی۔ وہ مقدس دین جس کا نام اسلام ہے برابر زندہ رہے گا۔ خواہ ہمارے لیڈر اس کو نافذ کرنے کے لیے موجود نہ بھی ہوں۔ دین اسلام فرد میں۔ اس کی روح اور اس کے نقطۂ نگاہ میں اور مہد سے لحد تک خدا اور بندوں کے ساتھ تعلقات میں زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور ہمارے اربابِ سیاست کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر احکامِ الٰہی ایک انسان کو مسلمان نہیں رکھ سکتے۔ تو ان کے قوانین یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔"[1]

تحقیقاتی عدالت اور "مسلم" کی تعریف

اب ہم "تحقیقاتی عدالت" کی رپورٹ[1] اس حصہ کی طرف آتے ہیں جو ہمارے نزدیک آئینی و مذہبی اعتبار سے سب سے اہم ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلامی ریاست میں **مسلم کی تعریف** کیا ہے؟ فاضل جج لکھتے ہیں:۔

"جمہوریہ اسلامی کے دوران میں رئیسِ مملکت یعنی خلیفہ ایک ایسے نظامِ انتخاب کے

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱

ماتحت منتخب کیا جاتا تھا جو زمانۂ حاضر کے انتخاب سے قطعاً مختلف تھا۔ اور اس کی بنیاد نہ بالغوں کے حقِ رائے دہی پر اور نہ عمومی نمائندگی کی کسی اور ہیئت پر تھی۔ اس کی جو بیعت کی جاتی تھی جسے حلفِ اطاعت کہنا چاہیئے اُسے ایک مقدس معاہدہ کی حیثیت حاصل تھی اور جب وہ اجماع الامت یعنی لوگوں کے اتفاق آراء سے منتخب ہو جاتا تھا تو جائز حکومت کے تمام شعبوں کا سرچشمہ بن جاتا تھا۔ اس کے بعد اس کو اور صرف اس کو حکومت کرنے کا حق ہوتا تھا وہ اپنے بعض اختیارات اپنے نائبوں کو تفویض کر سکتا تھا۔ اور اپنے گرد ایسے اشخاص کے ایک گروہ کو جمع کر لیتا تھا جو علم و تقویٰ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اس گروہ کو مجلس شوریٰ یا اہل الحل والعقد کہتے تھے۔ اس نظام کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ کفّار اُن وجوہ کے ماتحت جو واضح تھے اور جن کے بیان کی حاجت نہیں اس مجلس میں دخل حاصل نہیں کر سکتے تھے اور خلیفہ اپنے اختیارات کفّار کو بالکل تفویض نہ کر سکتا تھا۔ خلیفہ حقیقی رئیسِ مملکت اور تمام اختیارات کا حامل ہوتا تھا اور زمانہ حاضر کی کسی جمہوری مملکت کے صدر کی طرح ایک بے اختیار فرد نہ تھا جس کا فرض صرف اتنا ہوتا ہے کہ اپنے وزیرِاعظم اور کابینہ کے فیصلوں پر دستخط کر دے۔ وہ غیر مسلموں کو اہم عہدوں پر مقرر نہ کر سکتا تھا نہ قانون کی تعبیر یا تنفیذ میں اُن کو کوئی جگہ دے سکتا تھا۔ اور وضعِ قوانین کا کام اِن کے سپرد کرنا تو قانونی اعتبار سے بالکل ہی ناممکن تھا۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو مملکت کو لازماً کوئی ایسا انتظام کرنا ہوگا کہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق معین ہو سکے اور اس کے نتائج پر عمل درآمد کیا جا سکے لہٰذا یہ مسئلہ بنیادی طور پر اہم ہے کہ فلاں شخص مُسلم ہے یا غیر مُسلم؟" [1]

فاضل جج صاحبان نے اس پس منظر میں علماء سے کیا کیا سوالات کیے علماء نے ان کے کیا جواب دیئے؟ اور فاضل جج ان کے افکار و نظریات کو سُن کر کس نتیجے پر پہنچے؟ اس کی تفصیل ہمیں مطبوعہ رپورٹ کے درج ذیل الفاظ میں ملتی ہے:۔

"ہم نے اکثر ممتاز علماء سے یہ سوال کیا۔ کہ وہ "مسلم" کی تعریف کریں۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اگر

---

[1] "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ص۲۳۱

مختلف فرقوں کے علماء احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے ذہن میں نہ صرف اس فیصلے کی وجوہ بالکل روشن ہوں گی۔ بلکہ وہ "مسلم" کی تعریف بھی قطعی طور پر کر سکیں گے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں شخص یا جماعت دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ دعویٰ کرنے والے کے ذہن میں اس امر کا واضح تصور موجود ہو کہ "مسلم" کس کو کہتے ہیں؟ تحقیقات کے اس حصے کا نتیجہ بالکل اطمینان بخش نہیں نکلا۔ اور اگر ایسے سادہ معاملے کے متعلق بھی ہمارے علماء کے دماغوں میں اس قدر ژولیدگی موجود ہے۔ تو آسانی سے تصور کیا جا سکتا ہے۔ کہ زیادہ پیچیدہ معاملات کے متعلق ان کے اختلافات کا کیا حال ہوگا۔ ذیل میں ہم مسلم کی تعریف ہر عالم کے اپنے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ اس تعریف کا مطالبہ کرنے سے پہلے ہر گواہ کو واضح طور پر سمجھا دیا گیا تھا۔ کہ آپ وہ قلیل سے قلیل شرائط بیان کیجیے جن کی تکمیل سے کسی شخص کو مسلم کہلانے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ تعریف اس اصول پر مبنی ہونی چاہیے جس کے مطابق گرامر میں کسی اصطلاح کی تعریف کی جاتی ہے۔ نتیجہ ملاحظہ ہو۔

مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری صدر جمعیت العلمائے پاکستان

سوال:۔ مسلم کی تعریف کیا ہے؟

جواب:۔ اوّل وہ توحید الٰہی پر ایمان رکھتا ہو۔ دوم وہ پیغمبر اسلام کو اور تمام انبیاء سابقین کو خدا کا سچا نبی مانتا ہو۔ سوم۔ اس کا ایمان ہو کہ پیغمبر اسلام صلعم انبیاء میں آخری نبی ہیں (خاتم النبیین) چہارم اس کا ایمان ہو کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام پیغمبر اسلام صلعم پر نازل کیا۔ پنجم وہ پیغمبر اسلام صلعم کی ہدایات کے واجب الاطاعت ہونے پر ایمان رکھتا ہو۔ ششم۔ وہ قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔

سوال:۔ کیا تارک الصلوٰۃ مسلم ہوتا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ لیکن منکر صلوٰۃ مسلم نہیں ہو سکتا۔

مولانا احمد علی صدر جمعیۃ العلماء اسلام مغربی پاکستان۔

سوال:۔ از راہ کرم مسلم کی تعریف کیجیے۔

جواب:۔ وہ شخص مسلم ہے۔ جو (۱) قرآن پر ایمان رکھتا ہو۔ اور (۲) رسول اللہ صلعم کے ارشادات پر ایمان رکھتا ہو۔ ہر شخص جو ان دو شرطوں کو پورا کرتا ہے مسلم کہلانے کا حقدار ہے۔ اور اس کے لیے

اس سے زیادہ عقیدے اور اس سے زیادہ عمل کی ضرورت نہیں۔"

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی۔

سوال:۔ ازراہِ کرم مسلم کی تعریف کیجیے؟

جواب:۔ وہ شخص مسلم ہے جو (۱) توحید پر (۲) تمام انبیاء پر (۳) تمام الہامی کتابوں پر (۴) ملائکہ پر (۵) یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

سوال:۔ کیا ان باتوں کے محض زبانی اقرار سے کسی شخص کو مسلم کہلانے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اور آیا ایک مسلم مملکت میں اس سے وہ سلوک کیا جائے گا جو مسلمان سے کیا جاتا ہے۔

جواب:۔ جی ہاں۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہوں تو کیا کسی شخص کو اس کے عقیدے کے وجود پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے؟

جواب:۔ "جو پانچ شرائط میں نے بیان کی ہیں وہ بنیادی ہیں۔ جو شخص ان شرائط میں سے کسی شرط میں تبدیلی کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔"

غازی سراج الدین منیر۔

سوال:۔ ازراہ کرم مسلم کی تعریف کیجیے؟

جواب:۔ میں ہر اس شخص کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان کا اقرار کرتا ہے اور رسولِ پاک صلعم کے نقشِ قدم پر چل کر زندگی بسر کرتا ہے۔"

مفتی محمد ادریس جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد۔ لاہور۔

سوال:۔ ازراہِ کرم مسلمان کی تعریف کیجیے؟

جواب:۔ لفظ مسلمان فارسی کا لفظ ہے۔ مسلم کے لیے فارسی میں جو لفظ مسلمان بولا جاتا ہے اس میں اور لفظ مومن میں فرق ہے۔ میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ میں لفظ مومن کی مکمل تعریف کروں۔ کیونکہ اس امر کی وضاحت کے لیے بے شمار صفحات درکار ہیں۔ کہ مومن کیا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے۔ وہ مسلم ہے۔ اس کو توحیدِ الٰہی، رسالت انبیاء اور یومِ قیامت پر ایمان رکھنا چاہیئے جو شخص اذان یا قربانی پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس طرح بیشمار

دیگر امور بھی ہیں جو ہمارے نبی کریمؐ سے ہم کو تواتر کے ساتھ پہنچے ہیں۔ مسلم ہونے کے لیے ان سب امور پر ایمان لانا ضروری ہے۔ میرے لیے یہ قریب قریب ناممکن ہے۔ کہ ان تمام امور کی مکمل فہرست پیش کروں۔"

حافظ کفایت حسین۔ ادارہ تحفظ حقوق شیعہ :۔

سوال :۔ مسلمان کون ہے ؟

جواب :۔ جو شخص (۱) توحید (۲) نبوت اور (۳) قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔ یہ تین بنیادی عقائد ہیں۔ جن کا اقرار کرنے والا مسلمان کہلا سکتا ہے۔ ان تین بنیادی عقائد کے معاملے میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان تین عقیدوں پر ایمان رکھنے کے علاوہ بعض اور امور ہیں۔ جن کو ضروریاتِ دین، کہتے ہیں۔ مسلمان کہلانے کا حقدار بننے کے لیے ان کی تکمیل ضروری ہے۔ ان ضروریات کے تعین اور شمار کے لیے مجھے دو دن چاہئیں۔ لیکن مثال کے طور پر میں یہ بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ احترام کلام اللہ۔ وجوب نماز۔ وجوب روزہ۔ وجوب حج مع الشرائط اور دوسرے بے شمار امور ضروریاتِ دین میں شامل ہیں۔"

مولانا عبدالحامد بدایونی۔ صدر جمعیت العلمائے پاکستان :۔

سوال :۔ آپ کے نزدیک مسلمان کون ہے ؟

جواب :۔ جو شخص ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہے وہ مومن ہے اور ہر مومن مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔

سوال :۔ ضروریاتِ دین کون کون سی ہیں ؟

جواب :۔ جو شخص پنج ارکانِ اسلام پر اور ہمارے رسولِ پاک صلعم پر ایمان رکھتا ہے وہ ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

سوال :۔ آیا ان پنج ارکانِ اسلام کے علاوہ دوسرے اعمال کا بھی اس امر سے کوئی تعلق ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہے۔ یا دائرہ اسلام سے خارج ہے ؟ (نوٹ :۔ گواہ کو سمجھا دیا گیا تھا کہ دوسرے اعمال سے وہ ضوابط اخلاقی مراد ہیں جو زمانہ حاضر کے معاشرے میں صحیح سمجھے جاتے ہیں)

جواب :۔ یقیناً تعلق ہے۔

سوال :۔ پھر آپ ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہیں گے جو ارکان خمسہ اور رسالتِ پیغمبر اسلام پر تو

ایمان رکھتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کی چیزیں چرا لیتا ہے، جو مال اس کے سپرد کیا جائے اس کو غبن کر لیتا ہے اپنے ہمسائے کی بیوی کے متعلق نیت بد رکھتا ہے۔ اور اپنے محسن سے انتہائی ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے؟

جواب:۔ ایسا شخص اگر ان عقیدوں پر ایمان رکھتا ہے۔ جو ابھی بیان کیے گئے ہیں۔ تو ان تمام اعمال کے باوجود وہ مسلمان ہو گا"

مولانا محمد علی کاندھلوی دارالشہابیہ۔ سیالکوٹ۔

سوال:۔ ازراہ کرم مسلمان کی تعریف کیجئے؟

جواب:۔ جو شخص نبی کریم صلعم کے احکام کی تعمیل میں تمام ضروریاتِ دین کو بجالاتا ہے وہ مسلمان ہے۔

سوال:۔ کیا آپ ضروریاتِ دین کی تعریف کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ ضروریاتِ دین ہر مسلمان کو معلوم ہیں خواہ دینی علم نہ رکھتا ہو۔

سوال:۔ کیا آپ ضروریاتِ دین کو شمار کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ وہ اتنی بے شمار ہیں کہ ان کا ذکر بے حد دشوار ہے، میں ان ضروریات کو شمار نہیں کر سکتا بعض ضروریاتِ دین کا ذکر کیا جا سکتا ہے مثلاً صوم و صلوٰۃ وغیرہ"

مولانا امین احسن اصلاحی:۔

سوال:۔ مسلمان کون ہے:۔

جواب:۔ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سیاسی مسلمان، دوسرے حقیقی مسلمان۔ سیاسی مسلمان کہلانے کی غرض سے ایک شخص کے لیے ضروری ہے کہ (۱) توحید الٰہی پر ایمان رکھتا ہو (۲) ہمارے رسولِ پاک کو خاتم النبیین مانتا ہو۔ یعنی اپنی زندگی کے متعلق تمام معاملات میں ان کو آخری سند تسلیم کرتا ہو۔ (۳) ایمان رکھتا ہو کہ ہر خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے۔ (۴) روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ (۵) قرآن مجید کو آخری الہام الٰہی یقین کرتا ہو۔ (٦) مکہ معظّمہ کا حج کرتا ہو۔ (۷) زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ (۸) مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا ہو۔ (۹) اسلامی معاشرے کے ظاہری قواعد کی تعمیل کرتا ہو۔ (۱۰) روزہ رکھتا ہو۔ جو شخص ان تمام شرائط کو پورا کرتا ہو۔ وہ ایک اسلامی مملکت کے پورے شہری کے حقوق کا مستحق ہے۔ اگر وہ ان میں سے کوئی شرط پوری نہ کرے گا۔ تو وہ سیاسی مسلمان نہ ہو گا۔ (پھر کہا) اگر کوئی شخص ان دس امور

پر ایمان کا محض اقرار ہی کرتا ہو۔ گوان پر عمل کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے۔ حقیقی مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے تمام احکام پر عین اس طرح ایمان رکھتا ہو۔ اور عمل کرتا ہو۔ جس طرح وہ احکام و ہدایات اس پر عائد کیے گئے ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ یہ کہیں گے کہ صرف حقیقی مسلمان ہی "مردِ صالح" ہے؟

جواب:۔ جی ھاں۔

سوال:۔ اگر ہم آپ کے ارشاد سے یہ سمجھیں کہ آپ کے نزدیک سیاسی مسلمان کہلانے کے لیے صرف عقیدہ کافی ہے۔ اور حقیقی مسلمان بننے کے لیے عقیدے کے علاوہ عمل بھی ضروری ہے۔ تو کیا آپ کے نزدیک ہم نے آپ کا مفہوم صحیح طور سے سمجھا ہے؟

جواب:۔ جی نہیں آپ میرا مطلب صحیح طور پر نہیں سمجھے۔ سیاسی مسلمان کے معاملہ میں بھی عمل ضروری ہے۔ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ان عقائد کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ جو ایک سیاسی مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔ تو وہ سیاسی مسلمانوں کے دائرے سے خارج ہو جائے گا۔

سوال:۔ اگر کوئی سیاسی مسلمان ان باتوں پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ جن کو آپ نے ضروری بتایا ہے تو کیا آپ اس شخص کو "بے دین" کہیں گے؟

جواب:۔ جی نہیں میں اسے محض "بے عمل" کہوں گا۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے جو تحریری بیان پیش کیا گیا۔ اس میں مسلم کی تعریف یہ کی گئی کہ مسلم وہ شخص ہے جو رسول پاک صلعم کی اُمّت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کلمہ طیبہ پر ایمان کا اقرار کرتا ہے۔

ان متعدد تعریفوں کو جو علماء نے پیش کی ہیں۔ پیشِ نظر رکھ کر کیا ہماری طرف سے کسی تبصرے کی ضرورت ہے؟

بجز اس کے کہ دین کے کوئی دو عالم بھی اس بنیادی امر پر متفق نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی طرف سے "مسلم" کی کوئی تعریف کر دیں جیسے ہر عالمِ دین نے کی ہے۔ اور وہ تعریف ان تعریفوں سے مختلف ہو۔ جو دوسروں نے پیش کی ہیں۔ تو ہم کو متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا۔ اور اگر ہم علماء میں سے کسی ایک کی تعریف کو اختیار کر لیں۔ تو ہم اُس عالم کے نزدیک تو مسلمان رہیں گے لیکن دوسرے تمام علماء کی تعریف کی رو سے کافر ہو جائیں گے۔"

"اسلامی مملکت میں ارتداد کی سزا موت ہے اس پہ علماء عملاً متفق الرائے ہیں (ملاحظہ ہو مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری صدر جمعیت العلمائے پاکستان پنجاب ۔ مولانا احمد علی صدر جمعیت العلماء اسلام مغربی پاکستان ۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بانی و سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان ۔ مفتی محمد ادریس جامعہ اشرفیہ لاہور و رکن جمعیۃ العلماء پاکستان ۔ مولانا داؤد غزنوی صدر جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان مولانا عبدالحکیم قاسمی جمعیت العلماء اسلام پنجاب ۔ اور مسٹر ابراہیم علی چشتی کی شہادتیں)

اس عقیدے کے مطابق چوہدری ظفر اللہ خاں نے اگر اپنے موجودہ مذہبی عقائد ورثے میں حاصل نہیں کیے بلکہ وہ خود اپنی رضامندی سے احمدی ہوئے تھے ۔ تو ان کو ہلاک کر دینا چاہیئے ۔ اور اگر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری یا رضا احمد خاں بریلوی یا اُن بے شمار علماء میں سے کوئی صاحب جو (فتویٰ (۱۴ E D . X E) کے خوبصورت درخت کے ہر پتے پر مرقوم دکھائے گئے ہیں) ایسی اسلامی مملکت کے رئیس بن جائیں ۔ تو یہی انجام دیوبندیوں اور وہابیوں کا ہوگا ۔ جن میں مولانا محمد شفیع دیوبندی ممبر بورڈ تعلیمات اسلامی ملحقہ دستور ساز اسمبلی پاکستان اور مولانا داؤد غزنوی بھی شامل ہیں ۔ اور اگر مولانا محمد شفیع دیوبندی رئیس مملکت مقرر ہو جائیں تو وہ ان لوگوں کو جنہوں نے دیوبندیوں کو کافر قرار دیا ہے ۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں گے اور اگر وہ لوگ مرتد کی تعریف میں آئیں گے یعنی انہوں نے اپنے مذہبی عقائد ورثہ میں حاصل نہ کیے ہوں گے ، بلکہ خود اپنا عقیدہ بدل لیا ہوگا ۔ تو مفتی صاحب ان کو موت کی سزا دے دیں گے ۔

جب دیوبندیوں کا ایک فتویٰ (EX. DE 13) جس میں اثنا عشری شیعوں کو کافر و مرتد قرار دیا گیا ہے ۔ عدالت میں پیش ہؤا تو کہا گیا کہ یہ اصل نہیں ۔ بلکہ مصنوعی ہے لیکن جب مفتی محمد شفیع نے اس امر کے متعلق دیوبند سے استفسار کیا تو اس دارالعلوم کے دفتر سے اس فتویٰ کی ایک نقل موصول ہو گئی ۔ جس پہ دارالعلوم کے تمام اساتذہ کے دستخط ثبت تھے ۔ اور ان میں مفتی محمد شفیع صاحب کے دستخط بھی شامل تھے ۔ اس فتوے میں لکھا ہے ۔ کہ جو لوگ حضرت صدیق اکبرؓ کی صحابیت پہ ایمان نہیں رکھتے ۔ جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قاذف ہیں اور جو لوگ قرآن میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں وہ کافر ہیں ۔

اس تمام بحث کا آخری نتیجہ یہ ہے ۔ کہ شیعہ سنی ۔ دیوبندی ۔ اہلِ حدیث اور بریلوی لوگوں میں

سے کوئی بھی مسلم نہیں اور اگر مملکت کی حکومت ایسی جماعت کے ہاتھ میں ہو جو دوسری جماعت کو کافر سمجھتی ہے تو جہاں کوئی شخص ایک عقیدے کو بدل کر دوسرا اختیار کرے گا اس کو اسلامی مملکت میں لازماً موت کی سزا دی جائے گی اور جب یہ حقیقت مدنظر رکھی جائے کہ ہمارے سامنے مسلم کی تعریف کے معاملے میں کوئی دو عالم بھی متفق الرائے نہیں ہو سکے تو اس عقیدے کے نتائج کا قیاس کرنے کے لیے کسی خاص قوت متخیّلہ کی ضرورت نہیں۔ اگر علماء کی پیش کی ہوئی تعریفوں میں سے ہر تعریف کو معتبر سمجھا جائے۔ پھر انہیں تحلیل و تحویل کے قاعدے کے ماتحت لایا جائے اور نمونے کے طور پر الزام کی وہ شکل اختیار کی جائے جو گلیلیو کے خلاف انکویزیشن کے فیصلے میں اختیار کی گئی تھی تو اُن وجوہ کی تعداد بے شمار ہو جائے گی جن کی بناء پر کسی شخص کا ارتداد ثابت کیا جا سکے"۔ [1]

علماء کے تبصرے اور ان کا جواب

"تحقیقاتی عدالت" کی رپورٹ نے احمدیت اور پاکستان کے مخالف مذہبی لیڈروں کی کارروائیوں کو جس طرح طشت از بام کیا اُس نے اُن کے حامیوں میں صفِ ماتم بچھا دی اور ان کی طرف سے محاسبہ اور تبصرہ کے نام سے دو کتابیں [2] شائع کیں جن میں نام نہاد علماء کی شکست اور بے آبروئی پر پردہ ڈالنے اور مظلوم احمدیوں کو ملزم گرداننے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ خالدِ احمدیت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے "تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر" کے نام سے اپریل ۱۹۵۵ء میں ایک مبسوط کتاب شائع کی جس میں نہ صرف یہ التزام فرمایا کہ ہر معاملہ میں تحقیقاتی عدالت کی رائے بلا کم و کاست درج کر دی جائے بلکہ مؤلفین تبصرہ کی مغالطہ انگیزیوں کا پردہ چاک کر دیا جائے۔

---

[1] رپورٹ تحقیقاتی عدالت (اردو) ص ۲۳۱ تا ۲۳۷

[2] (۱) "تبصرہ" از نعیم صدیقی صاحب و سعید احمد ملک صاحب (ناشر مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان) (۲) "محاسبہ" از مولانا مرتضیٰ احمد صاحب میکش۔

چھٹا باب

نام نہاد" علمائے دین" کے افسوسناک بیانات کا شدید ردِّ عمل

خدا کی قدرت، وہ علماء جو تحقیقاتی عدالت کی کارروائی میں اس جوش خروش کے ساتھ شامل ہوئے تھے کہ وہ احمدیوں کو تحقیقاتی کمیشن سے غیر مُسلم اقلیت تسلیم کرا کے چھوڑیں گے عدالت میں مسلم کی تعریف کرنے سے قاصر رہے۔ جس کا پاکستان اور بیرونی ممالک میں شدید ردِّ عمل رُونما ہوا۔ جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اس ردِّ عمل کا اندازہ کرنے کے لیے صرف چند تأثرات کا مُطالعہ کافی ہوگا:۔

۱۔ عُلماءٔ اور فتنۂ تکفیر

جمعیتہ العلمائے ہند کے ایک متوسّلِ خصوصی کے قلم سے

حضرت مدیر" صدقِ جدید" دامت برکاتہم

پاکستان کو تو چھوڑیئے اینٹی احمدیہ تحریک نے علماء کرام کو اپنوں اور غیروں کی نظروں میں اس قدر ذلیل اور رسوا کیا ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ حق یہ ہے کہ پاکستان کے علماء نے اپنی گردنیں خود اپنے ہاتھوں سے کاٹی ہیں۔ اور اپنے وقار پر خود ہی خاک اڑائی ہے، لطف یہ ہے کہ اس حادثہ کا اعتراف دوسرے لوگ تو کر لیں گے خود علماء کرام ہرگز نہ کریں گے۔ حق کا ناحق سودا ان کے سر پر ہمیشہ سوار رہا ہے انہوں نے اپنی غلطیوں سے سلطنتیں تباہ کر ڈالی ہیں۔ . . . . ان کی تکفیر بازی اُن کی اور مسلمانوں کی قبر کھود چکی ہے ــــ لاہور میں جو تحقیقاتی کمیشن علماء کرام سے شہادتیں لے رہا ہے اس نے نہ صرف علماء کے وقار ہی کو بلکہ علم و فضل کو بھی بے نقاب کر ڈالا ہے۔ شہادت دینے گئے تھے اس بات کی کہ قادیانی کافر ہیں

اور بتا یہ آئے کہ خیریت سے وہ خود بھی دوسروں کی نظروں میں کافر ہی قرار پائے ہیں۔ اور وہ تکفیر بازی کی مشق آپس ہی میں ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ مثلاً مولانا محمد علی کاندھلوی نے شہادت دیتے ہوئے بعض سوالات کے جواب میں فرمایا کہ؛

"ابتدائے اسلام ہی سے علماء ایک دوسرے کو کافر کہتے آئے ہیں۔ مسلمانوں نے جبر و قدر کے مسئلہ پر ایک دوسرے کو کافر لکھا ہے۔ معتزلہ اور اہل قرآن دونوں کافر ہیں علماء نے امام ابن تیمیہ اور عبدالوھاب کو بھی کافر قرار دیا ہے۔ علماء نے دیوبندی علماء کی بھی تکفیر کی ہے۔" (نوائے وقت ۲۳، ۲۴، اکتوبر ۱۹۵۳ء)

سبحان اللہ سرکاری کمیشن کو باور کرایا جا رہا ہے کہ خود مکفر علماء بھی کفر سے نہیں بچے اور انہوں نے تکفیر کے تیروں سے کسی بڑے چھوٹے کو نہیں چھوڑا عدالت تو یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ جو علماء قادیانیوں کو بڑھ چڑھ کر کافر کہہ رہے ہیں وہ خود بھی مسلمان ہیں یا نہیں؟ خوش قسمتی سے علماء کرام نے عدالت کی یہ خواہش بھی پوری کی۔ اور باتوں ہی باتوں میں اُگل گئے کہ خیریت سے وہ بھی دوسرے کی نظروں میں کافر ہی رہے۔ اور دوسرے ان کی نظروں میں خارج از ملت۔ خیر! یہ تو علماء کا بھولا پن تھا۔ کہ آپس کی باتیں ججوں کے سامنے کہہ بیٹھے اور یوں قادیانیوں کا بوجھ ہلکا ہوا۔ افسوسناک چیز تو یہ ہے کہ علماء نے ایک دوسرے کے خلاف باتیں کہیں اور ایک نے دوسرے کے نظریہ، فیصلہ اور فتویٰ کو جھٹلایا اور مسٹروں کو اپنے اُوپر ہنسنے کا موقع دیا.........

محترم: للہ علماء کو تکفیر بازی سے رد کیجیے۔ ورنہ اس گروہ کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔ کچھ اُمید تھی کہ جماعت اسلامی کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنا "مسلک اعتدال" تکفیر کے میدان سے الگ رکھیں گے۔ اور اس بارہ میں علماء کی کچھ ایسی اصلاح کر جائیں گے کہ یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ مگر افسوس ہے کہ اینٹی قادیانی تحریک میں وہ ایسے گرے کہ ان کی ریفارمیشن کا سارا بھرم کھُل گیا۔ اگر رَد میں روا باشد ہی ان کا مسلک تھا تو انہیں مسلمانوں پر الفاظ کا جادو تو نہ چلانا چاہیئے تھا۔ یہیں آکر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ قدرت نے مدیر "صدقِ جدید" کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے انہوں نے تکفیر بازی کے اس دور میں جس دور رس نگاہی کا ثبوت دیتے ہوئے فتنہ تکفیر پر ضرب لگائی ہے اس پر ہم تو کیا شاید کوئی آنے والا مجدد ہی داد دے سکے گا۔ مدیر "صدقِ جدید" کی

یہ جرأت تو اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی ماند نہ پڑ سکی ۔ اس لیے تو موصوف سے درخواست ہے کہ اس فتنہ سے سختی کے ساتھ باز پُرس کریں ۔ اور مسلمان فرقوں کو اس امتحان سے ہمیشہ کے لیے نجات دلادیں ۔ تاکہ ایک طرف علماء کا وقار قائم رہے دوسری طرف خدا، رسول، کتاب اور یوم آخرۃ پر ایمان لانے والے اور کلمۂ شہادت کے شریک زبردستی اسلام سے باہر نہ کیے جاسکیں ۔ مدیر صدق کے بعد کوئی نظر نہیں آتا جو اس میدان میں اپنی جرأت کا ثبوت دے سکے ۔ اگر موصوف نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے کوئی مستقل منصوبہ نہیں بنایا تو قدرت کی باتیں تو دوسری ہیں علماء کو اس کا احساس دلانے والا بھی ڈھونڈے سے نہ مل سکے گا ۔“

[”صدقِ جدید“ لکھنو ۸ رجنوری ۱۹۵۴ء
بحوالہ رسالہ الفرقان ربوہ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۳۲]

۲ ۔ اخبار ”ٹائمز“ (Times) کراچی نے تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر حسب ذیل نوٹ سپردِ اشاعت کیا : ۔

The Times of Karachi
30th April, 1954

"The Court of Inquiry has unerringly put its finger on every weak spot. Apart from indicating the factual and moral responsibility involved in the conduct of persons and organisations, the Court has felt it necessary to examine the psychological foundations that made the Ahrar appeal irresistible. The Court subjected the Ulema who appeared before it to searching questions on doctrinal matters. Almost every Maulvi was asked to state the irreducible minimum of beliefs necessary to make one a Muslim. Almost each reply differed from the other. The representative of Jamaat-i-Islami even wanted notice to answer the question. The divergence of the Ulema's replies is regrettable since it relates to the very fundamentals of the Faith. But that in spite of their irreconcilable doctrinal differences the Ulema were able to forge a united front against Ahmadis calls pointed attention to the characteristic aims and activities of the Ahmadis themselves that made this possible. The replies on the subjects of "Jehad", "apostasy," and the status of non-Muslims, have to be studies in the light of the plainest

Quranic injunctions and for their bearing on the constitutional responsibilities of the Pakistani State.

The elucidation of the concepts of sovereignty, legislation, interpretation etc., constitute a stimulating invitation to the reconstruction of Islamic political thought. This part of the Court of Inquiry is of much more than local or ephemeral interest. The Court has pleaded for a "bold re-orientation of Islam" if this sublime Faith is to be rid of "archaic incongruities" and to regain its vitality as a "world Idea". The Muslim mind has to be brought into proper relationship with the modern environment, if it is to be immunised against the forces of ignorance that can sway it in the holy name of religion.

The weak mental foundations of the community could not have been demonstrated more painfully than by the fact that the very people who had stubbornly opposed the very conception of the Islamic State claimed immediately after the establishment of Pakistan the right to build up the new State on Islamic patterns and were successful in imposing upon the people and causing bloodshed and destruction.

The report of the Court of Inquiry will naturally direct the thoughts of the people in various directions. The evidence examined by the Court implicates many individuals, holding important places in different walks of life in serious charges. The Inquiry has exposed those who provoked the disturbances; those who plotted them; those who demoralised the administration, abdicated before the forces of lawlessness, and poisoned and corrupted public life. The country will naturally ask whether this colossal exposure will be the end of the matter. Determined action is called for if this God-given State is not to remain a haven for "political brigands, adventurers and non-entities." This elaborate and incisive report is not labour lost.

"Chief Justice Muhammed Munir" by Nazir Hussain Chaudhri p. 221-222 Reserch Society of Pakistan, Lahore, March 1973.

تحقیقاتی عدالت نے کسی غلطی کے بغیر اپنی انگلی ہر ایک کمزور جگہ پر رکھی ہے۔ ایک طرف تو جج صاحبان نے واقعاتی اور اخلاقی ذمہ داری جو افراد اور تنظیموں پر عائد ہوتی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو دوسری طرف عدالت نے ضروری سمجھا ہے۔ کہ ان نفسیاتی محرکات کا تجزیہ کرے۔ جس نے احرار کی اپیل کو ناقابلِ مزاحمت بنادیا تھا۔

عدالت نے ان علماء پر جو اس کے سامنے پیش ہوئے تھے۔ ان کے مذہبی عقائد کے بارے میں کڑی جرح کی۔ قریباً ہر ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا گیا کہ وہ ناقابلِ تخفیف فقرات اور اقل ترین الفاظ میں اپنے وہ عقائد بیان کرے جو ایک شخص کو مسلمان بنانے کے لیے کافی ہو سکتے ہیں۔ اس سوال کے جتنے بھی جواب دیئے گئے ان میں سے قریباً ہر ایک جواب دوسرے جوابوں سے مختلف تھا۔ جماعت اسلامی کے نمائندے نے تو یہ کہا۔ کہ مجھے اس سوال کا جواب دینے کے لیے قبل از وقت نوٹس دیا جانا چاہیئے تھا علماء کے ان جوابوں کا اختلاف قابلِ افسوس ہے۔ کیونکہ یہ سوال ہمارے مذہب کی اصل بنیاد سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اپنے ناقابلِ اتفاقی فرقہ وارانہ اختلافات کے علماء اس قابل ہو گئے تھے کہ وہ احمدیوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بروئے کار لا سکیں۔ اور یہ بات ہماری گہری توجہ کو اس طرف مبذول کراتی ہے۔ کہ احمدیوں کے خصوصی عزائم اور مشاغل خود محلِ اعتراض تھے۔ جنہوں نے یہ صورتِ حال پیدا کی۔

مسئلہ جہاد۔ ارتداد اور اسلام میں ایک غیر مسلم کا درجہ وغیرہ اس قسم کے سوالات کے جوابات کو قرآن شریف کے سادہ ترین احکامات کی روشنی میں مطالعہ کرنا ہوگا۔ اور نیز یہ بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ پاکستانی مملکت کی آئینی ذمہ داریوں پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے۔

حکومت۔ قانون سازی۔ ترجمانی وغیرہ کے تصورات اور ان کی تشریح و توضیح ایک سیاسی مکتب فکر کی دوبارہ تعمیر کے لیے کافی خوش کن دعوت ثابت ہوگی۔

تحقیقاتی عدالت کا یہ حصہ مقامی یا قلیل العمر دلچسپی کا موجب نہیں ہے۔ عدالت نے زور دیا ہے کہ اسلام کی جرأت مندانہ تجدید کی جائے تاکہ ہم اس باجمال مذہب کو تمام فرسودہ اور بے معنی لغویات سے پاک کر سکیں۔ اور اس کی قوتِ حیات کو ایک عالمگیر مثالی تخیل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

اگر تو ہم نے اس مذہب کو جہالت کی تمام طاقتوں کے حملہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ جو اس کو مذہب کے مقدس نام پر متاثر کر سکتی ہیں تو ضروری ہے کہ دلِ مسلم کو جدید ماحول کے ساتھ ایک مناسب رشتہ میں منسلک کیا جائے۔ اسلامی برادری کی کمزور دماغی بنیادیں اس سے زیادہ واضح اور دردناک طور سے ظاہر نہیں کی جا سکتی تھیں جیسا کہ اس امر واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ وہی لوگ جنہوں نے اسلامی ریاست کے تصور و قیام کی اس شدّ و مد سے مخالفت کی تھی۔ انہوں نے اس ریاست کے وجود میں آنے کے فوراً بعد اپنا یہ حق جتایا کہ ہم لوگ اس ریاست کو اسلامی نمونے پر قائم کریں گے اور پھر وہ لوگوں کو مرعوب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور خون ریزی کی اور تباہی پیدا کی۔

اس تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ قدرتی طور پر لوگوں کے خیالات کو مختلف سمتوں میں جانے کی ہدایت کرے گی۔ عدالت نے جس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اس میں بہت سے افراد ملوّث ہیں جو کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں ممتاز جگہوں پر فائز ہیں۔ یہ رپورٹ اُن لوگوں پر بڑے خطرناک الزام عائد کرتی ہے۔

اس انکوائری نے ان لوگوں کو بے نقاب کیا ہے جنہوں نے فسادات کو ہوا دی۔ اُن کو بھی جنہوں نے سازشیں کیں۔ وہ لوگ بھی جنہوں نے انتظامیہ کو بے اثر کیا۔ اور لاقانونی طاقتوں کے آگے سرنگوں ہوئے۔ اور پبلک زندگی کو مسموم اور خراب کیا۔ قدرتی طور پر ملک سوال کرے گا۔ کہ کیا اتنا بڑا عظیم الشان انکشاف یہیں تک محدود رہے گا۔ (یا اس پر کوئی کارروائی ہو گی) ایک پُر عزم کارروائی کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اس خداداد سلطنت کو سیاسی مجرموں۔ ڈاکوؤں اور مہم انگیزوں اور ناکارہ لوگوں کی پشت پناہ نہیں بنانا ہے یہ مفصل اور کاٹ کرنے والی رپورٹ وقت ضائع کرنے والی چیز نہیں ہے۔

۴۔ اخبار الاعتصام لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء نے لکھا:۔

"ہم آج مسلمانوں کے سامنے ایک معمہ برائے حل پیش کرتے ہیں۔ جس کے حل پر کوئی فیس نہیں اور صحیح حل پر انعام ہم تو کیا دیں گے۔ خود صحیح حل بصورت "حیاتِ طیبہ" انشاء اللہ دے گا۔ اچھا تو لیجیئے۔

ختم نبوت ایجی ٹیشن کی تحقیقاتی کمیٹی کے صدر مسٹر جسٹس منیر نے سُنا ہے۔ کہ اپنی رپورٹ

میں یہ انکشاف کیا ہے ۔ کیا جتنے علماء اس تحقیقات میں شہادت دینے تشریف لائے ۔ ہر ایک سے یہ سوال کیا گیا ۔ کہ "مسلمان کی تعریف کیا ہے " ؟ اس کے جواب میں دو علماء بھی متفق نہ پائے گئے ۔ حتیٰ کہ مولوی امین احسن اصلاحی صاحب بھی مسلمان کی تعریف میں اپنے امیر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے متفق نہ نکلے ۔ مشاہدات یہ بتا رہے ہیں ۔ کہ مسلمان جھوٹ بولے ، دھوکہ کرے ، فریب کرے ، قتل کرے ، چوری کرے ، شراب پیئے ، زنا کرے ، غیبت کرے ، بہتان اٹھائے ، عیب لگائے ، اغوا کرے ، غداری کرے ، نماز نہ پڑھے ، روزے نہ رکھے ، زکوٰۃ نہ دے ، غیر اللہ کو سجدے کرے غرض یہ کہ جو جی چاہے ۔ کرتا پھرے ۔ " نہ ایمان بگڑے نہ اسلام جائے "۔

قرآن کریم میں اوامر ہیں ، نواہی ہیں ، حلال ہیں ، حرام ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کے فرمان ہیں ۔ اخوت اسلامی کے لوازم ہیں ، حقوق اور فرائض ہیں ۔ مگر ان پر عمل کس کا ہے ؟ یہ اتنی ضخیم کتاب ہدایت کیوں نازل ہوئی ؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اتنی تکالیف اور اتنے مصائب کیوں اٹھائے ؟ جس مذہب کے ماننے والے مندرجہ بالا تمام امور کے ارتکاب پر بھی جنت کے مستحق رہیں ۔ اس کی مخالفت کی ضرورت کیا تھی ؟ ۔

آج مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا معمہ یہ ہے ۔ کہ " اسلام ہے کیا ؟ " کیا قرآن مبین اور احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بتایا جائے گا ۔ کہ ۔ " اسلام ۔۔ کیا ہے ؟ اور "مسلمان " ۔۔ کی صحیح تعریف کیا ہے ؟ بیّنوا ۔ توجروا "۔[1]

۵ ۔ مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی "مدیر" صدقِ جدید " نے " خارجیت " کی جارحیت " کے زیر عنوان لکھا : ۔

" انٹی احمدیہ بلووں کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے دو سوالوں کے دو جواب : ۔

(۱) کیا آپ ہندوؤں کا جن کی بھارت میں اکثریت ہے ۔ یہ حق تسلیم کریں گے کہ وہ اپنے ملک کو ہندو دھارمک کی ریاست بنائیں ؟

جواب ۔ جی ہاں ۔ کیا اس طرز حکومت میں مو سمرتی کے مطابق مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودروں کا

---

[1] ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ، ۷ ، راکتوبر ۱۹۵۵ء ص ۵ کالم ۱۔

سا سلوک ہونے پر آپ کو کچھ اعتراض تو نہیں ہوگا ۔ جواب جی نہیں ۔

(۲) اگر پاکستان میں اس قسم کی اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو کیا آپ ہندوؤں کو اجازت دیں گے کہ وہ اپنا آئین اپنے مذہب کی بنیاد پر بنائیں ۔ جواب ۔ یقیناً بھارت میں اس قسم کی حکومت مسلمانوں سے شودروں اور ملیچھوں کا سا سلوک بھی کرے اور ان پر منو کے قوانین نافذ کر کے انہیں حقوقِ شہریت سے محروم اور حکومت میں حصہ لینے کے نااہل قرار دے ڈالے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۔

یہ دونوں جوابات آپ کو یقین آئے گا کہ کن کی زبان سے عطا ہوئے ہیں ۔ پہلا جواب صدر جمعیۃ العلماء پاکستان ابوالحسنات مولانا محمد احمد قادری رضوی (بریلوی) کا ہے اور دوسرا بانی و امیر جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا ۔ انا للہ ثم انا للہ ۔

نا ؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے

مسلمانانِ ہند کا بڑے سے بڑا دشمن بھی کیا اس سے بڑھ کر کوئی جواب دے سکتا تھا ۔ فریاد بجز مالک حقیقی اور کس سے کیجئے :۔

کس شقاوت کے ساتھ ۴ کروڑ کلمہ گوؤں کو سیاسی موت کا حکم سنایا جا رہا ہے ۔ اور ان میں سے ایک جمعیۃ العلماء پاکستان کے صدر ہیں ۔ اور دوسرے جماعتِ اسلامی کے بانی و امیر ۔ اور مولانا مودودی کا یہ پہلا کرم مسلمانانِ ہند پر نہیں ۔ کئی سال ہوئے ایک اور فتویٰ بھی تو کچھ اسی قسم کا دے چکے ہیں ۔ کہ ہندی مسلمانوں کے ساتھ رشتۂ ازدواج جائز نہیں !

وہی ہندوستان جس میں صرف رسمی اور نسلی مسلمان ہی نہیں ۔ ہزارہا ہزار "صالحین" یعنی جماعت اسلامی کے ارکان بھی آباد ہیں ! ۔ جارحیت کی اس حد تک تو شاید خارجیت بھی اپنے دورِ اوّل میں نہیں پہنچی تھی (صدق جدید ۲۸ مئی ۱۹۵۴ء)[1]

۲ ۔ جماعتِ اسلامی کے راہنما مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ۱۱ جون ۱۹۵۵ء کو شیخوپورہ میں ایک سپاسنامے کے جواب میں کہا کہ :۔

---

[1] صدق جدید ۲۸ مئی ۵۴ء بحوالہ الفرقان ربوہ جولائی ۱۹۵۴ء ص ۴۸

"فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کھلم کھلا علماء کو خوار کرنے کا سامان ہو رہا تھا اور جب تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ شائع ہوئی تو ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ اس میں علماء کی کیا گت بنائی گئی اور اس رپورٹ کی اشاعت پر سب کو سانپ سونگھ گیا۔" ؎۱

۷ - بھارت کے ایک سُنی عالم کا مندرجہ ذیل مقالہ لکھنؤ کے رسالہ "صدقِ جدید" میں ۶ اور ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء کی اشاعتوں میں اشاعت پذیر ہوا:۔

"مُسلمان کی تعریف"

(ایک غیر جانبدار ہندی مبصّر کے قلم سے)

"یاد ہوگا کہ مغربی پاکستان میں جو ایجی ٹیشن قادیانیوں کے خلاف ہوا۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ مارشل لاء لگا۔ علماء جیل میں ڈالے گئے۔ ایک تحقیقاتی عدالت قائم ہوئی جس میں بہت سے علماء (اہلِ حدیث دیوبندی۔ بریلوی۔ شیعہ) نے شہادتیں دیں۔ عدالت نے سب سے پوچھا کہ اسلام کی رو سے "مسلم" کی تعریف کیا ہے۔ عمر بھر درس وتدریس اور فتویٰ دینے والے علماء اس سوال پر بہت چکرائے مشکل سے جواب دے سکے اور متضاد جوابات دے کر خود ایک دوسرے کی تکذیب کر بیٹھے۔ کوئی ضروریات دین کی حد تک گیا ہے جو شخص ضروریاتِ دین کو مانے وہ مسلمان ہے مگر دین کیا ہیں؟ ان کی فہرست کوئی عالم پیش نہ کر سکا۔ چند علماء نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ عدالت نے اس سوال پر غور کرنے کی مہلت نہیں دی۔ گویا ساری عمر مسلمان کی تعریف سے بے نیاز اور غافل رہے اور غفلت میں لاکھوں بندگانِ خدا کو کافر بنا ڈالا۔ حال ہی میں سُنی شیعہ جھگڑے چلے جن میں جانوں کا اتلاف ہوا۔ نہ معلوم آئندہ کیا ہو۔ ہم ذیل میں لفظ "مسلم" کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ شاید اس سے پاکستان کے علماء کوئی فائدہ اٹھا سکیں اور انہیں لفظ مسلم کی تعریف کیلئے کچھ مواد مل جائے

؎۱ روزنامہ "ملت" لاہور ۲۱ جون ۱۹۵۵ء صا

(۱)

لاہور کے معاصر آزاد نے سوال اٹھایا ہے کہ جب صدر مملکت کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے تو لفظ مسلمان کی آئینی تعریف بھی قانون میں شامل ہونی چاہیئے۔ اور جبکہ رائے دہندوں کو مسلمان اور نامسلمان کے خانوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے، .... مسلمان کی تعریف اور بھی ضروری ہوگئی ہے۔ ورنہ رائے دہندوں کی تقسیم بالکل بیکار ہو جائے گی اور فلاں فرقہ کو بھی مسلمانوں میں شامل کر لیا جائے گا۔

(روزنامہ آزاد۔ ۱۸ ؍ نومبر ۱۹۵۷ء)

بیشک لفظ "مسلمان" کی تعریف ضرور شائع ہونی چاہیئے۔ مگر اس کی تعریف علماء کرام ہی فرمائیں گے تو ہوگی۔ اس کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں اوّل یہ کہ جس فرقہ کو اسلام سے خارج کرنا یا اسے کافر قرار دینا ہوا سے پہلے سے ذہن میں محفوظ رکھیں اور پھر "مسلمان" کی کوئی ایسی تعریف نکالیں جس میں صرف وہی فرقے داخل ہو سکیں جن کو تعریف کرنے والے داخل کرنا چاہیں۔ مگر یہ طریقہ اختیار کرنے سے علماء کو بڑا تکلّف کرنا ہوگا۔ پہلے سے مسلمان کی تعریف کیے بغیر یہ فیصلہ کر لینا کہ فلاں فرقہ اسلام سے خارج ہے اور پھر اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کتاب و سنّت کے ساتھ زور آزمائی کرنا بڑی محنت اور اور ساتھ ہی بڑی بد دیانتی چاہتا ہے۔ اگر ہر فرقہ نے دوسرے فرقہ کو اسلام سے نکالنے کے لیے لفظ مسلمان کی کوئی من مانی تعریف کی تو کسی ایک تعریف پر بھی اتفاق نہ ہو سکے گا اور نتیجہ میں کوئی فرقہ بھی مسلمان ثابت نہ ہوگا۔ لیجیے میدان صاف اور لفظ مسلمان کی تعریف معلّق۔ روز روز کے جھگڑوں سے نجات اور مسلمان در گور و مسلمانی در کتاب۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کتاب و سنّت کے الفاظ میں پہلے سے فیصلہ کیے بغیر ایمانداری سے مسلمان کی تعریف تلاش کر لی جائے۔ نہ تو ذہن میں یہ ہو کہ فلاں فرقہ کو ضرور مسلمان ثابت کرنا ہے۔ نہ یہ کہ فلاں فرقہ کو اسلام سے نکالنا ہے۔ کتاب اللہ اور اقوال پیغمبرؐ سے انہی کے الفاظ میں مسلمان کی تعریف اخذ کر لی جائے۔ اور اس بات کی کوئی پروا نہ کی جائے کہ اس کی رُو سے کون مسلمان اور کون کافر قرار پاتا ہے۔ جو فرقہ بھی اس تعریف میں آتا ہوا سے آنے دو اور جو اس سے نکلتا ہوا سے نکل جانے دو نہ تو کسی کو زبردستی داخل کرو اور نہ زبردستی نکالو۔ اگر کوئی تعریف سب

کو اسلام کی آغوش میں لیتی ہے تو تم بھی اسے گلے لگاؤ اور اسے دھکّے دینے کی کوشش نہ کرو۔

(۲)

کتاب وسنّت میں لفظ مسلم کی کوئی متفق علیہ تعریف موجود ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ علمائے کرام نے کتاب وسنّت کا گہرا مطالعہ اور اس کا منشاء معلوم کرکے ایک عقیدہ مقرر کیا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس عقیدے کو سچے دل سے مانتا ہے وہ مسلمان ہے خواہ اس کا تعلق کسی فرقہ سے ہو۔ وہ عقیدہ یہ ہے۔

"میں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور اس بات پر کہ خیر وشر کا وہی مالک ہے اور اس پر کہ مرنے کے بعد جینا برحق ہے ایمان لاتا ہوں۔"

اگر یہی عقیدہ ایک مسلم کی کسوٹی ہے تو ہر فرقہ سے پوچھو کہ وہ اس عقیدہ کی تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر ایمان رکھتا ہے تو اسے مسلمان سمجھو، اور تفصیلات کو علام الغیوب کے حوالے کرو۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ پھر ایسے فرقہ کو اسلام سے خارج کر دے اور اس عقیدے کو بے نتیجہ اور بے اثر بنا دے۔

اگر اس استدلالی اور استنباطی عقیدہ سے کام نہیں چل سکتا۔ تو پھر کتاب اللہ سے کتاب اللہ کے الفاظ میں پوچھو اور قرآن کریم سے لفظ مسلم کی تعریف نکالو۔ قرآن ہر زمانہ میں بولنے والی کتاب ہے۔ ناممکن ہے کہ ضرورت کے وقت وہ ہمیں لفظ مسلم کی تعریف سے آگاہ نہ کرے اور ہمیں مسلمان کی تعریف نہ بتائے۔ ہم نے جب اس مقصد کے لیے قرآن حکیم سے پوچھا تو اس نے بتایا:[1]

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا

---

[1] مقالہ میں صرف ترجمہ آیات درج ہے آیات کا متن مقالہ کی افادیت میں اضافہ کے لیے بڑھایا گیا ہے۔

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۝

(سورۃ انفال ع ۱)

مومن وہ ہیں کہ ذکر الٰہی کے وقت ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے اور جب آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ اور وہ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور خدا کے بخشے ہوئے رزق کو خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے۔ (قرآن پ ۹ ع ۱۵)

(۲) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

(هود۔ ع ۲)

اگر وہ تمہاری بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ یہ قرآن خدا کے علم کے مطابق اُترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم مسلمان ہو۔ (قرآن پ ۱۲ ع ۲)

(۳) وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝ (المائدہ ع ۱۵)

اور ہم نے حواریوں کو وحی کی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں۔ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(قرآن پ ۷ ع ۵)

(۴) قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (الانبیاء ع ۷)

کہہ دو کہ مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے۔ پس کیا تم اسلام قبول کرتے ہو۔ (قرآن پ ۱۷ ع ۷)

(۵) فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۝ (توبہ ع ۲)

اگر وہ تائب ہوکر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

(قرآن پ۱۰ ع ۸)

(۶) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ ۝

(اعراف ع ۲۰)

پس تم اللہ اور اُس کے نبی اُمّی کی رسالت پہ ایمان لاؤ جو خود بھی اللہ اور اس کے کلمات پہ ایمان لایا ہے ۔ اور تم اس کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔ (قرآن پ۹ ع ۱۰)

اب خواہ آپ کسی ایک آیت سے لفظ "مسلم" اور مومن کی تعریف اخذ کریں یا تمام آیات کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالیں ، خلاصہ یہی ہے کہ جو شخص خدا کی توحید اور صاحب قرآن کی رسالت کا قائل ہے نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ مسلمان ہے ، سچا مومن ہے ، مسلمانوں کا بھائی ہے ۔ ہدایت یافتہ ہے اور حواری تو خدا اور اس کے رسولؐ پہ ایمان لاکر لوگوں کو گواہ بناتے ہیں کہ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۔

(۳)

قرآن کے بعد صاحبِ قرآن کی طرف آئیے اور دیکھیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو مسلم قرار دیا ہے:۔

(۱) حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا ایمان کیا ہے ؟ فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پہ ، اللہ کے فرشتوں پہ ، اس کی ملاقات پہ ، اس کے رسولوں پہ ، دوسری زندگی پہ یقین کرو۔ فرشتے نے پوچھا اور اسلام ؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز قائم کرو ، زکوٰۃ ادا کرو ۔ رمضان کے روزے رکھو۔

(بخاری کتاب الایمان)

(۲) اسلام کی بنیاد ہی پانچ چیزوں پر ہے ۔ اس بات کی شہادت کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کا قیام۔ زکوٰۃ کی ادائیگی۔ بیت اللہ کا حج۔
رمضان کے روزے۔ (بخاری کتاب الایمان)

۳۔ جس شخص نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو مانا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان
ہے۔ (مشکوٰۃ)

مسلم کی تعریف میں خدا نے جو کچھ بتایا ہے کیا صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی
دوسری راہ اختیار کی؟ ایمان کی تعریف میں اور مسلم کی تعریف میں اسلام کی بنیادیں کیا ہیں؟ اس کا اجمال
قرآن میں اور تفصیل صاحبِ قرآن کے فرمان میں ہے۔ پس جو شخص، جو فرقہ ایمان و اسلام کی ان تمام باتوں
کو مانتا ہے۔ وہ سچا مسلمان اور پکا ایماندار ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر
کسی کو اسلام سے خارج کرے اور کتاب اللہ اور ارشاداتِ رسولؐ سے تجاوز کرکے صرف اپنے
اسلام کا ڈھنڈورا پیٹے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیات اور احادیث مسلم کی تعریف میں کارآمد
نہیں ہو سکتیں۔ کچھ اور آیات اور احادیث ہیں جو لفظ مسلم کی تعریف میں قولِ فیصل کا حکم رکھتی
ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ آیات اور احادیث پیش کرو اور ان میں اپنی طرف سے کچھ نہ ملاؤ۔ مطلب
یہ ہے کہ اسلام سے اس فرقہ کو خارج کرو جسے کتاب اللہ اور اقوالِ رسول اللہؐ خارج کریں اور
ان فرقوں کو مسلمان سمجھو جن کو خدا اور رسولؐ مسلمان قرار دیں۔ ایک حرف کی کمی بیشی نہ کرو۔ الفاظ
اور ان کا صحیح مفہوم جوں کا توں رہنے دو۔ اور پھر دیکھو کہ اسلام میں کون داخل ہوتا اور اس سے
کون خارج ہوتا ہے۔

اس موقعہ پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی یاد رکھنے کے قابل ہے:۔
"بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا تھا۔ وہ احمق سی کوئی
حبشیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے؟
آپ نے اس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دی آپ نے ان
صاحب سے فرمایا لے جاؤ یہ مسلمان ہے۔ اللہ اکبر! اسلام کی حقیقت پر کتنے پردے پڑ گئے ہیں
آپ اسلام کے لیے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دینا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک آج کوئی
مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ نسفی کے بندھے ہوئے عقائد پر حرفاً حرفاً آمنت نہ

کہنا جائے"۔ (رسالہ اہلسنت والجماعت صہ۲۴)



اسلام اور ایمان کے مقابلہ میں کفر اور انکار ہے۔ جو مسلمان نہیں وہ نامسلمان ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مسلمان کون ہے اور اس کے لیے کن باتوں کا ماننا ضروری ہے۔ پس جس شخص کو ان باتوں سے انکار ہے وہ نامسلمان ہے۔ یہ بات اتنی واضح ہے جس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم وضاحت کے لیے یہ کہنا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ کفر کی بنیاد انکار و تکذیب ہے اَلتَّاوِیْلُ فَرْعُ الْقبُوْل (تاویل قبول و تسلیم ہی کی ایک شکل ہے)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:۔

اَمَّا الْوَصِیَّۃُ فَاَنْ تَکُفَّ لِسَانَکَ عَنْ تَکْفِیْرِ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ مَا اَمْکَنَکَ مَا دَامُوْا قَائِلِیْنَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ غَیْرُ مُنَافِقِیْنَ لَھَا وَ الْمُنَافَقَۃُ تَجْوِیْزُھُمُ الْکَذِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعُذْرٍ اَوْ بِغَیْرِ عُذْرٍ فَاِنَّ التَّکْفِیْرَ فِیْہِ خَطَرٌ وَّ السُّکُوْتُ لَا خَطَرَ فِیْہِ۔

(التفرقہ بین الاسلام والزندقہ صہ۵۶)

(ترجمہ) میری نصیحت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اہلِ قبلہ کی تکفیر سے اپنی زبان کو روکو جب تک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے قائل رہیں اور اس کے خلاف نہ کریں اور خلاف یہ کہ حضور صلعم کو کسی عذر یا بغیر عذر کے کاذب قرار دیں۔ کیونکہ کسی کو کافر کہنے میں بڑے خطرات ہیں اور سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

چونکہ امام صاحب نے مسئلہ تکفیر کی گہری ریسرچ کی ہے اور کتاب التفرقہ اسی موضوع پر لکھی ہے۔ اس لیے انہوں نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ مسلمانوں کے فرقے جب

ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں تو اس کے لیے انکار و تکذیب ہی کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ مگر جب تک قائل خود انکار نہ کر دے اور اپنی طرف سے تکذیب کا یقین نہ دلائے۔ اسے مکذّب و مکفر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ امام صاحب فرماتے ہیں :۔

"ہر فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا ہے۔ اور اس پر رسولؐ کی تکذیب کی تہمت دھرتا ہے۔ حنبلی اشعری کو کافر لکھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کے لیے اوپر کی جہت اور عرش پر بیٹھنے کی تکذیب کی ہے اور اشعری حنبلی کو اس لیے کافر کہتا ہے کہ وہ خدا کی تشبیہ کا قائل ہے۔ حالانکہ رسولؐ نے تو لَیْسَ کَمِثْلِهٖ کہا ہے۔ اس لیے وہ رسول کی تکذیب کرتا ہے اور اشعری معتزلی کو اس بناء پر کافر بتاتا ہے کہ اس نے خدا کے دیدار ہونے اور خدا میں علم و قدرت اور دیگر صفات کے قائم بالذات ہونے سے انکار کرنے میں رسولؐ کی تکذیب کی ہے۔" اور معتزلی اس خیال سے اشعری کو کافر بتاتا ہے کہ صفات کو عین ذات نہ ماننا تکثیر فی الذات ہے۔ اور توحید باری کی تکذیب رسولؐ اللہ کی تکذیب ہے۔" (التفرقہ بین الاسلام والزندقہ صـ۲۳)

یہ سطور اہلِ پاکستان کے ان علماء کے لیے لکھی گئی ہیں جو حکومت سے لفظِ مُسلم کی تعریف کرانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ تعریف سے پہلے بعض فرقوں کو خارج از اسلام قرار دینے کے لیے بے چین ہیں اور تعریف بھی ایسی من مانی کرانا چاہتے ہیں کہ جن کو وہ مسلمان کہنا نہیں چاہتے وہ مسلمان ثابت نہ ہوں۔ اس الجھن کو دور کرنے کے لیے یہ سطور پیش کی جا رہی ہیں۔

"ناظرین یقین فرمالیں کہ مضمون نگار صاحب نہ "قادیانی" ہیں نہ "رافضی" نہ "وہابی" نہ "بدعتی" نہ "پرویزی" نہ "چکڑالوی" نہ "خارجی" نہ "مودودی"۔ بلکہ ٹھیٹھ اہلِ سنت ہیں۔ جمعیۃ العلماء سے تعلق رکھنے والے ہیں۔"

۸۔ چیف جسٹس قدیر الدین صاحب نے لکھا:۔

"اسلام کسی ایک دین کا نام ہے یا طرح طرح کے بہت سے دین اور بہت سی شریعتوں

کو ملا کر ان کا نام اسلام رکھ دیا گیا ہے ؟

یہ سوال ان سب لوگوں کے لیے اہم ہے ۔ جو اپنے آپ کو سچے دل سے مسلمان بھی کہتے ہیں ۔ اور اسلام سے محبّت بھی رکھتے ہیں ۔ کیونکہ ہمارے ملک میں یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا کہ مسلمان کن عقائد کے رکھنے والوں کو کہتے ہیں ۔ چنانچہ ہمارے دستور میں مسلمان کی تعریف (Defination) شامل نہیں ہو سکی ۔ اس لیے شق نمبر ۲۶۰ کے جز نمبر ۳ میں غیر مسلم کی تعریف شامل کی گئی ہے ۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سوال کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں ؟ کھل کر ۱۹۵۳ء میں اُس وقت سامنے آیا ۔ جب قادیانیوں کے خلاف پنجاب میں فسادات ہوئے اور ایک تحقیقی عدالت مقرر کی گئی کہ ان فسادات کے اسباب کی تفتیش کرے ۔ اس عدالت کے صدر جناب محمد منیر تھے جو اس وقت چیف جسٹس تھے اور ایک رُکن کیانی صاحب مرحوم تھے ۔ جو اس وقت پنجاب ہائی کورٹ کے جج تھے ۔

اس عدالت نے مُلک کے تقریباً تمام فرقوں کے سرکردہ علماء کو بطور گواہ کے بُلایا ، جو فرقے اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے ۔ چنانچہ وہ سب پیش ہوئے اور سب سے یہ سوال کیا گیا کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے ؟ ہر ایک کا جواب منیر رپورٹ میں درج ہے ۔

ان جوابات کو غور سے دیکھا جائے ۔ تو معلوم ہو گا کہ ان میں سے کوئی بھی یہ کہہ کر مطمئن نہیں ہوا کہ اللہ کو ایک ماننا اور محمدؐ کو اس کا سچا پیغمبر ماننا ایک مسلمان کا عقیدہ ہے بلکہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ اور شرائط شامل کی گئیں وجہ یہ تھی کہ اگر وہ شرائط نہ لگاتے تو پھر فرقوں میں جو اختلاف ہے اس کی بنیاد قائم نہ ہو سکتی ۔ ہر فرقے کے عالم نے ان عقائد کا ذکر کسی نہ کسی طرح سے مسلمان کی تعریف میں کرنا ضروری سمجھا ۔ جن کو وہ اپنے فرقے کی خصوصیت سمجھتے تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان کی تعریف میں فرقوں کی تعریفیں شامل ہوتی رہیں ۔ دوسرے الفاظ میں اسلام فرقوں کا ایک مجموعہ نظر آنے لگا اور خالص اسلام کی تعریف مسلمان کی تعریف کے ساتھ اُلجھ کر رہ گئی "

{ روزنامہ "جنگ" کراچی ۱۶ر مئی ۱۹۷۶ء بحوالہ ہفت روزہ لاہور
جلد نمبر ۲۵ شمارہ نمبر ۲۲ ۳۱ر مئی ۱۹۷۶ء صفحہ نمبر ۵ }

ایک اہلحدیث عالم دین کا نعرۂ حق

۸ - پنجاب کے مشہور اہلحدیث خاندان کے چشم و چراغ مولانا غلام محی الدین لکھوی نے رگو ہڑ نمبر ۸ متصل پتوکی ضلع لاہور میں) ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہر وہ شخص جو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے مسلمان ہے خواہ وہ کوئی بھی عقیدہ رکھتا ہو۔ .... تحقیقاتی عدالت میں کسی عالم دین کو مسلمان کی تعریف کرنا نہیں آئی۔ حالانکہ حدیث کی رُو سے مسلمان وہ جو حدیث من صلّٰی صَلٰوتَنَا واستقبل قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا پر عامل ہے"

اخبار "الاعتصام" لکھتا ہے کہ:۔

"اس موقع پر انہوں نے تمام علماء کو جاہل قرار دیا ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ قادیانیوں کے بارہ میں جناب کا کیا خیال ہے؟ جبکہ وہ اس حدیث پر بھی عامل ہیں، مولانا نے فوراً جواب دیا کہ وہ مسلمان ہیں" [۱]

برِصغیر کے ممتاز ادیب اور سکالر کی رائے

۹ - میاں محمد طفیل ایڈیٹر رسالہ نقوش و سیکرٹری جنرل پاکستان رائٹرز گلڈ نے لکھا:۔

"مجھے یا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم کسی کو کافر اور کسی کو مسلمان کہیں جبکہ آج تک یہی پتہ نہ چلا ہو کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے - ۱۹۵۳ء میں احمدی ایجی ٹیشن کے خلاف جو انکوائری کمیٹی بیٹھی تھی اُس نے تمام علماء سے سوال کیا تھا کہ پہلے یہ بتائیے کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے وہاں مختلف عقائد کے علماء جمع تھے - سب ایک دوسرے کا مُنہ دیکھ کر رہ گئے اس لیے کہ مسلمانوں میں بھی تو کئی عقیدوں کے لوگ ہیں جیسے شیعی، خارجی، معتزلی، وہابی، احمدی، بہائی، نیچری وغیرہ - ہمارا مولوی تو دوسرے عقیدے والے کو جھٹ سے کافر کہہ دیتا ہے - مسلمان ہوتے ہوئے بھی ہم مولویوں کی نظر میں مسلمان نہیں ہیں اسلیے کہ جو خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے وہ کافر کیسے

---

[۱] مکتوب محمد یوسف ناظم جمعیتہ اہلحدیث گوہڑ ۸ متصل پتوکی ضلع لاہور (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء ص ۵ کالم ۱

ہو جاتا ہے"۔ [1]

غیر مسلم دُنیا میں اسلام اور پاکستان کی بدنامی

تحقیقاتی عدالت میں عُلماء کے طرزِ عمل، تنگ نظری، تعصّب اور علمی کم مائیگی کے مظاہرے نے جہاں برصغیر کے مسلمان حلقوں میں اُنکے خلاف سخت نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کیے وہاں اس کا یہ افسوسناک نتیجہ بھی برآمد ہوا کہ غیر مسلم دنیا میں بھی اسلام اور پاکستان کی سخت بدنامی ہوئی۔ اس حقیقت میں صرف چند تحریرات کا ذکر کافی ہوگا۔

۱۔ مشہور مستشرق پروفیسر ولفرڈ کانٹ ویل سمتھ

(Wilfred Cantwell Smith)

نے لکھا:۔

"The Court of Inquiry, and subsequently the world, was presented with the sorry spectacle of Muslim divines no two of whom agreed on the definition of a Muslim, and who yet were practically unanimous that all who disagreed should be put to death."

Islam in Modern History by Wilfred Cantwell Smith-1957
Princeton University Press, Princeton, New Jersey, USA, page, 233.

تحقیقاتی عدالت اور بعد میں دنیا کے سامنے یہ افسوسناک نظارہ پیش کیا گیا کہ کوئی سے دو علماء بھی مسلمان کی تعریف پر آپس میں متفق نہ ہو سکے اور اس کے باوجود وہ سب اس بات پر عملی طور پر متفق تھے اور یک آواز تھے کہ جو شخص بھی ان کے نکتہ نگاہ سے اختلاف کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔

---

[1] "آپ" صفحہ ۳، ۱۳، دوسرا ایڈیشن مصنف محمد طفیل، ایڈیٹر "نقوش" سیکرٹری جنرل پاکستان رائٹرز گلڈ

۲۔ مسٹر ایم اے کرانڈکر (M. A. Karandikar) نے لکھا۔

The committee later on converted itself into a Council of Action. The agitation later on took an ugly turn resulting in the imposition of martial law and appointment of a commission of enquiry headed by Justice M. Munir and Justice M. R. Kayani. Their report is famous as the Munir Report. The controversy is summarised in the Report: 'In am Islamic state or in Islam there is a fundamental distinction between the rights of Muslim and non-Muslim subjects and one distinction which may at once be mentioned is that the non-Muslims cannot be associated with the business of administration in the higher sphere. Therefore, if the Ahmadis were not Muslims but Kafirs, they could not occupy any of the high offices in the state and as a deduction from the proposition two of the demands required the dismissal of Choudhary Zafrulla Khan and other Ahmadis who were occupying key positions in the State, and the third required the declaration of Ahmadis as a non-Muslim minority.'

While giving their evidence, different ulama claimed that in the Islamic state, the non-Muslims 'would have no voice in the making of laws, no right to administer the law, no right to hold public office, no right to be employed in the army, judiciary, ministry or any post involving the reposing of confidence.' When confronted with the question as to whether the Muslims should be treated in the same manner in India, Moududi and other ulama categorically stated that they had no objection if the Muslims were treated as mlechhas and shudras in India. This was the Qurban theory in practice. They were, however, forthright enough to admit that a true Mussalman (as they understood the term) could not be a faithful citizen of any non-Muslim government. Maulana Tajuddin Ansari stated that the Islamic ideology would not let them remain in India for a minute. Maulana Abul Hasnat

Sayyid Muhammad Ahmad Qadri, of the J. U. I. Pakistan stated that in the event of a war between India and Pakistan, the Indian Muslims were duty bound to side with Pakistan. This view was corroborated by Maulana Moududi. Some ulama stated during the enquiry that in an Islamic State portrait painting, photographing of human beings, sculpture, playing of cards, music, dancing, acting and all cinema and dramatic performances will have to be banned. Maulana Abul Hasnat stated that a policeman or a soldier would have the right to disobey any command from his superiors on the ground of religion. He added that the policeman or the soldier was free to decide himself whether a particular command was contrary to religion or not. It was only during a war between Pakistan and another non-Muslim country that the soldier was not free to decide for himself; in such an eventuality, he would have to depend on the fatwa of the ulama. Maulana Abdul Hanif Badayuni and some others considered that the dissection of dead bodies in the Medical college or for postmortem was antithetical to Islam.

The ulama of the different shades materially differed from each other when asked to define a Muslim. The Report summarizes the curious position: 'Keeping in view the several definitions given by the ulama, need we make any comment except that no two learned divines are agreed on this fundamental. If we attempt our own definition as each learned divine has done and that definition differs from that given by all others, we unanimously go out of the fold of Islam. And if we adopt the definition given by any one of the ulama, we remain Muslims according to the view of that alim but Kafirs according to the definition of every one else.

Islam in India's Transition to Modernity,
by M. A. Karandikar, pp: 284-285.
Eastern Publishers 25/216 Darakhshan Society, Malir. KARACHI 7.

اس (احراری) کمیٹی نے بعد میں جب اپنے آپ کو راست اقدام کرنے والی کمیٹی میں بدل دیا تو ایجی ٹیشن نے ایک انتہائی بدنما رُخ اختیار کر لیا۔ تحقیقاتی کمیشن جسٹس منیر اور جسٹس ایم آر کیانی کی سرکردگی میں مقرر کیا گیا۔ ان کی رپورٹ منیر رپورٹ کے نام سے مشہور ہے اس قضیہ کو اس رپورٹ میں مختصراً یوں بیان کیا گیا ہے۔

" ایک اسلامی ریاست میں یا یوں کہیے کہ اسلام میں مسلمان اور غیر مسلمان رعایا کے حقوق میں ایک بنیادی امتیاز ہے۔ جسے فوراً بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ غیر مسلمان کو ریاست کے اعلیٰ انتظامی اُمور میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اگر احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ کافر ہیں۔ تو وہ کسی بھی اعلیٰ ریاستی منصب پر فائز نہیں رہ سکتے۔ اور مطالبہ کی شرط ۲ سے بطور استنباطیہ دو مطالبے کیے گئے۔ کہ چوہدری ظفر اللہ خان کو برطرف کیا جائے۔ اور دوسرے احمدی جو ریاست کے کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔ انہیں برخواست کیا جائے۔ اور تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

اپنی شہادت کے دوران مختلف علماء نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی قانون سازی میں کوئی آواز نہ ہو گی۔ اور وہ قانون کی تنفیذ میں کوئی اختیار نہ رکھیں گے۔ اور کسی پبلک عہدہ پر مقرر نہ کیے جا سکیں گے۔ فوج، عدالت۔ وزارت میں یا کسی ایسی اسامی پر جہاں اعتماد کا سوال ہو ملازم نہیں رکھے جائیں گے۔ اور جب ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا۔ کہ آیا مسلمانوں سے بھی ہندوستان میں ایسا ہی سلوک کیا جائے۔ تو مودودی اور دوسرے علماء نے بے لاگ جواب دیا کہ انہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا اگر ہندوستان میں مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودروں والا سلوک کیا جائے۔

یہ قرآنی نظریے کی عملی شکل تھی۔ اُنہوں نے اس بات میں بھی نہایت بے باکی سے اعتراف کیا۔ کہ ایک سچا مسلمان (جیسا کہ ان کے خیال میں ایک سچا مسلمان ہونا چاہیے) کسی دوسرے غیر مسلم ریاست کا وفادار شہری بن کر نہیں رہ سکتا۔ مولانا تاج الدین انصاری نے بیان کیا۔ کہ اسلامی نظریے کے تحت تو وہ ایک منٹ کے لیے بھی ہندوستان میں قیام نہیں کر سکتے۔ جمعیت العلماء پاکستان کے مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری نے بیان کیا۔ کہ پاک و ہند کے درمیان جنگ کی صورت میں مسلمانِ

ہند کا لازمی فرض ہوگا۔ کہ وہ پاکستان کی حمایت کریں۔ اس بیان پر مولانا مودودی نے صاد فرمایا۔ تحقیقات کے دوران بعض علماء نے بیان کیا کہ ایک اسلامی ریاست میں مصوری۔ انسانوں کی فوٹو اُتارنا۔ مجسمہ سازی۔ تاش کھیلنا۔ موسیقی۔ رقص۔ ایکٹنگ اور ہر طرح کے سینما اور ڈرامائی کردار پر حکم امتناعی لگانا ہوگا۔ مولانا ابوالحسنات نے بیان کیا۔ کہ ایک پولیس مین یا فوجی ملازم کو اپنے مذہب کی بناء پر اختیار ہوگا۔ کہ وہ اپنے اعلیٰ افسران کے کسی بھی حکم کو ماننے سے انکار کردے انہوں نے مزید یہ فرمایا۔ کہ ایک فوجی یا پولیس مین اس بات میں آزاد ہوگا کہ وہ خود فیصلہ کرے۔ کہ آیا اس کے افسر کا کوئی خاص حکم شرع (محمدی) کے مخالف ہے یا نہیں۔ سوائے اس کے کہ پاکستان کی کسی غیر مسلم ملک سے جنگ کی صورت میں کسی فوجی ملازم کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ کہ وہ ازخود فیصلہ کرے بلکہ ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ وہ علماء (اسلام) کے فتویٰ پر انحصار کرے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی اور کچھ دوسرے علماء کے خیال میں مُردوں کی چیڑ پھاڑ جو میڈیکل کالجوں میں ہوتی ہے یا پوسٹ مارٹم وغیرہ خلاف اسلام ہیں۔ جب علماء سے یہ کہا گیا کہ مسلمان کی تعریف بیان کریں۔ تو اس میں بھی مختلف خیالات کے علماء کا آپس میں مادی اختلاف تھا۔ رپورٹ اس کیفیت کو اختصاراً یوں بیان کرتی ہے۔

" اُن بہت سی تعریفوں کے پیش نظر جو کہ علماء نے پیش کی ہیں۔ کیا ہمیں کسی تبصرے کی ضرورت ہے سوائے اس کے کہ کوئی بھی دو مقدس عالم اس بنیادی اصول پر متفق نہ تھے۔ اگر ہم خود اسلام کی تعریف پیش کرنے کی کوشش کریں۔ جیسا کہ ہر فاضل عالم دین نے کی ہے اور ہماری تعریف ان سے مختلف ہو جو دوسروں نے کی ہے۔ تو ہم متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے خارج اور اگر ہم کسی ایک عالم کی بنائی ہوئی تعریف کو قبول کر لیں۔ تو ہم صرف اُس ایک عالم کی تعریف کے مطابق ہی مسلمان رہتے ہیں۔ لیکن باقی تمام علماء کی تعریفوں کے مطابق ہم کافر بن جاتے ہیں۔"

۳ - ایک روسی مؤلف طایا زنکن (Tayazinkin) نے اخبار میں لکھا کہ:-

The Manchester Guardian
(8th January 1955)

But what is an Islamic Constitution? The present Chief Justice of the Federal Court, Mr. Justice Munir, has considered the problem in his report on the Lahore disturbances of 1953 where the Ahmdis were massacred in the name of orthodoxy. "What is then the Islamic State of which everybody talks so much and nobody thinks?" He asks. He goes on to discuss the definition, implications and corollaries of Islam, though somewhat handicapped by the fact that the scores of Moslem pundits, Mullahs and Scholars who gave evidence could not agree even over what makes a man Mussalman, let alone a State Islamic."

Chief Justice Muhammad Munir P. 216,
by Nazir Hussain Chaudhri.
Publisher: Research Society of Pakistan, Lahore,
First Edition, March, 1973.

بحوالہ کتاب "چیف جسٹس محمد منیر" مرتبہ ناظر حسین چوہدری، شائع کردہ سوسائٹی آف پاکستان
پنجاب یونیورسٹی لاہور، صفحہ ۲۱۶ طبع اول ۱۹۷۳ء

اسلامی آئین کیا ہے ؟ فیڈرل کورٹ کے موجودہ چیف جسٹس۔ مسٹر جسٹس منیر نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں اس مسئلہ پر غور کیا ہے۔ جو انہوں نے ۱۹۵۳ء میں لاہور کے فسادات کے بارے میں لکھی ہے۔ (ان فسادات میں) احمدیوں کا قدامت پسندی کے نام پر قتلِ عام کیا گیا تھا۔ اُس نے دریافت کیا ہے " آخر وہ اسلامی ریاست کیا ہے جس کے بارے میں ہر شخص اتنی باتیں کرتا ہے۔ اور کوئی سوچتا نہیں " پھر وہ آگے چل کر اسلام کی تعریف اُس کے مبادی۔ اور اس کے بدیہی نتائج پر بحث کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اس امر سے کسی قدر مشکل میں پڑ گیا ہے کہ بیسوں مُسلم پنڈت مُلّا اور عالم لوگ جنہوں نے (اس کی عدالت میں) گواہیاں دی تھیں۔ وہ لوگ صرف اس بات پہ آپس میں اتفاق نہ کر سکے۔ کہ ایک شخص کو مسلمان بنانے کے لیے کن باتوں کی ضرورت ہے۔ چہ جائیکہ وہ یہ بیان کر سکتے کہ اسلامی ریاست کیا ہوتی ہے۔

۴۔ ایک اور روسی مفکر مسٹر ایم۔ ٹی سٹیپینٹس (M. T. Stepanyants) نے علماء کے متشددانہ نظریات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

The ulama have not confined themselves to theorising, and from time to time have gone over to parctical steps. Such was the case in 1953, when fourteen of their organisations, including the leading Ahrar and Jamaat-i-Islami parteis, launched a campaign against the Ahmadiya sect. Playing up their differences on questions of faith (whereas the real reason lay in the political sturggle between different bourgeois and landlord groups), the ulama raised the following demands: for the Ahmadiya to be declared a non-Muslim sect; for Chaudhury Zafrullah Khan to be removed from the post of foreign minister on the grounds of his membership in the sect; for all Ahmadis to be dismissed from their government offices.

The stand taken by the ulama did not meet with a sympathetic reception in official circles. It was denounced as undemocratic and contradictory to the spirit of Islam; which could not be blamed for the fact

that "the pages of Muhammadan history are stained with the blood of many cruel persecutions." 1

علماء نے اپنے آپ کو نظریات قائم کرنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ وقتاً فوقتاً عملی اقدام بھی کرتے رہے۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء میں بھی ایسا ہی واقعہ رونما ہوا جبکہ ان کی چودہ تنظیموں بشمولیت احرار اور جماعت اسلامی نے جو اس ایجی ٹیشن میں نمایاں کردار ادا کر رہی تھیں فرقہ احمدیہ کے خلاف ایک زبردست مہم کا آغاز کیا۔ اگرچہ حقیقی اختلافات اس سیاسی کشمکش میں مضمر تھا جو شہری متوسط طبقہ اور جاگیردار طبقے میں جاری تھی مگر اس موقع پر علماء نے مذہبی مسائل پر اختلافات کو ہوا دی اور مندرجہ ذیل مطالبات پیش کر دیئے۔

ایک یہ کہ احمدیوں کو ایک غیر مسلم فرقہ قرار دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس فرقے کا ایک رُکن ہونے کی بناء پر چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارتِ خارجہ سے ہٹا دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ تمام احمدیوں کو سرکاری عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

علماء کے اس مؤقف کو سرکاری حلقوں میں پذیرائی حاصل نہ ہوئی بلکہ اس کو غیر جمہوری اور روح اسلام کے متضاد سمجھتے ہوئے اس کی مذمت کی گئی۔ ویسے اس کی وجہ سے علماء کو مورد الزام بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ اس قسم کی بعض ظالمانہ ایذا رسانیوں کے خون سے داغدار ہے۔

---

1 PAKISTAN, Philosophy and Sociololgy, p p: 98-99 By M. T. Stepanyants, Published by: U. S. S. R. Academy of Sciences, Institute of Philosophy

حصّہ چہارم

۱۹۵۳ء کے جماعتی ابتلاء کی عظیم الشّان برکات

پہلا باب

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "الوصیت" میں مستقبل میں رونما ہونے والے تغیرات اور جماعتی ابتلاؤں اور اُن کے نتائج کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ :۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے ...... وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے"[1]

اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ۱۹۵۳ء کے جماعتی ابتلاء میں جن برکات سے اپنی پاک جماعت کو نوازا اُن میں سے بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

اس باب میں چار مزید برکات کا ذرا تفصیل اور شرح وبسط سے ذکر کیا جاتا ہے:۔

اوّل :۔ نشاناتِ الٰہیہ کا ظہور۔

دوم :۔ جماعتِ احمدیہ کی ترقی و استحکام۔

---

[1] رسالہ "الوصیت" طبع سوم صـ۱۰ مطبوعہ ۹؍ جولائی ۱۹۰۸ء

سوم :۔ جماعتِ احمدیہ کی عالمی شہرت میں اضافہ۔

چہارم :۔ جماعتِ احمدیہ کی بے مثال اخلاقی قوت اور بلند کیریکٹر کا اظہار

نشاناتِ الٰہیہ کا ظہور

اوّل :۔ سیدنا حضرت مہدئ معہود و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۳ رجنوری ۱۸۹۶ء کو حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کو لکھا :۔

"خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ مبشر الہام مجھے ہوا ہے انی مع الافواج اٰتیک بغتۃ" ترجمہ :۔ یعنی میں فوجوں کے ساتھ ناگاہ تیرے پاس آنے والا ہوں یہ کسی **عظیم الشان نشان کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے**"[1]

اس کے بعد یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کئی بار نازل ہوا۔ ۲۸ ر اپریل ۱۹۰۵ء کو جب اس کا نزول ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ الہام اس کی خبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین (خلیفۃ المسیح الثانی) کو بھی دی گئی۔ چنانچہ بدر ۲۷ ر اپریل ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے۔

اسی شب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت کو انی مع الافواج اٰتیک بغتۃ" الہام ہوا صبح اُٹھ کر ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ بے شک یہ الہام ہوا ہے "[2]

اس تصرفِ الٰہی میں واضح حکمت یہی تھی کہ اس نوع کا ایک عظیم الشان نشان حضرت مصلح موعود کے دورِ خلافت میں مقدر تھا۔ چنانچہ جب اس کے ظہور کا وقت آن پہنچا تو

---

[1] مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم حصہ اوّل ص۲ مکتوب ۱۳ (مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب) ناشر دفتر الحکم دسمبر ۱۹۱۸ء طبع اوّل۔

[2] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ر الزلزال ص۴۴۷، ص۴۴۸ از حضرت مصلح موعود مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۲۵ ر دسمبر ۱۹۴۶ء

حضور نے یہ پُر شوکت پیشگوئی فرمائی کہ "خدا مدد کے لیے دوڑا آرہا ہے"۔ اس پیشگوئی کے تیسرے روز ۶؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء نافذ ہوگیا اور فوجیں لاہور میں داخل ہوگئیں۔

چھ مارچ کو جمعہ تھا۔ اُدھر دن طلوع ہوا اِدھر خدا کی مظلوم جماعت کو مٹا دینے کے منصوبے ہونے لگے۔ اس وقت کشتیٔ احمدیت خطرناک گرداب میں ہچکولے کھا رہی تھی اور اس کا بچ نکلنا کسی معجزہ کے بغیر ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں الہام "انی مع الافواج اتیک بغتۃ" اور حضرت مصلح موعود کی پیشگوئی کے عین مطابق خدا تعالیٰ کی آسمانی تائید و نصرت کا یکایک نزول ہوا اور ٹھیک بارہ بجے کے قریب لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور پاکستان کی بہادر اور محبِ وطن فوج چند گھنٹے کے اندر اندر امن قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی بصورت دیگر پاکستان اور جماعتِ احمدیہ کا جو حشر ہوتا اس کا تصور کر کے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ناظم مارشل لاء میجر جنرل اعظم نے سچ کہا تھا کہ:۔

"۶؍ مارچ کو فوج نے اور ڈیڑھ گھنٹہ انتظام نہ سنبھالا ہوتا تو وہاں مکمل تباہی، لوٹ مار قتل و غارت اور زنا بالجبر کا دور دورہ ہوتا اور کسی کی عزت اور وقار محفوظ نہ تھا"۔[1]

یہ مارشل لاء ۱۵؍ مئی ۱۹۵۳ء کو صبح ۳ بجے اٹھایا گیا۔ ناظم مارشل لاء میجر جنرل اعظم نے ۱۴؍ مئی کو اپنی نشری تقریر میں کہا:۔

"اہلِ پنجاب اور خاص کر اہلِ لاہور کو اِن حالات کا اچھی طرح علم ہے جن میں فوج کو شہری حکام کی مدد کے لیے آنا پڑا۔ جبکہ ہر طرف بدامنی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ریلوں کی پٹریاں اکھاڑے جانے، ٹیلیفون اور ٹیلی گراف کے تار کاٹے جانے اور عام ٹریفک میں مداخلت کیے جانے کی خبریں برابر آرہی تھیں۔ لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ غرض کہ ۶؍ مارچ کی اس صبح کو لاہور میں کسی بھی شہری کی جان و مال کو محفوظ نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ چند خود غرض انسانوں نے اپنے مفاد کے لیے جھوٹی باتوں سے کام لے کر اور مذہب کی آڑ لیتے ہوئے نادان عوام کے جذبات کو پاگل پن کی حد تک ابھار دیا تھا۔ انہوں نے اپنی تحریک کو بظاہر مذہب کا رنگ

---

[1] "ملت" ۲۱؍ دسمبر ۱۹۵۳ء ص ۱ (اس پرچہ میں مارشل لاء کے نفاذ کی تاریخ ۴؍ مارچ چھپی تھی جو غلط ہے)

اس لیے دیا تھا تاکہ ناواقف لوگ اُن کے جال میں پھنس سکیں۔ اب اس حقیقت میں کوئی شک نہیں رہا کہ ان کی یہ تحریک سارے ملک کے خلاف ایک مکمل سازش تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ملک میں بدامنی پھیلانے کے بعد حکومت کو بالکل بیکار کر دیا جائے۔ یہ کام صرف ملک کے دشمنوں کا ہی ہو سکتا ہے۔"[1]

تحریک پاکستان کے ایک عظیم رہنما جناب حمید نظامی نے اپنے اخبار نوائے وقت میں "فوج کا شکریہ" کے زیر عنوان لکھا:۔

"یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ۶؍ مارچ (۱۹۵۳ء) کو لاہور شہر میں سول نظم و نسق پوری طرح تباہ ہو چکا تھا اور اگر چند گھنٹے اور مارشل لاء نافذ نہ کیا جاتا تو پاکستان کے اس قدیم ترین تاریخی شہر میں بلا امتیاز عقیدہ کسی شہری کے جان و مال کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اگر لاہور کے حالات کو بروقت (بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ آخری وقت پر) سنبھال نہ لیا جاتا تو لاقانونیت کی آگ سارے صوبہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ اس اعتبار سے فوج نے صرف لاہور کو ہی نہیں سارے صوبہ کو بچا لیا ہے۔ ہم پاکستانی فوج کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔"[2]

دوم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۱۸۹۲ء میں الہام ہوا کہ

"انی مھین من اراد اھانتک"[3]

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر المنبر لائل پور (فیصل آباد) تحریر فرماتے ہیں:۔

"قادیانیوں کے ہاں یہ بات عقیدے کی شکل اختیار کر چکی ہے کہ جو گروہ اور شخص مرزا غلام احمد کی نبوت کو چیلنج کرتا ہے یا قادیانی جماعت کی مخالفت کے درپے ہوتا ہے وہ انجام کار ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اس پر مرزا غلام احمد صاحب کا یہ الہام ہر قادیانی کے وردِ زبان ہے۔

انی مُھِینٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ میں ہر اس شخص کو ذلیل کروں گا۔ جو تیری

---

[1] نوائے وقت ۱۶؍ مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۱ [2] نوائے وقت لاہور ۱۷؍ مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۳
[3] آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۱ طبع اوّل

تذلیل کے درپے ہوگا ......"

اس کے بعد لکھا:۔

"قادیانی جماعت ان تمام مخالفتوں کے علی الرغم بڑھتی چلی گئی اور آج مخالفت کے جتنے طوفان اس کے خلاف اٹھے ان کی لہریں تو آہستہ آہستہ ابھرتی رہیں لیکن یہ گروہ پھیلتا چلا گیا .... خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کام کا جواب نعروں سے، مسلسل جدوجہد کا توڑ اشتعال انگیزی سے علمی سطح پر مساعی کو ناکام بنانے کا داعیہ صرف پھبتیوں، بے ہودہ جلوسوں اور ناکارہ ہنگاموں سے پورا نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے جب تک وہ انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے فکری اور عملی تقاضے پورے ہوں ہنگامہ خیزی کا نتیجہ وہی برآمد ہوگا جس پر مرزا صاحب کا الہام "انی مھین من اراد اھانتک" صادق آئے گا۔ جو لوگ اس طرز پر مثبت کام نہیں کرسکتے وہ قادیانی تحریک کے صحیح حامی و مددگار ہیں وہ اس نہج پر جتنا کام کریں گے اس سے یہ تحریک تقویت حاصل کرے گی۔" [1]

۱۹۵۳ء کی اینٹی احمدیہ تحریک میں شورش پسند علماء کی باطنی کیفیت جس طرح ملک کے ہر طبقہ کے سامنے آشکارا ہوئی اور ان کے اخلاق و ایمان کا سارا بھرم کھل گیا۔ وہ بھی اس الہام کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت تھا چنانچہ جامعہ رشیدیہ منٹگمری (ساہیوال) کے صدر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ختم نبوت کے زمانہ میں تمام علماء کا کھرا کھوٹا قوم نے دیکھ لیا ہوا ہے" [2]

اس اجمال کی تفصیل تو بہت طویل ہے بطور نمونہ صرف چند واقعات کا ذکر کافی ہوگا۔ انٹیلی جنس بیورو کے سابق ڈائریکٹر جنرل ایم اے چوہدری کی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ:۔

"۱۹۵۳ء میں جب قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی تو میں لاہور میں تھا.. ایک واقعہ یاد ہے یونیورسٹی کے سامنے بدمعاش ننگے ناچے۔ تحریک کا ابھی آغاز تھا اس لیے تعلیمی ادارے کھلے ہوئے تھے انہوں نے اچھل اچھل کر ختم نبوت کے نعرے لگائے

---

[1] المنیر ۱۰ر اگست ۱۹۵۵ء ص ۱۰-۱۱-۱۲ ؛ [2] رسالہ تعلیم القرآن (راولپنڈی) جولائی اگست ۱۹۶۰ء ص ۱۲، ۱۳ بحوالہ رسالہ "الفرقان" ربوہ اگست ۱۹۶۰ء ص ۳۲

اور لڑکیوں کے سامنے ننگے ناچے۔ سچی بات ہے مجھے بہت بُرا لگا اور بڑی غیرت آئی کہ نام لیں پاک رسولؐ کا اور یوں ننگے ناچیں چنانچہ مَیں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور ان کی خوب گوشمالی کی اس پر میرے خلاف افواہ پھیلا دی گئی کہ یہ وہابی ہے چنانچہ ایک روز آدھی رات کو کسی منچلے نے جنگلے سے آکر میرے خیمہ کو آگ لگا دی .... تحریک کے دوران عام لوگوں کا جوش دیدنی تھا ناموس محمد پر کٹ مرنے کا ایسا بے پناہ جذبہ تھا کہ تمام تر سختیوں کے باوجود کسی مرحلے پر اس میں کوئی کمی نہ آئی لیکن افسوس کہ ان کے لیڈر بودے نکلے اور انہیں ناکامی و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تحریک کے دوران سیاست والوں اور علماء حضرات کا ایک عجیب اور افسوسناک رُخ دیکھنے میں آیا وہی لوگ جو بڑھ چڑھ کر گرما گرم تقریریں کرتے اور نعرے لگاتے تھے کہ جو بھی ہو کسی کو گولی نہیں لگے گی لیکن حقیقتاً جب گولی چلی تو مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہی لوگ تھے جنہوں نے سب سے پہلے راہ فرار اختیار کی۔ دکانیں بند تھیں، انہوں نے دکانوں کے تھڑوں کے آگے لگے تختوں کے نیچے سے اور نالیوں میں سے گزر کر اپنی جان بچائی۔ چند جذباتی نوجوان سینے تان کر سامنے آئے لیکن یہ بھاگ نکلے مارشل لاء لگا تو لیڈر غائب ہی ہو گئے جیسے اُن کا کبھی وجود ہی نہ رہا ہو بیت سے چھُپ گئے یا اِدھر اُدھر بھاگ گئے ..... ایک اور لیڈر کا بتا دوں جو آج بھی حیات ہیں اور بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ جب مارشل لاء لگا تو وہ مسجد وزیر خاں میں تھے ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے اور ان کی تلاش ہونے لگی انہوں نے ڈاڑھی منڈوا دی اور چھُپ گئے لیکن جلد ہی پکڑے گئے"۔[۲]

اس متن میں اخبار "نوائے وقت" ۲۵, مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۱ پر حسب ذیل خبر شائع ہوئی تھی:۔

"پنجاب اسمبلی کے ایک رکن مولانا عبدالستار نیازی آج قصور میں گرفتار کر لیے گئے۔

۲۔ نوائے وقت جمعہ میگزین یکم تا ۷ فروری ۱۹۸۵ء صفحہ ۲

"پولیس قادیانیوں کے خلاف حالیہ ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں مولانا نیازی کی تلاش میں تھی انہوں نے اس عزم سے کہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے داڑھی اور مونچھیں صاف کرادی تھیں۔

یاد رہے کہ پنجاب کے حالیہ واقعات سے مولانا نیازی کو گہرا تعلق ہے وہ اپنے حامیوں کو بے سہارا چھوڑ کر مسجد وزیر خاں سے بھاگ گئے تھے۔ اس کے بعد سے وہ اِدھر اُدھر پھرتے رہے اور آج گرفتار کر لیے گئے۔ گرفتاری کے وقت وہ ایک مکان میں سو رہے تھے۔"[1]

پھر جو "قائدین" جیلخانوں میں گئے انہوں نے وہاں جس طرزِ عمل یا اخلاق کا مظاہرہ کیا اس سے اُن کے عقیدت مندوں کو سخت ٹھیس پہنچی چنانچہ "ابنِ انشاء" اپنے ایک مقالہ میں رقم طراز ہیں:۔

"ہمارے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ جب میں جیل میں تھا تو بہت سے لوگ ختمِ نبوت کی تحریک کے سلسلہ میں جیل میں آ گئے۔ ان میں کچھ بڑے ناموں والے مولوی بھی تھے۔ میں ان دنوں قرآن اور عربی زبان پڑھا کرتا تھا ایک روز ایک آیت کے معنوں میں اٹکا تو ایک لیڈر مولوی سے پوچھا کہ مولانا ذرا رہنمائی فرمایئے بہت دیر تک بیٹھے قرآن شریف کے اس صفحہ کو تکتے رہے آخر کہنے لگے "میاں سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو معلوم نہیں ہے کسی اور سے پوچھو، تبھی تو منیر کمیشن کے سامنے اکثر کی بھد ہوئی۔ ان لیڈروں کے علاوہ جو کارکن اس تحریک کے سلسلے میں آئے تھے بہت مخلص اور نیک تھے۔ ان میں سے ایک خدا کا بندہ جو لاہور کا پہلوان ہے ایک روز ان دوست کے پاس آیا اور بولا شاہ جی میرے جی میں آتی ہے کہ ان لیڈروں کو چھرا مار دوں۔ میں نے کہا ارے یہ کیا کہہ رہے ہو؟ بولا یہاں پاس آکر ان کی حقیقت معلوم ہوئی چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے اور جلد رہائی کے لیے یا اونچی کلاس کے لیے لڑتے ہیں کبھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ ہم لوگوں کا حال احوال ہی پوچھ لیں کہ میاں تم لوگوں کو کھانے کو ٹھیک ملتا ہے۔"[2]

پاکستان کے صحافی مجیب الرحمٰن صاحب شامی نے رسالہ ہفت روزہ "زندگی" میں ۱۹۵۳ء کی

---

[2] جنگ کراچی ۱۰ر نومبر ۱۹۶۶ء بحوالہ "الفرقان" ربوہ فروری ۱۹۶۸ء صفحہ ۴۶

ایجی ٹیشن میں حصہ لینے والے راولپنڈی کے ایک "عالم دین" اور "شیخ القرآن" کے ایک مکتوب کا عکس شائع کیا جو وزیر اعظم فیروز خاں نون اور آئی جی سے رہائی کی سفارش کے لیے تھا۔ شامی صاحب نے اس خط پر تبصرہ کیا کہ:۔

"یہ مولانا صاحب تحریک ختم نبوت کے زمانے میں قید ہوئے اور قید کے دوران ...... یہ خط تحریر کیا۔ اس خط کو پڑھیے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آجکل منبر رسول پر بیٹھنے والے بعض حضرات کے دل دین کی محبت سے کس قدر خالی ہیں اور انہیں اپنے کاروبار کا کتنا خوف لاحق ہے۔ منبر پہ کھڑے ہو کر ختم نبوت کے لیے جان دینے کے دعویدار جیل میں پہنچے تو سارا دعویٰ علم وفضل دھرے کا دھرا رہ گیا"۔ [1]

جیل خانوں میں ان لوگوں پر کیا بیتی؟ اس سلسلہ میں جامعہ اشرفیہ کے صدر مدرس جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے تحقیقاتی عدالت میں یہ بیان دیا کہ:۔

"ڈپٹی کمشنر مسلح پولیس کی گارد کے معیت میں جیل آئے۔ اس وقت علماء اور دوسرے ممتاز اصحاب بیرکوں میں نظر بند تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے انہیں بیرکوں سے باہر نکالا اور انہیں پانچ پانچ کے گروپ میں کوٹھڑیوں میں بند کر دیا...... ان کوٹھڑیوں میں علماء اور دوسرے ممتاز اصحاب کو بری طرح پیٹا گیا"۔ [2]

شورش کاشمیری صاحب مدیر "چٹان" لاہور لکھتے ہیں:۔

"انگریزوں کے زمانہ میں لاہور کا شاہی قلعہ سیاسی اسیروں کے خلاف استعمال ہوتا تھا۔ اس تحریک میں بھی کئی علماء کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے جایا گیا وہاں ...... ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس...... نے ان علماء کے خلاف اس قسم کی واہیات زبان استعمال کی کہ ایک شریف آدمی تخلیہ میں بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا الخ"۔ [3]

---

[1] رسالہ "زندگی" لاہور، ۷؍جولائی ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۹، ۳۰؛ [2] اخبار نوائے وقت لاہور ۲؍اکتوبر ۱۹۵۳ء ص۲ کالم ۳

[3] سید عطاء اللہ شاہ بخاری ص۲۴۶ طبع دوم نومبر ۱۹۷۳ء ناشر مکتبہ چٹان ۸۸ میکلوڈ روڈ لاہور (نوٹ) اس اقتباس کے اگلے فقرے عمداً چھوڑ دیئے گئے ہیں کیونکہ تاریخ احمدیت کے پاکیزہ اوراق اسے نقل کرنے کی اجازت نہیں دیتے)

ایجی ٹیشن کے اصل محرک اور بانی مبانی احراری زعماء تھے۔ جناب نعیم صدیقی صاحب نے اُن کے رُخ کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:-

" بدقسمتی سے اس مسئلے کو گزشتہ کئی سال سے ایسے عناصر لے کے چل رہے تھے جو ایک طرف اپنے سیاسی کردار کے لحاظ سے تعلیم یافتہ حلقوں میں کبھی وقار نہیں پا سکے۔ پھر ان کی ذہنی سطح ایسی تھی کہ وہ اس مسئلہ کی توضیح کے لیے ٹھوس اور استدلال کرنے میں ناکام رہے۔ مزید برآں مصیبت یہ تھی کہ ان کی زبان اور ان کا اندازِ بیان بسا اوقات رکاکت، ابتذال، تمسخر اور استہزا کے حد کو چھو جانے کی وجہ سے کبھی اپیل نہیں کر سکا۔ یہ عناصر اس کو صحیح حل تک پہنچانے کے لیے اس سے کھیلتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس سے مسئلہ کی اہمیت، نزاکت اور سنجیدگی کی نفی نہیں ہو جاتی۔ ایک کیس کو پیش کرنے میں ایک وکیل اگر ناکام رہا ہے تو ضروری نہیں خود کیس ہی کو بے جان اور بے وزن سمجھا جانے لگے۔

مزید مشکل یہ کہ یہ عناصر مسئلہ کے حل کے لیے عوام کو تربیت دے کر اور منظم کر کے کوئی منصوبہ بند دستوری جدّوجہد کرنے کی صلاحیتوں سے خالی تھے۔ اور ان کا طریقہ صرف اندھا جوش و خروش پھیلا دینا رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء[1] سے برابر آتشیں تقاریر کے ذریعہ عوام کو جذباتی تحریک دلا رہے تھے۔ اس خطرے کو دیکھ کر ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ عوام کے جذبات کو دستوری جدوجہد کی رودگاہ میں سنبھالا جا سکے لیکن ہماری اصلاحی کوششوں کے علی الرغم طوفان پھوٹ پڑا۔ اور اس کی لہریں اس طرح امڈ پڑیں کہ خود اس طوفان کے بپا کرنے والوں کے قابو سے بھی باہر ہو گئیں۔ جوشیلی تقریروں میں جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب کچھ یہاں بھی پیش آیا۔ ایک تو یہ کہ جب عوام جذبات کی لہروں میں بہنے لگے تو ان کو سہارا دینے والا کوئی نہ تھا۔ وہ رہنمائی کے لیے اِدھر اُدھر دیکھتے تھے لیکن رہنمائی کے لیے کوئی نظم سرے سے تھا ہی نہیں۔ تحریک کے مجاہدین جو ہار پہنے نعرے لگاتے جیل جانے کے لیے بے چین نظر آتے تھے وہ جیل پہنچنے کے فوراً ہی بعد گھبرا گھبرا کر دریافت کرنے

---

[1] نقل مطابق اصل

لگتے کہ اب راہِ نجات کیا ہے اور پھر راہ نجات صرف معافی ناموں کے بل پر کھلتی نظر آتی تو جو کچھ کوئی لکھواتا لکھ کر پیش کر دیتے۔ ایک طرف گولیاں کھانے کے لیے شجاعت کا اظہار تھا تو دوسری طرف رخساروں سے ڈھلکتے ہوئے آنسو تھے اور لبوں سے اٹھنے والی آہیں تھیں۔ جلوسوں میں ناموسِ رسول کے پروانے جس شان سے آگے بڑھتے تھے اس کا سارا بھرم جیل کے اندر جاکر کھل جاتا۔ جب اُن کے سیرت و کردار کے گوشے بے نقاب ہونے لگتے۔ "ابتدائے عشق" کے مرحلوں میں دنیا کی دنیا ساتھ ہوتی۔ لیکن جب فوجی عدالتوں کی طرف سے سینکڑوں افراد کو لمبی لمبی سزائے قید دے دی گئی تو آگے کے ان مشکل مقامات میں ان کا اور ان کے بیوی بچوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا۔ یہاں پہنچ کر نوبت بہ آجاتی کہ جن "ہستیوں" کے لیے "زندہ باد" کے نعرے لگاتے لگاتے گلے سوکھ جاتے، ان کے لیے موٹی موٹی گالیاں گونجتی سنائی دیتیں۔ تحریک، اسلام کے ایک بنیادی عقیدے کے تحفظ کے لیے اٹھائی گئی تھی۔ مگر اس کے دوران میں آتشزنی اور لوٹ مار کا وہ ہنگامہ ابل پڑا کہ جس پر جتنا افسوس بھی کیا جائے کم ہے۔ شہر شہر میں بیش بہا رقمیں چندہ کے طور پر جمع کی گئی تھیں لیکن رسید پرچے اور حساب کتاب کا سلسلہ ہی سرے سے نہ تھا۔ چنانچہ جس کے ہاتھ جو کچھ آگیا غائب ہوگیا۔ آج نہ کوئی حساب مانگنے والا ہے نہ بتانے والا۔

ان واقعات نے تحریک کو بدنام کیا۔ مقصد کو بدنام کیا۔ دین کو بدنام کیا۔ ان واقعات نے پاکستان کے دینی عناصر کی قوت گھٹائی ہے اور ملحد عناصر کے ہاتھ مضبوط کیے ہیں۔ بلکہ بیچ میں تو خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ خود اسلامی دستور کے لیے جو جدّوجہد نہایت اہم مراحل میں داخل ہوچکی ہے اُسے بھی سخت نقصان پہنچے گا۔"[۱]

ممتاز سُنی عالم دین مولانا غلام مہر علی صاحب گولڑوی نے اپنی کتاب "دیوبندی مذہب" میں احراری علماء اور ان کے ادعائے تحفظِ ختمِ نبوت پر زبردست تنقید کی چنانچہ لکھا:-

ایک مجلس عمل بنی۔ صدر مولانا ابوالحسنات مرحوم اور صدر رضا کاران حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب

---

[۱] "چراغِ راہ" کراچی مارچ ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۸، ۱۹)

اور سیکرٹری مجلس عمل داود غزنوی منتخب ہوئے ۔ دیوبندی چندہ خوری کے لیے از خود منتخب ہو گئے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ اور مطالبات مذکورہ سے تمام فرقوں کے علماء کو اتفاق تھا۔ مگر ایجی ٹیشن یعنی سول نافرمانی کر کے جیلوں میں جانے کے مسئلہ میں دیوبندی و سنی اور غیر مقلد ہر فرقہ کے اکثر علماء کو اس کے شرعی جواز میں اختلاف تھا اور وہ کافر کی بیخ کنی کے لیے اپنے آپ کو محبوس کرانے کو ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کا مصداق قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ افاضات الیومیہ میں مولوی اشرف علی تھانوی بھی اسے حرام قرار دے چکے تھے۔ اس لیے رضا کار تحریک میں اُمید سے بہت کم لوگ شریک ہوئے مگر مارچ ۱۹۵۳ء کو تحریک شروع ہو گئی سب سے اول رئیس اہل سنت حضرت مولانا صاحبزادہ رضا کار ئے کر کراچی روانہ ہوئے ۔ اور گرفتار کر لیے گئے۔ بعدہٗ اکثر شہروں سے رضا کار مظاہرے کرتے اور روانہ ہوتے رہے، اور راستوں میں گرفتار کر لیے جاتے رہے۔ پھر یکے بعد دیگرے مولانا ابوالحسنات مولوی عطاء اللہ شاہ، مولوی محمد علی جالندھری کو گرفتار کر کے بمعہ صاحب زادہ صاحب مدظلہ سب کو سکھر جیل میں محبوس کر دیا گیا ۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی گرفتاری سے بچنے کے لیے پہلے شجاع آباد سے بھاگ کر کہیں روپوش ہو گئے۔ مبینہ طور پر سب سے پہلے مولوی محمد علی جالندھری جیل میں بدل گئے اور حکومت سے عرض معروض کر کے پیرول پر بالفاظ دیگر تحریک سے معافی ہو کر جیل سے نکل گئے، تحریک کمزور پڑ گئی، نئے رضا کاروں کا سلسلہ بند ہو گیا اور محبوس رضا کاروں نے حکومت سے مایوس ہو کر مختلف ذرائع سے جیلوں سے باہر آنا شروع کر دیا مگر رضا کاروں کے اس انفرادی تقدم و تاخر سے مطالبات کی قائمی پر کوئی اثر نہ پڑا ۔ اور عوام کی نظریں مرکز کے قائدین پر مرکوز و حوصلے پختہ اور مولانا ابولحسنات مرحوم و صاحب زادہ صاحب ابھی سکھر جیل میں عزم صمیم لیے مطالبات پر قائم تھے کہ دیوبندی مولویوں عطاء اللہ شاہ بخاری، محمد علی جالندھری داؤد غزنوی نے ۔ ۱ مئی ۱۹۵۳ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۷۲ھ کو تحریک سے مکمل استعفا کا اعلان کر کے تمام تحریک اور مطالبات کا خاتمہ کر دیا۔ ان کا یہ عجیب و غریب اور بے سروپا بیان جنگ کراچی میں شائع ہوا ۔ مولوی داؤد کے بیان کے چند الفاظ یہ ہیں۔

ہم سب بشمول عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد جالندھری اس بات پر متفق ہیں کہ مرکز اور صوبہ میں وزارتی تبدیلی کے بعد ہم کو ہر قسم کی سول نافرمانی بند کر دینی چاہیئے۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ر مئی ۱۹۵۳ء)

دیوبندی مولویوں کا یہ بیان فہمیدہ لوگوں کو سمجھ میں نہیں آیا، اور اس سے ان کے کسی مخفی دنیاوی پروگرام کے خدشات پیدا ہو گئے۔ کیونکہ مطالبات مذکورہ واجبی اور دائمی تھے، صرف وزارت کی تبدیلی پر مقصد برآری کا اظہار اور مطالبات سے دست برداری بعید از فہم تھی۔ کیا تحریک سے مقصد وزارت کی تبدیلی تھی اور بس،...... حکومت نے تو مرزائیوں کو کافر قرار نہ دیا۔ البتہ دیوبندیوں نے الٹا تحریک ختم نبوت کے رضا کاروں کو کافر ضرور بنا دیا۔ چنانچہ مؤرخہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۶۲ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ کو دیوبندیوں کی مسجد مدینہ چک ۱۴ منڈی چشتیاں شریف کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے انہیں مولوی محمد علی صاحب نے ایک جاہل نابکار کے اشارے پر یا اجرت وعظ کے اضافہ کے لالچ میں یہ الفاظ کہہ ڈالے کہ جن لوگوں نے تحریک میں معافیاں مانگی تھیں وہ مسلمان نہیں رہتے، ان کے پیچھے نماز نہ جائز ہے۔ الخ۔

مولوی صاحب کو شاید یہ الفاظ کہتے خیال نہیں آیا کہ وہ خود بھی اور ان کی ساری برادری اس کفر کی زد میں آگئی، کہ وہ خود پیرول (معافی) پر جیل سے نکلے اور اکثر دیوبندی بھی مختلف طریقوں سے قبل از میعاد سزا یا بفیصلہ تحریک جیلوں سے بھاگے۔ چنانچہ مولوی صاحب کے اس معاندانہ فتوے کے بعد بعض لوگوں نے دیوبندی فرقہ کے معتمد مفتیوں سے جو فتوے طلب کیے اور انہوں نے اصل جواب دے کر جالندھری صاحب اور دیوبندیوں کی مکاری کا بھانڈا پھوڑا وہ مختصراً بالفاظ ملاحظہ ہو۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک کے امام مسجد صاحب جو کہ عالم فاضل ہیں وہ تحریک خلاف مرزائیت ۱۹۵۳ء میں رضا کاروں کے ساتھ جیل میں گئے تھے۔ پھر وہ معافی مانگ کر باہر آ گئے تھے (الی قولہ) دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن لوگوں نے معافیاں مانگی تھیں وہ مسلمان رہے یا نہیں، اور ان کی امامت نماز شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ (مختصراً)

الجواب ۴۴۷/۴۸ ع۱ امام موصوف کی اقتداء میں نماز درست ہے (بندہ عبدالستار عفی عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲۔ اس تحریک کے اختتام پر کافی حضرات نے معافی مانگ کر رہائی حاصل کی۔ لہٰذا اس وجہ سے ان پر ملامت نہیں کی جا سکتی۔ فقط والجواب صحیح۔

(مہر مدرسہ خیر المدارس ملتان)

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان - ۱۵ ۸۴

سوال:۔ (مذکور)

الجواب اگر امام مذکور ہیں اور کوئی خلافِ شرع باتیں نہ ہوں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط والسلام۔ بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔

(مہر مدرسہ)

ان دونوں فتووں کو پڑھ لیجیے اور مولوی عبداللہ صاحب کے الفاظ کافی حضرات بھی بغور پڑھ لیجیے۔ یہ کافی حضرات کون تھے ظاہر ہے کہ یہ اسی حضرت فرقہ کے ہی تھے، ہم ان کی طویل فہرست یہاں دینا فضول سمجھتے ہیں کیونکہ وقت گزر گیا، اور دفن شدہ مردے اکھیڑنا بے فائدہ کام ہے اور پھر یہ ذاتیات پر اتر آنے کا معاملہ ویسے بھی اخلاقیات سے باہر ہے یہ تو دیوبندیوں کا ہی شیوہ ہے کہ جب وہ علمائے اہلِ سنت پر کوئی اعتقادی گرفت نہیں کر سکتے تو ذاتیات کو موضوع بحث بنا کر اپنی امت کو خوش کیا کرتے ہیں۔ عرض صرف یہ کرنا تھا کہ مسلمان کو کافر کہنا خود کفر ہے اب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے مفتی آپس میں نپٹ لیں کہ ان میں کون مسلمان ہے اور کون نہیں اور انہیں سنیوں پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے اپنے گھر کی پڑتال بھی کر لینا چاہیئے۔ سے

اتنی نہ بڑھا پاکئی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ"

دیوبندیوں کی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اغراض و مقاصد

حصول مربعہ جات زمین ———— آڑھت کی دکانیں

دیوبندی کہتے ہیں کہ ہم ہی تحفظ ختم نبوت کے ٹھیکیدار ہیں واقعی سنی بریلویوں نے اس کو

پیٹ پرستی کا کاروبار بنا کر ختم نبوت کے روپیہ سے کاروبار کبھی نہیں چلایا البتہ سُنی علماء کی مخلصانہ تبلیغی سرگرمیاں محتاج تعارف نہیں .... دُور نہ جایئے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ہی عطاء اللہ شاہ بخاری و محمد علی جالندھری اہلسنت کے مقتدر علماء حضرت مجاہد اعظم مولانا ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد وزیر خاں لاہور صدر مجلس عمل اور شیر بیشہ خطابت حضرت مولانا صاحبزادہ فیض الحسن شاہ مدظلہ کی جوتیاں چاٹا کرتے تھے اور انہیں کے نام پر دیو بندی دو لاکھ روپیہ لوگوں سے بٹور کر ثواب دارین سے مشرّف ہوئے تھے ......

...مجلس تحفّظ ختم نبوّت کی اسلامی خدمات

دیوبندیوں کے ہر کام میں زراندوزی کا ہی مقصد درپیش ہوتا ہے چنانچہ ختم نبوت کا صدر مشہور قصّہ خوانی مولوی محمد علی جالندھری جس نے دو تین کاروباری حصّہ دار مبلغ بھی اپنے ساتھ نتھی کر رکھے ہیں لاکھوں روپیہ نبی کے ناموس کے نام پر جمع کر کے زمین کے مربعے اور آڑھت کی دکانوں سے مشرّف ہو کر نعیم دارین و اجر جمیل سے ثواب عظیم حاصل فرما چکے ہیں چنانچہ دیوبندی فرقہ کے مرشد اعظم جناب منشی عبد الکریم شورش کشمیری اپنے رسالہ چٹان میں اپنے ہی مرید و مخلص مولوی محمد علی جالندھری کے متعلق لکھتا ہے :-

"وہ (مولوی محمد علی جالندھری) ہمارے لیے اب بھی اسی طرح محترم ہے جس طرح پہلے تھے۔ لیکن ایک چیز ہے مولانا محمد علی کی ذات دوسری چیز ہے مجلس تحفّظ ختم نبوت تیسری چیز ہے اس مجلس کے نام پر جمع کردہ روپیہ الخ (اس کے چند سطور بعد یہ شورش صاحب لکھتے ہیں) مولانا محمد علی جالندھری بہر حال اس مجلس اور اس روپیہ کے امین بنے ہوئے ہیں اب اگر وہ اس مجلس کو اپنی ذات تک محدود کر لیں اور جس مقصد کے لیے یہ روپیہ جمع ہوا ہے یا ہو رہا ہے اس مقصد پر صرف نہ ہو بلکہ اس کے برعکس ان کے مشاہرہ میں صرف ہو یا اس سے اراضی خرید لی جائے یا اس سے آڑھت کی جائے اور جس عظیم مقصد کا روپیہ ہے وہ عظیم مقصد روز بروز مجروح ہو رہے ہے تو ہمارے کرم فرما ہی ہمیں بتائیں کہ اصلاح احوال

اور احتساب جماعت کا کون سا طریقہ ان کے نزدیک مستحسن و موزوں ہے۔ مقصد روپیہ جمع کرنا۔ تنخواہیں بانٹنا اور آڑہت چلانا ہے یا تحفظ ختم نبوت الخ

(ہفت روزہ رسالہ چٹان لاہور اشاعت ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء)

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ سب رونا ان کے گھر سے رویا جارہا ہے اور اس سے واضح ہے کہ تحفظ ختم نبوت کا دیوبندی مقصد کیا ہے اور روپیہ ان کے تقوی کا کس طرح دیوالہ نکال رہا ہے۔

ختم نبوت کے نام پر دو لاکھ روپیہ کی بندر بانٹ

حکومت سے مرزائیوں کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے مارچ ۱۹۵۳ء میں عظیم عالم اہلسنت حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد شاہ صاحب خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور کی صدارت میں ایک تحریک چلی دیوبندی مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری و محمد علی جالندھری نے بھی تحریک میں شمولیت حاصل کر کے اسی تحریک کے نام پر ملک کے مختلف شہروں سے دو لاکھ روپیہ جمع کر لیا کہ یہ روپیہ رضا کاروں اور تحریک کے ضروری مصارف پر خرچ کیا جائے گا حکومت پاکستان اس تحریک کے خلاف تھی اس لیے اس نے اس تحریک کے مشہور افراد حضرت مولانا ابوالحسنات مرحوم و حضرت مولانا صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب مدظلہ اور مولوی عطاء اللہ شاہ، محمد علی کو گرفتار کر کے سکھر جیل بھیجد یا مبینہ طور پر مولوی عطاء اللہ شاہ گرفتاری کے وقت یہ دو لاکھ روپیہ اپنے بیٹے کے سپرد کر گئے کہ اس ثواب دارین کی پوری نگرانی کرنا تمہاری پشتوں کے لیے کافی ہو گا مگر جب جیل میں محمد علی جالندھری کو پتہ چلا کہ اس روپیہ پر عطاء اللہ شاہ بخاری وحدہٗ لاشریک قابض ہو رہا ہے تو جالندھری صاحب کا ہارٹ فیل ہونے لگا بخاری صاحب سے کہنے لگے کہ تحریک کو گرم کرنے کے لیے میرا جیل سے باہر جانا ضروری ہے بخاری صاحب بھی معاملہ سمجھ گئے کہ یہ جرأت محض اس روپیہ سے پیٹ گرم کرنے کے لیے کی جارہی ہے انھوں نے بہتیرا سمجھایا مگر جالندھری صاحب بالآخر (بیرول) ضمانت (معافی پر) جیل سے نکل آئے عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے اپنے فرزند ارجمند کو پیغام بھیجا کہ محمد علی روپیہ پر ہاتھ

صاف کرنے کے لیے باہر آچکا ہے۔ خبردار ہوجاؤ محمد علی روپیہ پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے سکھر جیل سے معافی لے کر آرہا ہے۔ بخاری کا بیٹا یہ جانکاہ خبر سن کر روپیہ لے کر مظفر گڑھ بھاگ گیا ادھر جالندھری صاحب کو دست پر دست آئے جارہے تھے کہ تحریک ختم ہوگئی اور بخاری صاحب نے آئندہ خطرات سے بچنے کے لیے جالندھری کو برابر کا حصہ دے کر باہمی بندر بانٹ کر کے یہ تمام روپیہ ہضم کر گئے۔ صدر مجلس عمل مولانا ابوالحسنات نے بار بار اس روپیہ کا حساب مانگا۔ چنانچہ جمعیتہ العلمائے پاکستان کے داعی رسالہ "سواد اعظم" لاہور جو کہ مولانا ابوالحسنات کی سرپرستی میں چھپتا تھا کے ایڈیٹر مولانا معین الدین نے بذریعہ رسالہ ہذا بارہا اس دو لاکھ روپیہ کے حساب کا مطالبہ کیا چنانچہ اسی مطالبہ کو سواد اعظم مجریہ ۰ نومبر مطابق ۸ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ ، ۱۹۶۲ء میں دہرایا گیا۔ مگر دیوبندیوں کو ایسا سانپ سونگھ گیا۔ آج تک صدائے بازگشت نہ اٹھی اور بقول شورش کشمیری زمینیں اور آڑھت کی دکانیں بنالی گئیں"۔ [1]

سوم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام ۲۹ جولائی ۱۸۹۷ء کو مومنوں پر ابتلاء آنے اور آسمانی فوجوں سے اُن کی نصرت کیے جانے کی خوشخبری دی گئی پھر بعد اس کے الہام ہوا "**مخالفوں میں پھوٹ**"۔ [2]

یہ پیشگوئی بھی اس زمانہ میں کمال وضاحت اور صفائی سے پوری ہوئی۔

۱۹۵۳ء کی شورش میں مجلس احرار اور جماعت اسلامی دونوں ہی سب سے نمایاں اور پیش پیش تھیں اور انہوں نے اپنے مطالبات منوانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ لیکن ایجی ٹیشن بُری طرح ناکام ہوگئی اور لیڈر گرفتار کر لیے گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب یہ اصحاب رہا ہوئے تو باہم برسرِ پیکار ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف قلمی اور لسانی جنگ کا وسیع محاذ کھول دیا۔

---

[1] "دیو بندی مذہب" صفحہ ۴۴۴ تا ۴۵۱ ناشر کتب خانہ مہریہ مہر منزل منڈی چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء۔ [2] "تریاق القلوب" صفحہ ۹۱ طبع اول مطبوعہ قادیان تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۳۰۸ ، ۱۹۷۷ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔

چنانچہ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر و بانی جماعت اسلامی نے احراریوں کی "تحریک ختم نبوت" کی نسبت اپنی رائے یہ دی کہ :-

"اس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہو گئیں۔ ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظِ ختمِ نبوّت کا نہیں ہے۔ بلکہ نام اور سہرے کا ہے۔ اور یہ لوگ مسلمانوں کی جان و مال کو اپنی اغراض کے لیے جوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرار داد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کیا ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطور خود لکھ لائے ہیں جو بہر حال کنونشن کی مقرر کردہ سبجیکٹس کمیٹی کا مرتب کیا ہوا نہیں ہے۔ مَیں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کے لیے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں، اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے"[1]

---

[1] ہفت روزہ المنبر۔ ۱۸ جولائی ۱۹۵۵ء ص۲۔ اس بیان پر جناب حمید نظامی صاحب مدیر اخبار "نوائے وقت" (لاہور) نے حسب ذیل ادارتی نوٹ سپرد قلم کیا :-

"آج ۲۷، ۲۸ ماہ بعد اس انکشاف سے تو ایک عام آدمی اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ آپ کے سامنے بھی سوال تحفظ ختمِ نبوّت کا نہیں نام اور سہرے کا تھا اور آپ اپنی اغراض کے لیے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے تھے اور آپ نے بھی مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کیلئے داؤ پر لگا دیا۔"

"دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ جو پوری ملّتِ اسلامیہ کی انقلابی قیادت کے دعویدار اور امامت کے مدعی ہیں کیا آپ ایسے ہی ڈھلمل یقین آدمی ہیں کہ خود اپنے قول کے مطابق آپ یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ "... مَیں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ مجھے اٹھ کر ابھی کنونیشن سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیئے چنانچہ مَیں نے ...... لیکن چند ہی منٹ بعد دوسرا خیال میرے ذہن میں آیا ... اور آپ نے اپنی رائے بدل دی اور آپ کنونیشن سے چمٹے رہے اور اب پورے سوا دو سال بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آپ کو مسلمانوں کو اس خطرہ سے خبردار کر دینا چاہیئے" خود ہی فرمایئے (باقی ص۵۱۶ حاشیہ پر)

جماعتِ اسلامی کے ہفت روزہ ترجمان "المنیر" نے (جس کے ایڈیٹر حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف تھے) یہ لکھا:۔

"رہے احراری تو ہم اب اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ اس بدنصیب گروہ نے تحفظ ختمِ نبوت کے نعرہ کو اپنے سیاسی کردار کی طرح بکاؤ مال بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں کی اکثریت کو نہ خدا کا خوف ہے نہ خلق کی شرم نہ یہ پیغمبر کی نگاہ خشمگیں سے ڈرتے ہیں اور نہ انہیں جلالِ کبریائی سے کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ ان پاسبانِ ختمِ نبوت نے لائل پور کی اسی گراونڈ میں پکار پکار کر یہ جملے کہے ہیں "الحاج ناظم الدین! تم نے حاجی کہلا کر اور نمازی بن کر اسلام اور ختمِ نبوت کا بیڑا غرق کیا ہے تم سے ہزار بار وہ بے دین، بے نماز اور غیر حاجی دولتانہ اچھا جس نے اپنی وزارت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تحفظ ختمِ نبوت کا ساتھ دیا ہے" اور آج یہی گروہ ہے جو دولتانہ کو ختمِ نبوت کا غدار کہتے نہیں تھکتا.......... اور پھر احراری وہی حضرات ہیں جنہوں نے مارشل لاء کے دوران مخلص نوجوان مسلمانوں کو کرفیو اور دفعہ ۱۴۴ کی مخالفت پر اکسا کر مسجدوں سے سر پر کفن بندھوا کر باہر نکالا اور ان کی لاشوں کو فوج کی گولیوں سے تڑپتا دیکھ کر یہ کہا کہ:۔

"جس تحریک کو خون سے نہ سینچا جائے وہ تحریک کبھی "عوامی تحریک" بن ہی نہیں سکتی" لیکن جب ان "علمبرداران حریت" کو چند ہفتے کے لیے جیلوں میں رہنا (نہیں "بی کلاس" میں تین چھٹانک گوشت ایک چھٹانک گھی ۶ چھٹانک دودھ چھ چھٹانک آٹا اور تیسرے دن فروٹ کھانے کے لیے ملتے تھے) رہنا پڑا تو ان کی اکثریت نے سینکڑوں مرتبہ زبانی اور دسیوں دفعہ تحریری طور پر لکھدیا کہ "ہم کبھی بھی حکومت کے خلاف نہ تھے نہ ہم نے سول نافرمانی کو آج تک جائز سمجھا ہے اور نہ آئندہ کبھی بھی اسے جائز سمجھیں گے نیز کہ ہم حکومت کے سچے وفادار ہیں اور ہم عہد کرتے ہیں کہ کسی تحریک میں کبھی حصہ نہیں لیں گے"۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱ :۔ کہ ایسے ڈھلمل یقین اور مذبذب کیریکٹر کے لیڈر کے متعلق اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ وہ آئندہ کسی ایسے ہی کرائسس کے وقت قوم کی کشتی کو عین منجدھار میں نہ جا ڈبوئے گا"۔ (نوائے وقت ۷ رجولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۴)

آج یہ غازی ہیں "جو ختمِ نبوت کا نعرہ" لگا کر پھر میدانِ سیاست میں آنا چاہتے ہیں۔" [1]

مزید لکھا:۔

تحفظِ ختمِ نبوت ہو یا مجلس احرار۔ ان دونوں کے نام سے آج تک قادیانیت کے خلاف جو کچھ کیا گیا ہے اس نے قادیانی مسئلے کو الجھایا ہے۔ ان حضرات کے اختیار کردہ طرزِ عمل نے راہِ حق سے بھٹکنے والے قادیانیوں کو اپنے عقائد میں پختگی کا مواد فراہم کیا ہے اور جو لوگ مذبذب تھے انہیں بدعقیدگی کی جانب مزید دھکیلا ہے۔

استہزا، اشتعال انگیزی، یاوہ گوئی، بے سروپا لفاظی، اس مقدس نام کے ذریعہ مالی غبن لادینی سیاست کے داؤ پیچ، خلوص سے محروم اظہارِ جذبات، مثبت اخلاقِ فاضلہ سے تہی کردار ناخدا ترسی سے بھرپور مخالفت کسی بھی غلط تحریک کو ختم نہیں کر سکتی اور ملتِ اسلامیہ پاکستان کی ایک اہم محرومی یہ ہے کہ "مجلس احرار" اور "تحفظِ ختمِ نبوت" کے نام سے جو کچھ کیا گیا ہے اس کا اکثر و بیشتر حصہ انہی عنوانات کی تفصیل ہے۔" [2]

"تحفظِ ختمِ نبوت" کے فنڈ اور اس کے فنڈ سے حاصل کیے گئے باتنخواہ "مبلغین" کو جماعت اسلامی کے خلاف تقاریر کی ٹریننگ کا اہتمام کیا گیا جس کی زمام کار مولوی لال حسین ایسے "محتاط" اور "شیریں مقال" مناظر کے ہاتھوں میں سونپی گئی۔ اور یہ کام بھی انہی کے سپرد کیا گیا کہ وہ ہر شہر میں سیاسی کارکنوں کی میٹنگیں بلائیں اور ان میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے خلاف نفرت و حقارت پھیلانے کا کام کریں۔ ان مجالس میں مسلم لیگ، آزاد پاکستان پارٹی جناح عوامی لیگ کے کارکنوں کو بلایا جاتا اور اہلِ حدیث، دیوبندی اور بریلوی حضرات کو دعوت دی جاتی۔ انہیں یکجا کر کے مذہبی اور سیاسی اختلافات کے علاوہ یہ بات عام طور پر کہی جاتی رہی کہ جماعت اسلامی کا کردار اس کے قائد ابوالاعلیٰ مودودی کے اس طرزِ عمل سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مودودی صاحب صبح مجلس عمل کے اجلاسوں میں شریک ہوتے اور رات

---

[1] المنبر لائل پور۔ ۶ر جولائی ۱۹۵۶ء صـ۲ کالم ۲ ر ۳

[2] المنبر لائل پور۔ ۶ر جولائی ۱۹۵۶ء صـ۷ کالم ۲

کو ناظم الدین سے ملاقاتیں کرتے ۔ اور آخری مرتبہ مودودی صاحب نے تحریک تحفظِ ختمِ نبوت سے یہ عظیم غدّاری کی کہ ناظم الدین سے یہ جاکر کہا کہ جماعتِ اسلامی تحریک سے الگ ہے۔ آپ جو چاہیں ان لوگوں سے سلوک کر سکتے ہیں ۔ چنانچہ اسی مشورہ پر ۲۶ رفروری کو مجلس عمل کے رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا اور اس کے بعد نوبت مارشل لاء تک پہنچی جس میں مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی گئی ۔ اگر مودودی صاحب تحریک سے غدّاری نہ کرتے تو نہ کوئی نوجوان قتل ہوتا الخ “ [1]

اسی اخبار نے سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی ایک تقریر پر حسبِ ذیل نوٹ دیا کہ : ۔

” شاہ صاحب نے کہا کہ حضور خاتم النبیین ؐ نے میرے نام پیغام دیا ہے کہ میں ختمِ نبوت کے مسئلہ کو کامیابی سے چلاؤں ...... شاہ صاحب کی جانب منسوب کردہ الفاظ اگر صحیح ہیں یا انہوں نے اس مفہوم کو بیان کیا ہے کہ حضور سرورِ کائنات ؐ روحی ونفسی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منتخب فرمایا کہ وہ ختمِ نبوت کی حفاظت کریں اور اب شاہ صاحب اسی ارشادِ رسالت کی تعمیل کے لیے شہر شہر گھوم پھر رہے ہیں تو ہم دُکھ بھرے دل سے کہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے حضورِ اقدس کی شان میں (نادانستہ) ایسی گستاخی کی ہے جس سے وہ جتنی جلدی توبہ کر لیں ان کے لیے بہتر ہے ۔

شاہ صاحب کی اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ سیدالعرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم شاہ صاحب کی ان تقریروں کو جو تحفظِ ختمِ نبوت کے نام پر آج تک کرتے رہے اور اب کر رہے ہیں منظوری و پسندیدگی حاصل ہے اور اسی وجہ سے انہیں دربارِ رسالت سے یہ امتیاز عطا ہوا ہے کہ آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے انہیں اس عظیم کام کے لیے منتخب فرمایا گیا ہے اور ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی یہ تقریریں جو وہ قادیانیت کے خلاف کر رہے ہیں (جن میں سے آیات کی تلاوت اور ان کے بعض مطالب کی تبلیغ کا حصہ جو فی الحقیقت ان کی تقریروں کا ..... ہے مستثنیٰ کر لیا جائے) اگر انہیں دربارِ رسالت کی

---

[1] المنبر ۱۷؍ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۹ ۔ حاشیہ صفحہ ۵۱۹ پر

پسندیدگی حاصل ہے تو ہم اس اسلام کو جو کتاب وسنت میں پیش کیا گیا ہے اور جس میں ذہن، قلب، زبان اور اعضاء کو مسؤلیت سے ڈرایا گیا ہے خیر باد کہنے کو تیار ہیں۔

ہمارے نزدیک شاہ صاحب نے نہایت غلط سہارا لیا ہے اور مسلمانوں میں جو عقیدت رحمۃ للعالمین بابی ھو وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود ہے اس سے نہایت غلط قسم کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اور پھر اس میں جب ہم مزید دیکھتے ہیں کہ وہ اس خواب سے مراد یہ لیتے ہیں کہ "تحفظِ ختمِ نبوت" کے نام پر جو نظم (؟) انہوں نے قائم کر رکھا ہے حضور خاتم النبیین روحی ونفسی فداہ اس نظم کی تائید فرما رہے ہیں تو ہماری روح لرز جاتی ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ نظم اور اس کے تحت متعین کردہ مبلغین کا کام اور اس کے نام پر حاصل کیے گئے صدقات، زکوٰتیں۔ اور چندے اس بُری طرح صرف ہونے کے باوجود انہیں پیغمبر امین کی پسندیدگی حاصل ہے تو ناگزیر ہے کہ ان تمام احادیث رسالت مآب کو خیر باد کہہ دیا جائے جن میں آپ نے مسلمانوں کے مال کے احترام کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور جن میں اموال المسلمین میں خیانت کو حرام اور موجب سزا بتلایا گیا ہے"۔[ل]

دوسری طرف احرار رہنماؤں نے جماعت اسلامی کے امیر و بانی پر "تحریک ختم نبوت" سے غداری اور منافقت کے الزامات لگائے چنانچہ تاج الدین صاحب انصاری نے بیان دیا کہ:

"۱۸ر جنوری سے لیکر ۲۶ر فروری تک مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب تحریک کا بغور مطالعہ کرتے رہے۔ وہ یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ اگر حکومت مسلمانوں کے مطالبات آخری وقت

حاشیہ بقیہ ص۵۱۵ :- "ان تقریروں کا ایک نمونہ قاضی محمد اسلم صاحب سیف فاضل عربی کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے موصوف شاہ جی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں" آپ نے متعدد بار متعدد مقامات پر اپنی تقریروں میں خواجہ ناظم الدین اور ملک غلام محمد مرحوم کو مخاطب کر کے فرمایا اے خواجہ صاحب اور اے ملک صاحب اگر تم میری یہ معمولی سی درخواست مان لو یعنی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھاؤ تو میں اپنی اس سفید ریش سے تمہارے پاؤں صاف کردوں گا۔" (رسالہ تنظیم اہلحدیث لاہور ۲۹ر ستمبر ۱۹۶۱ء ص۸)

ل ہفت روزہ المنیر ۹ر مارچ ۱۹۵۶ء ص۴ کالم ۱-۲

بھی تسلیم کر لیتی ہے تو جماعت اسلامی تحریک میں موجود ہے۔ کراچی میں مولانا سلطان احمد نائب امیر جماعت اسلامی یعنی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے خلیفہ صاحب فوج ظفر موج کے کمانداروں میں بہ نفسِ نفیس موجود ہیں۔ خود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب قادیانی مسئلہ لکھ کر تحریک میں شمولیت کا دستاویزی ثبوت لیے کھڑے ہیں۔ حتیٰ کہ مارشل لاء کے نفاذ سے ایک روز پہلے گورنمنٹ ہاؤس میں بیچ کی دیوار پر کھڑے گورنمنٹ کو اس امید پر آنکھیں دکھا رہے ہیں کہ شاید مسلمانوں کے متفقہ مطالبات دو ایک روز تک مانے جانے والے ہیں۔۔۔۔۔ مگر جب مارشل لاء کا اعلان ہونے لگا مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی دیوار کے اس پار کر دیئے گئے اور فرمانے لگے کہ میرا اس تحریک سے کیا واسطہ؟ یہ تو چند خود غرض بے ایمان اور غداروں کی تحریک ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ دیوار سے کودتے وقت مولانا کا دامن کسی کیل میں پھنس کر اچاک ہو گیا جسے وہ دو سال تک جیل میں بیٹھ کر رفو کرتے رہے۔ آگے سے پھٹا ہوا دامن چیرہ دستیوں کی اب بھی غمازی کرتا ہے اور مولانا ہیں کہ اپنی صفائی میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں اور کہے چلے جا رہے ہیں کہ میں پاکباز ہوں۔ میری جماعت صالحین کی جماعت ہے باقی سب چور ہیں، غدار ہیں، خود غرض ہیں۔"

پھر مولانا مودودی کو مخاطب کر کے لکھا:۔

"حضورِ والا! کنونشن میں شرکت کے بعد ہی مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ آپ جو اسلام اسلام پکار کر اسلامی دستور کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ آپ کیا ہیں؟ آپ کی اصل خواہش کیا ہے؟ پبلک نے آپ کو تحریک ختم نبوت میں اچھی طرح جان پہچان لیا ہے۔ اب آپ یہ بھی دیکھ لیں گے کہ پبلک آپ سے کیا کچھ دریافت کرتی ہے۔ آپ توڑے آدمی ہیں۔ اپنی صفائی میں آپ نے کوئی معقول دلیل پیش نہیں فرمائی۔ کسی جیب تراش نے پکڑے جانے کے بعد کبھی یہ صفائی پیش نہیں کی کہ مستغیث نے مجھے قریب ہی کیوں آنے دیا تھا۔ بہرحال آپ دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ جتنا زور لگایئے گا۔ اُسی قدر زیادہ دھنستے چلے جایئے گا۔ میں یہ سمجھا ہوں کہ آپ اپنی غلطی یا تحریک ختم نبوت سے غداری کا اقرار کرنے سے رہے بحث کے لیے آپ کے پاس وہ سب سامان موجود ہے جس سے آپ کافی عرصہ بحث جاری رکھ سکتے ہیں مگر ہمیں

اس بحث سے مطلب ؟

جہانتک پبلک کی معلومات کا تعلق ہے ہم نے پبلک سے یہی کہتے سُنا ہے کہ آپ نے تحریک ختمِ نبوت سے غدّاری کی ہے اس وقت آپ اور آپ کی جماعت منافقت سے کام لے رہے تھے اور اب آپ صاف مکر رہے ہیں“ [۱]

خود سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے کہا کہ :-

”اس تحریک میں جو کچھ ہوا مَیں ذمہ دار ہوں غلط ہوا یا صحیح ذمہ داری میرے سر ہے ارے مَیں مودودی نہیں ہوں - بد دیانت نہیں ہوں ...... آج وہ کہتے ہیں مَیں تحریک میں شامل نہیں تھا مَیں کہتا ہوں شامل تھا اور اگر مودودی شامل نہیں تھا تو مَیں اُن سے حلفیہ بیان کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر اعلان کر دیں ...... یہ ہے دیانت ہزاروں شہید ہوئے - سَیکڑوں کے سُہاگ لُٹے ، کئی یتیم ہوئے ، کئی اُجڑ گئے ...... ہزاروں کو مروا کر کہوں میں شامل نہیں تھا کیا یہی دین ہے ..... ارے تم سے تو کافر گلیلو ہی اچھا تھا جس نے زہر کا پیالہ پی لیا“ [۲]

اس پر بس نہیں شاہ جی نے لائلپور کی ایک کانفرنس میں جناب سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو غدار، دروغ گو اور مستحق سزا مجرم گردانتے کے بعد ان کو مباہلے کا کھلا چیلنج بھی دے دیا [۳]

جماعت اسلامی کو احرار اور ان کے ہم نوا علماء ہند و پاک نے کافر و ملحد بلکہ دجّال تک قرار دے دیا اس طرح تکفیر کے جس حربہ کو جناب مودودی صاحب اور ان کی جماعت نے نہایت بے دردی سے جماعت احمدیّہ کے خلاف استعمال کیا تھا اس کا رُخ پوری قوت و شدّت سے ان کی طرف ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے فتووں کے انبار لگ گئے

---

[۱] ”بیان صادق“ ص ۳۴ ، ۳۵ از تاج الدین صاحب انصاری لدھیانوی ناشر مکتبہ مجلس احرار اسلام پاکستان کاشانہ معاویہ ۳۲ کورٹ تغلق شاہ ملتان شہر طبع ثانی محرم ۱۳۸۸ھ / اپریل ۱۹۶۹ء مطبع مکتبہ جدید پریس لاہور

[۲] ”خطبات امیر شریعت“ صفحہ ۱۲۸ ، صفحہ ۱۲۹ مرتبہ مرزا غلام نبی صاحب جانباز ناشر مکتبہ تبصرہ بیرون دہلی گیٹ لاہور؛ [۳] المنیر لائلپور ۱۷ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۹

اس بیرونی یلغار کے علاوہ جماعت اسلامی کی صفوں میں زبردست انتشار پیدا ہو گیا اور کئی عمائدین مثلاً مولانا امین احسن صاحب اصلاحی (معتمد امیر جماعت اسلامی) ملک سعید صاحب (ایڈیٹر تسنیم وامیر جماعت اسلامی صوبہ پنجاب) عبد الغفار صاحب اور مولانا عبد الرحیم اشرف مدیر "المنبر" نے علیحدگی اختیار کر لی۔

مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنے سولہ سالہ تجربہ و مشاہدہ کی بناء پر لکھا :۔

" جماعت اسلامی کے متعلق تو ہماری ایماندارانہ رائے یہ ہے کہ اس وقت اسلام کے لیے اس ملک میں اس سے زیادہ مضر جماعت کوئی نہیں۔ متحدہ محاذ کی اسلام دشمن جماعتیں اسلام کی مخالفت بے دلیل کریں گی اور جماعت اسلامی کے امیر صاحب اور ان کے اتباع ان کے لیے اپنی نرالی فقاہت سے شرعی دلیلیں ایجاد کریں گے "۔

" دین اور عقل دونوں سے بعید تر جماعت اس ملک میں اگر کوئی ہے تو جماعتِ اسلامی ہے یہ جماعت اب صحیح فکر اور صحیح عمل کی توفیق سے محروم ہو چکی ہے اس کی ہر بات الٹی ہوتی ہے اور جو قدم بھی یہ اٹھاتی ہے اس سے اپنی بے راہ روی اور ضلالت کا ثبوت مہیا کرتی ہے" [1]

سعید ملک صاحب ایڈیٹر تسنیم نے اپنے بیان میں کہا :۔

" جماعتی لٹریچر میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ اسلامی تحریک کو چلانے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ مخاطب آبادی میں اسلام کے اصولوں کا شعور اور ان پر چلنے کا شدید داعیہ پیدا کر دیا جائے تا آنکہ ایک مرحلے پر پہنچ کر وہ آبادی فطری طور پر اسلام کو ایک نظامِ زندگی کی حیثیت سے اپنا لے۔ یہ بات کھل کر کہہ دی گئی تھی کہ یہ کام محض سیاسی ہنگاموں سے ہوگا اور نہ صرف انتخابات کے ذریعے حصولِ اقتدار کی کوششوں سے۔ لیکن ابھی قوم میں اسلامی اصولوں کا ابتدائی تصور بھی پیدا نہ ہوا تھا اور اس نے اسلامی اصولِ اخلاق اور سیاست کو اختیار کرنے پر معمولی سی آمادگی کا اظہار بھی نہ کیا تھا کہ آپ نے بنیادی کام سے صرفِ نظر کر کے تحریک کو پوری

---

[1] "انتخابی کالج کے لیے لمحہ فکریہ" از مولانا امین احسن اصلاحی ص ۲ ص ۳ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

طرح سیاسی ہنگامہ آرائیوں میں اُلجھا دیا حتیٰ کہ اسلامی نظام کی حیثیت ہمارے ہاں محض ایک نعرے کی رہ گئی"۔ [1]

حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف نے جماعتِ اسلامی سے خروج کے بعد پے در پے تنقیدی مضامین لکھے جن میں واضح الفاظ میں بتایا کہ "مولانا مودودی صاحب نے اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی اور قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" سے جس اسلام کی دعوت کا آغاز کیا تھا وہ اب ایک ایسے اسلام کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جس کی روح تعلق باللہ، اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید، ایمان بالغیب اللہ تعالیٰ کی عبادات میں انہماک، تقویٰ کی حقیقت کو پانے کے اساسات پر مبنی نہیں بلکہ اس کی حقیقی روح اسلام کے سیاسی نظام کو قائم کرنا ہے اور جماعت کے اندر اصل قیمت صرف اس چیز کی ہے کہ پروپیگنڈے، نشر و اشاعت مخالفین کی سرکوبی، اخبارات میں نمایاں ہونے، دوسرے سے گٹھ جوڑ کرنے کی صلاحیت کی مقدار کس قدر پائی جاتی ہے؟ .... رہا طریق کار اور وسائل تو وہ چونکہ مقصود بالذات نہیں ہیں اس لیے ان میں اگر کچھ اجزاء باطل، جھوٹ، فریب، فساد انگیزی اور اسلام کی عام تعلیمات کی رو سے ناجائز کردہ باتوں کے شامل ہو جائیں تو انہیں بوقتِ ضرورت اختیار کیا جا سکتا ہے بالفاظ دیگر جماعت جس فلسفہ میکا دلی کے استیصال کے لیے اٹھی تھی۔ یہی اس کا محور فکر و عمل بن رہے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں میں جماعت کے قائدین کا مؤقف یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ان تمام باتوں کے جواز کے لیے قرآن اور حدیث سے استدلال کریں اور اپنی ہر غلطی کو اسوۂ رسالت سے سند جواز عطا کریں"۔ [2]

جماعت اسلامی کے ایک سابق رکن ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے احراری تحریک میں مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کی شرکت کو بے اصولے پن اور عوام پرستی کا شاہکار قرار دیتے ہوئے لکھا:۔

---

[1] روزنامہ تسنیم لاہور ۶ رجنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۲

[2] المنیر ۴ / اکتوبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۶ / ۷

"اس داستان کا المناک ترین باب" مسئلہ قادیانیت میں جماعت اسلامی کا طرزِ عمل ہے!۔
اس کے دوران جماعت اور اس کے قائدین نے جس طرح اپنے اصولوں کی بجائے عوام کے
چشم وابرو کے اشاروں پر حرکت کی ہے اسے دیکھ کر انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ
—— اتنی قلیل مدت میں ایک جماعت کا مزاج اس درجہ بھی بدل سکتا ہے؟ . . . . .
یہ مسئلہ کوئی آج کی پیداوار نہیں تھا . . . . لیکن . . . . . اپنے تاسیس کے دن سے لے
کر ۱۹۵۲ء تک پورے گیارہ بارہ سال جماعت اسلامی نے بحیثیت جماعت یا اس کے
اکابرین نے بحیثیتِ افراد اس پر کوئی علمی اقدام کرنا تو کجا زبان سے ایک حرف تک نہ نکالا
بلکہ ایک اصولی اسلامی جماعت کی حیثیت سے اپنے دور اوّل میں اس نے ایسی باتیں کہیں کہ
جن سے قادیانیوں کی تکفیر کی براہِ راست نہ سہی بالواسطہ ضرور حوصلہ شکنی ہوتی ہے؟

(ملاحظہ ہو تکفیر بغیر اتمام حجت سے متعلق جماعت کا نقطۂ نظر ص۵۴)

لیکن جب ۱۹۵۲ء میں زعمائے احرار نے اسے واقعی ایک مسئلہ بنا لیا اور عوام کے
جذبات کو مشتعل کر لیا تو اب جب کہ اصول پرستی اور مردانگی کا تقاضا یہ تھا کہ . . . . . . لوگوں کو
بتایا جاتا کہ تم خواہ مخواہ مشتعل کیے جا رہے ہو۔ نہ یہ مسئلہ اتنی اہمیت رکھتا ہے اور نہ اس
کے حل کی صورت وہ ہے کہ جو اختیار کی جا رہی ہے —— اور اگر عوام اسے ردّ کرتے تو
کم از کم "اِنِّیْ بَرِیْءٌ" کہہ کر الگ ہو جاتا ۔ جماعت اسلامی نے اپنی اصول پسندی اور
اصول پرستی کو ذبح کر کے "حق گوئی" سے جی کراتے اور "رُد باہی" کا ثبوت دیتے ہوئے
جو طرزِ عمل اختیار کیا وہ "بے اصولے پن" اور "عوام خوفی کی عملی تصویر ہے چنانچہ قادیانیوں کو غیر
مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ ہشت نکاتی مطالبے میں نویں نکتے کی حیثیت سے کر لیا گیا اور
مجلس عمل کے ساتھ تعاون شروع کر دیا گیا اور ان لوگوں کی قیادت قبول کر لی گئی کہ جن کے
پاس بیٹھتے ہوئے بھی بقول "یکے از بزرگانِ جماعت" جماعت کے زعماء کو "گھن آتی تھی"۔ اور جن
کے حقیقی ارادوں اور عزائم پر سے بعد میں مولانا مودودی نے "بیانِ حقیقت" میں پردے اٹھائے!
. . . . . صرف یہی نہیں کہ عوام کے "تقویٰ" کی وجہ سے جماعت نے اس معاملہ میں حصہ لینا شروع
کر دیا بلکہ ان کی بارگاہ میں "احسان" کا درجہ حاصل کرنے کی سعی شروع ہو گئی اور "قادیانی

مسئلہ" تصنیف ہوا جس میں "عوام" کے مطالبات کی وجوہات اور ان کے دلائل کو مولانا مودودی صاحب نے پُرزور انداز میں پیش کیا۔ اس کتاب کے آخری پیرے میں یہ "عوام پرستی" جس طرح چھلکی پڑتی ہے وہ قابلِ دید ہے......

جذبۂ عوام پرستی کی انتہاء ہے کہ ان خامیوں اور خرابیوں کو بھی خوشنما الفاظ کے پردے میں چھپا کر "پیٹھ" ٹھونکی جارہی ہے کہ تم سے کچھ غلطیاں تو ضرور سرزد ہو رہی ہیں لیکن گھبراؤ نہیں! اس میں تمہارا قصور تھوڑا ہی ہے! ۔

اس کے بعد جب "احرار" کے ساتھ مزید چلنا ناممکن ہو گیا اور مجلسِ عمل سے علیحدگی ناگزیر ہو گئی تو بھی اس احتیاط کے ساتھ علیحدگی کا اعلان کیا گیا کہ عوام اسی بھرّے میں رہیں کہ "ہم نے اپنے حصے کا کام اپنے ذمے لے لیا ہے"! آخر عوام کی ناراضی مول لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔

پھر جب معاملہ تحقیقاتی عدالت میں آیا تو اس وقت مولانا مودودی صاحب نے حالات کو بگاڑنے کی ذمہ داری میں حکومت اور قادیانیوں کے ساتھ ساتھ "احرار" کو بھی شریک کیا! یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ تینوں برابر کے ذمہ دار تھے تو آج سے قبل آپ ساری ذمہ داری حکومت اور قادیانیوں پر کیوں ڈالتے رہے؟ کچھ تو آپ نے احرار کے بارے میں بھی فرمایا ہوتا! اور جماعتِ اسلامی کو من حیث الجماعت تو اس "قولِ ثقیل" کے کہہ گزرنے کی پھر بھی ہمت نہ ہوئی۔ جماعت نے اپنے بیان میں ساری ذمہ داری صرف حکومت اور قادیانیوں ہی پر ڈالی۔

تحقیقاتی عدالت میں مولانا اور جماعت نے اپنے آپ کو ان سارے معاملات میں بالکل بری الذمہ ٹھہرانے کی کوشش کی اور اس کے لیے سارا زور اس استدلال پر صرف کیا کہ ہم نے مجلسِ عمل سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ لیکن میں اس معاملے میں تحقیقاتی عدالت کے اس فیصلے کو بالکل صحیح سمجھتا ہوں کہ........ جماعت اسلامی ذمہ داری میں احرار کے ساتھ برابر کی شریک ہے.......

.....اس کے بعد جب تک مقدمات چلتے رہے اور عوام کے جذبات میں اس مسئلہ

پرحرارت باقی رہی جماعت کے رسائل و اخبارات اس مسئلہ پر مسلسل لکھتے رہے جب فضا ٹھنڈی ہو گئی جماعت نے بھی مسئلہ کا نام لینا بند کر دیا اور آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ سرے سے پیدا ہوا ہی نہیں تھا!

یہ پوری داستان بے اصولے پن اور عوام پرستی کا شاہکار نہیں تو اور کیا ہے؟" [1]

مجلس احرار اور جماعتِ اسلامی کی جنگ زرگری زور شور سے جاری تھی کہ دوسرے مکاتیب فکر کے علماء بھی میدانِ تکفیر و تفسیق میں اتر پڑے اور کفر سازی کی مہم یکایک زور پکڑ گئی جس پر مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر "المنبر" نے حسب ذیل حقیقت افروز نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

"ختمِ نبوت کا ایک لازمی تقاضا یہ تھا کہ امتِ محمدیہ بنیان مرصوص کی حیثیت سے قائم علی الحق رہتی ۔ اس کے جملہ مکاتیبِ فکر اور تمام فرقوں کے مابین دین کی اساسات پر اس نوع کا اتحاد ہوتا جس نوع کا اتحاد ایک صحیح الذہن امت میں ہونا ناگزیر تھا لیکن غور کیجیے کیا ایسا ہوا؟ بلاشبہ ہم نے متعدد مراحل پر اتحاد امت کے تصور کو پیش کیا اور سب سے زیادہ قادیانیوں کے خلاف مناظرہ کے سٹیج سے ڈائرکٹ ایکشن کے ویرانے تک ہم نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام کے تمام فرقے "یکجان" ہیں لیکن کیا حقیقتاً ایسا تھا۔ کیا حالات کی شدید سے شدید تر نامساعدت کے باوجود ہماری تلوار تکفیر نیام میں داخل ہوئی؟ کیا ہولناک سے ہولناک تر واقعات نے ہمارے فتاویٰ کی جنگ کو ٹھنڈا کیا۔ کیا کسی مرحلہ پر بھی "ہمارا فرقہ حق پر ہے اور باقی تمام جہنم کا ایندھن ہیں" کے نعرہ سے کان نامانوس ہوئے؟ اگر ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی تو بتایئے اس سوال کا کیا جواب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر ایمان رکھنے والی امت کے اگر تمام فرقے "کافر" ہیں اور ہر ایک دوسرے کو جہنمی کہتا ہے تو لامحالہ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو سب کو اس کفر اور جہنم سے نکال

---

[1] "تحریک جماعتِ اسلامی" از ڈاکٹر اسرار احمد ایم اے ایم بی بی ایس شائع کردہ دارالاشاعت الاسلامیہ کرشن نگر لاہور ص ۱۸۸ تا ۱۹۳ طبع اول محرم الحرام ۱۳۸۶ھ اپریل ۱۹۶۶ء [2] المنبر ۹ مارچ ۱۹۵۶ء ص ۵

کہ اسلام اور جنت کا یقین دلا سکے"۔ ؎۱

چہارم:۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۹۰۵ء میں اپنے الہام سے یہ خبر دی کہ:۔

"جو شخص تیری طرف تیر چلائے گا میں اسی تیر سے اس کا کام تمام کرونگا" ؎۲

۱۹۵۳ء میں یہ الہام جس عبرتناک رنگ میں ظہور پذیر ہوا اس کا کسی قدر اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے بخوبی لگ سکتا ہے۔

۱۔ ہفت روزہ "آثار" لاہور (۲۴ تا ۳۰ جون ۱۹۷۴ء) نے لکھا:۔

"۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کے نام پر جو سیاسی کھیل کھیلا گیا اس کی ہولناک یادیں ابھی قومی ذہن سے محو نہیں ہوئیں۔ جن سیاسی لیڈروں اور شرعی جیب کتروں نے ختم نبوت کے عقیدے کو سیاسی یا مالی منفعت کا ذریعہ بنایا ان کا وجود صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا کہ آج کوئی ان کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے والا بھی نہیں۔ ان میں سے جو لوگ ابھی زندہ ہیں وہ بس زندگی کی سانسیں پوری کر رہے ہیں ان کا نہ کوئی حال ہے نہ مستقبل۔ ان کے سیاسی اقتدار پر فائز رہنے کے تمام خواب چکنا چور ہو گئے۔ ان کے مذہبی شیوخ بننے کے تمام امکانات معدوم ہو گئے۔ ختم نبوت کا عقیدہ بیچ کر انہوں نے جو ڈھیروں روپیہ اپنی تھیلیوں میں داخل کیا تھا اس نے ان کے گھروں کو جہنم کے انگاروں سے بھر دیا ہے اب یہ لوگ خود اپنے جنازے اٹھائے پھرتے ہیں لیکن ایسا کوئی قبرستان نہیں ملتا جہاں وہ اپنی لاشوں کو دفن کر سکیں"۔

۲۔ رسالہ "آثار" نے اس تمہید کے بعد نمونۃً بعض نمایاں شخصیات کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس دور کے وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں ممتاز صاحب دولتانہ کی نسبت لکھا:۔

> "ختم نبوت کی تحریک کو سیاسی مقاصد کے لیے ایکسپلائٹ کرنے والوں کے سرخیل تھے انہوں نے بعض اخبارات اور شرعی جیب کتروں کو صوبائی حکومت کے خزانے سے جس کے وہ سربراہ تھے لاکھوں روپے اس مقصد کے لیے دیئے کہ وہ

؎۱ المنبر ۹ر مارچ ۱۹۵۶ء ص ۵۔

؎۲ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۸ طبع اوّل۔

عقیدے کے نام پر ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ جب یہ آگ بھڑکی تو خود ممتاز دولتانہ جل بجھے ان کا شاندار سیاسی مستقبل برباد ہو گیا وہ آج بھی زندہ ہیں مگر اس حال میں کہ جسے ایوان شہی کے اندر ہونا چاہیئے تھا آج وہ اس کے دروازے پر بیٹی باندھے کھڑا ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے ان کا انجام کیا ہو گا۔" [1]

۳۔ ہفت روزہ "آثار" (۲۴ تا ۳۰ جون ۱۹۷۴ء ص ۸) مولانا اختر علی خاں صاحب (خلف مولانا ظفر علی صاحب) ایڈیٹر زمیندار کی نسبت لکھا:۔

"مرحوم روزنامہ زمیندار کے مالک تھے انہوں نے ختم نبوت کے نام پر حکومت سے بھی لاکھوں روپے لیے اور عوام سے بھی ڈھیروں روپے چندہ وصول کیا۔ انہوں نے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے ختم نبوت کے نام پر ایک ایک روپے کے نوٹ چھاپ لیے تھے۔ جنہیں لوگوں کو دے کر ان سے اصلی نوٹ بطور چندہ لیے جاتے تھے۔ جس زمانہ میں انہوں نے ختم نبوت کے عقیدے کو روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا وہ میکلوڈ روڈ پر ایک عالیشان بلڈنگ کے مالک تھے ان کے پاس دو تین کاریں بھی تھیں۔ اور زمیندار بھی اچھا خاصا چل رہا تھا مگر جونہی انہوں نے ختم نبوت کے نام پر روپیہ خورد برد کیا بہت ہی تھوڑے عرصہ کے اندر نہ ان کی بلڈنگ رہی، نہ اخبار رہا اور نہ وہ خود رہے ان کی بلڈنگ بک کر ایک ہوٹل بن گئی۔ زمیندار صفحۂ ہستی سے یوں محو ہوا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ اور مولانا اختر علی گمنامی کی حالت میں اس طرح مرے کہ کرم آباد میں ان کا جنازہ پڑھنے کے لیے بھی بیس تیس آدمی میسر نہ آئے۔"

۴۔ ہفت روزہ "چٹان" لاہور نے ۱۳ رجولائی ۱۹۶۴ء (ص ۵) کی اشاعت میں اخبار "زمیندار" کی نیلام شدہ بلڈنگ کا فوٹو شائع کیا اور اس کے نیچے ایک عبرت انگیز نوٹ لکھا جو یہ ہے:۔

"یہ کبھی روزنامہ زمیندار کا دفتر تھا۔"

"یہاں وہ شخص رہتا تھا جس نے رُبع صدی تک برطانوی سامراج کو للکارا۔ ہماری آزادی

---

[1] ہفت روزہ آثار ۲۴ تا ۳۰ جون ۱۹۷۴ء صفحہ ۸

کے لیے گیارہ سال قیدِ فرنگ میں رہا۔ لاکھوں روپے ضبط کرائے ۔جس کا ضبط شدہ پریس آج بھی بورسٹل جیل کے سرکاری پریس میں موجود ہے اور جہاں اس کا پوتا مسعود علی خان ورکس مینجر کی حیثیت سے ملازم ہے ۔ یہ بلڈنگ اُسی ظفر علی خاں کی ہے ۔ ظفر علی خاں جس نے پنجاب کے سیاسی ویرانوں کو رنگ و روغن بخشا جس نے ہمیں حریت آشنا کیا ۔جس نے تنکدوں میں آذان دی ۔ لیکن جب آزادی کا آفتاب طلوع ہوا تو وہ صرف " دُودِ چراغِ محفل " تھا ۔ قلم کی آبرو صنعت کاروں کو منتقل ہوگئی ۔ اخبارات عظیم الشان عمارتوں کے استحصال خانوں میں بازار کی جنس ہوگئے اور یہ عمارت جو قومی یادگار ہونی چاہیئے تھی قرض میں نیلام ہوگئی ۔ اب ستم ظریفی حالات نے اس کو زمیندار ہوٹل میں بدل ڈالا ہے جہاں راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں ۔ جہاں انہی کمروں میں بیٹھ کر ظفر علی خاں نے بارگاہ رسالت مآبؐ میں ہدیہ ہائے عقیدت پیش کیے تھے اب اس کے در و دیوار دیدہ ہائے عبرت سے رجل رشید کا انتظار کر رہے ہیں۔"

۵ ۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری امیر شریعت احرار نے اس ایجی ٹیشن میں سب سے نمایاں حصہ لیا اُن کے جوش کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے متعدد بار اور متعدد مقامات پر خواجہ ناظم الدین صاحب

اور ملک غلام محمد صاحب مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ :۔

"اگر تم ...... عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھالو (یعنی احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دو۔ناقل) تو میں اپنی اس سفید ریش سے تمہارے پاؤں صاف کروں گا"۔[1]

زندگی کے آخری ایام میں شاہ جی کے عقیدتمندوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا وہ ایک عبرت انگیز داستان ہے جس کا پتہ اُن کے مذکورہ انٹرویو سے ملتا ہے جو انہوں نے اپنی وفات سے قریباً ڈیڑھ برس قبل روزنامہ "امروز" ملتان کے سٹاف رپورٹر کو دیا۔ سٹاف رپورٹر نے سوال کیا " ان دنوں جب کہ آپ اس قدر بیمار ہیں اور پبلک لائن سے بھی ریٹائر ہو چکے ہیں کبھی دیرینہ رفقاء میں سے کوئی ملنے آیا"،

آپ جواب میں مسکرا دیئے اور فرمایا :۔

"جب تک یہ کتیا (زبان) بھونکتی تھی۔ سارا برّصغیر ہند و پاک ارادت مند تھا۔ اس نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے تو کسی کو پتہ ہی نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں"۔[2]

۶۔ مجلس احرار جو ۱۹۵۳ء کی تحریک میں نفس ناطقہ اور رواں تھی اپنوں کی نگاہ میں بھی لاشہ بے جان بن کے رہ گئی۔ چنانچہ احرار کے سابق جنرل سیکرٹری شورش کاشمیری صاحب کو لکھنا پڑا کہ :۔

"واقعہ یہ ہے کہ مجلس احرار بہ لحاظ جماعت تاریخ کے حوالے ہو چکی ہے اب اس کا ذہنی وجود تو بعض روایتوں اور حکایتوں کی وجہ سے ملک کے عوامی دماغوں میں موجود ہے لیکن (۱) نہ اس کی کوئی تنظیم ہے۔ (۲) نہ اُس کا کوئی مربوط شیرازہ ہے (۳) نہ اس فضا میں اڑنے کے لیے اس کے بال و پر ہیں"۔

"ہماری ایمانداری سے رائے ہے کہ اب احرار کا زمانہ بیت چکا ہے اور مرحوم ماضی میں زندگی بسر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں"۔[3]

---

[1] ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور صث کالم ۳ :: [2] امروز (ملتان) ۱۵ر اکتوبر ۱۹۶۱ء بحوالہ "حیات امیر شریعت" ص۵۴۶ مؤلفہ جناب غلام نبی صاحب جانباز طبع اوّل نومبر ۱۹۷۲ء۔ ناشر مکتبہ تبصرہ ۴/۷ گلشن کالونی شادباغ لاہور۔ :: [3] اخبار "چٹان" لاہور ۲۵ر مارچ ۱۹۶۳ء ص

دوسرا باب

جماعتِ احمدیہ کی ترقی اور استحکام

۱۹۵۳ء کے فسادات تو اس لیے رونما ہوئے تھے تا جماعت احمدیہ کو صفحہ روزگار سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے مگر عملاً یہ ہوا کہ جماعت احمدیہ نے صبر و رضا کا بہترین نمونہ پیش کرکے نہ صرف خدا کے کئی نشان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حقیر قربانیوں کو نوازتے ہوئے تائید و نصرت کے ایسے سامان پیدا کیئے کہ قائم شدہ جماعتیں پہلے سے زیادہ مضبوط ہوگئیں اور بعض نئی جماعتوں کا قیام بھی عمل میں آیا خصوصاً ربوہ کے ماحول میں چک منگلہ کے مشہور پیر منور الدین صاحب کے خلیفہ مجاز الحاج حافظ مولانا عزیز الرحمن صاحب منگلا جیسے عالم ربانی نے حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی[1] اور پھر ان کے ذریعہ ہزاروں مرید حلقہ بگوش احمدیت ہوئے اور اس علاقہ میں يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا روح پرور نظارہ آنکھوں کے سامنے آگیا

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں یہ علاقہ جس میں ہمارا مرکز ہے اس میں کوئی احمدی نہیں تھا۔ آپ کی دفات کے قریب عرصہ میں یہاں صرف ایک احمدی تھا لیکن اب ضلع جھنگ میں ہزاروں احمدی موجود ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں جبکہ ہم ہجرت کرکے یہاں آگئے تھے اس علاقہ کے صرف پانچ چھ احمدی تھے۔ لیکن دو تین ہزار احمدی ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت میں داخل ہونے والے ایسے آسودہ لوگ ہیں کہ حیرت

---

[1] تاریخ وفات ۲۹ جون ۱۹۸۷ء

آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان مال داروں کو احمدیت کی طرف ہدایت دے دی۔ ملاقات کے وقت ہر شخص جو اس علاقہ کا آتا ہے اس سے دریافت کیا جائے کہ تمہاری کتنی زمین ہے تو وہ کہتا کہ دس مربعے یا بیس مربعے یا چالیس مربعے اور اس وقت مربعے کی قیمت ۵۰، ۶۰ ہزار روپیہ ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کے پاس آٹھ مربعے سے کم زمین ہوتی ہے۔ اگر ٹوٹل کیا جائے تو میرے خیال میں یہاں ایک ہزار مربع جماعت کا ہو گیا ہے گویا پانچ کروڑ کی جائیداد صرف اس ضلع میں پیدا ہو گئی ہے۔ اور یہ انقلاب ایک تھوڑے سے عرصہ میں ہوا ہے۔ صرف تین سال کی بات ہے کہ جب یہ انقلاب ہوا۔ اب دیکھ لو یہ معجزہ ہے یا نہیں۔ پہلے اس علاقہ میں جس میں احمدی ہیں ایک پیر منور الدین صاحب تھے وہ قادیان بھی گئے تھے۔ واپس آکر انہوں نے اپنے مریدوں کو کہنا شروع کیا کہ مرزا صاحب کی بات سچی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام یقیناً وفات پا گئے ہیں مگر جب اُن کے مرید جماعت میں داخل ہونے لگے تو انہیں ہماری جماعت سے بغض پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ہماری وجہ سے اُن کی آمدن کم ہو گئی۔ کجا تو اُن کی یہ حالت تھی کہ علاقہ میں ان کی بڑی عزت اور قدر کی جاتی تھی اور کجا یہ کہ جب اُن کے تمام مرید احمدی ہو گئے تو انہیں رہنے کے لیے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر ایک دوست صالح محمد صاحب نے انہیں اپنے بنگلہ میں ٹھہرایا اور پھر وہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ غرض اللہ تعالیٰ احمدیت کی تائید میں ہمیشہ نشانات دکھلاتا چلا آیا ہے۔"[1]

۱۹۵۳ء کے بعد جماعت احمدیہ کو جو حیرت انگیز ترقیات پاکستان اور بیرون ممالک میں ہوئی اس کا واضح اقرار غیر از جماعت کے ممتاز ادیبوں، عالموں بلکہ جماعتِ اسلامی اور احراری حلقوں کی طرف سے کیا گیا۔ بطور ثبوت چند تأثرات و آراء درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ شیخ محمد اکرام صاحب ایم اے مؤرخ پاکستان نے "موجِ کوثر" میں لکھا :۔

---

[1] الازھار لذوات الخمار صفحہ ۲۰ حصہ دوم طبع دوم (مرتبہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ) ناشر۔ دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ

"عام مسلمانوں نے جس انداز سے قادیانیوں کی مخالفت کی ہے اس سے اس جماعت کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا فائدہ۔ قرآن نے مسلمانوں بلکہ مسلمانوں اور دوسری قوموں کے درمیان فوقیت پانے کا طریقہ یہ بتایا تھا کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں اور اللہ انہیں جزا دے گا۔ انسانی زندگی کا یہ اٹل قانون دورِ حاضر کے بعض مناظرین نے پوری طرح نہیں سمجھا۔ عیب جوئی، مخالفت اور تشدد سے دوسرے فرقوں اور جماعتوں کی ترقی بند نہیں ہو سکتی جو فرد اپنی جماعت کی ترقی چاہتا ہے اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیک کاموں میں دوسروں سے بڑھ جائے۔ ہمارے بزرگوں نے عام مسلمانوں کو نظم و نسق، مذہبی جوش اور تبلیغ اسلام میں مرزائیوں پر فوقیت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھائی بلکہ بیشتر فتووں اور عام مخالفت سے فتنہ قادیان کا سدباب کرنا چاہا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب کسی قوم کے ساتھ بے جا سختی کی جائے تو اس میں ایثار اور قربانی کی خواہش بڑھ جاتی ہے چنانچہ جب کبھی عام مسلمانوں نے قادیانیوں کی مخالفت میں معمولی اخلاق، اسلامی تہذیب اور رواداری کو ترک کیا ہے تو ان کی مخالفت سے قادیانیوں کو فائدہ ہی پہنچا ہے۔ اُن کی جماعت میں ایثار اور قربانی کی طاقت بڑھ گئی اور اُن کے عقائد اور بھی مستحکم ہو گئے ہیں۔"[1]

۲۔ ایڈیٹر صاحب "اخبار صداقت" گوجرہ نے اعتراف کیا:-

"احرار کی تحریک ناکامیوں سے پڑ ہے۔ دور جانے کی کیا ضرورت۔ ختم نبوت کا تحفظ آپ کے سامنے ہے۔

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

ربوہ موجود۔ اس کے کالج اور سکول موجود۔ پرنیس، اخبار اور تبلیغ موجود ۔۔۔۔ ان کا عقیدہ اجرائے نبوت موجود ۔۔۔۔۔۔۔ حق کو مٹانے والے آپ

---

[1] "موج کوثر" صفحہ ۱۹۴ مؤلفہ جناب شیخ محمد اکرام ایم اے۔ ناشر فیروز سنز لاہور۔ پشاور۔ کراچی طبع دوم ۱۹۵۸ء

کون ؟ [1]

۳۔ مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر "المنبر" نے اپنے اخبار میں متعدد بار جماعت احمدیہ روز افزوں ترقی اور استحکام کا برملا اظہار فرمایا چنانچہ لکھا:۔

المنبر ۲۳ ؍فروری ۱۹۵۴ء

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سیّد نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سیّد سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمھم اللہ وغفر لہم کے بارے ہمارا حسنِ ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ .... اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لیے تکلیف دہ ہوں گے .... لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (نوّر اللہ مرقدھم ورفع مضاجعھم) کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں (گزشتہ ہفتہ روس اور امریکہ کے دو سائنسدان ربوہ وارد ہوئے) اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس

---

[1] "صداقت" گوجرہ۔ ۲ جون ۱۹۵۸ء بحوالہ رسالہ الفرقان ربوہ اگست ۱۹۵۸ء صفحہ ۶

۱۹۵۶-۵۷ء کا بجٹ لاکھ روپیہ کا ہو۔"

"۱۹۵۳ء کے وسیع ترین فسادات کے بعد جن لوگوں کو یہ وہم لاحق ہو گیا ہے کہ قادیانیت ختم ہو گئی یا اس کی ترقی رُک گئی۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ پاکستان میں پہلی مرتبہ بلدیاتی اداروں میں بلکہ (بعض اطلاعات کی بناء پر) مغربی پاکستان اسمبلی میں قادیانی ممبر منتخب ہو گئے۔"[1]

ہفت روزہ المنبر ۲ مارچ ۱۹۵۶ء

(ب) "قادیانیوں نے گزشتہ پچاس سال میں اندرون اور بیرون ملک اپنی قومی زندگی کو قائم رکھنے اور قادیانی تحریک کو عام کرنے کے سلسلہ میں جو جد و جہد کی ہے اس کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ انہوں نے اس کے لیے ایثار و قربانی سے کام لیا ہے۔ ملک میں ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیوی نقصانات برداشت کیے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں۔"

"ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اس سراب کو حقیقت سمجھ کر اس کے لیے جان و مال اور دنیوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بعض افراد نے کابل میں سزائے موت کو لبیک کہا۔ بیرون ملک دُور دراز علاقوں میں عزبت و اخلاص کی زندگی اختیار کی۔"

"تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب کی یہ واحد جماعت تھی جس کے سرکاری خزانہ میں اپنے معتقدین کے لاکھوں روپے جمع تھے اور جب یہاں مہاجرین کی اکثریت بے سہارا ہو کر آئی تو قادیانیوں کا یہ سرمایہ جوں کا توں محفوظ پہنچ چکا تھا اور اس سے ہزاروں قادیانی بغیر کسی کاوش کے از سرِ نو بحال ہو گئے۔ پھر یہ موضوع بھی مستحقِ توجہ ہے کہ یہ وہ واحد جماعت ہے جس کے ۲۱۳ افراد تقسیم کے بعد سے آج تک قادیان میں موجود ہیں اور وہاں اپنے مشن کے لیے کوشاں بھی ہیں اور منظم

---

[1] المنبر ۲۳ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰

بھی .... قادیانی تنظیم کا تیسرا پہلو وہ تبلیغی نظام ہے جس نے اس جماعت کو بین الاقوامی جماعت بنا دیا ہے ۔ اس سلسلہ میں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ بھارت، کشمیر انڈونیشیا ۔ اسرائیل ۔ جرمنی ۔ ہالینڈ ۔ سوئٹزرلینڈ ۔ امریکہ ۔ برطانیہ ۔ دمشق ۔ نائیجیریا ۔ افریقی علاقے اور پاکستان کی تمام قادیانی جماعتیں مرزا محمود احمد صاحب کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کرتی ہیں اور ان کے بعض دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپوں کی جائیدادیں "صدر انجمن احمدیہ ربوہ" اور "صدر انجمن احمدیہ قادیان" کے نام وقف کر رکھی ہیں"[1]

المنیر ۶ جولائی ۱۹۵۶ء

(ج) "اس وقت جو کوشش تحفظِ ختمِ نبوت کے نام سے قادیانیت کے خلاف جاری ہے قطع نظر اس سے کہ اس کوشش کا اصل محرک خلوص، خدا کے دین کی حفاظت کا جذبہ ہے یا حقیقی وجہ معاشی اور منفی ذہن کے رجحانات کا مظاہرہ ہے ہماری رائے میں یہ کوشش نہ صرف یہ کہ اس مسئلہ کے حل کرنے کے لیے مفید نہیں ہے بلکہ ہم علی وجہ البصیرت کامل یقین و اذعان کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ جدوجہد قادیانی شجرہ کے بارآور ہونے کے لیے مفید کھاد کی حیثیت رکھتی ہے"[2]

(د) اخبار "المنبر" نے ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں اعتراف کیا کہ:۔

۱۹۵۳ء کے بعد احمدیت کی ترقی

"۵۳ء کے بعد، جو غلطیاں، ہم سے سرزد ہوئیں، ان میں ایک فاش غلطی یہ تھی کہ ہم میں سے بہت سے حضرات نے، اس غیر واقعاتی تاثر کو خوب خوب عام کیا کہ ۵۳ء کی تحریک سے قادیانیت ختم یا کم از کم بے اثر ہو چکی ہے، در آنحالیکہ ـــــ قادیانی
ملک کی بیشتر کلیدی آسامیوں پر چھاتے چلے گئے ۔

---

[1] ہفت روزہ المنیر ۲ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰ [2] المنبر ۶ جولائی ۱۹۵۶ء ص ۷ کالم ۱

● ہر قابلِ ذکر اور اہم محکمے میں، ان کے ممتاز افراد گھسے اور انہوں نے اپنے اپنے دائرۂ کار میں قادیانی کارکنوں کی ٹیمیں، جمع کر لیں۔

● صدر ہاؤس اور وزارتِ عظمیٰ کے ایوان ہی میں نہیں، ان بڑے عہدہ داروں کے نجی عملے تک میں قادیانیوں کو مؤثر قوت بننے کا موقعہ میسر آیا۔

● ملک کی معیشت پر قادیانیوں کو فیصلہ کن پوزیشن حاصل ہوئی اور اس سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے اپنی جماعت کے بیشمار افراد کو مالا مال کر دیا۔

● ملک کے اہم ترین مناصب پر فائز ہونے کے بعد، قادیانیوں نے بیرون ملکوں، بالخصوص بڑی طاقتوں سے اپنے روابط مستحکم کیے اور بیشتر ممالک میں انہوں نے انتہائی منظم طریقے پر یہ پروپیگنڈہ کیا کہ پاکستان کی حکومت، قادیانی پالیسی کو اپنائے ہوئے ہے۔

● سر ظفر اللہ سے ایم۔ ایم۔ احمد اور عبدالسلام تک، بڑے قادیانیوں نے وزارتِ خارجہ اور دنیا بھر کے پاکستانی سفارت خانوں کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ــــــــ ان سفارت خانوں کے ذریعہ، دنیا کے بیشتر ممالک میں۔

● سرکاری وسائل و اثر و رسوخ کو قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت کیلئے بے محابا استعمال کیا گیا۔

● قادیانی اکابر نے ملک کے تمام مناصب کو اپنے عقائد کی تبلیغ، اپنے سیاسی مشن کی تکمیل اور مسلمانوں کے خلاف یہود اور دوسرے سامراجی عناصر کی سازشوں کی تکمیل کے لیے استعمال کیا۔

● ایک اہم تر مقصد قادیانیوں کے سامنے یہ تھا کہ سفارتی مناصب کو، تمام ملکوں سے براہِ راست روابط کا ذریعہ بنایا جائے اور انہیں اس میں اس حد تک کامیابی ہوئی کہ وہ نہ صرف یہ کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں پاکستان کے نمائندوں کی حیثیت سے معروف ہوئے، بلکہ وہ پاکستان کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ اسلام کی نمائندگی و ترجمانی کے منصب پر فائز بھی سمجھے جانے لگے اور ان کے عمل اور پروپیگنڈے سے یہ تاثر عام ہوگیا کہ اس وقت دنیا میں صرف قادیانی ہی تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا علم تھامے ہوئے ہیں۔

اندرونِ ملک قادیانیت کا فروغ!

اندرونِ ملک، قادیانیوں کو اس حد تک فروغ حاصل ہوا کہ :۔

تقسیم ملک کے کچھ عرصہ بعد تک ان کا جو مرکزی بجٹ ایک ڈیڑھ لاکھ کا تھا، اب وہ اڑھائی کروڑ تک جا پہنچا اور انہوں نے اس سال کے آغاز میں، اپنی ۷۵ سالہ جوبلی منانے کے لیے ۱۰ کروڑ کی رقم کے وعدے اپنے خلیفے کے حضور پیش کیے۔

• فوج میں ان کا اثر اس حد تک بڑھا کہ یہ خطرہ ہر ہوش مند کو محسوس ہونے لگا کہ اگر اب یہاں خدانخواستہ کوئی فوجی انقلاب آتا ہے تو کہیں، وہ "قادیانی حکومت" کی صورت میں نہ ہو"

• قادیانیوں نے مسلم معاشرے میں اس حد تک نفوذ حاصل کیا کہ علمائے دین کے متفقہ فتوٰی اور متعدد عدالتوں کے قطعی فیصلوں کے برعکس، ہزاروں مسلم خاندانوں نے قادیانیوں سے رشتے ناطے کے روابط قائم کیے اور ایک اہم تعداد ہمارے اہلِ سیاست اور اصحاب مال و جاہ کی ایسی اس ملک میں موجود ہے، جو نیم قادیانی یا کم از کم قادیانیوں کے خلاف ہر قسم کے جذبہ مغائرت سے تہی دامن ہے اور وہ یہ بات ان کے لیے اچنبھے کی ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اور ان سے معاشرتی تعلقات شرعاً ممنوع ہیں۔

قادیانیوں کی یہ ترقی، اگرچہ مسلمانوں کی دین سے دوری کے باعث تھی مگر اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ قادیانی ایک گرمجوش جماعت کی حیثیت سے مسلسل اور پیہم مصروفِ تبلیغ و اشاعت تھے اور اس امت کے افراد نے فی الواقعہ، اپنے باطل مقصد سے لگن، اس کے لیے محنت اور ایثار سے بھی کام لیا اور اس ..... گروہ کے بیشتر افراد، .... اپنے مشن میں "مخلص" تھے، اور یہی اخلاص انہیں ہر وقت عمل کے تسلسل پر مجبور کرتا رہا"

۴۔ ایک احراری لیڈر مولانا عبید اللہ احرار صدر مجلس احرار اسلام پاکستان لائلپور نے جماعت احمدیہ کے اتحاد، تنظیم اور ایثار کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا:۔

"مجلس احرار کے علاوہ بعض دیگر دینی جماعتوں نے بھی مسئلہ ختم نبوت کی تبلیغ اور تعلیم میں سرگرم حصہ لیا ہے اور لے رہی ہیں مگر ہم عملاً دیکھ رہے ہیں۔ کہ مسلمان ختم نبوت کے مسئلہ پر کامل یقین رکھتے ہوئے بھی قرآن وسنت کو نظر انداز کر کے کمیونزم اور سوشلزم کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اکابرین مختلف حیلوں بہانوں سے سوشلزم میں ملک کی فلاح اور نجات بیان کر رہے ہیں۔ اس طرح عملاً مسئلہ ختم نبوت کی نفی کی جارہی ہے۔ اور یہ حادثہ اس لیے رونما ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ کہ مسئلہ ختم نبوت کے اکابرین کی تقریروں اور عمل کے درمیان ایک طویل مسافت ہے۔ تضاد ہے۔ ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اتحاد اور تنظیم کو مستحکم کرو مگر ہم صوبائی، لسانی اور نسلی بتوں کی پرستش کر کے ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے ہیں۔ باہمی اعتماد نہ ہو تو باہمی اخوت کس طرح ہو سکتی ہے۔ مسئلہ ختم نبوت کی ضرورت مرزا غلام احمد قادیانی کی تنظیم اور نظریات کے پیش نظر ہوئی۔ مسئلہ ختم نبوت میں زیادہ تر جماعت احمدیہ ہی کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ نے جس طرح خود کو منظم اور مستحکم کر رکھا ہے ان کے مقابلہ میں مجلس احرار یا کوئی اور جماعت اس قدر منظم اور متحد نہیں۔ جماعت احمدیہ سیاسی اقتصادی معاشرتی اور عسکری لحاظ سے طاقتور جماعت ہے۔ پاکستان کے اندر اور پاکستان کے باہر اس کی تنظیم کا ایک مضبوط نظام قائم ہے۔ اس جماعت کا ہر فرد اپنے عقیدہ اور عمل میں راسخ ہے۔ فنڈز کے لیے اسے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ایک نظام کے تحت از خود ان کے فنڈز میں روپیہ جمع ہوتا ہے۔ ایک منصوبہ کے تحت خرچ کیا جاتا ہے۔ جماعت کے پسماندہ افراد کی ہر طرح امداد اور اعانت کی جاتی ہے۔

مقابلۃً مجلس احرار اور دیگر دینی جماعتیں ہمیشہ فنڈ نہ ہونے کا شکوہ کرتی ہیں۔ اور فنڈز کی کمی کے باعث وہ کما حقہٗ خدمات سرانجام نہیں دے سکتیں۔ جماعت احمدیہ میں اتحاد، تنظیم اور ایک دوسرے کے لیے ایثار کا جذبہ ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تنظیم اتحاد اور ایثار میں کوئی شے بھی نہیں۔ دوسرے معنوں میں خلوص اور عمل کا فقدان ہے

اس وقت پاکستان کا ہر فرد یہ محسوس کر رہا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ ایک زبردست طاقت

بن چکی ہے۔ اس کی وجہ ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر معلوم کر سکتے ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت کے منکر تو خاموشی سے اپنی صفوں کو منظّم کرتے رہے۔ اور ختم نبوّت پر ایمان رکھنے والے اپنی صفوں میں انتشار پیدا کرتے رہے"[1]



---

[1] پمفلٹ "مجلس احرار کی تبلیغی سرگرمیاں اور اس کا اجمالی خاکہ" صفحہ مرتب: محمد طاہر لدھیانوی۔ محمد عالم منہاس لدھیانوی۔ شائع کردہ: محمد اشرف ناظم مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ ۶ ستمبر ۱۹۷۳ء

تیسرا باب

جماعتِ احمدیہ کی عالمی شہرت وعظمت میں اضافہ

۱۹۵۳ء کے دورِ ابتلاء کی تیسری عظیم الشان برکت یہ تھی کہ بیرونی ممالک میں اس کی شہرت وقار اور عظمت میں بے پناہ اضافہ ہوا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ عالمی پریس نے جماعت احمدیہ کے حق میں کھلے بندوں آواز بلند کی اور اس کی مظلومیت کے چرچے دنیا کے ہر گوشے میں ہونے لگے۔

اس سلسلے میں بعض بیرونی ممالک کے اخبارات کے تأثرات اور ان کے قارئین کی آراء کا نمونۃً ذکر کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کا مسلم پریس

۱۔ اخبار "حقیقت" لکھنو نے اپنی ۲۴ مارچ ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل اداریہ تحریر کیا

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تقریباً چھ سات ماہ کے سکون اور خاموشی کے بعد ایک بار پھر پاکستان کے ناعاقبت اندیش مولویوں اور کٹھ ملاؤں نے وہی شر انگیز ایجی ٹیشن پھر شروع کر دیا ہے جس کا مقصد مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو پاش پاش کر دینا ہے۔ ان مولویوں، ملاؤں اور خود ساختہ مولاناؤں کا مطالبہ یہ ہے کہ فرقہ احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے ہٹا دیا جائے ان احمقوں کے نزدیک پاکستان گورنمنٹ کے اس اعلان کر دینے سے کہ احمدی غیر مسلم ہیں ساری دنیا ان کا غیر مسلم ہونا تسلیم کرے گی۔ لاکھوں افراد کی ایک کلمہ گو جماعت کو جو خدا کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور شریعت اسلامیہ کی خود ان مولویوں

اور مولاناؤں سے کہیں زیادہ سختی کے ساتھ پابند ہو ـــــــــــــــ

ـــــ بیک گردش قلم خارج از اسلام قرار دے دینا ایسی افسوسناک بلکہ شرمناک جسارت ہے جس کی اسلام کی ۱۳۰۰ سال کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ غور کیجیئے کہ ایک شخص جو خدا اور رسول کا کلمہ پڑھتا ہے اسلامی شریعت پر عمل کرتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ اس کو محض اس بناء پر خارج از اسلام قرار دیدے کہ ختم نبوت کے بارے میں اس کا عقیدہ عام مسلمانوں کے عقیدہ سے کچھ مختلف ہے۔ کراچی اور لاہور میں جن لوگوں نے اس فتنہ کو اٹھایا ہے وہ پاکستان کے دوست نہیں ہیں بلکہ نہایت خطرناک دشمن ہیں۔ ہمارے خیال میں راولپنڈی کی سازش سے کم مضرت رساں اور خطرناک یہ شورش نہیں ہے۔

اس وقت پاکستان گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس قسم کی فتنہ انگیز تحریکوں کو قطعی کچل دے ورنہ اگر مولویوں اور کٹھ ملاؤں کی رسی ڈھیلی کر دی گئی تو یہ فتنہ احمدیوں کے بعد دوسرے اسلامی فرقوں کو بھی سمیٹ لے گا۔ یقین کیجیئے کہ ملاؤں کو اگر اس ایجی ٹیشن میں حکومت کی کمزوری یا نرمی کی وجہ سے کچھ بھی کامیابی ہوئی تو پھر اس فرقہ وار تعصب کے سیلاب سے دوسرے مسلم فرقوں کا محفوظ رہنا بھی محال ہوگا اور پھر اس کا انجام پاکستان کے لیے جس قدر تباہی[1] اور مہلک ہوگا اس کا اندازہ سمجھدار شخص ہی کر سکتا ہے۔

کراچی اور لاہور کی تازہ خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں اس خطرناک فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں چنانچہ کراچی اور لاہور میں اب تک کم و بیش ڈیڑھ ہزار گرفتاریاں ہو چکی ہیں اور لاہور کے کئی روزانہ اردو اخبارات کی اشاعت ایک ایک سال تک روک دی گئی۔ مولانا اختر علی خان ایڈیٹر "زمیندار" اور اس تحریک کے دوسرے کئی سرغنہ گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ حکومت پوری مستعدی اور سختی کے ساتھ اس فتنہ انگیز تحریک کو کچل دینے کا قطعی فیصلہ کر چکی ہے۔ جیسا کہ لاہور اور کراچی کے تازہ سرکاری بیانات میں اعلان کر دیا گیا ہے یقیناً پاکستان گورنمنٹ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ ورنہ اگر

---

[1] نقل مطابق اصل (تباہ کن" ہونا چاہیئے)

اس موقع پر ذرا بھی کمزوری کا اظہار کیا تو شورش پسندوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ اور پھر تو پاکستان کا زیادہ عرصہ تک سلامت رہنا قطعی ناممکن ہو جائے گا"۔[1]

اسی اخبار نے ۵ مارچ ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں بعنوان "قادیانی اور پاکستان" مندرجہ ذیل اداریہ لکھا ہے۔

"قادیانیوں یا احمدیوں کے خلاف پاکستان کے ایک طبقے میں جو شورش گذشتہ کئی سال سے برپا کر رکھی گئی ہے وہ روز بروز زور پکڑتی جا رہی ہے۔ ابتداءً اس میدان میں صرف احراری ہی پیش پیش نظر آرہے تھے اور اب تو جمعیت العلماء پاکستان، نیوز پیپرس ایڈیٹرس کانفرنس شریک ہو گئے ہیں اور یہ مطالبہ ان کی طرف سے انتہائی تشدد کے ساتھ شروع کر دیا گیا ہے کہ ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کو وزارت سے ہٹا دیا جائے۔ قادیانیوں کو سرکاری طور پر ایک اقلیت والی قوم قرار دیا جائے۔ یہ ایجی ٹیشن اس مرتبہ ان کل جماعتوں کے اشتراکِ عمل سے اس زور شور کے ساتھ اٹھایا گیا ہے کہ پاکستان کی تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اس سلسلہ میں روزانہ ہر ہر مقام پر متعدد گرفتاریاں ہو رہی ہیں اور گرفتار شدگان کی مجموعی تعداد ہزاروں سے تجاوز ہو چکی ہے۔ راست اقدام کے لیے جو مجلس عمل مقرر کی گئی تھی اس کے کُل اراکین گرفتار ہو چکے ہیں لیکن یہ شورش گھٹنے کا نام نہیں لیتی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان پاکستانی افراد کی اس ذہنیت کی کیا تاویل کی جائے کہ جس سے ان کے اس طرزِ عمل کا کسی پہلو سے کوئی جواز نکل سکے۔

سوچنے کی بات ہے کہ مسلمانوں میں ایک دو نہیں بہتّر فرقے ہیں۔ اگر ہر ہر فرقہ کے خلاف اسی قسم کا ایجی ٹیشن برپا کر دیا جائے تو اس سے مسلمانوں کی عصبیت و مرکزیت مجروح ہو گی یا نہیں؟ اور اگر ہر فرقہ دائرۂ اسلام سے یونہی خارج قرار دے دیا گیا تو پھر اسلام کے لوا برداروں کی تعداد کتنی کم ہو جائے گی؟

مانا کہ ان کے عقائد عام اسلامی عقائد سے کسی قدر مختلف ہیں۔ مانا کہ مرزا غلام احمد صاحب

---

[1] بحوالہ بدر قادیان ۱۴ر مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۹

قادیانی کو مسیح موعودؑ مانتے ہیں لیکن جب تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ، خاتم النبیین کی رسالت اور آپ کے خاتم النبیین ہونے پر ان کا ایمان وایقان ہے اس وقت تک دائرہ اسلام سے انہیں کوئی خارج نہیں کر سکتا اور یوں حرف گیری پر اگر کوئی آئے تو ہر ہر فرقہ کے عقیدے کے بارے میں وہ ایک نہیں ۲۱ باتیں نکال سکتا ہے ۔ حیرت تو یہ ہے کہ پاکستان کی جمعیت العلماء بشمول اس کے صدر مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی کے سب کے سب احراریوں کی اس جماعت کے ہمنوا اور ہمخیال ہو گئے ہیں کہ جس کا منشا ہی مسلمانوں کی مرکزیت کو توڑنا اور اس کی عصبیت کو نقصان پہنچانا ہے ۔ جس زمانہ میں ہندوستان میں مسلم لیگ کا دور شباب تھا اور اس کے لیڈران کانگرس سے مطالبہ پاکستان کے سلسلہ میں اُلجھے ہوئے تھے یہی جماعت احرار مسلم لیگ کا ساتھ دینے کی بجائے اس کے مخالف کیمپ میں تھی اور ہر طریقے سے مسلمانوں کے اس مطالبہ کو روندنے اور پامال کرنے کی کوشش کر رہی تھی ۔ یہی عطاء اللہ شاہ بخاری کہ جو آج اس تحریک کے ہیرو بنے ہوئے ہیں اپنی سوقیانہ تقریروں اور اپنی دریدہ دہنیوں سے مسلم لیگی لیڈران کی ٹوپیاں اچھالنے میں لگے ہوئے تھے ۔ اور اب تشکیل پاکستان کے بعد انہوں نے اپنی گرم بازاری کے قیام اور اپنی قدیمی نفرت وعداوت کی آگ کو بجھانے کے لیے وہاں ایک ایسی شرمناک فضا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس کو کسی طریقے پر جائز وحق بجانب قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

پاکستان کی نومولود سلطنت کو یونہی کیا کم افکار لاحق ہیں کہ جن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن پر ان کی زندگی اور موت کا سوال اٹکا ہوا ہے ۔ ایسی صورت میں اس قسم کا کوئی ایجی ٹیشن وہاں شروع کرنا اس کے ساتھ کسی پہلو سے دوستی کا مترادف نہیں ہو سکتا ۔ حکومتِ پاکستان اس وقت تک اس معاملے میں جس مضبوطی اور استقلال کے ساتھ اپنی پالیسی پر قائم ہے وہ بہت زیادہ مسرت بخش ہے اور اُسے یقیناً اس معاملہ میں ایک انچ بھی اپنی پالیسی سے نہ ہٹنا چاہیئے ۔" [1]

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ بدر (قادیان) ۱۴ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۹

۲- اخبار "خلافت بمبئی" (مؤرخہ ۱۳ مارچ ۱۹۵۳ء) نے اپنے اداریہ میں لکھا:۔

"احمدی تحریک کی مخالفت میں پاکستان میں جس قسم کے مجنونانہ جوش و خروش کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ اس کو کوئی ذی ہوش اور ذی فہم مسلمان پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ عقائد کا اختلاف ایک (الگ) شئے ہے۔ لیکن عقائد کے اختلاف میں اتنی شدت اور بحرانی کا مظاہرہ کسی قوم کے توازن دماغی کے صحیح ہونے کی علامت نہیں۔ پاکستان میں احمدی تحریک نئی نہیں ہے۔ تقریباً پچاس برس یا اس سے بھی زیادہ زمانے سے ہندوستان میں احمدی عقائد کے لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ اپنے خیالات اور عقائد کی تبلیغ بھی کرتے رہے۔ لیکن کسی دور میں ان کے خلاف اتنی شدت کے ساتھ عوامی مخالفت ظہور میں نہیں آئی۔ جتنی کہ پچھلے چند ہفتوں سے پاکستان میں ظاہر ہو رہی ہے۔ کسی مذہبی جذبے میں اگر سیاسی اغراض اور اختلافات بھی شامل ہو جائیں تو وہ نہایت امن سوز اور خطرناک شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پاکستان میں احمدی تحریک کے خلاف عوام کے جوش و خروش کے جو مظاہرے ہو رہے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ محض مذہبی عقائد کے اختلاف تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی پشت پر سیاسی اغراض اور جماعتی اختلافات بھی کام کر رہے ہیں۔ اگر اسی قسم کے مظاہرے اسی طرح ہوتے رہے۔ اور عوام کو قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی آزادی دی جاتی رہی۔ تو کسی منظّم حکومت کا قیام ہی دشوار نظر آتا ہے۔

افسوس ہے کہ اس وقت جبکہ پاکستان کو سینکڑوں خارجی اور داخلی مشکلات سے سابقہ ہے۔ ملک کے تحفظ اور استحکام اور ترقی اور بہبودی کے بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ اتنے وسیع پیمانے پر اندرونی خلفشار برپا ہے۔ اس وقت تو پاکستان کی پوری اجتماعی قوت ترقی اور تعمیر کے کاموں میں صرف ہونی چاہیئے تھی۔ بجائے اس کے ہو کیا رہا ہے؟ ہر طرف مذہبی جنون کے مظاہرے۔ ہنگامے۔ گرفتاریاں۔ قتل۔ خونریزی۔ حکومت امن قائم رکھنے کے لیے اور احمدی فرقہ کے افراد کے جان و مال کے تحفظ کے لیے جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ اس کا فرض ہے۔ اس کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ ہر مہذّب حکومت ان حالات میں یہی کرے گی۔ لیکن ملک میں جب کوئی مذہبی تحریک حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتی ہے اور اس کو سختی سے

دبانے کے لیے حکومت کی طرف سے سخت تدابیر اختیار کی جاتی ہیں تو ان کا ردِ عمل یہ ہوتا ہے کہ عوام کے جذبات کی شدت اور بڑھ جاتی ہے۔ حکومت پاکستان کا موجودہ ہیجان اور بحران کا مقابلہ بڑی ہوش مندی اور اعتدال کار کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ صرف طاقت کے استعمال ہی سے یہ بحران دور نہیں ہو سکتا۔ ضرورت اس کی بھی ہے۔ کہ تمام حالات اور واقعات کا تجزیہ کیا جائے اور ان اسباب کی صحیح چھان بین کی جائے جو موجودہ مذہبی منافرت کے باعث ہوئے۔ ان شکایات کی تحقیق بھی بے لاگ طور پر کی جائے۔ جو پاکستان کے احمدی فرقہ کے حکام اور آفیسران کی زیادتیوں کے متعلق ہیں۔ جوشیلے عوام کو پُر امن طور پر سمجھایا جائے کہ اسلام جس کے وہ نام لیوا ہیں۔ وسیع رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن پاک میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ لا اکراہ فی الدین دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ ہر فرد کو یہ آزادی اسلام نے دی ہے۔ کہ وہ نجات کے جس راستہ کو بہتر سمجھتا ہے۔ اپنے لیے اختیار کرے۔ اسلام کی پوری تاریخ رواداری سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے ایک ایسے ملک میں جہاں ایک بڑی اسلامی اکثریت موجود ہے۔ ایک کمزور اور اقلیت کے فرقے پر ایسے وحشیانہ مظالم کا ہونا ایک ایسا فعل ہے جس پر جتنا بھی اظہارِ نفرت کیا جائے کم ہے۔ ہمیں احمدی عقائد کے حسن و قبح کے متعلق اس شذرے میں رائے زنی نہیں کرنی ہے۔ نہ ہمیں اس پر بحث کرنا ہے۔ کہ احمدی فرقہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں۔ ہم جس حقیقت پر زور دینا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ احمدی عقائد رکھنے والے حضرات کو یہ پورا حق ہے کہ وہ آزادی اور بے فکری کے ساتھ رہ کر پاکستان میں محفوظ زندگی گزاریں۔ اور کوئی قوت اور جماعت خواہ وہ ملک کی سب سے بڑی اکثریت ہی کیوں نہ ہو یہ حق نہیں رکھتی۔ کہ وہ اس آزادی کو ان سے چھین سکیں۔ اس کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ کہ جو مختلف خبریں ان ہنگاموں کے متعلق پاکستان سے آرہی ہیں۔ کہاں تک صحیح ہیں؟ لیکن جس حد تک بھی صحیح ہیں۔ وہ کچھ کم افسوسناک نہیں۔ عوام کے جذبات جب بے قابو ہو جاتے ہیں۔ جنون کی خوفناک حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ پاکستان کے جنون زدہ عوام کو ہوش آئے۔ اور پاکستان سے جلد ان فتنوں کا سدِ باب ہو جائے۔ جو پاکستان کی سالمیت کے لیے بھی ایک بڑا خطرہ بن سکتے ہیں"۔ (حاشیہ صفحہ ۵۴۷ پر)

۳۔ روزنامہ "اقدام" حیدرآباد نے مورخہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ ۱۱ مارچ ۱۹۵۳ء کو مندرجہ ذیل افتتاحیہ تحریر کیا ہے۔

" اسلام اس مقدس تحریک کا نام ہے جو وسعت نظر۔ فراخ دلی۔ انسانیت دوستی اور جمہوریت نوازی میں اپنی مثال نہیں رکھتی۔ پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کی غالب اکثریت اسلام کے اصولوں کی نگہبانی کا دعویٰ کرتی ہے۔ اسلام کو سرخرو و بلند کرنے کی آرزومند ہے۔ اور اسلامی قوانین و احکامات کی روشنی میں اپنی زندگی کو آگے بڑھانے کے اعلانوں سے اپنی زبانیں خشک کرتی رہتی ہے۔ قائداعظم علیہ الرحمۃ سے لے کر شہید ملت نوابزادہ لیاقت علی خاں تک کی یہ تمنا تھی۔ کہ پاکستان ایک ایسی اسلامی مملکت بن جائے جس کے فرماں رواؤں کی زندگی میں خلفائے راشدین کی زندگی کی جھلک پورے آب و تاب کے ساتھ موجود ہو۔ اور جس کے مسلمان شہری اس ریگ زار عرب کے مسلمانوں کا نمونہ بن جائیں۔ جنہوں نے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ساری دنیا میں امن و چین، شرافت و نیکی۔ وسعت نظر اور انسانیت و شرافت کی نعمتیں بکھیر دی تھیں۔ قائداعظم یا نواب زادہ کی زندگی تک تو یہ تمنا پوری نہیں ہوئی۔ اور ان دونوں اکابرین کے بعد اگر کچھ ہوا تو پاکستان میں یہ ہوا۔ کہ پاکستانی حکمرانوں کے ایک طبقے اور پاکستانی مسلمانوں کی قابل ذکر تعداد نے ان جاہل عربوں کی نقل اتارنی شروع کر دی جو اسلام سے پہلے دل آزاری، تنگ نظری اور خون خرابے کو اپنے قبیلوں کا وقار بنائے ہوئے تھے اور عقائد کے نام پر کٹ مرنا دوسروں کے عقائد کو متأثر کرنا، انسان کی فکر و نظر کی آزادی پر پہرے بٹھانا جن کا شعار ہو چکا تھا۔ پاکستان ایک اسلامی طرز کی جمہوریت کے قیام کے لیے بے تاب ہے۔ اور ایک ایسی جمہوریت کی نمائندگی کا دعویدار ہے۔ جس میں ہر فرد کو مساوات ہر خیال کو آزادی اور ہر عقیدہ کو بے خطر ماحول میں پروان چڑھنے کا موقعہ حاصل رہے۔

لیکن لاہور سے لے کراچی تک کے حالیہ ہنگامے کیا اس دعوے کی تکذیب نہیں کرتے۔ کیا یہ ثابت نہیں کر رہے ہیں۔ کہ ہنگامہ آرائی کے ماہرین اسلام سے دُور اور بہت دور ہو چکے ہیں۔ اور ایسی

حاشیہ صفحہ ۵۴۶ :- ۱؎ بحوالہ بدر قادیان ۱۲ر مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۶

حرکتیں ان سے سرزد ہو رہی ہیں۔ جو خود اسلام کی روح کو مضطرب کیے بغیر نہیں رہ سکتیں احمدی ہو یا مہدوی، شیعہ ہو یا سنی حنفی ہو یا حنبلی ہر ایک کو اس کی آزادی حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے انداز میں سوچے اور اپنی پسند کو دوسروں کی پسند پر ترجیح دے۔ اگر کچھ لوگ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں تو یہ ان کا حق ہے۔ یہ ان کی صوابدید ہے۔ اور یہ ان کا اپنا اعتقاد ہے۔ پاکستان کے وہ علمائے دین اور مفتیان شرع متین جو احمدی و غیر احمدی کے عنوان پر قتل و غارتگری کو ہوا دے رہے ہیں۔

ہمیں جواب دیں۔ کہ دوسروں کے عقائد میں مداخلت کرنا۔ دوسروں کی صوابدید پر پہرے بٹھانا اور دوسروں کے انداز فکر کو متاثر کرنا کہاں کی مسلمانی ہے۔ یہ اسلام کا کون سا اصول یہ ہے۔ اور یہ رسول کریم کی کس تعلیم کی تعمیل میں ہو رہا ہے۔

ہمیں معلوم ہے نبی کریم نے دل آزاری کی سختی کے ساتھ ممانعت کی ہے۔ اور دوسروں کے عقائد کی تضحیک سے شدت کے ساتھ روکا ہے اس انداز کربی و نیک نفسی کے خلاف جانیوالے غور کریں۔ کہ وہ خود کہاں تک سچے مسلمان اور نبی کریم کے حقیقی پیرو اور شیدائی ہیں۔ اعتقاد کا معاملہ دنیاوی نہیں، دینی اور صد فیصدی دینی معاملہ ہے۔ اور اس معاملے میں حق و ناحق کا فیصلہ کرنے کی جسارت انسان نہیں کر سکتا۔ یہ صرف خدا ئے قدوس ہی کرے گا۔ اگر کوئی غلط راستے پر چل رہا ہے۔ اور غلط روی پر مُصر ہے۔ تو وہ خدا کے حضور میں خود جواب دہ ہے۔ نبی کریم نے بھی کبھی کسی کے ساتھ سختی نہیں کی۔ اور نہ ہی اسلام کی طرف گم کردہ راہوں کو بلایا ہے۔ اور جب خود بانئ اسلام نے جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ تو اسلام کے نام لیواؤں کو تشدد اور زبردستی کا پروانہ کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ ہمیں حیرت تو اس بات پر ہے۔ کہ احمدی و غیر احمدی کے اس فتنہ کو ہوا دینے والوں میں ان علمائے دین کے نام بھی نظر آ رہے ہیں۔ جو "اسلام کی حقیقی سپرٹ" پیدا کرنے کے لیے تحریکیں چلا رہے ہیں۔ جو "طاغوتی نظام معاشرت" کے خلاف جنگ کے بہت بڑے رہنما مانے جاتے ہیں۔ اور جو ہر چیز کو "اسلام" اور قرآن کی روشنی میں رکھنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور جو اپنے مخصوص گروہ کے ساتھ اس امر کی دھواں دھار کوشش کر رہے ہیں۔ کہ پاکستان کا دستور اسلامی دستور ہو۔ اور قرآن اور فرمودات محمدی کی روشنی میں اس کی ترتیب عمل میں آئے ہمیں حیرت اس سے ہو رہی ہے۔ کہ یہ سب ہنگامہ آرائی قطعی اسلامی سپرٹ کے خلاف ہے اور فرمودات

محمدی کا سایہ تک اس پر نہیں پڑ سکتا۔ ان حالات کی موجودگی میں کیا ہمارا یہ خیال ٹھیک نہیں ہے کہ یہ ساری فتنہ سامانی ہوس اقتدار کی آسودگی کے لیے ہو رہی ہے۔ شخصی منافرت اور کشمکش برتری نے اس فتنہ کو اپنا سہارا بنالیا ہے۔؟

اس امر کے امکانات بھی موجود ہیں کہ پاکستان کے دشمن پاکستان سے اپنی استحصالی آرزؤں کو وابستہ رکھنے والوں نے چند ملاؤں کو اپنا آلہ کار بناکر اور چند حکمرانوں کو مقامات بلند کے جھانسے دے کر پاکستان کے نظم وضبط کو درہم برہم کرنے کے لیے یہ کھیل شروع کر رکھا ہے۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو پاکستان کے ہوشمند شہریوں، فرض شناس حکمرانوں اور خود آگاہ ومخلص رہنماؤں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کی پرزور مذمت کریں اور اس غیر اسلامی ہنگامہ آرائی کو سختی کے ساتھ کچلنے اور دبانے کی کوشش کریں اور اتاترک کی طرح ان ملاؤں کو عبرتناک سزائیں دیں جو اس شر فتن کے خالق ہیں اور اسلام کے نام پر اسلام کی روح کو مسخ کر رہے ہیں۔" [1]

۴۔ اخبار "رہبر" (کانپور) نے اپنی ۱۴ مارچ ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل مقالہ شائع کیا۔

"مشہور یہ ہے کہ پاکستان میں احراریوں نے احمدیوں کے خلاف مذہب کے نام پر جو سیاسی ہنگامہ برپا کر رکھا ہے وہ سارے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے لیکن جہاں تک اخباری اطلاعات کا تعلق ہے یہ آگ پنجابی حدود (میں) جس تیزی سے لگی ہوئی ہے وہ کسی اور صوبے میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک تو صوبائی تعصب ہے۔ دوسری پنجابی مسلمانوں کی قدیم توہم پرستی ہے۔ پنجابی، پاکستانی مرکزی حکومت سے کبھی مطمئن نہیں ہوا۔ اس کے بس میں ہوتا تو اس قسم کے ہنگامے اس سے بہت پہلے کر کے مرکزی حکومت میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرتا۔"

"ہنگامہ خواہ کم ہو یا زیادہ پاکستان میں جس طرح شروع ہوا ہے وہ افسوسناک ہے۔ اور اس سے بڑھ کر رونے کی بات یہ ہے کہ احراریوں کے اس سیاسی جال میں علماء کرام پھنس گئے ہیں اور جو مسئلہ آئینی جد وجہد سے حل ہو سکتا تھا اس کے لیے غیر آئینی راستہ اختیار کرنے پر زور

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ بدر (قادیان) ۷ اپریل ۱۹۵۳ء ص ۶

دے رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ احمدیوں کو کس قانون کی کس دفعہ کی رو سے اقلیت قرار دیئے جاتے اور کس جرم کی پاداش میں وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو مستعفی ہونے کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔ اب اگر کہا جائے کہ پاکستان اسلامی (غیر احمدی) ریاست ہے تو سب سے بڑی رکاوٹ تو یہی ہے کہ پاکستان کا دستور مملکت ہی نہیں ہے۔ جس کی کسی دفعہ سے اسلامی مملکت کا ہونا ثابت ہو۔ سمجھداری کی بات یہ تھی کہ پہلے قانون بنانے پر زور دیا جاتا اور اسلامی شرعی قوانین نافذ کروائے جاتے اور نفاذ میں یہ سوال بھی اٹھتا تو غور کے قابل بنتا۔ علماء نے ایسا نہیں کیا۔ اور سیاسی مکروفریب کے شکار ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج علماء سُو کی افسوسناک سیاست سے ملتِ اسلامیہ تنگ آ چکی ہے۔ وہ اس الحاد و بیدینی کے شاکی ہیں۔ جو مسلمانوں کے مغربی تعلیم یافتہ میں عام ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں۔ کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو مذہب سے دور کرنے میں مغربی تعلیم کا اتنا ہاتھ نہیں ہے جتنا کہ ان اجارہ داران دین وملت کا ہاتھ ہے۔ جو اپنے دنیاوی اغراض کی تکمیل کے لیے علماء کی مسند پر بیٹھ گئے ہیں۔ اگر آج کمیونسٹ بیدین نظر آتا ہے تو اس میں مارکس کی مادہ پرستی کا اتنا ہاتھ نہیں ہے۔ جتنا کہ زارینہ کے اس سازشی اور غلط کار پادری کا ہاتھ ہے۔ جس نے مذہب کو حکومت کا کھلونا بنا دیا تھا۔ ہمارے نمائشی مولویوں کی قدامت پسندی۔ کفر سازی۔ تنگ نظری اور شدید قسم کی متعصبانہ روش نے تعلیم یافتہ طبقہ کو کٹھ ملاؤں و علماء محتاطین ہی سے نہیں بلکہ ان میں مذہب کی جانب سے بھی بیزاری پیدا کر دی ہے۔ پاکستان کے علماء بھی روائتی کٹھ ملاؤں کی بدولت ایک غلط کردار پیش کر رہے ہیں، اس طرح وہ احمدیوں کے مقابلہ میں خود اسلام کو نقصان پہنچانے کے باعث بن رہے ہیں تعلیم یافتہ مسلمان جب اس قسم کی حرکتوں کو دیکھتے ہیں۔ اور مذہب کے نام پر علماء کرام کی تنگ نظرانہ روش کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو اس میں نفس مذہب کی جانب سے مایوسی پھیل جاتی ہے۔ اور کٹھ ملاؤں کی سیاسی چال کی بدولت علماء کرام کی عزت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ترکی میں علماء کی تنگ نظری نے جو نتائج پیدا کئے۔ وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ایران میں جو حشر ہوا۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ اور شام و مصر میں جو حالات پیدا ہوئے۔ ان سے بھی ہم واقف ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستانی علماء بھی اسی راہ پر چل پڑے ہیں۔ جسے پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ملک کی سالمیت پر کوئی وار دیکھ کر خاموش نہیں

رہ سکتا۔ ظاہر ہے کہ جب یہ طبقہ میدان میں آئے گا۔ تو علماء کرام کے ساتھ ہی اسلام کو بھی اسی حشر سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جس کا ایک ادنیٰ مظاہرہ ہم ترکی میں دیکھ چکے ہیں۔ سیاست میں تخریبی مقاصد کے لیے مذہب کا استدلال عدورجہ نقصان دہ ہوا کرتا ہے۔ پاکستان میں آج مذہب کو تخریبی سیاست کا آلہ کار بنایا جارہا ہے۔ یہ چیز مذہب کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوگی۔ اور آج نہیں تو کل پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ مذہب کے خلاف صف آرا ہو جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں کم ازکم یہ تو ضرور ہو جائے گا۔ کہ پاکستان کو ایک اسلامی اور مثالی سٹیٹ بنانے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ اسلامی سٹیٹ کی جگہ ویسی ہی سیکولر حکومت وجود میں آجائے گی۔ جیسی کہ تنزل خلافت اسلامی کے بعد ترکی میں وجود میں لائی گئی۔ اگر پاکستانی علماء اسے پسند نہیں کرتے کہ پاکستان غیر مذہبی ریاست بنا دی جائے۔ اور وہ واقعی ایک مثالی مذہبی سٹیٹ کے قیام کے خواہشمند ہیں تو ان کو اپنی موجودہ تنگ نظری ترک کرنا پڑے گی۔ مذہب کے نام پر فتنہ آرائی کا راستہ چھوڑنا پڑیگا۔ پیر پرستوں صوبائی متعصبین کو تختۂ مشق نہیں بنایا جائے گا۔"[1]

۵۔ رسالہ "معارف" (اعظم گڑھ) نے لکھا:۔

معربی پاکستان میں قادیانیوں کی مخالفت جو شکل اختیار کر گئی ہے وہ بھی مذہب، قانون اور اخلاق کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں ہے۔ قادیانیوں کی شرعی حیثیت سے بحث نہیں مگر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ اس وقت کیا جا سکتا تھا جب پاکستان میں اسلامی دستور نافذ ہو چکا ہوتا۔ مگر ابھی تک تو وہاں ۱۹۳۵ء[2] کا ایکٹ ہی چل رہا ہے جس کی نگاہ میں سب فرقے برابر ہیں اور اس کی رو سے اس قسم کا مطالبہ ہی کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر اسلامی دستور بھی نافذ ہوتا تو وہ بھی اس فتنہ و فساد کی اجازت نہیں دے سکتا تھا جو مذہب کے نام پر برپا کیا گیا۔ کوئی ایسی تحریک جس سے ملک کا امن و امان خطرہ میں پڑ جائے اور لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت اُٹھ جائے مذہب کی خدمت نہیں بلکہ اس کو بدنام کرنا ہے۔ پنجاب میں اسلام کے نام پر جو جرائم کیے گئے ہیں ان کی اجازت اس کا کون سا قانون دیتا ہے اور اس سے اس کی کیا خدمت ہوئی اور اس

---

[1] بحوالہ بدر ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء ص۔ [2] یہاں سہواً ۱۹۵۳ء لکھا تھا۔

کے بعد فوج کے ہاتھوں جو زیادتیاں ہوئیں اس کی ذمہ داری بھی اس تحریک کے رہنماؤں کے سر ہے۔ اگر اسلام کی خدمت اسی طرح ہوتی رہی تو ملک ہی باقی نہ رہ جائے گا۔ اسلامی قانون کہاں نافذ کیا جائیگا حصولِ اقتدار کے لیے مذہب کو وسیلہ بنانا خود بڑا مذہبی جرم ہے۔ مذہب کے نام پر جو کچھ کیا گیا ہے اس کی اجازت تو لامذہبی بھی نہیں دے سکتی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ اسلام کے اصل محافظ و پاسبان علماء ہیں مگر ان کو اس زمانہ کے ارباب سیاست سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ وہ ان کا آلہ کار نہ بننے چاہئیں۔ پنجاب میں جو کچھ ہوا اس میں مذہب سے زیادہ سیاست کو دخل ہے مگر افسوس یہ ہے کہ یہ ساری شورش مذہب کے نام پر کی گئی جس کی ذمہ داری سے علماء بھی بری نہیں"۔[1]

۶۔ گجراتی ہفت روزہ "وطن" (بمبئی) کے ایڈیٹر مکرم جناب سیف صاحب پالمپوری نے ۱۰ رمئی ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ کے بارے میں بعض سوالات کے جواب میں لکھا:۔

"وطن" ہر کلمہ گو انسان کو مسلمان مانتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہو۔" وطن" کے خیال میں وہ پکا مسلمان ہے خواہ وہ مسلمان قادیانی ہو خواہ وہابی خواہ شیعہ اور خواہ سُنّی ہو۔ اس قسم کا سوال پوچھ کر فرقہ بندی اور فرقہ پرستی کو ظاہر کرنا ہماری پالیسی کے خلاف ہے۔" وطن" ان جھگڑوں کو نہیں مانتا۔ یہ کام تو ان لوگوں کا ہے جو اسلام کے دشمن ہیں فتنہ پرداز ہیں۔" وطن" ایسی فتنہ پردازی کے سخت مخالف ہے اور اُسے بہت بری نظر سے دیکھتا ہے۔ پاکستان میں قادیانی مذہب والے بڑے عہدوں پر ہیں۔ اس کے متعلق وطن کے پاس کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ" وطن" ایسی فرقہ بندی اور فرقہ پرستی کو مانتا ہی نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ پاکستان میں قادیانی مذہب کا زور شور سے پرچار ہو رہا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ قادیانی مذہب کا تو پرچار نہیں ہو رہا مگر قادیانیوں کے خلاف کچھ عرصہ پہلے کافی پرچار رہا ہے جس کی وجہ سے پاکستان میں بار بار طوفان اٹھا۔ ملاؤں نے اپنا نام اونچا کیا مگر اسلام کو شرمندہ کیا۔ اب اگر ملاّ ذرا بھی شرم و حیا رکھتا ہے تو اس کے بعد وہ اب کبھی فرقہ بندی اور فرقہ پرستی میں دلچسپی نہ لے۔ پاکستان میں فرقہ بندی سے زیادہ "ملاں بندی" ہو

---

[1] رسالہ معارف اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۴۳ و ۲۴۴ بحوالہ بدر ۷ رجولائی ۱۹۵۳ء صٓ

گئی ہے۔ ایک ہے " شراب بندی" جو صرف ایک انسان یا ایک خاندان کو خراب کرتی ہے مگر " ملّاں بندی" اور ان کی فتنہ پردازی تو ساری قوم کو غرق کر رہی ہے۔ اور اب ساری قوم اور سارے ملک کو تباہ و برباد کر سکتی ہے"۔ [1]

۷۔ روزنامہ "ہلالِ نو" نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء میں " قادیانی اور پاکستان " کے عنوان سے درج ذیل اداریہ سپردِ اشاعت کیا :۔

" پاکستان میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ان کا کوئی براہ راست تعلق اسلامی تعلیمات سے نہیں ہے۔ اسلام ان بھیانک جرائم سے بری ہے اور اللہ اور اس کے رسول ان حرکات کے مخالف ہیں قادیانیوں کے عقائد اگر گمراہی پر مبنی ہیں۔ اور اگر وہ اسلام کے پردہ میں کفر پھیلا رہے ہیں تو مسلمانوں کے لیے تبلیغ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ وہ قادیانیوں کے ایک ایک جلسہ کے مقابلہ میں دس دس جلسے کر سکتے ہیں۔ ایک ایک قادیانی رسالہ کے مقابلہ میں دس دس رسائل شائع کر سکتے ہیں۔ اور ان کی ایک تفسیر کے مقابلہ میں دس دس تفسیریں لکھ سکتے ہیں۔ اسلام نے اصلاح کے لیے تبلیغ کا طریق کار مقرر کیا ہے۔ یہ کہیں نہیں کہا کہ جو تمہارے نقطۂ نظر سے اتفاق نہ کریں ان کے گھر جلاؤ ان کو پکڑ پکڑ کے ذبح کر ڈالو اور ان کی عورتوں پر بھی دست درازی شروع کر دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء راشدین جب فوجوں کو دفاعی جہاد کے لیے بھیجتے تھے تو یہ نصیحت ضرور کرتے تھے۔ کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر دست درازی نہ کرنا . . . .
اس امر کا ہر امکان موجود ہے۔ کہ قادیانیوں سے نپٹ کر بوہروں اور اسمٰعیلی فوجوں پر مذہب کے نام سے ہاتھ صاف کیا جائے گا۔ پھر اہل حدیث پر نزلہ گرے گا۔ پھر شیعوں پر مصیبت آئے گی۔ اور پھر بریلوی ایک دوسرے کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے " جہاد " فرمائیں گے۔ اور اس کے بعد ان کا نمبر آئیگا۔ جو تقدیر کے قائل نہیں۔ یا جو اللہ کے عرش پر ہونے کے خاص معنی لیتے ہیں۔ پھر زمین کو گول کہنے والوں کی گردن ماری جائے گی۔ غرض کہ یہ مار کاٹ کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ پاکستان کے طول و عرض میں صرف شیطان باقی رہ جائے گا جو اتنا دلاعنیری

---

[1] ترجمہ از اخبار وطن گجراتی ۱۰ رمئی ۱۹۵۳ء صے بحوالہ اخبار " بدر" قادیان ۲۱ رمئی ۱۹۵۳ء صے

کا نعرہ لگائے گا۔ خود مولوی آپس میں کٹ مریں گے۔ اور ہر ایک مرتے وقت یہ ہی تصور کرتا جائے گا۔ کہ بس اِدھر روح نے جسمِ خاکی سے پرواز کی اور اُدھر باغ جنّت کے دروازہ پر رضوان نے استقبال کیا۔ پھر کیا ہے ہزاروں حسین و جمیل حوریں ہوں گی۔ اور عیش و عشرت کی وہ رنگ رلیاں جن کا ایک حقیر نمونہ واجد علی شاہ کی زندگی میں پایا جاتا تھا۔

خوب سمجھ لو کہ پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ یہ مولویانہ ذہن کا کرشمہ ہے۔ اور دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کے چہرہ پر یہ مولوی ہی کی کولتار مل رہے ہیں۔ آج ساری دنیا میں غیر مسلم ان واقعات سے ایک ہی نتیجہ نکال رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اسلام اور تعصب مترادف ہیں۔ اور یہ کہ قرآن و قتل کے درمیان ایسا گہرا رشتہ ہے کہ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب اسلام کے روحانی لیڈروں کا یہ حال۔ تو بابو راؤ پٹیل یا دوسرے ایسے مخالفوں کی شکایت کیوں کیجئے ؎

آپ کہتے ہیں کہ غیروں نے کیا ہمکو تباہ
بندہ پرور کہیں اپنوں ہی کا یہ کام نہ ہو [1]

(از علی بہادر خاں)

مصری پریس

مصر کے مشہور صحافی جناب عبد القادر حمزہ نے " پاکستان میں مذہب " کے عنوان سے اخبار البلاغ میں ایک خصوصی مقالہ سپردِ اشاعت کیا جس کا خلاصہ اخبار مدینہ بجنور (۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء) میں حسبِ ذیل الفاظ میں شائع ہوا:۔

" قاہرہ ۲۳ مارچ اخبار البلاغ کے پروپرائٹر عبد القادر حمزہ پچھلے دنوں مصری اخبار نویسوں کے وفد کے رکن کی حیثیت سے پاکستان گئے تھے۔ آپ نے اپنے اخبار کے صفحہ اوّل پر ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ پاکستان میں مذہب کے نام پر ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے علماء اور دوسرے لوگ عوام کے کورانہ عقائد سے بے جا استفادہ کر رہے ہیں

---

[1] بحوالہ بدر ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۴

آج کل پاکستان اسی لعنت میں مبتلا ہے جس میں مصر مبتلا رہ چکا ہے۔ یعنی کچھ لوگ (علماء) سیاسی اثر بڑھانے کے لیے مذہب سے بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ایسے معاملات (سیاسیات) میں دخل دینے کی کوشش کر رہے ہیں جو اُن سے تعلق نہیں رکھتے۔ محض اس دعویٰ کی بناء پر کہ ہم علماء ہیں دوسرے لوگ بھی عوام کے مذہبی احساسات سے بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہیں ان لوگوں پر دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی نسبت مذہب کا اثر زیادہ غالب ہے انہوں نے کہا کہ پاکستانی مسلمان قرآن پڑھتا ہے۔ اور وہ اس کی بعض سورتوں کو از بر کر لیتا ہے۔ لیکن وہ نہ قرآن کے معانی و مطالب کو سمجھتا ہے اور نہ اسلام کے متعلق کسی دوسری کتاب کو۔ نہ عربی زبان جانتا ہے اس لیے خواندہ ہونے کے باوجود ناخواندہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح (رہے) کہ عام پاکستانی محض مذہبی طور پر مسلمان ہیں اور ان سے مذہب کے نام پر یا اس کے متعلق جو کچھ کہہ دیا جاتا ہے اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے دورہ میں جو فرقہ وارانہ گڑبڑ دیکھی اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ مسلمان اسلام کی صحیح سپرٹ سے ناآشنا ہیں۔ میرا مقصد نہ احمدیوں کی صفائی پیش کرنا ہے اور نہ ان کے مخالفوں پر نکتہ چینی کرنا۔ اگر ایسی صورت میں کہ اختلافی بحث، بلوے اور آتش زنی کی شکل اختیار کرے اور بیگناہ لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جانے لگے تو افسوس ہوتا ہے۔ اگر پاکستانی مسلمان زیادہ ہو جائیں اور تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بڑھ جائے تو ایسے قابل اعتراض اعمال کا رونما ہونا ناممکن ہو جائے گا۔ ضرورت ہے کہ جہاں جدید علوم و فنون حاصل کیے جائیں وہاں قرآن کے معانی و مفہوم سے قریب تر ہونے کی کوشش کی جائے۔"[1]

امریکی پریس

امریکہ کے اخبار "Cleveland - Plain Dealer" نے اپنی ۷، مارچ ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں ڈبلیو۔ جی[2]۔ ڈلڈائن (W. G. Dildine) کا حسب ذیل نوٹ دیا:

---

[1] بحوالہ بدر قادیان ۷، اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۶ ؛ [2] مسٹر ڈلڈائن ایشیا کے رسالہ "پلین ڈیلر" کے سٹاف ممبر تھے جو ۱۹۵۰ء - ۱۹۵۱ء میں شائع ہوتا رہا۔ اس کے بعد وہ اس علاقہ میں نیوز ویک اور دوسرے رسالوں کے نامہ نگار خصوصی کے فرائض انجام دینے لگے۔

Cleveland Plain Dealer, Tuesday, March 17, 1953.

Reds Spur Religious Agitation in Pakistan.

By W. G. Dildine

Karachi, March 16- The last two week's bloody rioting in Pakistan, all in the name of religion, appears to bear out opinion of Government officials in the highest level that Communists are assuming tactical direction of the most reactionary and bigoted religious groups.

This trend is causing acute distress to the progressive Western minded Muslims who have guided this nation's destinies since it was created by partition from India in 1947.

Today in Pakistan, long considered a bulwark against Communism because of its pious population and progressive administration, the pattern of Communist penetration and action is beginning to bear striking and ominous resemblance to that developed in Iran (Persia) during the past three years.

In both Countries the Reds have made use of student organisations and fanatic religious groups. And in both the aim has been to create distrust and disunity between geographical sections and especially among government leaders.

Iran's murderous Fidayan-i Islam, led by Ayatullah Kashani, has its Pakistani counterparts. They are the Ahrar ("true") group and the Jamaat-i-Islami, which simply means Islamic organisation.

AHRAR STARTS RIOTS

It is the Ahrar which has touched off the mob action which has brought about the first imposition of Martial law in Pakistan history. Martial law has thus far been applied only in Lahore, capital of the wheat-growing Punjab, most populous province of West Pakistan. It was imposed following a series of mob-killings, looting of post offices and shops, arson and disruption of communications.

Ahrar is led by mullahs, Moslem priests. Pakistan was separated from India on the basis of the Moslem faith of its inhabitants and immigrants, and the mullahs have long sought a greater voice in direction of government. They have resented the western orientation and religious liberalism of government leaders of the dominant Moslem League party.

As a stick to beat the government, they have seized upon the long-standing Ahmedi controversy. The Ahmadis, also, called Qadianis, are considered heretics by orthodox Moslems because they proclaim their founder, dead 40 years, as a true prophet. Orthodox Moslems believe Muhammad was the last of the prophets.

Ahrar demands that the government declare the Qadianis to be a non-Moslem minority, placing them

upon separate electoral lists. They also demand removal from government of Sir Zafrullah khan, foreign minister and Pakistan's chief spokesman in the world area. Ahrar charges that Zafrullah has sponsored Qadiani infiltration of government posts.

The Qadianis are a small group in Pakistan, numbering but a few hundred thousand. But, like other religious minorities, they are closely knit, successful in business and wealthy, owning newspapers, lands and business. To jealousy thus provoked among the less fortunate, especially in times of economic stress, is added resentment of the fact that Qadianis almost alone among Moslem sects, are an actively proselyting missionary group, using every possible means to propagate their faith. In their search for converts, Qadiani missionaries have gone to every part of the world, including most large cities of the United States.

The Qadiani agitation is an issue which can be used to inflame large masses of the population, and demonstrations, some peaceful, some bloody, have occurred in the last few days, in all the large cities of West Pakistan. There are few Qadianis in East Pakistan.

This capital is full of wildly varying interpretations of the Ahrar business, one of the weirdest being the Socialist contention that America is

secretly backing the campaign against Sir Zafrullah on the ground that the foreign minister is a supposed carrier of British influence.

Most opinion here, however, is agreed that the communists have most to gain from the removal of Zafrullah and also from smearing the Qadianis. The sect is a pushing, progressive group with international connections and a strong paralled is drawn between persecution of Qadianis here and crackdown on the Jews in Russia.

Author of this article is a former plain Dealer staff member who wrote for this paper from Asia in 1950 and 1951. He is now back in that area as special correspondent for News Week and other publications.

کلیولینڈ پلین ڈیلر ۱۷ مارچ ۱۹۵۳ء

کمیونسٹ پاکستان میں مذہبی ایجی ٹیشن کو ہوا دے رہے ہیں

(ڈبلیو ۔ جی ۔ ڈلڈاٹن)

کراچی ۱۶ مارچ ۔ گزشتہ دو ہفتوں کی خونریز ہنگامہ انگیزی جو پاکستان میں سراسر مذہب کے نام پر کی گئی، وہ اعلیٰ ترین سطح کے سرکاری افسران کی اس رائے کی تصدیق معلوم ہوتی ہے کہ کمیونسٹ ہمارے ملک کے مذہبی گروہوں کے نہایت متعصب اور رجعت پسند عناصر کی شاطرانہ رہنمائی کر رہے ہیں اور یہ رُخ اُن مغرب زدہ ترقی پسند مسلم لیڈروں کو بہت پریشان کر رہا ہے جنہوں نے کہ اس ملک کی قسمتوں کی قیادت اس دن سے کی ہے جب سے یہ انڈیا سے بذریعہ تقسیم الگ ہوا تھا ۔ آجکل پاکستان میں جس کو لمبے عرصہ سے اس کی عبادت گزار آبادی اور ترقی پسند حکومت کی وجہ سے کمیونزم کے خلاف ایک قلعہ سمجھا گیا تھا کمیونسٹ دخل اندازی اور کمیونسٹ اثر پذیری، اس صورتِ حال سے ایک نفرت انگیز اور نمایاں مماثلت اختیار کرتی جارہی ہے جو ایران میں گزشتہ تین سالوں میں انہوں نے پیدا کی تھی ۔

دونوں ممالک میں کمیونسٹوں نے طلباء کی تنظیموں اور بعض دیوانے مذہبی گروہوں کو استعمال کیا ۔ دونوں ملکوں میں اُن کا مقصد یہ رہا ہے کہ بے اعتمادی پیدا کریں اور جغرافیائی گروہوں خصوصاً گورنمنٹ کے لیڈروں کے درمیان ناچاقی پیدا کریں ۔

ایران کے قاتلانہ فدایان اسلام جن کے لیڈر آیت اللہ کاشانی ہیں پاکستان میں اپنے مماثل عناصر رکھتے ہیں وہ گروہِ احرار رہیے) اور جماعت اسلامی ہیں (جس کا مطلب سادہ طور پر اسلامی تنظیم ہے)

احرار فسادات کو شروع کرتے ہیں

یہ احرار ہی تو ہیں جنہوں نے عوامی تحریک چلائی (جس کے نتیجہ میں تاریخ پاکستان کا پہلا مارشل لاء نافذ ہوا ۔ مگر تاحال یہ مارشل لاء صرف لاہور میں جاری ہوا ہے جو گندم اُگانے والے

پنجاب کا دارالسلطنت اور مغربی پاکستان کا سب سے زیادہ گنجان آباد صوبہ ہے۔ یہ مارشل لاء عام سلسلۂ قتل و غارت، لوٹ مار، ڈاک خانوں اور دکانوں کی لوٹ کھسوٹ آتش زنی اور مواصلات کے درہم برہم ہونے پر لگایا گیا۔ احرار کے لیڈر ملّا یعنی دینی پیشوا ہیں۔ پاکستان کو انڈیا سے اس لیے الگ کیا گیا کہ اس کے باشندے اور مہاجرین ایک جُداگانہ مذہب یعنی اسلام کے پیروکار تھے۔ اور ملّا لوگ لمبے عرصہ سے گورنمنٹ کی انتظامیہ میں دخیل ہونے کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے غالب مسلم لیگ کی گورنمنٹ کے لیڈروں کی مغرب نواز طرز حکومت اور مذہبی رواداری کی ہمیشہ سے مخالفت کی ہے جو ہر دلعزیز مسلم لیگ پارٹی کے لیڈروں نے شروع سے اپنائی ہے گورنمنٹ کو شکست دینے کے لیے بطور ایک چھڑی کے انہوں نے لمبے عرصہ سے قائم چلے آتے مسئلہ احمدی نزاع کا کھڑا کر لیا ہے۔ احمدی جن کو قادیانی بھی کہا جاتا ہے ان کو قدامت پسند مسلمانوں کے منہ سے مرتد کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارا بانی جس کو فوت ہوئے ۴۰ برس بیت چکے ہیں ”ایک سچا نبی ہے“۔ قدامت پسند مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی تھے احرار کا مطالبہ ہے کہ گورنمنٹ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے۔ اور ان کو جُداگانہ انتخابی فہرست پہ ڈال دے ان کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ سر محمد ظفر اللہ خان جو کہ وزیر خارجہ پاکستان اور اس ملک کے سب سے بڑے نمائندہ یا وکیل دنیا کے اکھاڑہ میں ہیں احرار نے الزام لگایا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ نے قادیانیوں کو سرکاری ملازمتیں دلانے کی سرپرستی کی ہے۔

قادیانی پاکستان میں ایک مختصر گروہ ہیں جن کی تعداد چند لاکھ ہوگی مگر دوسری مذہبی اقلیتوں کی طرح وہ باہم گہرے طور پہ متحد ہیں۔ وہ کاروبار میں کامیاب اور متمول ہیں۔ اخباروں، زمینوں اور تجارت کے مالک ہیں۔ اس لیے کم خوش قسمت لوگوں کے اندر ان کی رقابت پیدا ہوئی خصوصاً آج کل جبکہ معاشی دباؤ کا سامنا ہے پھر اس امر کا مزید غصّہ بھی ہے کہ قادیانی صرف اکیلے ہی تمام مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک مستعد تبلیغی گروپ اور دوسروں کا مذہب تبدیل کروانے کا شغف رکھتے ہیں اور یہ لوگ ہر ممکن ذریعہ سے اپنے مذہب کو پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔ نیا مذہب تبدیل کرنے والوں کی تلاش میں قادیانی مبلغ بشمول

امریکہ کے بڑے بڑے شہروں کے دُنیا کے ہر حصہ میں پہنچے ہوئے ہیں ۔ قادیانی ایجی ٹیشن ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو استعمال کر کے پاکستانی آبادی کے ایک کثیر حصے کو بھڑکایا جا سکتا ہے اور گذشتہ چند ایام میں مظاہرے (کچھ پُرامن اور کچھ خونریز) مغربی پاکستان کے تمام شہروں میں ہوئے ہیں۔ مگر مشرقی پاکستان میں بہت کم احمدی ہیں ۔ (لاہور کا) دارالحکومت احراری مشغلہ کی درجہ بدرجہ مختلف کی جانبوالی توجیہات سے پُر ہے جن میں سے ایک نہایت ہی پُر اسرار توجیہہ وہ سوشلسٹ دعویٰ ہے جو امریکہ اس بناء پر کہ سر محمد ظفر اللہ خان خفیہ طور پر برطانوی اثر و رسوخ کے حامل شخص ہیں پوشیدہ طور پر ان کے خلاف مہم چلا رہا ہے ۔ تاہم اکثر آراء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ کمیونسٹوں کو (چوہدری) ظفر اللہ کے ہٹانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی قادیانیوں کو واغدار کرنے سے اُن کو کچھ فائدہ ہوگا۔

یہ فرقہ جدوجہد کرنے والا ۔ ترقی پسند گروہ ہے ۔ جو بین الاقوامی تعلقات رکھتا ہے ۔ اور قادیانیوں کی اس ملک میں ایذا دہی اور روس میں یہودیوں پر ہونے والے مظالم کے درمیاں قوی مشابہت بنائی جاتی ہے ۔

عالمی لٹریچر میں احمدیت کا ذکر

۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ کو اس درجہ نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی کہ مشرقی و مغربی دنیا کے مفکرین، مورخین اور اہلِ قلم شخصیتوں نے اس دور کے حوالہ سے تحریکِ احمدیت کا خصوصی ذکر کیا اور یہ ایک ایسی غیر معمولی بات تھی کہ اگر احمدی لاکھوں روپے بھی خرچ کرتے تو حاصل نہ ہو سکتی۔ اس ضمن میں چند تحریرات کا ذکر کافی ہوگا۔

۱ ۔ بھارت کے ممتاز کشمیری مؤرخ جناب پریم ناتھ بزاز نے اپنی کتاب (کشمیر میں جدوجہد آزادی) "Struggle for freedom in Kashmir" میں احراری تحریک کا ذکر بایں الفاظ کیا ۔

When the report of the Basic Principles Committee was published the religion-ridden and other bigoted Muslims of Pakistan felt jubilant at their success in having installed reaction on crest of politics in their country and also for having deprived non-Muslims of the fundamental right to get elected to the highest office in the State. Thus emboldened the reactionaries headed by mullahs started a campaign that the Ahmadis should also be declared as non-Muslim and therefore a minority in Pakistan. That is an old demand of the orthodox mullahs. What is the sin that the Ahmadis have committed to deserve this punishment? They call themselves Muslims and have faith in the Quran, the Sunnah and the prophet. Only they hold that every age has its prophets and do not believe in the tenet that Mohammad was the last prophet that God had deputed for mankind. It is not for me to say what is right and what is wrong about this belief. But there can be no two opinions that in a democratic state every one has the right to believe in what he thinks true and proper. But for the triumphant mullahs and their violent followers it was enough to kick up trouble. In the beginning of 1953 an anti-Ahmadi agitation gained momentum and assumed gigantic proportions within weeks.

Having yielded before Mullahism while framing the Basic Principles Committee's Report it became difficult for the Nazimud-Din Government to discountenance, much less suppress, this dangerous, vicious and anti-democratic agitation. Indeed, some responsible League leaders only fanned the flames of fanaticism by vehemently supporting the principle that "Mohammed is the last prophet" and any one who did not subscribe to this view could not claim to be a

Muslim. Not even one member of the ruling party had the courage to announce publicly that it was the birth right of everyone, including a Muslim, to disagree with any belief however sacred in the eyes of the Muslims. "Politicians were playing with fire", stated Anwar Ali, Inspector-General of Police in West Punjab before the Court of Inquiry, "by arousing religious feelings of a fanatical population. All political parties, including the Muslim League, tried to make political capital out of the situation. No politician had the strength to say that the (public) demands were unreasonable; on the other hand they all placed themselves on the crest of an agitational wave. Politicians in this country do not consider any weapon too low." It is no wonder that the agitation took a most virulent and violent form. What carnage, what holocausts, and what destruction was wrought in the name of Islam in West Pakistan especially in the Punjab during those dark and terrible days of March and April. Hundreds of Ahmadis were looted, dozens of their villages were burnt, men and women were roasted alive and thousands were rendered homeless. There was a reign of terror for this small Muslim Community. "What happened in Lahore and elsewhere in the Punjab should make us hang our heads down in shame", confessed Ghulam Mohammed, Governor General of Pakistan.

Ultimately when the civil administration failed to deal with the disturbances Nazim-ud-Din Government was obliged to hand over the area to the army and impose martial law on it to restore normalcy.

Just as the followers of Jan Sangh, Mahasabha and other Hindu Communal parties think that by adoption of a secular constitution for the country a *great* boon has been conferred on the Muslims in India,

similarly there is a wide spread belief in Pakistan that by becoming non-communal in their outlook Pakistani Muslims would be putting their Hindu compatriots under great obligation. That is an unwarranted attitude. Secularism is primarily in the interests of all people and the majority community benefits from it the most. Without secularism democracy cannot flourish in modern times. The absence of secularism might harm the religious minorities first of all but it will not take long before, one after the other, different sections of the majority also fall prey to fanaticism and bigotry in the country. Many Pakistanis have now learned that lesson as a res·'t of recent bitter experience. Had the Pakistan Government committed the fatal mistake of yielding before the anti-Ahmadi agitation fanatics would have demanded exclusion of other sections from the fold of Islam, till at last none but fanatics would be counted as Muslims. That would be the sure path to ruin and annihilation. The danger has not wholly vanished yet. So long as the idea of building a religious State is not totally abandoned the possibility of fanaticism raising its evil head will remain. It is for lovers of democracy to be fully warned about it.

This so far as the basic principles of the Pakistan Constitution are concerned. Has the country made any progress in other sphere?

Struggle for Freedom in Kashmir,
by Prem Nath Bazaz pp. 602-604,
Kashmir Publishing Company, Delhi, 1954.

جب بنیادی حقوق کی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی تو پاکستان کے مذہب پرست اور دوسرے متعصب مسلمان اس امر پر بڑے خوش تھے کہ انہیں اپنے ملک کی سیاسیات کے سر پر رجعت پسندی ٹھونسنے میں بڑی کامیابی ہوئی ہے اور اس امر پر بھی کہ انہوں نے اس طرح غیر مسلموں کو ان کے اس بنیادی حق سے کہ وہ ریاست کے اعلیٰ ترین عہدے کے لیے منتخب ہو سکتے ہیں محروم کر دیا ہے۔ اس طرح جرأت پا کر ان رجعت پسندوں نے جن کی راہنمائی ملاؤں کے ہاتھ میں تھی ایک یہ تحریک چلائی کہ احمدیوں کو بھی غیر مسلم قرار دے دیا جائے تاکہ وہ پاکستان کی ایک اقلیت قرار پائیں یہ تقلید پسند ملاؤں کا ایک پرانا مطالبہ ہے۔ احمدیوں نے بھلا کون سا قصور کیا ہے کہ انہیں اس سزا کا مستوجب قرار دیا جائے؟ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں، سنت اور رسول اکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا صرف یہ اعتقاد ہے کہ ہر زمانہ میں نبی ہو سکتا ہے اور وہ اس خیال کو ردّ کرتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں جو خدا تعالےٰ نے بندوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیے۔ یہ میرا کام نہیں ہے کہ میں اس امر پر بحث کروں کہ یہ اعتقاد کس حد تک درست یا غلط ہے لیکن اس بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ ایک جمہوری ریاست میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس چیز کو حق اور درست سمجھتا ہے

اس پر اعتقاد رکھے۔ لیکن کامیابی کے نشہ میں مخمور ملاؤں اور ان کے تشدد پسند حامیوں کے لیے یہ بات فتنہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی۔ ۱۹۵۳ء کے آغاز میں احمدیوں کے خلاف جو ایجی ٹیشن شروع کی گئی اس نے زور پکڑنا شروع کر دیا اور چند ہفتوں میں ہی وہ بڑی بھیانک صورت اختیار کر گئی۔

بنیادی حقوق کی کمیٹی کی رپورٹ مرتب کرتے وقت چونکہ ملاؤں کے اثر کو قبول کر لیا گیا تھا اس لیے ناظم الدین کی حکومت کیلئے اس خطرناک نفرت انگیز اور خلاف جمہوری ایجی ٹیشن کو دبانا تو الگ رہا اس کی مذمت کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض ذمہ دار لیگی لیڈروں نے تعصب کی اس آگ کو اس اصول کی بشدت تائید کر کے ہوا دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور کوئی شخص جو اس نظر کی تائید نہیں کرتا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ حکمران

پارٹی کے کسی ایک ممبر کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کھلم کھلا یہ اعلان کرے کہ بشمول ایک مسلمان کے ہر شخص کا یہ پیدائشی حق ہے کہ وہ کسی بھی اعتقاد سے اختلاف کرے خواہ وہ مسلمانوں کی نگاہ میں کس قدر ہی مقدس کیوں نہ ہو۔ تحقیقاتی عدالت کے سامنے مسٹر انور علی انسپکٹر جنرل پولیس مغربی پاکستان نے یہ بیان دیا کہ "سیاستدان آگ کا کھیل کھیل رہے تھے جبکہ وہ متعصب عوام کے مذہبی جذبات کو مشتعل کر رہے تھے۔ تمام سیاسی پارٹیوں نے اور ان میں مسلم لیگ بھی شامل ہے اس امر کی کوشش کی اس صورتِ حال سے سیاسی رنگ میں فائدہ اٹھائیں کسی سیاستدان میں یہ جرأت نہ تھی کہ وہ کہتا کہ عوامی مطالبات غیر معقول ہیں۔ اس کے برعکس سب نے اپنے آپ کو اس ہیجان خیز تحریک کی چوٹی پر بطور رہنما کے رکھنا پسند کیا۔ اس ملک کے سیاستدان کسی بھی حربہ کے استعمال کو (ناجائز) ناپسندیدہ نہیں سمجھتے"۔ بناء بریں یہ امر قابل استعجاب نہیں کہ اس تحریک نے بڑی ہلاکت آفرین اور شدید شکل اختیار کر لی۔ مارچ اپریل کے ان تاریک اور ہولناک ایام میں مغربی پاکستان بالخصوص پنجاب میں اسلام کے نام پر بے حساب کشت و خون آگ سے اتلافِ جان ہوا تباہی اور بربادی روا رکھی گئی۔ سینکڑوں احمدیوں کو لوٹا گیا۔ ان کے درجنوں دیہات کو نذرِ آتش کیا گیا، مردوں اور عورتوں کو زندہ جلایا گیا اور ہزاروں کو بے خانماں کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت کے لیے خوف و ہراس کی فضا پیدا کر دی گئی۔ (مسٹر) غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ "جو کچھ لاہور میں اور پنجاب کے دوسرے مقامات پر ہوا وہ ہمارے سروں کو ندامت سے جھکا دینے کے لیے کافی ہے" بالآخر جب سول انتظامیہ ان فسادات کو دبانے میں ناکام ہو گئی تو ناظم الدین حکومت اس امر پر مجبور ہو گئی کہ اس علاقہ کا نظم و نسق فوج کے حوالے کر دے اور اس میں مارشل لاء لگا دیا جائے تاکہ حالات معمول پر آ سکیں۔

جس طرح جن سنگھ، مہاسبھا کے پیروکار اور دوسری ہندو فرقہ وارانہ پارٹیاں یہ سمجھتی ہیں کہ ملک کے لیے لادینی طرز حکومت اختیار کر لینے سے ہندوستان کے مسلمانوں پر ایک بہت بڑا احسان کیا گیا ہے اسی طرح پاکستان میں بھی وسیع طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ اگر پاکستان کے مسلمان اپنے نقطۂ نظر میں غیر فرقہ دارانہ ہو جائیں تو وہ اپنے ہندو ہموطنوں پر بڑا احسان کریں گے یہ نقطۂ

نظر قطعی طور پر غلط ہے۔ لادینی نظام بنیادی طور پر سب لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے اور اکثریتی فرقہ کو اس میں سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ موجودہ دور میں جمہوریت، لادینیت کے بغیر پنپ نہیں سکتی ملک میں لادینیت کی غیر موجودگی سے بے شک ابتداء میں مذہبی اقلیتوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے لیکن بہت جلد اکثریتی طبقہ کے مختلف فرقے بھی یکے بعد دیگرے تعصب اور مذہبی جنون کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بہت سے پاکستانیوں نے بھی تازہ تلخ تجربہ کے بعد یہ سبق اب سیکھ لیا ہے۔ اگر حکومت پاکستان احمدیوں کے خلاف چلائی گئی تحریک کے سامنے جھک جانے کی خطرناک غلطی کر بیٹھتی تو مذہبی مجنونوں نے مطالبہ کرنا تھا کہ دوسرے فرقوں کو بھی اسلام کے دائرہ سے خارج کیا جائے۔ یہاں تک کہ صرف ایسے جنونی ہی مسلمان سمجھے جاتے اور باقی سب خارج ہو جاتے۔ یہ تباہی اور بربادی کا یقینی راستہ ہوتا۔ یہ خطرہ ابھی تک پوری طرح ٹلا نہیں ہے۔ جب تک کہ مذہبی ریاست قائم کرنے کا تصور مکمل طور پر ترک نہ کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک تعصب کو اپنا پُر فتن سر اٹھانے کا امکان باقی رہے گا۔ یہ سب آئین پاکستان کے بنیادی حقوق کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے لیکن کیا اس ملک نے دوسرے شعبوں میں بھی کوئی ترقی کی ہے۔؟



۲۔ مسٹرڈانلڈ ولبر (Donald Wilber) نے اپنی کتاب پاکستان(Pakistan)میں جماعت احمدیہ کی نسبت لکھا:۔

Even in the case of the Qadianis, however, the hositility towards the Ahmadiyya Movement did not stem primarily from its theology but from its social aspects. It has a strong and closely knit organisation. With high corporate enthusiasm its members devote themselves to the service of the community. They strictly enforce purdah, encourage polygamy; have an ascetic morality that disapproves of all worldly indulgence; collect alms from their rich for their poor; have a very high literacy rate; find jobs for their members; and run their own mosques, courts, schools, and welfare institutions, for which they impose heavy taxes. In 1947 they were the best educated Moslem group native to the area which became West Pakistan. As a result, they were drawn upon to fill many posts in the foreign ministry and other departments of the new government.

The widespread belief that Ahmadiyya find all their members government jobs, give scholarships to all their university students, and care only about other Ahmadiyyas is certainly an exaggeration. Yet the strong internal cohesion of the group did involve external aloofness and it was this social exclusiveness that brought about the antagonism between themselves and the rest of the Moslems. Submerged for a while during the hight of Hindu-Muslim communalism, this social animosity was strong enough that after 1947 a semipolitical group, the Ahrars, could fan it into violence by focusing attention on the doctrinal differences mentioned above.

"Pakistan" p. 96-97 by Donald N. Wilber, HRAF Press, New Haven.

"بہرحال قادیانیوں کے معاملے میں بھی دیکھا گیا ہے کہ احمدیہ تحریک سے جو عداوت پائی جاتی ہے وہ بنیادی طور پر اس کے دینی عقائد کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کے بعض معاشرتی پہلوؤں کی وجہ سے تھی۔ احمدیہ تنظیم بڑی مضبوط اور مربوط ہے اس کے ممبران اس بلند مقصد کی خاطر پورے جوش سے اپنی جماعت کے لیے وقف ہیں۔ وہ سختی سے پردہ کے پابند ہیں۔ کثرتِ ازدواج کے حامی ہیں زاہدانہ اخلاقیات کے حامل ہیں اور دنیوی آسائشوں سے لطف اندوز ہو کر رہ جانے کو پسند نہیں کرتے۔ وہ اپنے امراء سے چندہ لے کر اپنے غرباء پر خرچ کر دیتے ہیں ان میں خواندگی کی شرح بہت اُونچی ہے وہ اپنے ممبران کے لیے روزگار فراہم کرتے اور اپنی مساجد۔ عدالتیں۔ سکول اور رفاہی ادارے خود چلاتے ہیں جس کے لیے وہ اپنے ممبران پر بھاری ٹیکس لگاتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں وہ اس علاقہ میں جو بعد میں مغربی پاکستان کہلایا۔ سب سے بہتر تعلیم یافتہ اسلامی گروہ سمجھے جاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ وزارتِ خارجہ میں کئی اسامیوں پر تعینات کیے گئے اور نئی گورنمنٹ پاکستان کے کئی دوسرے محکموں میں بھی ان کی خدمات سے فائدہ اُٹھایا گیا۔

یہ ایک عام خیال ہے کہ احمدی لوگ اپنے تمام ممبران کے لیے سرکاری ملازمتیں ڈھونڈ کر ان کو دلواتے ہیں اور اپنے تمام یونیورسٹی طلبا کو وظائف دیتے اور صرف احمدی احباب کی ہی غور پرداخت کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک بہت مبالغہ آمیز خیال ہے۔

تاہم اس گروہ کا اندرونی طور پر مضبوط اتصال بیرونی لحاظ سے ان کے یکا و تنہا رہ جانے کا موجب بن گیا۔ چنانچہ معاشرتی لحاظ سے ان کا الگ تھلگ رہ جانا اُن کے اور باقی مسلمانوں کے درمیان دشمنی کو بروئے کار لایا۔ ہندو مسلم فرقہ وارانہ فسادات کی انتہائی تباہ کاریوں کے دوران گو یہ دشمنی تھوڑی دیر کے لیے دب گئی تھی، لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد یہ معاشرتی عناد اتنا بڑھ گیا کہ ایک نیم سیاسی گروہ یعنی احرار نے اس عناد کو بآسانی ہوا دیکر عام دنگا فساد میں بدل دیا اور عوام کی توجہ کو عقائد کے محولا بالا اختلافات پر مرتکز کر دیا۔

۳۔ برطانوی مؤلف مسٹر ایان سٹیفنز (Ian Stephens) نے اپنی کتاب (پاکستان Pakistan) میں لکھا:۔

Serious anti-Ahmadi rioting raged for days in Lahore in March 1953, necessitating imposition of martial law. In part, this complex episode had little really to do with disapproval of the Ahmadis' doctrines, and was a political side-wind from the controversy then blowing in Karachi over the federal shape, and Islamic flavour, of Pakistan's proposed new Constitution. .... Ahmadis however are a vigorous lot, active in proselytising; and much of the contemporary Muslim religious propaganda which Christian missionaries, not very successfully, find themselves struggling against outside Asia - in Africa, for instance is of Ahmadi derivation.

Pakistan by Ian StePhens,
London: Ernest Benn Limited P. 59, 1963.

مارچ ۱۹۵۳ء میں شدید اینٹی احمدیہ فسادات لاہور میں کئی روز تک بڑھتے چلے گئے جو مارشل لاء پر منتج ہوئے۔ یہ پیچیدہ صورت حال محض احمدیوں کے عقائد کے ساتھ ناراضگی کی بناء پر ہرگز نہ تھی بلکہ دراصل یہ ایک یک طرفہ سیاسی رو تھی اس بحث کے متعلق جو کراچی میں چل رہی تھی کہ وفاقی نظام کی شکل کیا ہو۔ اس کو اسلامی رنگ میں کیسے سمویا جائے اور پاکستان کے مجوزہ نئے آئین کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے۔ ....

احمدی ایک مستعد گروہ ہیں جو تبلیغ میں ماہر ہیں۔ اور موجودہ زمانے میں متدین مسلمانوں کا اکثر و بیشتر پراپیگنڈا جس کا مقابلہ عیسائی مبلغین کو ایشیا کے باہر مثلاً افریقہ وغیرہ میں درپیش ہے احمدیہ فرقہ ہی کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

حرفِ آخر

بالآخر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ۱۹۵۳ء کے بھاری ابتلاء کی ایک عظیم الشان برکت یہ بھی تھی کہ اس کے نتیجہ میں احمدیوں کی بے مثال اخلاقی قوت اور بلند کیریکٹر کا سکہ اپنوں اور بیگانوں پر بیٹھ گیا۔

۱۹۵۳ء کے فسادات کے موقعہ پر سمندری (ضلع فیصل آباد) سے دو مولوی صاحبان بھاگ کر کوئٹہ پہنچے اور کئی بڑے لوگوں کے پاس پناہ کے لیے گئے کیونکہ مارشل لاء کی طرف سے ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے۔ مگر کسی نے ان کو پناہ نہ دی۔ آخر وہ ایک احمدی ٹیچر ماسٹر عبدالحلیم صاحب کے پاس آئے۔ انہوں نے انہیں اپنے مکان پر ٹھہرایا اور خوب خاطر و مدارات کی۔ مولوی صاحبان نے احمدیت کے خلاف بھی باتیں کیں۔ ماسٹر صاحب خاموشی سے سنتے رہے۔ دوسرے روز ان مولویوں نے لوگوں سے ذکر کیا کہ ہمیں تو ماسٹر صاحب نے پناہ دی ہے جبکہ باقی مسلمان علماء اور امراء ہمیں پناہ دینے سے ڈر گئے۔ لوگوں نے ان مولویوں کو بتایا کہ ماسٹر صاحب تو قادیانی ہیں۔ مولوی صاحبان بہت شرمسار تھے۔ اور رات کے کھانے پر ماسٹر صاحب سے جھینپتے ہوئے کہا کہ ہم نے بڑی زیادتی کی ہے مگر آپ نے نہایت اعلیٰ اخلاق کا ثبوت دیا۔ اگلے روز انہوں نے مسجد

میں اعلان کیا کہ اس شہر میں فلاں ماسٹر صاحب حقیقی مسلمان ہیں۔ اس پر عوام ان کے مخالف ہو گئے ہنگامہ کے خطرہ کے پیش نظر انہیں قید کر دیا گیا۔ پھر ماسٹر صاحب نے انہیں چھڑایا۔ اور وہ مولوی صاحبان آزاد علاقہ کی طرف چلے گئے۔[1]

دہلی کے غیر مسلم صحافی سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون نے انہی دنوں اپنے اخبار "ریاست" میں جماعت احمدیہ کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا:۔

"آج احمدیوں کے خلاف پنجاب میں بالکل وہی کچھ ہو رہا ہے جو ۱۹۴۷ء میں وہاں سکھوں اور ہندوؤں کے خلاف ہوا تھا۔ جو لوگ احمدیوں کے مذہبی کیریکٹر اور ان کے بلند شعار سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام احمدی ہلاک ہو جائیں، ان کی تمام جائیداد لوٹ لی جائے۔ صرف ایک احمدی زندہ بچ جائے اور اس احمدی سے یہ کہا جائے کہ اگر تم بھی اپنا مذہبی شعار تبدیل نہ کرو گے تو تمہارا بھی یہی حشر ہو گا تو یقیناً زندہ رہنے والا یہ واحد احمدی بھی اپنے شعار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ مرنا اور تباہ ہونا قبول کرے گا"[2]

---

[1] ماہنامہ "الفرقان" ربوہ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴۸

[2] اخبار "ریاست" دہلی ۱۶ مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

ضمیمہ جات

(تاریخ احمدیت جلد شانزدہم)

ضمیمہ نمبر ۱

شہدائے احمدیت (۱۹۵۳ء)

۱۔ مکرم ماسٹر منظور احمد صاحب مدرس باغبانپورہ لاہور ۵ رمارچ ۱۹۵۳ء

۲۔ مکرم محمد شفیع صاحب برما والے مغلپورہ۔ لاہور۔ ۶ رمارچ ۱۹۵۳ء

۳۔ مکرم جمال احمد صاحب طالب علم تعلیم الاسلام کالج بھاٹی گیٹ لاہور ۶ رمارچ ۱۹۵۳ء

۴۔ مکرم مرزا کریم بیگ صاحب فلیمنگ روڈ۔ لاہور۔ ۶ رمارچ ۱۹۵۳ء

۵۔ مکرم حوالدار عبدالغفور صاحب ولد الٰہی بخش صاحب لاہور ۸ رمارچ ۱۹۵۳ء

۶۔ لاہور کے ایک علاقہ میں ایک احمدی عطار ۸ رمارچ ۱۹۵۳ء۔ نام معلوم نہیں

(ان کے علاوہ مولوی عبدالحکیم صاحب صدر جماعت احمدیہ گنج مغلپورہ کی بوڑھی والدہ جو غیر احمدی تھیں نہایت بے رحمی سے قتل کر دی گئیں)

ضمیمہ نمبر۲

اسیرانِ راہِ مولیٰ (۱۹۵۳ء)

لاہور

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (خلف الرشید حضرت مسیح موعودؑ)
۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج لاہور
۳۔ مرزا مظفر احمد صاحب (ابن مرزا قدرت اللہ صاحب)
۴۔ محمد بشیر صاحب زیروی۔
۵۔ محمد صالح صاحب۔
۶۔ محمد یحییٰ صاحب۔
۷۔ ملک برکت علی صاحب۔
۸۔ حکیم سراجدین صاحب۔

ربوہ

۹۔ ملک عبدالرب صاحب
۱۰۔ جناب ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل کارکن نظارت تصنیف و اشاعت ربوہ

ضلع سیالکوٹ

۱۱۔ چوہدری فضل الٰہی صاحب ملیانوالہ نزد ڈسکہ سیالکوٹ

۱۲۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب وکیل۔

۱۳۔ محمد رفیق صاحب جراح۔

۱۴۔ مستری ابراہیم صاحب۔

ضمیمہ نمبر ۳

مقامی جماعتوں کے کوائف بھجوانے والے احباب

ذیل میں مغربی پاکستان کے ان مخلصین کی ایک فہرست دی جاتی ہے جنہوں نے ۱۹۵۳ء کے پُر آشوب زمانہ میں مرکز احمدیت کو مقامی احمدیوں کے حالات و کوائف سے باخبر رکھا اور جن کی رپورٹیں سیدنا حضرت مصلح موعود یا سلسلہ احمدیہ کے مرکزی اداروں کو موصول ہوئیں۔

ضلع راولپنڈی

۱۔ بابو اللہ بخش صاحب جماعت احمدیہ راولپنڈی۔

۲۔ جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی۔

۳۔ قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی کشمیری بازار راولپنڈی۔

۴۔ چوہدری بشیر احمد صاحب پسر چوہدری فقیر محمد صاحب مرحوم راولپنڈی۔

۵۔ پیر انوار الدین صاحب راولپنڈی۔

۶۔ محمد عالم صاحب ڈھوک رتہ راولپنڈی شہر۔

۷۔ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار راولپنڈی۔

۸۔ سید اعجاز احمد شاہ صاحب مقیم راولپنڈی انسپکٹر بیت المال راولپنڈی (حلقہ صوبہ سرحد۔ واضلاع جہلم، راولپنڈی، کیمبل پور، میانوالی)

۹۔ غلام احمد صاحب پریذیڈنٹ چنگا بنگیال تحصیل گوجرخان

ضلع گوجرانوالہ

۱۔ میر محمد بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع گوجرانوالہ۔

۲۔ میاں غلام احمد صاحب، میاں نصیر احمد صاحب سوداگران چرم وزیرآباد

۳۔ شیخ نیاز محمد صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس گوجرانوالہ۔

۴۔ محمد علی صاحب مانگٹ اونچے [1]۔

۵۔ شریف صاحب کشمیری گلی گوردوارہ گوجرانوالہ۔

۶۔ میاں جھنڈا خاں صاحب پریذیڈنٹ ہیلو کی براستہ قلعہ دیدار سنگھ۔

۷۔ بشیر احمد صاحب سیکرٹری مال " " " [2]

۸۔ مبارک احمد صاحب ناصر سابق دیہاتی مبلغ تزگڑی

۹۔ محمد الدین صاحب قائد خدام الاحمدیہ و سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ تزگڑی۔

۱۰۔ غلام رسول صاحب دیہاتی مبلغ مدرسہ چھٹہ ڈاکخانہ کوٹ ہرا ضلع گوجرانوالہ۔

۱۱۔ ضیاء الدین صاحب پریذیڈنٹ حافظ آباد

۱۲۔ مولوی محمد حسین صاحب عربی ٹیچر گلی شیر سنگھ آبادی حاکم رائے گوجرانوالہ۔

۱۳۔ چوہدری ظفر علی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گکھڑ۔

۱۴۔ چوہدری محمد حسین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بھڑی شاہ۔

۱۵۔ محمد عبداللہ صاحب باجوہ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کاموں کی۔

---

[1] آپ ۹ مارچ ۱۹۵۳ء کو موضع مانگٹ سے بذریعہ سائیکل ربوہ آئے تا مرکز کے حالات کا پتہ کریں اور مقامی جماعت کے کوائف مرکز تک پہنچا ئیں۔

[2] اس جماعت کی طرف سے ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو عطاء الرحمٰن صاحب آف اودھووال بطور نمائندہ ربوہ پہنچے اور حالات سے مطلع کیا۔

۱۶۔ نصراللہ خاں صاحب سیکرٹری مال انجمن احمدیہ تولیکی۔

۱۷۔ چوہدری محمد شریف صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ فیروزوالا

۱۸۔ چوہدری فضل احمد صاحب باجوہ کوٹ عنایت خاں مقانہ صدر وزیر آباد

ضلع سیالکوٹ

۱۔ خادم علی صاحب نائب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کلاس والا تحصیل پسرور

۲۔ ماسٹر مولا داد صاحب پریذیڈنٹ شہزادہ ڈاکخانہ خاص براستہ چونڈہ

۳۔ غلام فرید صاحب پریذیڈنٹ چک دھارووالی۔

۴۔ عنایت اللہ صاحب امیر جماعت بہلولپور ضلع سیالکوٹ

۵۔ میاں محمد ابراہیم صاحب عابد نائب امیر حلقہ امارت ڈسکہ

۶۔ ملک سراج الدین صاحب سمبڑیال

۷۔ خواجہ محمد امین صاحب ″

۸۔ سید نذیر حسین صاحب گھٹیالیاں۔

۹۔ ڈاکٹر شیر محمد عالی صاحب صدر بازار سیالکوٹ چھاؤنی

۱۰۔ عبدالحمید بٹ صاحب سیکرٹری مال نارووال۔

۱۱۔ غلام رسول صاحب پریذیڈنٹ موضع سلدیاں تھانہ نارووال

۱۲۔ میر محمد ابراہیم صاحب پنشنر پریذیڈنٹ وسیکرٹری مال جماعت احمدیہ پسرور

۱۳۔ بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ

۱۴۔ محمد ابراہیم صاحب سیکرٹری مال وریووالہ

۱۵۔ حکیم اللہ دتہ صاحب امیر جماعت احمدیہ درگانوالی

۱۶۔ سرور محمد خاں صاحب

۱۷۔ عبدالحمید صاحب بٹ سیکرٹری مال جماعت احمدیہ نارووال

۱۸۔ مسعود نصر اللہ خاں صاحب سیکرٹری امور عامہ ڈسکہ۔

۱۹۔ چوہدری دین محمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت چوڑ منڈا
۲۰۔ ماسٹر محمد شریف صاحب میانوالی خانانوالی۔
۲۱۔ عنایت اللہ خاں صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ دھرگ
۲۲۔ عبدالغفور صاحب ظفروال۔
۲۳۔ محمد نصیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کھیوہ باجوہ
۲۴۔ مرزا غلام نبی صاحب پورن نگر سیالکوٹ۔
۲۵۔ حکیم مرزا محمد حیات صاحب سیکرٹری وصایا و صدر حلقہ واٹر ورکس سیالکوٹ۔
۲۶۔ محمد منیر صاحب ڈوگریاں ہرباں ڈاکخانہ خاص تحصیل پسرور
۲۷۔ بشیر احمد صاحب " " "
۲۸۔ چوہدری غلام غوث صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ترسہ تحصیل ڈسکہ
۲۹۔ خورشید عالم صاحب عزیز پور ڈگری
۳۰۔ عبدالغنی صاحب عبدؔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کلاسوالہ
۳۱۔ فیروز الدین صاحب امرتسری انسپکٹر تحریک جدید (مقیم سیالکوٹ)
۳۲۔ قریشی نورالحسن صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کوٹلی ہرنرائن ڈاکخانہ بیر ڈمپک

ضلع شیخوپورہ

۱۔ چوہدری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع شیخوپورہ
۲۔ غلام اللہ صاحب اسلم سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ سید والا
۳۔ چوہدری منظور حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ سانگلہ ہل چہور چک ۱۱۷
۴۔ محمد نذیر صاحب بچیکی۔
۵۔ قاضی عبدالحمید صاحب احمدی سیکرٹری مال کوٹ رحمت خاں
۶۔ محمد اسماعیل صاحب چہور چک ۴۵
۷۔ محمد شفیع صاحب ننکانہ صاحب۔

۸۔ شیخ محمد علی صاحب انبالوی منڈی چوہڑکانہ

۹۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب واربرٹن

۱۰۔ احمد دین صاحب پٹیالہ دوست محمد

۱۱۔ شیخ محمد بشیر صاحب آزاد انبالوی رائس ڈیلر منڈی مرید کے

۱۲۔ غلام سرور صاحب قائد خدام الاحمدیہ چک ۹۷ بچاہے والی

۱۳۔ عمر دین صاحب امیر جماعت احمدیہ کوجر ڈاکخانہ چوہڑکانہ

۱۴۔ سید لال شاہ صاحب امیر جماعت احمدیہ واربرٹن

۱۵۔ محمد صادق صاحب چک ۱۷ بھوڑو۔

۱۶۔ فضل حسین انسپکٹر تحریک جدید مقیم سیدوالا

۱۷۔ شیخ گلزار احمد صاحب پٹواری شیخوپورہ

۱۸۔ مولوی مہر الدین صاحب مبلغ دعوت و تبلیغ بھینی شرقپور

۱۹۔ قاضی بشیر احمد صاحب جنرل سیکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ

۲۰۔ فضل الدین صاحب احمدی دکاندار موضع سریانوالہ۔

ضلع لائلپور[1]

۱۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ ضلع لائلپور[2]

۲۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی مبلغ جماعت احمدیہ لائلپور[3]

۳۔ اقبال حسین صاحب ہیڈ ماسٹر ڈی بی ہائی سکول ٹوبہ ٹیک سنگھ

۴۔ محمد حسین صاحب چک نمبر ۳۶۶/۹ گ ب ڈاکخانہ خاص تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ

۵۔ عبدالعزیز صاحب آڑھتی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گوجرہ

۶۔ غلام حسین صاحب پریذیڈنٹ کرتار پور چک نمبر ۲۷۵ R.B

---

[1] [2] [3] حال فیصل آباد

۷۔ حکیم غوث محمد صاحب سیکرٹری مال کرتار پور چک نمبر ۲۶۵ R.B

۸۔ حکیم رحیم بخش صاحب مبلغ لاٹھیانوالہ نمبر ۱۹۴

۹۔ منشی خدا بخش صاحب چک نمبر ۳۶۷ ج ب جلیانوالہ

۱۰۔ نعمت اللہ صاحب پٹواری مال چک نمبر ۲۴۳ گ ب براستہ ماموں کانجن

۱۱۔ علی احمد صاحب سیکرٹری مال چک نمبر ۶۴۴

۱۲۔ محمد جعفر صاحب مدرس گھراں ساکن ڈھومپال

۱۳۔ نعمت خاں صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ سیشن جج چک ۲۳۰ رکھ برانچ

۱۴۔ محمد دین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک ۵۶۴ تحصیل جڑانوالہ

۱۵۔ عنایت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ بہلولپور

۱۶۔ خواجہ محمد احمد صاحب مسلم شراکت جڑانوالہ

۱۷۔ عبد المجید خاں صاحب سمندری

۱۸۔ شیخ محمد یوسف صاحب بیتِ فضل لائلپور

۱۹۔ منشی بشیر احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک ۹۶ گ ب

۲۰۔ غلام رسول صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ چک ۲۰۹ تحصیل سمندری

۲۱۔ محمد مشتاق صاحب چک نمبر ۱۱۷ گ ب براستہ تاندلیانوالہ

۲۲۔ عبد الرحمٰن صاحب چک ۵۰ ج ب سٹھیالہ ضلع لائلپور

۲۳۔ حاکم علی صاحب پریذیڈنٹ چک ۵۵، ۵۶ گ ب تحصیل جڑانوالہ

۲۴۔ فتح محمد صاحب سندھ ویجی ٹیبل آئل کمپنی لمیٹڈ گوجرہ

۲۵۔ محمد شریف صاحب جڑانوالہ

۲۶۔ ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم جلیانوالہ ڈاکخانہ گوجرہ

۲۷۔ محمد مشتاق صاحب چک نمبر ۱۱۷ گ ب رام سنگھ والی براستہ تاندلیانوالہ

۲۸۔ نجات احمد صاحب پریذیڈنٹ گوالہ

۲۹۔ بشیر احمد صاحب سیکرٹری مال چک ۱۹۵ جھنڈانوالہ

۳۰۔ ڈاکٹر محمد انور صاحب پریذیڈنٹ جڑانوالہ

۳۱۔ غلام محمد صاحب چک ۴۴۳۸ گ ب ۔ بھرتھ ڈاکخانہ تاندلیانوالہ

۳۲۔ چوہدری سردار خاں صاحب پریذیڈنٹ کتھووالی چک ۳۱۲ ج ر ب

۳۳۔ عبدالحیٔ صاحب آئرن مرچنٹ منڈی بازار تاندلیانوالہ منڈی

۳۴۔ مولوی بشیر احمد صاحب زاہد۔ لال دین صاحب سردار احمد صاحب (چک 69/R.B گھسیٹ پورہ)

۳۵۔ انور احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چک نمبر 61/R.B ضلع فیصل آباد

۳۶۔ محمد یعقوب صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ چک نمبر ۱۲۱ ج ر ب گوکھووال۔

۳۷۔ بشیر احمد صاحب سیکرٹری مال چک ۱۹۵ ۔ رکھ جنڈاوالا

۳۸۔ عبدالرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ چک ۴۶۹ تحصیل سمندری

۳۹۔ عبدالغنی صاحب صراف منڈی پیر محل

۴۰۔ محمد حسین خاں صاحب سیکرٹری امور عامہ جڑانوالہ

۴۱۔ رشید احمد صاحب ساہی سیکرٹری جماعت احمدیہ قادرآباد چک نمبر ۲۵۴ ج ب براستہ گوجرہ

۴۲۔ غلام محمد صاحب چک ۴۳۸

۴۳۔ نور محمد صاحب پریذیڈنٹ چک شیرکا۔

۴۴۔ عبدالحمید صاحب پریذیڈنٹ جماعت دنجوال

۴۵۔ نذیر احمد صاحب سیکرٹری مال چک نمبر ۶۱

ضلع جھنگ

۱۔ شیخ محمد حسین صاحب پنشنر قائمقام امیر جماعت احمدیہ چنیوٹ

۲۔ جمال الدین احمد صاحب چنیوٹ

۳۔ عطاء اللہ خان صاحب ″

۴۔ عبدالکریم صاحب سیکرٹری امور عامہ چنیوٹ

۵۔ چوہدری عبدالغنی صاحب امیر جماعت احمدیہ جھنگ

۶۔ میاں محمد بشیر احمد صاحب ایجنٹ اسٹینڈرڈ آئل کمپنی جھنگ

۷۔ سراج الدین صاحب فضل سٹریٹ مگھیانہ

۸۔ مولوی عبد الرحیم صاحب عارف مگھیانہ

۹۔ عبد الرحمٰن صاحب محلہ گوہر شاہ جھنگ مگھیانہ

۱۰۔ ڈاکٹر فضل حق صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لالیاں

۱۱۔ مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ احمد نگر

۱۲۔ ماسٹر غلام حیدر صاحب سپرنٹنڈنٹ مدرسہ احمدیہ احمد نگر

۱۳۔ مولوی ظفر محمد صاحب استاذ مدرسہ احمدیہ ،،

۱۴۔ حکیم عبد الرحمان صاحب شمس سیکرٹری جماعت احمدیہ شور کوٹ شہر

ضلع لاہور

۱۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور

۲۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب لاہور

ریاست بہاولپور

۱۔ چوہدری خورشید احمد صاحب لیاقت پور امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع رحیم یار خاں

۲۔ شیخ اقبال الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ بہاولنگر

۳۔ رحمت علی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک نمبر ۶۵/پ ضلع رحیم یار خاں

۴۔ عزیز محمد خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر چیف انجینئر بہاولپور

۵۔ چوہدری فرزند علی صاحب صادق نائب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع رحیم یار خاں۔ کوٹ فرزند علی ضلع رحیم یار خاں

۶۔ منیر احمد صاحب سیکرٹری مال چک نمبر ۵۵/۴ر منڈی ہارون آباد ضلع بہاولنگر

۷۔ غلام قادر صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ چک نمبر ۱۶۱/۴ر ڈاکخانہ فقیر والی ضلع بہاولنگر

۸۔ محمد عبداللہ صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کوٹ فرزند علی ضلع رحیم یارخاں

صوبہ سندھ

۱۔ حضرت صوفی محمد رفیع صاحب (ریٹائرڈ) ڈی ایس پی سکھر
۲۔ مولانا غلام حسین صاحب ایاز سابق مجاہد احمدیت سنگاپور مبلغ سلسلہ کنری
۳۔ قریشی عبدالرحمٰن صاحب ٹیچر ریلوے ہائی سکول سکھر
۴۔ فضل الرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سانگھڑ
۵۔ فضل الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ناصر آباد اسٹیٹ
۶۔ شیخ احمد دین صاحب پراونشل سیکرٹری تبلیغ سندھ کنری
۷۔ ملک عنایت اللہ صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت بدین
۸۔ ملک بشیر احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ جیکب آباد سندھ
۹۔ چوہدری عنایت الرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ٹنڈو الہ یار
۱۰۔ سلطان احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت گوٹھ مولا بخش ضلع نواب شاہ سندھ
۱۱۔ محمد عثمان صاحب جیمس آباد
۱۲۔ حضرت حکیم محمد موسیل صاحب کمال ڈیرہ سندھ

صوبہ سرحد

۱۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ہوتی مردان امیر جماعت احمدیہ سرحد
۲۔ شہاب الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ مردان
۳۔ غلام سرور خاں صاحب بالاکوٹ ہزارہ
۴۔ مولوی عبدالکریم صاحب پشاور
۵۔ سید عبدالرحیم شاہ صاحب بھگلہ تحصیل مانسہرہ
۶۔ محمد احمد خاں صاحب ولد خان میر صاحب افغان ٹل ضلع کوہاٹ

۷۔ پیر محمد زمان شاہ صاحب مانسہرہ۔

۸۔ ریٹائرڈ صوبیدار سلیم اللہ صاحب (سلیم برادرز) نوشہرہ

۹۔ عبداللطیف صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ دانہ (ہزارہ)

۱۰۔ محمد علی صاحب درانی وکیل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چارسدہ

ضمیمہ نمبر ۴

"دفتر اطلاعات" سے متعلق بعض مراسلات

۱- ارشاد حضرت مصلح موعود از قلم حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ

"دفتر اطلاعات

کل بھی کچھ خط بھجوائے تھے ان کے متعلق ہدایت ہے کہ پڑھ کر پھر متعلقہ دفاتر میں بھجواتے ہیں کیونکہ جواب انہوں نے بھجوانے ہیں نیز کوئی ہراس پھیلانے والی خبر نہ بھجوائی جائے"۔

۲- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منسلکہ بلیٹن تو ایسا ریکارڈ ہے جس میں سے عندالضرورت حکام صوبائی (ہوم سیکرٹری۔ آئی جی) اور مرکزی حکام (پرائم منسٹر۔ وزیر داخلہ اور وزیر اعظم اور چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب) کو حضور کی ہدایت کے ماتحت چٹھی لکھتے وقت اس سے ضروری اقتباس حاصل کرنا ہے یہ جماعتوں کے لیے مقصود نہیں۔ بلکہ اس سے ضرورت کے مطابق معلومات اخذ کرتی ہیں اور اسی غرض کے لیے اس کی آٹھ نو کاپیاں کروائی گئی ہیں۔ مولوی دوست محمد صاحب یہ حضور کو دکھا چکے ہیں۔ اطلاعاً عرض ہے۔

اس تعلق میں اختلاف اس بات پر ہے کہ حکام سے خط وکتابت نظارت امور عامہ کرے گی نہ کہ کوئی اور نظارت۔

چوہدری اعجاز نصر اللہ صاحب کو بلا کر ان سے تبادلہ خیال کیا گیا ہے اور یہی صورت مناسب ہے کہ ایسی اطلاعات دفتر میں بطور ریکارڈ رہیں گی۔ عند الضرورت حکام کے ساتھ خط و کتابت کرتے وقت مناسب اقتباس وہ لے لیں گے۔ اس تعلق میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ اطلاعات کا ریکارڈ مولوی دوست محمد صاحب کے پاس رہیگا یا نظارتِ امورعامہ کے پاس۔ اعجاز صاحب کا خیال ہے کہ یہ ریکارڈ مولوی دوست محمد صاحب کے پاس رہے۔ اور وہ عند الضرورت ان سے لے لیں گے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے حضور نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حکام کو ساتھ کے ساتھ مظالم کے متعلق اطلاعات دی جانی بھی ضروری ہیں اندریں صورت نظارتِ امورعامہ کی طرف سے بذریعہ چِٹھی حکام کو ساتھ کے ساتھ لکھا جانا چاہیئے۔

والسلام

خاکسار

(دستخط حضرت سیّد) زین العابدین ولی اللہ (شاہ صاحب)

ایڈیشنل ناظر اعلیٰ" ۱۲-۳-$\frac{۳۲}{۵۳}$

۳- $\frac{۱۲۷}{۱۶/۳}$ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی مولوی دوست محمد صاحب فاضل

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

آج تقسیم کار کے متعلق حضرت صاحب نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ امور متعلقہ بنگال (یعنی جن امور کا بنگال پر اثر پڑتا ہو) وہ خطوط میں سے نقل کر کے مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ کو بھجوایا جایا کریں اور وہ امور جن کا ملک کے نظم و نسق پر اور مرکزی حکومت پر اثر پڑتا ہے اور ان کے ساتھ تعلق ہے وہ خطوط میں سے نقل کر کے مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ ناظر امور عامہ کو بھجوائے جایا کریں اور اس کے علاوہ عام امور جو جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور انہیں ہوشیار کرنے یا ان کی ہمت افزائی وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ نقل کر کے سید ولی اللہ شاہ

شاہ صاحب کو بھجوائے جائیں تاکہ یہ ہر سہ اصحاب اپنے اپنے دائرہ میں مناسب کارروائی کر سکیں اور ریکارڈ بھی رکھ سکیں۔

والسلام

خاکسار (دستخط) مرزا بشیر احمد ناظر اعلیٰ"

۱۶/۳/۵۳

۴- ۱۲۳/۱۶/۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی مولوی دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آئندہ ابتدائی خطوط مرتب کرنے میں جہاں اس بات کو نوٹ کیا جائے کہ فلاں جگہ افسروں کا رویہ اچھا نہیں رہا وہاں لازماً اس بات کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ اگر کسی جگہ افسروں کا رویہ اچھا رہا ہو تو اس کا بھی ذکر کیا جائے تاکہ دونوں پہلو آجائیں یعنی نقص کا پہلو اصلاحی غرض سے اور تعریف کا پہلو ہمت افزائی اور شکرگزاری کے لحاظ سے۔ آئندہ اس ہدایت کو ضرور مدنظر رکھیں۔

والسلام

(دستخط) مرزا بشیر احمد

۱۶/۳/۵۳ ناظر اعلیٰ"

۵- ۹۲۲۷/۲۱/۳ D/P

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی مولوی دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ آئندہ سے آپ کے دفتر کا نام دفتر "ریکارڈ" ہوگا دفتر اطلاعات نہیں ہوگا۔

خاکسار عبدالرحمٰن انور پرائیویٹ سیکرٹری
۲۰/۳/۵۳ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی"

۶ " ۴۰۲۶/۱/۱ — ۲۱/۳/۵۳ مکرم مولوی دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جہان خاں صاحب کے ایک خط کا اقتباس جس کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا ہے "روزانہ خطوط میں یہ مضمون جائے" نقل کر کے آپ کی خدمت میں ارسال ہے

والسلام

(دستخط) مرزا بشیر احمد

۲۱/۳/۵۳ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ"

۷۔ نقل اقتباس خط جہان خان صاحب

پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک نمبر ۹ شمالی ضلع سرگودہا

"منڈی بھلوال چک نمبر ۹ شمالی سے ½ ۱ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں تین چار دکاندار مودودی جماعت کے ہیں ان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی جماعت کو باقاعدہ چندہ وغیرہ دیتے ہیں مگر یہ لوگ منافق طرز کے ہیں ہم اور باتیں بھی معلوم کرنے کی کوشش کریں گے دوسرے مجھے خود چھٹی لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ دشمن نے کچھ ایسے نوجوان پھیلا رکھے ہیں جو باہر جماعتوں کے حالات معلوم کریں اور وہ جھوٹے احمدی بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ دو تین دن ہوئے۔ یہاں ایک نوجوان ہمارے پاس آیا اور بیٹھ کر کچھ دیر کے بعد کہنے لگا کہ میں نے احمدی ہونا ہے مجھے احمدی بنا دو اور خط لکھ دو کہ حضرت صاحب بیعت کر لیں یا حضرت صاحب کے پاس خط دیکر مجھے بھیج دو۔ ہم نے سمجھ لیا کہ دشمن کا آدمی ہے پھر اچھی طرح معلوم کرنے سے پورا شک ہو گیا کہ یہ آدمی خراب ہے اس لیے جناب کی آگاہی کے لیے لکھا جاتا ہے کہ ایسے نئے احمدیوں سے باخبر رہیں۔ دوسرے لاہور والی جماعت اس شورش سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے کیونکہ پرسوں ہی مجھے ایک ٹریکٹ عراق بغداد سے آیا ہے جس کا عنوان ہے:

میاں بشیرالدین محمود احمد کے نام کھلی چٹھی - جس میں ساری جماعت کو فتنۂ محمودی قرار دیا ہے
اس ٹریکٹ کے چھپنے کی کوئی تاریخ نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹریکٹ اسی موقعہ کیلئے
انہوں نے چھپوا کر رکھا تھا - جو باہر ملکوں سے جماعت کے نام بھیج رہے ہیں ۔"

۸ - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری

مولوی دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

موجودہ ہنگامی ڈاک کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے دریافت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ حضور کی ابتداءً ہدایت تھی لیکن جبکہ اب حضور چٹھی پر جس کا نام لکھیں پہلے ان کو چٹھی جایا کرے پھر وہ خود اس چٹھی کو دفتر ریکارڈ میں بھیج دیا کرے گا۔ چنانچہ فرمایا وہ خود بھی ان چٹھیوں کو جن پر ان کا نام ہوتا ہے بعد ملاحظہ دفتر ریکارڈ میں بھیج دیتے ہیں اطلاعاً عرض ہے ۔

خاکسار

عبدالرحمٰن انور ۲۸/۳/۵۳"

۹ - " ہو الناصر

مکرمی مولوی دوست محمد صاحب دفتر ریکارڈ

السلام علیکم

(۱) صرف آپ کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ لاہور سے خبر ملی ہے - کل رات مودودی صاحب مع اپنے بیس تیس ساتھیوں کے گرفتار ہو گئے ہیں۔

(۲) نیز کراچی سے اطلاع ملی ہے کہ المصلح کے چھپنے کا انتظام ہو گیا ہے انشاء اللہ پرسوں سے نکلنا شروع ہو جائے گا۔

(۳) پرسوں شام کو ریڈیو نے یہ بھی اعلان کیا تھا کہ حکومت پنجاب نے حضرت صاحب کو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت ہدایت کی ہے کہ موجودہ ایجی ٹیشن کے متعلق کچھ نہ لکھا جائے

اور نہ کوئی تقریر کی جائے۔

مرزا بشیر احمد ۲۹/۲/۵۳"

۱۰۔ "ہوالناصر

مکرمی مولوی دوست محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

روزانہ خط بہت احتیاط سے تیار ہونا چاہیے اس میں ایک تو لازماً حضرت صاحب اور ربوہ کی خیریت درج ہو اور خاص خاص بیرونی خبریں درج ہوں مگر کوئی بات ایسی نہ ہو جو تشویش پیدا کرنے والی ہو یا حکام کی نظر میں قابلِ اعتراض سمجھی جائے۔ اس معاملہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہر شک والی بات چھوڑ دیں۔

ویسے اپنے طور پر ریکارڈ ساری اطلاعات کا دفتر میں رہنا چاہیے۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد ۲۹/۲/۵۳"

ضمیمہ نمبر ۵

تحقیقاتی عدالت سے متعلق ضروری خط و کتابت

مندرجہ ذیل گشتی مراسلہ بصیغہ رجسٹری حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ناظر امور عامہ نے ۲ جولائی ۱۹۵۳ء کو مندرجہ ذیل احباب کے نام ارسال کیا اس مراسلہ کا متن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے قلم کا رہین منت تھا۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (پرنسپل تعلیم الاسلام کالج لاہور)
۲۔ شیخ نور احمد صاحب (لاہور)
۳۔ شیخ محمد احمد صاحب (لائلپور[1]) امیر جماعت احمدیہ لائلپور[2]
۴۔ چوہدری انور حسین صاحب (شیخوپورہ) امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ
۵۔ میر محمد بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ
۶۔ چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ (سیالکوٹ) ایڈووکیٹ سیالکوٹ
۷۔ میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی
۸۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ایڈووکیٹ گجرات
۹۔ چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ (منٹگمری[3])
۱۰۔ چوہدری محمد حسین صاحب جماعت احمدیہ ملتان

---

[1]، [2] حال فیصل آباد :: [3] حال ساہیوال

ربوہ ۲/۷/۵۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو معلوم ہے کہ حکومتِ پنجاب نے صوبہ کے گزشتہ فسادات کی تحقیق کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا ہے جس کے ممبر جسٹس محمد منیر اور مسٹر جسٹس کیانی امیر مقرر ہوئے ہیں اور حکومت نے اس تحقیق میں جماعت احمدیہ اور مجلس احرار جماعت اسلامی اور صوبائی مسلم لیگ کو بھی پارٹی بنایا اور شہادت کے لیے بلایا ہے ۔ سو اس تعلق میں آپ کو بھی جماعت کیطرف سے شہادت کے لیے منتخب کیا گیا ۔ پس آپ مہربانی کر کے اس بارہ میں مکمل تیاری کر لیں۔ تا آخری فیصلہ ہونے پر آپ کو پیش کیا جا سکے۔

منجملہ دیگر متعلقہ امور کے ذیل کے امور کے متعلق خاص طور پر تیاری ہونی چاہیئے ۔

۱ ۔ فسادات کا پس منظر کیا تھا ۔ اور وہ کون سی وجوہات تھیں ۔ جنہوں نے بالآخر فساد کی صورت پیدا کر دی (پریس ۔ خطبات اور خفیہ ریشہ دوانیاں وغیرہ سب کو مدِّ نظر رکھا جائے)

۲ ۔ فسادات کی نوعیت اور تفصیل کیا تھی ۔ اور فسادیوں کا طریق کار کیا تھا ۔ (جس سے منظم اور سوچی سمجھی سکیم پر روشنی پڑے)

۳ ۔ آپ کے علاقہ میں احمدیوں کا جانی اور مالی نقصان کیا ہوا ۱۹۵۲ء ، ۱۹۵۳ء (ہر دو نقصانات کو شامل کیا جائے اور حتی الوسع پوری تفصیل دی جائے) نیز مارشل لاء نے جن لوگوں کو نقصانات کا معاوضہ دیا ہے اس کی تشریح کی جائے کہ کتنوں میں سے کتنے احمدی تھے اور ان کے نقصان کے مقابلہ میں یہ معاوضہ کیا حیثیت رکھتا ہے ۔

۴ ۔ کون کون سے لوگ فسادات میں آگے تھے ۔

۵ ۔ علاقہ کے سرکاری حکام کا کیا رویّہ رہا ۔

۶ ۔ فہرست ان لوگوں کی جنہیں فسادات میں تشدد کر کے جماعت احمدیہ سے منحرف کرایا گیا ۔

۷ ۔ فسادات کے ساتھ مودودیوں کا براہِ راست یا بالواسطہ تعلق ۔

ان امور کے متعلق معین اور مفصل تیاری ہونی چاہیئے تا آپ کمیشن کے سامنے پختہ صورت

میں شہادت دے سکیں اور ہر قسم کی جرح کے لیے تیار ہیں ۔

ناظر امور عامہ۔ ربوہ

حسب ذیل چٹھی متعلقہ ہدایات تحقیقاتی کمیشن بھی انہیں دنوں نظارت امور عامہ کی طرف سے لکھی گئی اور مندرجہ ذیل امراء جماعت کو دستی پہنچائی گئی ۔

۱۔ چوہدری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت شیخوپورہ ۔

۲۔ شیخ محمد احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت لائل پور حال (فیصل آباد ۔)

۳۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم " " گجرات ۔

۴۔ میر محمد بخش صاحب امیر جماعت گوجرانوالہ ۔

۵۔ بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ ۔

۶۔ مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر صوبائی پنجاب سرگودہا ۔

۷۔ میاں اللہ بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی۔

۸۔ چوہدری محمد حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ ملتان ۔

ربوہ ۲/۷/۵۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت امیر صاحب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو اخبارات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ حکومت پنجاب نے گذشتہ فسادات کے متعلق ایک تحقیقاتی کمیشن کا اعلان کیا ہے جس کے ممبر جسٹس منیر اور جسٹس کیانی ہوں گے اس تحقیق میں جماعت احمدیہ اور مجلس احرار ا جماعت اسلامی[1] اور صوبائی مسلم لیگ کو بھی ایک پارٹی بنایا گیا ہے پس ضروری ہے کہ اس تحقیق کے پیش نظر بہت جلد پوری پوری تیاری کی جائے ۔ تیاری میں ذیل کے امور مدنظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ آپ کے علاقہ میں فسادات کا پس منظر کیا تھا ؟ اور وہ کون سی وجوہات تھیں جنہوں نے

---

[1] سہواً اسلامی کی بجائے اسلام لکھا ہے

بالآخر فساد کی صورت پیدا کر دی (پریس اور خطباب اور خفیہ رپٹ دوائیاں وغیرہ سب کو مدنظر رکھا جائے) نیز احتیاطاً فتویٰ کفر وغیرہ میں غیر احمدیوں کی طرف سے پہل ثابت کرنے کے لیے فتاوی جمع کیے جائیں۔

۲۔ فسادات کی نوعیت اور تفصیل کیا تھی اور فسادیوں کا طریق کار کیا تھا۔ جس سے منظم اور سوچی سمجھی ہوئی سکیم پر روشنی پڑے ۔

۳۔ کون لوگ فسادات میں آگے آگے تھے۔

۴۔ آپ کے علاقہ میں جماعت کا جانی اور مالی نقصان کیا کیا ہوا (۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء ہر دو کے نقصانات کو شامل کیا جائے اور حتی الوسع پوری تفصیل دی جائے) نیز مارشل لا والوں کے منظور کردہ معاوضہ پر روشنی ڈالی جائے کہ کل افراد میں کتنے احمدی تھے اور یہ معاوضہ اصل نقصان کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟

۵۔ علاقہ کے سرکاری حکام کا رویہ کیا رہا ؟

۶۔ فہرست اُن احمدیوں کی جن پر تشدد کر کے جماعت سے منحرف کرایا گیا۔

۷۔ اگر علاقہ میں کوئی غیر احمدی معزز ہمارے حق میں شہادت کے لیے تیار ہو سکیں تو انہیں تیار کیا جائے اس کا بہت اچھا اثر ہو سکتا ہے۔

۸۔ فسادات میں مودودیوں کا براہِ راست یا بالواسطہ جو تعلق ثابت ہو اس کے متعلق تیاری کیلئے ان امور کے متعلق معیّن اور مفصل تحقیق ہونی چاہیئے تا کمیشن کے سامنے پیش کی جا سکے۔

یہ رپورٹ خاص آدمی کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ۱۰ رجولائی تک ہمارے پاس پہنچ جائے۔

(ناظر امور عامہ ربوہ)

ہدایات حضرت مصلح موعود (مورخہ ۵ جولائی ۱۹۵۳ء) فرمایا:۔

۱۔ وکلاء شیخ صاحب تو ہوں گے ہی۔ دو تین آدمی لگنے چاہئیں تا کہ اگر ایک کسی معذوری کی وجہ سے کام نہ کر سکے تو دوسرے صاحب ساتھ ہوں۔ گجرات کے ظہور الدین بہت اچھے

ہیں جیساکہ شیخ صاحب نے نوٹ کیا ہے۔ خصوصاً وقار کے لحاظ سے۔ جونیئر وکیل P ana ldna ہو تا چاہیے۔ یونہی Commentry سے کام کرنے والا نہ ہو اور اتنے بھی جمع نہ ہوں کہ کام نہ ہو سکے۔

۲۔ خادم صاحب بطور گواہ اچھے رہیں گے۔ میاں عطاءاللہ صاحب شاید موزوں نہ ہوں چوہدری انور حسین صاحب کا غالباً زیادہ اثر نہ ہوگا۔ شیخ محمد احمد صاحب خواہ کام نہ کریں ان کا مشورہ بہت اچھا ہے۔

۳۔ کورٹ کو خواہ وسیع اختیار دیا گیا ہے اور قانون شہادت کی پابندی لازمی نہیں لیکن ہماری طرف سے اس معاملہ میں احتیاط ہونا لازم ہے۔ تا ایسا نہ ہو کہ ہمارا کیس K a e w ہو جائے یعنی سُنی سنائی بات پر واقعہ کا انحصار نہ رکھا جاوے۔ گواہ ایسا ہونا چاہیئے جو اپنے آپ دیکھی بات یا بیتی بیان کر سکے ہاں جہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہو کہ یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے تو عمومی رنگ میں یہ کہا جا سکتا ہے مگر بہتر اور محتاط طریق یہی ہے کہ معین اور مخصوص شہادت ہو۔

۴۔ احرار کا ذکر کرتے ہوئے عناد یا طعنہ زنی یا جارحانہ طریق نہ اختیار کیا جاوے وقار کے ساتھ بے شک جذبات اور افسوس میں ڈوبی ہوئی بات ہو لیکن بتایا یہ جاوے کہ احرار نے یہ کہا یا کیا۔

۵۔ دوسرا فریق بے شک یہ کوشش کرے گا کہ ہر قسم کی باتیں زیر تنقیح آئیں لیکن ہماری طرف سے واقعاتی رنگ غالب ہونا چاہیئے۔

۶۔ حکومت کے افسران کے متعلق یہ یاد رہنا چاہیئے کہ حتی الوسع کسی کا نام نہ آئے سوائے اس کے کہ جرح میں پوچھا جاوے تو بتانا پڑے اس میں دشمنی اور عناد کی بات نہ کی جاوے اگر کچھ کہنا ہی ہو تو مختلف افسروں کا رویّہ بیان کرکے اس طرف توجہ دلائی جاوے کہ فلاں افسر کا رویّہ مختلف تھا۔ خواہ مخواہ تعریف بھی نہ ہو۔ افسروں کو جو خط لکھے گئے وہ بے شک پیش کی جائیں۔

۷۔ ہماری طرف سے مقدمہ ایسے رنگ میں پیش کیا جاوے کہ عدالت مجبور ہو کہ فریقِ مخالف کے متعلق سخت Remarks کرے اگر خود بخود اس نکالی جاوے تو عدالت اپنے

آپ کو کسی حد تک سبکدوش سمجھتی ہے۔

۸۔ Statement مختصر ہو لمبی نہ ہو۔

۹۔ Presentation ہمارا بہت Careful ہونا چاہیئے۔ ان کی اشتعال انگیزی کو نمایاں کیا جائے۔ حوالہ جات و اقتباسات کے ساتھ۔

۱۰۔ غیر احمدی چونکہ پوری طرح ہمارے نقطہ نظر کو سمجھ نہیں سکتا اس لیے ہمارے اپنے آدمی کو پیش ہونا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی[1]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۔ کیا آپ نے قائد صاحب خدام کو کچھ والنٹیر لینے کے لیے لکھ دیا ہے یا ابھی نہیں لکھا ہے تو کیا جواب آیا ہے ؟

۲۔ ارشاد صاحب کلرک ہیں، چپڑاسی نہیں ان سے بھی لکھنے پڑھنے کا کام لینا چاہیئے۔

۳۔ مہاشہ صاحب اور مولوی عبد الغفور صاحب اور مسعود صاحب ہر قسم کے حوالے نکال کر آپ کو دے سکتے ہیں ان کی ڈیوٹی لگا دیں۔

۴۔ نوٹ وغیرہ جو شیخ صاحب طلب فرمائیں آپ اور شیخ نور احمد صاحب تیار فرمائیں۔ اگر کسی اور آدمی کی ضرورت ہو اطلاع دیں تا اس کا بھی انتظام کر دیا جائے۔

۵۔ دوست محمد صاحب اپنے کاغذات لیکر آج ربوہ سے یہاں پہنچ جائیں گے۔

تعجب ہے آج عدالت میں گئے ہی نہیں میرے نزدیک وہاں جانا نہایت ضروری ہے

خاکسار

عبد الرحیم درد ۵۲/۷/۹

جواب وصول پایا بوقت چار بجے شام۔ خاکسار مرزا سمیع احمد ظفر ۵۲/۷/۹

---

[1] مکتوب بنام چوہدری غلام مرتضٰی صاحب وکیل۔

ارشاد مبارک حضرت مصلح موعود بنام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

عزیزم مکرم[1] السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

نوٹ مع ہدایات واپس ارسال ہے ان کو دیکھ لیں اور بہت احتیاط کے ساتھ کام کریں۔ معاملہ نہایت نازک اور اہم ہے میرے نزدیک چوہدری صاحب کی بہت سی باتیں وزنی ہیں ۔ قانونی اور تجرباتی نقطہ نگاہ سے ہم ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے ۔ ہم اپنی بات بھی نہیں چھوڑ سکتے مگر ہم کورٹ سے یہ بھی امید نہیں کر سکتے کہ وہ برسر اقتدار حکومت کے خلاف واضح الفاظ میں کوئی رائے ظاہر کرے ۔ پس ہمیں پختہ اور ثابت شدہ حقائق احرار اور مودودیوں کے خلاف پیش کرنے چاہئیں اور جو واقعات چیف سیکرٹری ۔ ہوم سیکرٹری یا آئی جی سے گذرے ہیں ان کو بیان کر دینا چاہیئے۔ گورنمنٹ کا براہِ راست نام نہیں لینا چاہیئے نتیجہ واضح آپ ہی ہو جاتا ہے ۔ خواجہ ناظم الدین صاحب کا خط پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مفید ہے ۔

مَیں چوہدری صاحب سے اس بات میں متفق ہوں کہ میاں عطاء اللہ کو بطور وکیل یا گواہ پیش کرنا مفید نہیں ہوگا ۔ وہ بہت ذکی الحس ہیں اور بعض دفعہ انسان انکی افسردگی کو دور کرنے کیلئے اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر بیٹھتا ہے ۔

(دستخط حضرت صاحب)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب موصولہ لاہور ۱۵/۷/۵۳

کے خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

۱۔ درد صاحب اور شمس صاحب تو اس وقت لاہور روانہ ہو رہے ہیں لیکن تجویز ہے کہ

---

[1] بنام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

مولوی صدیق صاحب بھی ضروری کتابیں لے کر شمس صاحب کی امداد اور وقت پر حوالہ جات کی تلاش کے لیے چند دن کے واسطے لاہور چلے جائیں اس کے لیے حضور کی اجازت کی ضرورت ہے

۲۔ احمدی علماء کی شہادت کا معاملہ وکلاء پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ اگر پسند کریں اور ضرورت ہو تو شمس صاحب اور خادم صاحب کو پیش کر دیں۔ ویسے شہادت والے امور تحریری بیان میں تو پیش کر ہی دیئے گئے ہیں

خاکسار مرزا بشیر احمد

۲/۹/۵۳

فرمایا مولوی صدیق صاحب چلے جائیں۔

(ارشاد حضرت مصلح موعود)

هوالنّاصر

سیدنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کے ارشاد کے ماتحت شیخ بشیر احمد صاحب کو ان کی فیس کے متعلق پوچھا گیا تھا۔ ان کا جواب لف ہذا ہے بعد ملاحظہ واپس ارسال فرمایا جاوے۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد ۱۹/۹/۵۳

Phone 2301
Sh. Bashir Ahmad
Senior Advocate Federal Court
and Advocate High Court

13 - Temple Road
Lahore 18 - 9 - 53

مکرمی حضرت میاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ ملا۔ عبد الغفار صاحب مری موجودگی میں کوہ مری واپس نہیں آئے اور نہ ہی

آپ کا کوئی ملفوف بصیغہ رجسٹری مجھے ارسال کیا ہے ۔

مَیں سنے تو جہاں تک میرا حافظہ مری راہنمائی کرتا ہے کسی فرد سے بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ معاوضہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی مرے ذہن میں کبھی یہ خیال آیا ہے اس لیے جہاں تک مری ذات کا تعلق ہے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ کی ستاری غیر معمولی حالات میں میرا ساتھ دیتی جارہی ہے اور اپنے فضل اور احسان سے مجھے برابر رزق دیتی جارہی ہے اگرچہ قطعاً مَیں اس کا مستحق نہیں دعا فرمائیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو اس کی ناراضگی کا موجب ہو اور مجھے ایسے اعمال کی توفیق ملتی جائے جو اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنتی رہیں مرے گناہ معاف فرمائے اور انجام بخیر ہو۔

امید ہے کہ میرا پہلا خط آپ کو مل چکا ہوگا ۔ مرے ساتھ کوئی ایسا عملہ نہیں کہ اگر اردو میں خط لکھوں تو نقل ہی کرا سکوں اس لیے انگریزی میں لکھ دیتا ہوں ۔ اگرچہ کئی مرتبہ ندامت کا بھی احساس ہوتا ہے کہ اردو خط کا جواب انگریزی میں بھجوا رہا ہوں ۔ آپ کی کریمانہ طبیعت ہے امید کرتا ہوں کہ بار خاطر نہ ہوگا ۔

خاکسار شیخ بشیر احمد عفی عنہ

مکتوب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

ھُوَ النَّاصِرُ

سیدنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل کے نوائے وقت میں مولوی مودودی کے اس بیان کی نقل چھپی ہے ۔ جو مودودی صاحب نے جماعت احمدیہ کے خلاف عدالت میں دیا ہے ۔ شاید اور اخباروں میں بھی چھپے ۔ چونکہ مودودی کو ملمع سازی کا فن آتا ہے ۔ اور تحریر عموماً واضح اور متعلقہ امور پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے بعض دوست جو جلدی میں یکطرفہ رائے کے عادی ہوتے ہیں ۔ وہ گھبرا جاتے ہیں...
...... اس کا ازالہ ہونا چاہیئے سو اس صورت میں اس بات پر غور ہونا چاہیئے کہ کیا اس کے جواب میں اپنا جواب چھاپ دیا جائے ۔ ہمارا جواب دو ٹکڑوں میں ہے ایک حوالوں کے انکار و اقرار

کی صورت میں اور دوسرا مفصل تبصرہ تیار کردہ شمس صاحب۔ ہر دو جوابوں کو حضور دیکھ کر منظور فرما چکے ہیں۔

حضور نے ارشاد فرمایا "اطلاع ہوئی جزاہم اللہ"

والسلام خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۲/۱۰/۵۳

(ارشاد حضرت مصلح موعود بقلم سیّدہ اُمّ متین صاحبہ)

مَیں متواتر کہہ چکا ہوں۔ کہ آپ وکیلوں سے اس بارے میں پوچھیے کہ چھپوایا جائے یا نہیں اگر ان کے نزدیک چھپوانے میں حرج نہ ہو۔ تو عدالت کے سامنے یہ معاملہ پیش کر دیں کہ اب دوسرے لوگ چھاپ رہے ہیں تو ہم بھی چھاپنے پر مجبور ہیں۔

مکتوب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

هو الناصر

سیدنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل لاہور کے وکلاء دوست کہہ گئے تھے کہ اب جواب میں ہماری طرف سے بھی جوابات کی اشاعت ہونی چاہیئے خصوصاً مودودی صاحب کے بیان کا جواب۔

آج محترمی مرزا عبدالحق صاحب کے ساتھ بات ہوئی تو انہوں نے اس کی پُرزور تائید کی کہ اب پبلک میں جواب کا انتظار ہے۔ خصوصاً انہوں نے کہا کہ سات سوالوں والا مفصل جواب المصلح میں بھی شائع ہو جانا چاہیئے۔

سو اگر حضور اجازت دیں تو کیا سات سوالوں والا جواب المصلح میں اشاعت کے لیے بھجوا دیا جائے۔ یہ جواب حضور کا دیکھا ہوا بلکہ تیار کیا ہوا ہے۔ البتہ جنازہ والے سوال میں اس نوٹ کے دینے کی ضرورت ہوگی کہ امام احمدی ہونا چاہیئے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۷/۱۰/۵۳

چھپوا دیا جائے آخر امام کا جھگڑا اس وقت پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فتویٰ تو دیا ہی نہیں گیا۔ آئندہ غور کرنے کا لکھا ہے۔ اس کے لئے امام کا کیا سوال ہے۔ (ارشاد حضرت مصلح موعود)

بعض دیگر اہم خطوط: تحقیقاتی عدالت کے سلسلہ میں بعض دیگر اہم خطوط درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت محترم مکرم حضرت میاں صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

.........اس وقت حسب ذیل عملہ یہاں کام کر رہا ہے۔

۱۔ مکرم درد صاحب
۲۔ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ
۳۔ مولوی محمد صدیق صاحب
۴۔ مرزا عبد السمیع صاحب کلرک
۵۔ سید داؤد احمد صاحب کلرک
۶۔ چوہدری نور الدین صاحب کلرک
۷۔ عابد حسین صاحب ٹائپسٹ
۸۔ سلیم اللہ مددگار کارکن لائبریری
۹۔ باورچی
۱۰۔ ڈرائیور۔ جو آج واپس چلا گیا
۱۱۔ مولوی عبد الغفور صاحب لاہور
۱۲۔ مولوی محمد اشرف صاحب۔ لاہور
۱۳۔ ان کے علاوہ دو تین اور احباب مثلاً ایک مزید ٹائپسٹ اور دوسرے کارکن ہوتے ہیں۔
۱۴۔ باہر سے جب وکلاء آجاویں تو مزید خرچ ہوتا ہے۔
۱۵۔ خاکسار۔ غلام مرتضیٰ از لاہور ۔ ۴/۱۱/۵۳

۲ - بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ربوہ
تاریخ ...... دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ع

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ

بخدمت مکرم محترم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور کا ارادہ کل دوپہر کو لاہور کے لیے روانہ ہونے کا ہے۔ آپ اور ملک غلام فرید صاحب اور مرزا مبارک احمد صاحب بھی لاہور جائیں گے۔ نیز فرمایا کہ غالباً مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو مقامی امیر اس عرصہ میں تجویز کرنا ہوگا۔

خاکسار عبدالرحمن انور ۔ پرائیویٹ سیکرٹری
۱۱/۱/۵۴ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

۳ - بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۔ خاص خاص دوستوں کو دعا کی تحریک کر دی ہے۔

۲۔ اگر کئی دوست پوچھتے ہیں کہ کیا ہم اپنے طور پر شہادت کے موقع پر لاہور جائیں تو اس میں کوئی روک تو نہیں سو اس بارے میں ہدایت فرمائی جائے۔

۳۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ کمرہ عدالت کے اندر جانے کا تو سوال ہی نہیں بلکہ باہر کے احاطہ میں بھی غالباً پولیس لوگوں کے ہجوم کو روکے گی اور ویسے بھی اس موقعہ پر جماعت کی طرف سے کسی قسم کا Demonstration وغیرہ نہیں ہونا چاہیئے اور تعداد کی غیر معمولی کثرت بھی ایک رنگ کا مظاہرہ ہی ہوتا ہے۔ غالباً عدالت بھی اسے پسند نہیں کرے گی اور اس سے بالمقابل مظاہرہ کی بھی بنیاد قائم ہوتی ہے۔

۴۔ البتہ حضور کے ارشاد سے جامعہ مبشرین کے طلبہ اور اساتذہ جا رہے ہیں اور باقی انتظام حسب ضرورت لاہور کے دوستوں کے ذریعہ ہو جائے گا جس کے لیے عزیز میاں مبارک احمد

انتظام کر رہے ہیں۔

۵۔ میں نے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کو علی الحساب Rs. ۵۰۰/- دے دیا ہے اور اس قدر رقم زائد بھی لے جا رہا ہوں جو ملک غلام فرید صاحب کے سپرد کر دی ہے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۲/۱/۵۴

" فرمایا ٹھیک ہے آپ کی بات"

(ارشاد حضرت مصلح موعود)

۴۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

درد صاحب نے کہا تھا کہ اطلاع کر دی جائے کہ

۱۔ گواہی بیٹھ کر ہوتی ہے جس کے لیے چیف جج فوراً گواہ کو کہہ دیتے ہیں کہ بیٹھیے۔

۲۔ ہر سوال خواہ جج کی طرف سے ہو یا کسی وکیل کی طرف سے اس کا جواب جج کی طرف مخاطب ہو کر دیا جاتا ہے گو سوال سننے کے وقت سوال کرنے والے وکیل کی طرف منہ کر لیا جاتا ہے۔

۳۔ ہر سوال اور جواب پر جج صاحب خود سوال و جواب املا کراتے ہیں اور اس کے لیے ہر سوال اور ہر جواب کے بعد خفیف سا وقفہ ہوتا ہے۔

۴۔ شیخ صاحب کہتے ہیں کہ گواہ اپنے پاس ضروری نوٹ رکھ سکتا ہے

۵۔ شیخ صاحب خود جج صاحبان سے کہہ دیں گے کہ چونکہ سب حوالہ جات یاد نہیں ہوتے اس لیے وہ حسب ضرورت بعد میں پیش کر دیئے جائیں گے۔

۶۔ میاں مبارک احمد رستہ دیکھنے اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب سے مقامی دوستوں کے متعلق مشورہ لینے کے لیے گئے ہیں کہ اگر زیادہ وسیع اجازت ہو تو مقامی دوستوں میں سے کس کس کو رکھ لیا جائے۔

۷۔ محمد اقبال صاحب سب انسپکٹر نے بھی اپنی ڈیوٹی ہائی کورٹ میں لگوا لی ہے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۳/۱/۵۴

" پانچ آدمی اگر ہوں تو آپ، ملک صاحب، ناصر احمد، مولوی ابو العطاء اور اندر پہرہ کیلئے مبارک احمد یا ظہیر مگر سمجھا دیا جائے صرف آنکھ سے کام لیں کورٹ کا ادب مدِّنظر رکھیں۔"

(ارشاد حضرت مصلح موعود)

۵ - بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری

ربوہ
تاریخ ...... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نمبر ع

بخدمت مکرم محترم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہٖ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد لاہور روانہ ہو رہے ہیں۔ آپ اور دیگر علماء کرام ساتھ ہوں گے یعنی مولوی ابو العطاء صاحب۔ مولوی سیف الرحمن صاحب۔ مولوی محمد یعقوب صاحب۔ ملک غلام فرید صاحب اور مولوی نذیر احمد علی صاحب کو کراچی تار بھجوائی جا رہی ہے کہ وہ جمعہ کی شام تک لاہور پہنچ جائیں۔

نیز حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر باورچی کا اپنا انتظام کر لیا جاوے تو لوگوں کی دلجمعی کا موجب ہوگا اور کھانا بھی اچھا مل سکے گا۔

نیز فرمایا جامعۃ المبشرین کے طلبہ کی اس دفعہ ضرورت نہ ہوگی۔

خاکسار عبدالرحمن انور ۲۷/۱/۵۴

۶- بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

ربوہ
تاریخ ...... دفتر پرائیویٹ سیکرٹری

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ ع

بخدمت مکرم محترم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہٖ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ملک غلام فرید صاحب اور مولوی

نذیر احمد علی صاحب کو اطلاع بذریعہ تار دے دی جاوے کہ وہ جمعہ کے دن لاہور پہنچ جائیں۔ حضور بھی اس تاریخ لاہور پہنچ رہے ہیں۔

خاکسار

عبدالرحمٰن انور ۲۷/۱/۵۴

پرائیویٹ سیکرٹری
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی | مہر

تار دی گئی۔ مرزا بشیر احمد ۲۷/۱/۵۴

۷۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس حضرت میاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کرمی شیخ بشیر احمد صاحب بحث کر رہے ہیں اور نہایت اطمینان سے کر رہے ہیں اور حضور کے فرمودہ نوٹ کے متعلق حوالہ جات پیش کر رہے (ہیں)

والسلام
خاکسار۔ غلام مرتضیٰ
۳/۲/۵۳[1] وقت ۲/۱۵ PM

۸۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس حضرت میاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مؤرخہ ۲۴ فروری ۱۹۵۴ء بوقت دس بجے صبح مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنی بحث ختم کی۔ اس کے بعد مسٹر یعقوب علی صاحب نے جواب دیا اور اس کے بعد چوہدری محمد حسین چیمہ وکیل انجمن احمدیہ اشاعت اسلام نے ...... اپنا کیس پیش کیا۔ چیف صاحب نے فرمایا کہ لنچ کے بعد مذہبی حصّہ کی بحث شروع ہوگی۔ عدالت سوالات کرے گی اور ہر فریق

---

[1] سہواً ۵۳ لکھا گیا ہے اصل میں ۱۹۵۴ء ہے

کو اس کے جوابات دینے ہوں گے ۔ چنانچہ آج بعد دوپہر مولانا مرتضیٰ احمد میکش نے مجلس عمل کی طرف سے [1] شروع کیا ۔ چیف صاحب نے بھی فرمایا کہ یہ مذہبی حصہ بحث کا ہفتہ تک یعنی ۲۷ فروری ۱۹۵۴ء تک ختم ہو جائے گا ۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے آج Aggressive تبلیغ کے متعلق بحث کی اور بلوچستان والے خطبہ جمعہ کی وضاحت بھی کی ۔ دوران بحث میں کیانی صاحب نے فرمایا کہ تبلیغ کرنا آپ مذہبی فرض سمجھتے ہیں ۔ اس لئے ہم اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے ہاں یہ فیصلہ ہمارا کام ہے کہ آیا ایک خاص تحریر Aggressive تبلیغ ہے یا نہیں ۔ شیخ صاحب کی بحث کے دوران میں کیانی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ ایک دوست کی حیثیت سے میرے پاس آکر تبلیغ کرتے ہیں تو میکش صاحب کو اس پر معترض نہیں ہونا چاہیئے ۔ چیف صاحب نے بھی اُن کی تائید کی بہر حال شیخ صاحب نے نہایت مؤثر طریق پر بحث کی ۔ میکش صاحب نے آج بعد دوپہر مذہبی حصہ پر حوالہ جات پیش کئے ۔ کل سوال نمبر ۷ اور Politics Religion سوال پر بحث ہوگی ۔ بظاہر نظر آتا ہے کہ کل بارہ بجے تک میکش صاحب اور مولوی مظہر علی اظہر اپنی بحث ختم کر لیں گے اور بعد دوپہر ہماری باری شروع ہو جائے گی ۔

آج ٹیلیفون پر آپ کو اطلاع دینے کی کوشش کی لیکن Connection نہ مل سکا ۔

والسلام خاکسار غلام مرتضیٰ از لاہور

۲۴/۲/۵۴

نوٹ منجانب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ۔

" فوری بحضور سیدنا مرسل ہو آخری فقرہ میں شاید جلدی آنے کا اشارہ ہے گو شاید جاتے جاتے بحث ختم ہو جائے ۔ چوہدری صاحب بھی کل صبح یہاں آرہے ہیں ۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ۲۵/۲/۵۴ بوقت صبح "

(جواب منجانب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب)

---

[1] یہاں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے ناقل ۔

"حضور نے فرمایا ہے کہ لاہور فون کر کے معلوم کیا جائے کہ کیا اب بھی ہمارے وہاں آنے کی ضرورت رہ گئی ہے

خاکسار

عبدالرحمٰن انور ۲۵/۲/۵۴

۹۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لاہور میں شیخ بشیر احمد صاحب کے نمبر پر فون کیا جائے کہ چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب کا خط آیا ہے کہ بحث جلدی جلدی ختم ہو رہی ہے اور غالباً ہماری بحث کی باری آج بعد دوپہر آجائیگی اس پر حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اب کیا ہمارے وہاں آنے کی ضرورت رہ گئی ہے نیز کہدیا جائے کہ غالباً اگر آج دوپہر کو ہماری بحث شروع ہو تو موجودہ رفتار کے لحاظ سے آج شام تک یا کل دوپہر تک ختم بھی ہو جائے گی

ارجنٹ فون کیا جائے اور فون پر دو صاحب یا شیخ صاحب یا خادم صاحب یا چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب کو بلایا جائے اور ان کا جواب نوٹ کر لیا جائے۔ ایک وقت میں صرف دو آدمیوں کا نام دیا جا سکتا ہے اگر گھر پر نہ ملیں تو بار روم ہائی کورٹ کے نمبر پر بلالیا جائے وہ چیف جج کے کمرے میں ہوں گے۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد ۲۵/۲/۵۴

۱۰ - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدنا!

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خط والا آدمی لاہور پہنچ گیا ہے اور اس پر لاہور سے شیخ بشیر احمد صاحب نے حسب ذیل فون کیا ہے:۔

"خادم صاحب نے دوپہر سے بعد بھی ختم نبوت پر بحث کی اور بعض آیات اور حوالہ جات پیش کیے اور ابھی یہ بحث ختم نہیں ہوئی انشاء اللہ ہماری بحث ہفتہ تک تو یقینی جاری رہے گی اور اس کے آگے بھی جاری رہنے کی امید ہے۔ خادم صاحب نے اچھی بحث کی ہے بہتر یہی ہے کہ حضور تشریف لے ہی آدیں۔ ججوں نے کہا ہے کہ ختم نبوت کے موضوع کو

بہت اہمیت دی گئی ہے اس لیے ہم اس موضوع پر مفصل بحث سُننا چاہتے ہیں۔ حضور کے خط میں جن خدشات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کا امکان نہیں ہے حضور تشریف لے آئیں۔
نیز کہا مولوی ابوالعطاء صاحب سے کتاب تحقیق الجہاد لیتے آئیں۔

خاکسار

مرزا البشیر احمد ۲۵/۲/۶۴

اشاریہ

جلد شانزدہم

مرتبہ: ریاض محمود باجوہ شاہدؔ

شخصیات ---------- ۱

مقامات ---------- ۲۶

کتابیات ---------- ۳۶

اسمآء

آ

حضرت آدم علیہ السلام ۳۷۳، ۳۷۶، ۴۰۰

آفتاب احمد، شیخ ۳۷

آل احمد ترکستانی، حکیم ۲۰۱

آئی آئی چندریگر ۹، ۲۴۷، ۲۵۱

ا

ابرار احمد ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۷۳

حضرت ابراہیم علیہ السلام ۳۷۲، ۳۹۹، ۴۰۰

ابراہیم، مستری ۸۳، ۵۷۷

ابراہیم علی چشتی ۴۷۰

ابن انشاء ۵۰۵

ابن تیمیہ، امام ۴۷۳

ابن حجر عسقلانی، حافظ ۳۴۲

ابن حسن ۱۰۵

ابن علقمہ، امام ۳۴۲

ابن معین، امام ۳۴۲

ابوالبشارت عبدالغفور ۱۶۹، ۲۸۱، ۳۱۵، ۵۹۸، ۶۰۳

ابوالحسن محمد یحییٰ ۶۴

ابوالاعلیٰ مودودی ۲۴۴، ۲۵۵، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۶، ۳۳۱، ۳۴۱، ۳۴۶ تا ۳۵۱، ۳۵۸، ۳۶۳، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۲، ۳۸۷، ۳۹۱، ۳۹۸، ۴۰۵، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۳۳، ۴۴۰، ۴۵۱، ۴۶۱، ۴۶۶، ۴۷۰، ۴۷۳، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۹۲ تا ۴۹۴، ۵۱۵، ۵۱۶ تا ۵۲۱، ۵۲۳ تا ۵۲۵، ۵۹۱، ۶۰۱، ۶۰۲

ابوالعطاء جالندھری ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۶، ۳۰۳، ۵۸۴، ۶۱۰

ابوبکر صدیقؓ ۳۲۲، ۳۳۱، ۴۷۰

ابوجہل ۳۲۱، ۴۰۳

ابوذر بخاری، سید ۳۴۱

ابوعبداللہ، امام ۳۴۱

ابوعیسیٰ اسحاق اصفہانی ۳۹۶

احتشام الحق، ملاّ ۳۹۱

احسان احمد شجاع آبادی، قاضی ۵۰۹

احسان اللہ شکور ۱۹۲

احمد، مولوی ۵۱۱

احمد خان، ملک ۱۳۵

احمد خان نسیم ۲۳۵

احمد دین ۵۸۱

احمد دین، شیخ ۵۸۵

احمد رضا خان بریلوی ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۴۰، ۴۷۰

احمد سرہندی مجدد الف ثانی، سید ۳۳۵

احمد سعید کرمانی ۳۱۹، ۳۲۰، ۴۵۱

احمد شاہ، حکیم پیر ۶۷

احمد شاہ، مولوی ۲۳۱

احمد علی، مولانا ۳۲۰، ۴۶۵، ۴۷۰

احمد علی خاں، چوہدری ۳۵۳

احمد مسعود نصراللہ خاں ۷۸

اختر علی خان، مولانا ۲۷۰، ۲۸۷، ۲۹۰، ۳۱۹، ۳۲۰، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۴۹، ۵۲۸، ۵۴۲

ارشاد ۵۹۸

ارشاد محمد ۳۵

اسحاق الاخراس المغربی ۳۹۶

اسداللہ خاں، چوہدری ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۷۲، ۴۳۵، ۶۰۵

اسرار احمد، ڈاکٹر ۵۲۳

اسود عنسی ۳۹۵

اشرف علی تھانوی ۳۳۲، ۵۰۹

اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر ۴۴۴، ۴۵۴

اصغر حسین، سید ۱۰۰

اعجاز احمد، ڈاکٹر ۱۶۰

اعجاز احمد، شیخ ۴۲۵

اعجاز احمد، مولانا سید ۱۹۲

اعجاز احمد شاہ ۲۶، ۵۷۷

اعجاز الحق ۱۵۴

اعجاز نصراللہ ۲۳۹، ۵۸۸

اعجاز ولی ۳۳

اعظم، جنرل ۵۰۱

افتخار احمد ۱۲۰

اقبال الدین، شیخ ۱۸۴، ۵۸۴

اقبال حسین ۵۸۱

اقبال محمدؐ خان ۵۷، ۵۹

اکبر علی ۱۶۲

اکبر علی، چوہدری ۱۷۰

الطاف حسین حالیؔ ۳۲۷

اللہ بخش ۱۹۰

اللہ بخش ۲۹، ۵۷۷

اللہ بخش، میاں ۵۹۵

اللہ بخش، مستری ۱۶۲

اللہ دتہ، حکیم ۵۷۹

حضرت الیاس علیہ السلام ۳۹۹

الیاس برنی، پروفیسر ۳۴۲

امام بخش ۱۶۷

امام دین، مستری ۶۳

اُمۃ القیوم ۱۵۶

امجد علی، ماسٹر ۶۲

امجد علی خاں ۱۹۱

اُمّ داؤد صالحہ خاتون ۱۵۵

اُمّ متین، سیّدہ ۳۱۲، ۵۸۷، ۶۰۲

امین احسن اصلاحی ۳۵۰، ۴۲۲، ۴۶۸، ۵۲۲

امین الدین، میاں ۲۴۷، ۲۹۴

انورالدین، پیر ۵۷۷

انور احمد ۵۸۳

انور شاہ دیوبندی ۵۳۴

انور علی، میاں ۳۱۸

انور علی آئی جی پولیس ۳۵۱، ۵۶۴، ۵۶۷

اے آر شبلیؔ ۴۴۳

ایان سٹیفنز ۵۷۱

ایچ نیاز احمد ۱۷۰

ایس غیاث الدین احمد ۲۴۱، ۲۴۵

ایکٹن، لارڈ ۱۵۲

ایم۔ آر کیانی، جسٹس ۲، ۲۹۴، ۳۱۹، ۴۸۸، ۴۹۱، ۴۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۶۰۸

ایم۔ اے، چوہدری ۵۰۳

ایم۔ اے کرانڈکر ۴۹۱

ایم۔ ڈی سٹیپننٹس ۴۹۶

ب

بارتھالومیوڈے ۱۵۲، ۱۵۳

باقر، ملّا ۳۸۷

باگ علی ۱۰۱

بخشی ۲۷۳

برکت اللہ خاں، ملک ۲۹

برکت علی، ملک ۔ لاہور ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۶۹
۲۵۳، ۵۷۶
بسمارک، پرنس ۳۴۷
بشارت احمد جوئیہ، کرنل ۲۵۴
بشیر الدین محمود احمد، مرزا خلیفۃ المسیح الثانی
۱۷، ۲۱، ۶۹، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۳۰ تا ۱۳۲
۱۳۴ تا ۱۳۹، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۶۶
۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۹۰
۱۹۲، ۱۹۷، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۲
۲۱۴، ۲۱۶ تا ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۴۰ تا ۲۴۲
۲۴۴ تا ۲۴۷، ۲۴۹ تا ۲۵۲، ۲۷۲، ۲۷۴
تا ۲۷۶، ۲۷۹ تا ۲۸۲، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۹
۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۱ تا ۳۰۴
۳۱۱، ۳۱۲، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۴، ۳۴۲
۳۴۳، ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۵۱، ۳۵۹، ۳۶۶
۳۷۱، ۴۰۶ تا ۴۰۸، ۴۱۱، ۴۱۴، ۴۱۵
۴۱۸، ۴۳۳، ۴۴۶، ۴۴۹، ۴۵۵
۵۰۰، ۵۰۱، ۵۳۱، ۵۷۷، ۵۸۷
۵۸۹ تا ۶۰۰، ۶۰۲، ۶۰۴ تا ۶۰۷
بشیراں بیگم ۱۰۸
بشیر احمد، بابو ۱۳۰
بشیر احمد، پھلوکی ۵۷۸

بشیر احمد ۔ جنڈالوالہ ۵۸۲، ۵۸۳
بشیر احمد، چوہدری ۔ داتہ زیدکا ۹۳
بشیر احمد، چوہدری ۔ ڈپٹی ڈائریکٹر وزارتِ صحت
۴۲۵
بشیر احمد ۔ ڈگری ہریاں ۸۷، ۵۸۰
بشیر احمد، قاضی ۔ راولپنڈی ۳۳
بشیر احمد، قاضی ۔ شیخوپورہ ۹۶، ۵۸۱
بشیر احمد، ملک ۔ سندھ ۵۸۵
بشیر احمد، منشی ۵۸۲
بشیر احمد، میاں ۔ فیصل آباد ۱۰۸
بشیر احمد، میاں ۔ مگھیانہ ۱۲۶
بشیر احمد بن خواجہ غلام نبی ۳۲
بشیر احمد ابن چوہدری فقیر محمد ۵۷۷
بشیر احمد ایڈووکیٹ، شیخ ۱۵۱ تا ۱۵۴، ۱۵۶
۱۵۹، ۱۷۲، ۲۳۲، ۳۰۰ تا ۳۰۵، ۳۰۷
۳۰۸، ۳۱۳، ۳۱۹، ۳۷۲، ۴۱۸، ۴۳۳
۵۸۴، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۷ تا ۶۰۹
بشیر احمد ایم ۔ اے، مرزا ۱۳۶، ۲۱۹
۲۵۰، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۹۷، ۳۰۰
۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۲۰، ۴۱۲، ۴۱۸
۵۸۹ تا ۵۹۳، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۲، ۶۰۴
۶۰۶ تا ۶۱۰

بشیر احمد بھٹی ۵۷۷

بشیر احمد زاہد ۵۸۳

بہادر خاں، سردار ۴۵۳

بہاء اللہ ۳۲۲

پ

پٹیل، راؤ ۱۱، ۵۵۴

پریم ناتھ بزاز ۵۶۲

پگاڑا، پیر ۱۸۷، ۱۸۹، ۲۳۰

پولوس ۳۹۹

ت

تاجدین انصاری ۴۴۸، ۴۹۳، ۵۱۹

ٹ

ٹرومین ۴۲۹

ث

ثاقب زیروی ۲۵۳، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۶۷، ۴۳۵

ثناء اللہ امرتسری ۵۳۴

ج

جعفر صادق، امام ۳۲۸، ۳۳۸

جلال الدین شمسؔ ۱۳۰، ۱۹۲، ۲۱۸، ۳۰۳ تا ۳۰۵، ۴۱۵، ۴۳۴، ۴۷۱، ۵۸۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۲، ۶۰۳

جلال گجر ۵۷

جماعت علی شاہ، پیر ۳۳۴

جمال احمد ۱۵۱، ۱۶۶ تا ۱۶۹، ۵۷۵

جمال الدین، چوہدری ۱۲۹، ۱۳۴، ۱۳۶، ۵۸۳

جمیل ابن حکیم نور محمد ۱۹۱

جواہر لال نہرو ۱۱، ۲۷۳

جہان خان ۵۹۰

جہان داد خاں، راجہ ۱۰۵

جی۔ ایم منصور ۲۳۷، ۲۳۹

جھنڈا خاں، میاں ۵۷۸

چ

چارلس نہم ۱۵۲

چاند بیگم ۱۷۲



ح

حارث دمشقی ۳۹۶

حاکم علی ۵۸۲

حاکم علی، چوہدری ۱۴۴

حامد علی خاں ۱۱

حامین من اللہ ماعکاسی ۳۹۶

حبیب احمد، شہزادہ ۲۵۲

حبیب اللہ، شیخ ۳۲

حرام بن ملحان ۲۷۵

حسن بی بی ۸۹

حسن محمد خاں عارف ۳۰۱

حسینؓ، امام ۳۱۰

حشمت اللہ ۱۰۸

حفظ الرحمٰن ۳۵۳

حمید احمد ۱۲۳

حمید احمد ۔ بھیا نوالہ ۷۸

حمید احمد، قاضی ۳۳

حمید احمد ستیاسی ۱۴۰

حمید نظامی ۳۴۳، ۵۰۲، ۵۱۵

حیاء الدین، جنرل ۴۰۴

خ

خادم حسین، پیر ۱۳۲

خادم حسین ۵۷۹

خدا بخش ۱۰۷۴

خدا بخش، منشی ۵۸۲

حضرت خضر علیہ السلام ۴۷۹

خلیل احمد ۳

خلیل احمد بی۔ اے بی ٹی ۱۰۰، ۱۰۲

خلیل احمد قریشی ۳۰۱

خورشید احمد، چوہدری ۵۸۴

خورشید بیگم ۶۳

خورشید عالم ۵۸۰

خوشی محمد، کرنل ۶۶، ۶۹

د

حضرت داؤد علیہ السلام ۱۹، ۴۰۰

داؤد احمد، سید ۶۰۳

داؤد غزنوی، مولانا ۳۱۹، ۳۳۰، ۴۷۰، ۵۰۹

دحیہ کلبی ۲۱۲

دستی ۴۲۴

دوست محمد خاں، چوہدری ۱۱۷

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت ۲۱۷، ۳۱۹
۵۸۸ تا ۵۹۲، ۵۹۸
دیدار علی، مولوی ۳۳۳
دین محمد، چوہدری ۹۲، ۵۸۰
دیوان سنگھ مفتون ۵۷۳

ڈ

ڈانلڈ ولبر ۵۶۹
ڈلڈائن، ڈبلیو۔ جی ۵۵۵، ۵۵۶
ڈی کالگنی، ایڈمرل ۱۵۲

ذ

ذوالفقار علی، نواب سر ۴۲۶

ر

رازی، امام ۳۳۵
راغب، امام ۳۳۵
رحمت الٰہی، حافظ ۱۶۹
رحمت بی بی ۱۰۸
رحمت علی ۵۸۴
رحمت علی پوسٹماسٹر ۱۳۲
رحیم بخش، حکیم ۱۱۵، ۵۸۲
رحیم بخش ولد شیخ دیوان احمد ۱۴۷
رشید احمد، ڈاکٹر ۱۲۳
رشید احمد بٹ ۲۵۳
رشید احمد چغتائی ۲۶
رشید احمد ساہی ۵۸۳
رفعت محمود ۱۵۴
رفیق، ڈاکٹر ۱۶۸
ریاض احمد، چوہدری ۲۶
ریاض الدین، مولانا ۳۳۸

ز

زہرہ بیگم ۵۶، ۵۷
زیڈ اے سہری ۱۷
زین العابدین ولی اللہ شاہ، سید ۱۲۶، ۱۲۷
۲۰۸، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۵۲
۲۷۶، ۲۷۸، ۵۸۸، ۶۰۴
زینب النساء بیگم ۳۵
زینب اہلیہ میاں عبدالرحمان صابر ۶۱

س

ساجدہ خانم ۲۵۴
سجاح نبیّہ کاذبہ ۳۹۵

سدے خاں، منشی ۱۱۳
سراج الدین ۱۵۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۵۳، ۵۷۶
سراج الدین ۔ بگھیانہ ۵۸۴
سراج الدین، ملک ۵۷۹
سراج الدین منیر، غازی ۴۶۱، ۴۶۶
سردار احمد، چوہدری ۱۲۰
سردار احمد ۔ گھسیٹ پورہ ۵۸۳
سردار بیگم ۱۱۷
سردار بیگم زوجہ احمد علی خاں ۳۵۴
سردار خاں، چوہدری ۵۸۳
سردار خاں، چوہدری ۔ ٹہڑی کہوٹہ ۲۶
سردار علی، چوہدری ۱۰۷
سردار محمد ۳۱
سرفراز حسین ۱۴۸
سرور محمد خان ۵۷۹
سعید احمد ملک ۴۷۱، ۵۳۳
سفیان ثوری رحہ ۳۴۲
سکندر مرزا ۶
سلطان احمد، مولانا ۵۲۰
سلطان احمد ۔ نواب شاہ ۵۸۵
سلطان احمد، پیر کوٹی ۲۷۶
سلیم اللہ ۔ نوشہرہ ۵۸۶
سلیم اللہ ۔ مددگار کارکن ۳۰۳، ۶۰۳
حضرت سلیمان علیہ السلام ۴۰۰
سلیمان منصور پوری، سید ۵۳۴
سلیمان ندوی، سید ۳۲۰، ۴۸۵
سمیع الرحمان ۳۵۳
سمیع اللہ بھٹی ۱۷۱
سولی، مؤرخ ۱۵۲
سید احمد، مولوی ۳۳۴
سیف الرحمان، ملک ۶۰۶
سیف پالمپوری ۵۵۲

ش

شاہ محمد، چوہدری ۱۰۰
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۲۹۸
شبیر احمد عثمانی، مولانا ۴۲۳، ۴۵۸
شریح الدین ۲۲۰
شریف احمد، مرزا ۲۵۴، ۲۵۷، ۲۵۹ تا ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۷۰، ۲۷۳، ۲۸۱، ۳۱۸، ۴۲۶، ۵۷۶
شریف احمد، میاں ۔ فیصل آباد ۱۰۸
شریف احمد، میاں ۔ لاہور ۱۷۰

شریف احمد امینی ۵۳

شریف احمد باجوہ، چوہدری ۴۰۸

شریف احمد خالد ۱۳۳

شریف کشمیری ۵۷۸

شعبہؒ، امام ۳۴۲

شمیم شوکت ۱۰۸

شہاب الدین۔ مردان ۵۸۵

شور بازار، مُلاّ ۳۸۷

شورش کشمیری ۵۰۶، ۵۱۲، ۵۱۴، ۵۲۰

شیر محمد عالی ۷۰، ۵۷۹

شیر محمد موچی ۷۸

ص

صابر، مولوی ۴۹

صاحب دین، شیخ ۴۴

صاحبزادہ، مولانا ۵۰۹

صادقہ بیگم ۶۳

صالح محمد ۵۳۲

صدیق احمد، میاں ۱۰۸

صدیق الحسن گیلانی ۳۵۴

صدیق حسن خاں، نواب ۳۲۷

صفدر حسن صدیقی ۳۱۹

صفدر خان ۶۹، ۷۰، ۷۲

صفیہ بیگم ۱۰۸

صلاح الدین، چوہدری ۱۳۴، ۱۳۵

ض

ضمیر احمد، میاں ۱۰۸

ضیاء الدین، مولوی ۱۴۴

ضیاء الدین آف حافظ آباد ۵۷۸

ضیاء الدین ولد میاں روشن دین ۱۰۱

ط

طایا زنکن ۴۹۵

طفیل محمد، میاں ۴۶۱

طلیحہ اسدی ۳۹۵

ظ

ظفر الدین، حکیم ۹۶

ظفر علی، چوہدری ۵۷۸

ظفر علی خاں، مولانا ۵۲۸، ۵۲۹

ظفر محمد ظفر ۱۳۳، ۵۸۴

ظہور احمد، چوہدری ۲۴۹

ظہورالدین ایڈووکیٹ ۵۹۶

ع

عابد حسین ۶۰۳
عاشق محمد خاں، میاں ۱۲۱ تا ۱۲۳
عائشہ الٰہی ۲۳۱
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۴۷۰
عباداللہ گیانی ۴۱۰
عبدالاحد خانپوری ۲۳۷، ۲۳۸
عبدالبہاء ۳۲۲
عبدالتواب، مولوی ۸۲
عبدالجبار غزنوی ۵۳۴
عبدالجلیل شاہجہانپوری ۱۶۵
عبدالجلیل عشرت ۴۱۲
عبدالحامد بدایونی، مولانا ۳۹۱، ۴۶۰، ۴۶۷
عبدالحق، مولوی ۱۳۰
عبدالحق۔ نین کے توروے ۹۰
عبدالحق ایڈووکیٹ، مرزا ۵۹۵، ۶۰۲
عبدالحق غزنوی ۳۳۰
عبدالحکیم ۱۵۲
عبدالحکیم، مولوی ۵۷۵
عبدالحکیم، میاں ۱۶۰، ۱۶۴
عبدالحکیم ایم۔ اے، ڈاکٹر خلیفہ ۳۰۰
عبدالحکیم قاسمی، مولانا ۴۷۰
عبدالحمید ۱۶۲
عبدالحمید۔ درویش قادیان ۱۶۵
عبدالحمید۔ سلطان پورہ ۱۶۳
عبدالحمید، شیخ ۱۵۹
عبدالحمید، قاضی ۵۸۰
عبدالحمید۔ ونجواں ۵۸۳
عبدالحمید آڑھتی، چوہدری ۱۰۷
عبدالحمید بٹ ۵۷۹
عبدالحمید ٹیلرماسٹر ۴۰
عبدالحمید منیم ۱۰۷
عبدالحنیف بدایونی، مولانا ۴۹۲
عبدالحیٔ، مولوی ۸۲
عبدالحیٔ آئرن مرچنٹ ۵۸۳
عبدالرب، ملک ۲۷۰، ۲۷۱، ۵۷۶
عبدالرب نشتر، سردار ۴۲۹
عبدالرحمان۔ جھنگ مگھیانہ ۵۸۴
عبدالرحمان، چوہدری ۱۱۵
عبدالرحمان۔ سیٹھالہ ۵۸۲
عبدالرحمان۔ سمندری ۵۸۳

عبدالرحمٰن، قریشی۔ سکھر ۵۸۵

عبدالرحمٰن، قریشی۔ شہزادہ ۹۱

عبدالرحمٰن۔ ملتان ۳۰۷

عبدالرحمان، ملک ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷

عبدالرحمٰن، میاں ۷۸

عبدالرحمٰن انور۔ ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۸۰، ۵۹۰، ۵۹۱، ۶۰۴، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۹

عبدالرحمٰن خادم ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۷، ۴۳۴ تا ۴۴۰، ۵۹۳، ۵۹۵، ۵۹۷، ۶۰۰، ۶۰۹

عبدالرحمٰن شمس ۱۲۷، ۵۸۴

عبدالرحمان صابر ۶۰

عبدالرحمٰن سیکرٹری بہشتی مقبرہ، قادیانی ۲۷۵

عبدالرحمٰن مدراسی ۵۰۰

عبدالرحمان وکیل، شیخ ۸۳، ۵۷۷

عبدالرحیم، حکیم ۱۷۰

عبدالرحیم، خلیفہ ۶۷

عبدالرحیم، شیخ ۱۶۰

عبدالرحیم اشرف ۴۱۸، ۵۰۲، ۵۱۶، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۶، ۵۲۴

عبدالرحیم پراچہ، شیخ ۱۷، ۳۰۷

عبدالرحیم درد ایم۔ اے ۲۱۸، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۱۳، ۳۱۷، ۵۸۸، ۵۹۳، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۳، ۶۰۵، ۶۰۹

عبدالرحیم ڈسپنسر ۱۶۶

عبدالرحیم شاہ ۱۸۵، ۵۸۵

عبدالرحیم شبلی ۴۴۳

عبدالرحیم صراف ۱۱۷

عبدالرحیم عارف ۱۲۶، ۱۲۷، ۵۸۴

عبدالرحیم کمپاؤنڈر ۱۶۸

عبدالرزاق کمپاؤنڈر ۱۶۱، ۱۶۳

عبدالرشید، چوہدری ۶۷، ۷۳

عبدالرشید، شیخ ۱۷۰

عبدالرشید۔ لاہور ۱۷۱

عبدالرشید ولد عبدالرحمٰن ۱۲۰

عبدالرشید ولد ماسٹر چراغ دین ۱۷۴

عبدالستار۔ لاہور ۱۶۶

عبدالستار۔ ملتان ۵۱۱

عبدالستار نیازی ۳۱۹، ۳۲۰، ۵۰۴، ۵۰۵

عبدالسلام، ڈاکٹر ۵۳۷

عبدالسلام، میاں ۲۱۱

عبدالسلام زرگر ۱۰۰ تا ۱۰۳

عبدالسمیع، میاں ۲۶

عبدالشکور، حافظ ۶۴

عبدالشکور۔ مدیر "النجم" لکھنؤ ۳۳۱، ۳۳۸، ۳۴۰

عبدالعزیز۔ لاہور ۱۷۱

عبدالعزیز، مولوی ۲۳۹

عبدالعزیز آڑھتی ۵۸۱

عبدالعزیز بھامڑی ۱۳۹

عبدالعزیز خان ۷۹ تا ۸۱

عبدالعزیز خان۔ ایڈووکیٹ جنرل ۳۱۹

عبدالغفار ۵۲۲

عبدالغفار۔ مری ۶۰۰

عبدالغفار خان، خان ۲۷۴

عبدالغفور، حوالدار ۵۷۵

عبدالغفور آف ظفروال ۵۸۰

عبدالغفور ولد الٰہی بخش ۱۷۵

عبدالغفور ہزاروی ۶۴

عبدالغنی، چوہدری۔ لاہور ۱۷۰

عبدالغنی، چوہدری۔ بگھیانہ ۱۲۶، ۵۸۳

عبدالغنی، مولوی ۱۱۳

عبدالغنی رشدی، چوہدری ۲۵

عبدالغنی صراف ۵۸۳

عبدالغنی عبد ۹۲، ۵۸۰

عبدالقادر، سر ۱۵۴، ۲۳۷

عبدالقادر، مولانا شیخ ۱۵۱، ۲۳۴

عبدالقادر بدایونی ۳۳۴

عبدالقادر جیلانی ۳۳۲، ۳۳۵

عبدالقادر حمزہ ۵۵۴

عبدالقدیر ہارون چغتائی ۱۶۹

عبدالقیوم، ملک ۲۷۱

عبدالقیوم خاں، خان ۱۸۵، ۲۲۷

عبدالکریم، بابو ۱۶۰، ۱۶۳

عبدالکریم۔ چنیوٹ ۵۸۳

عبدالکریم، کامریڈ ۶۴

عبدالکریم پوسٹ ماسٹر ۵۵

عبداللطیف، چوہدری ۲۳۲

عبداللطیف، چوہدری۔ لاہور ۱۷۱

عبداللطیف، شیخ ۱۷۰

عبداللطیف۔ گوجرانوالہ ۴۱

عبداللطیف۔ ہزارہ ۵۸۶

عبداللطیف شہید، صاحبزادہ ۳۹۰

عبداللہ، ملک ۳۱۸

عبداللہ، مولوی ۵۱۱

عبداللہ خالد، ملک ۱۵۶، ۱۵۷

عبداللہ شاہ ۱۱۴
عبدالماجد بدایونی ۲۸۶، ۳۲۰
عبدالماجد دریاآبادی ۴۷۸
عبدالمالک خاں، مولانا ۳۰۱
عبدالمجید۔ ربوہ ۲۵۲
عبدالمجید، شیخ ۱۱۱
عبدالمجید، مولوی ۶۴
عبدالمجید خاں ۱۲۵، ۵۸۲
عبدالمجید زرگر ۱۱۷
عبدالمجید سالکؔ ۴۱۲
عبدالمنان قادرآبادی ۱۳۳
عبدالواحد، چوہدری ۷۸
عبدالوہاب ۴۷۳
عبدالسمیع احمد ظفر ۵۹۸، ۶۰۳
عبیداللہ احراری ۵۳۸
عثمان غنیؓ ۳۲۱، ۳۲۲
عدالت خاں، چوہدری ۱۴۸
عزیز احمد، مرزا ۲۶۳، ۳۷۲
عزیز احمد سیالکوٹی ۳۰
عزیزالرحمٰن منگلا ۵۳۱
عزیزاللہ گرداور ۷۷
عزیز محمد خاں ۵۸۴
عطاءالحق ۱۴۰
عطاءالرحمٰن ۔ اودھوال ۵۷۸
عطاءالرحمان ۔ راولپنڈی ۲۵۳
عطاءاللہ، صوفی ۱۶۳
عطاءاللہ، کرنل ۳۵
عطاءاللہ ایڈووکیٹ، میاں ۲۹، ۳۰۷
عطاءاللہ خاں ۱۳۰، ۵۸۳
۵۷۷، ۵۹۳، ۵۹۷، ۵۹۹
عطاءاللہ شاہ بخاری، سید ۱۹۷، ۳۱۹، ۳۲۷
۳۲۸، ۳۴۱، ۳۵۱، ۳۵۵، ۳۹۱، ۴۴۳
۴۴۸، ۴۶۰، ۵۰۶، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۲
۵۱۳، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۱، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۴۴
عطاء ربی، چوہدری ۱۰۰
علی احمد ۵۸۲
علی احمد بروہی ۱۸۹
علی بہادر خاں ۵۵۴
علی شیر، چوہدری ۱۳۳
علی قاری، ملّا ۳۸۷
علی کرم اللہ وجہہٗ ۸۴، ۳۲۱
علی محمد ۱۱۱
علی محمد اجمیری، مولوی ۳۰
علی محمد خارجی ۳۹۶

علی محمد نجم ۱۹۰

عمر ابن الخطابؓ ۳۲۲، ۳۳۱

عمر حیات ۴۵

عمر دین ۵۸۱

عنایت الرحمان، چوہدری ۱۹۱، ۵۸۵

عنایت اللہ - بہلولپور ۵۷۹، ۵۸۲

عنایت اللہ، ملک - بدین ۵۸۵

عنایت اللہ خان - دھرگمیانہ ۵۸۰

عنایت علی شاہ زیروی ۱۲۰، ۱۲۳

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۲۳۳، ۲۹۴، ۲۹۶، ۳۱۰، ۳۷۲، ۳۹۵، ۳۹۸ تا ۴۰۰، ۴۳۹، ۵۳۲

عیسیٰ - نمبردار - احمدنگر ۱۳۲

غ

غزالی، امام ۳۸۱، ۴۸۶

غلام احمد - چنگا بنگیال ۵۷۸

غلام احمد - راولپنڈی ۴۰۴

غلام احمد، میاں ۵.۷۸

غلام احمد قادیانی، مرزا - مسیح موعود علیہ السلام ۱۸، ۲۱، ۵۷، ۷۱، ۸۸، ۹۶، ۹۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۳۸، ۱۴۵، ۱۵۳، ۱۹۱، ۲۰۱، ۲۰۳، ۳۰۵، ۲۰۶، ۲۱۱، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۵۴، ۲۵۹، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۸۱، ۲۸۷، ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۱۲، ۳۱۴، ۳۲۴، ۳۳۶، ۳۳۹، ۳۷۴ تا ۳۷۹، ۳۸۱، ۳۸۳ تا ۳۸۶، ۳۹۰، ۳۹۶، ۳۹۸ تا ۴۰۱، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۷، ۴۱۲، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۴۰، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۲۷، ۵۳۹، ۵۴۳، ۵۴۸

غلام اللہ اسلمؔ ۱۰۱، ۵۸۰

غلام باری سیفؔ ۱۳۶

غلام ربانیؔ ۶۰

غلام رسول - احراری ۱۰۱

غلام رسول - دیہاتی مبلغ ۵۷۸

غلام رسول - سمندری ۵۸۲

غلام جیلانی، چوہدری ۱۰۷

غلام جیلانی، برق ۲۹۰

غلام حسین ۱۳۱

غلام حسین - کرتارپور ۵۸۱

غلام حسین ایازؔ ۵۸۵

غلام حیدر، بابو ۲۶

غلام حیدر، چوہدری ۱۳۳

غلام حیدر، ماسٹر ۵۸۴

غلام سرور ۵۸۱
غلام سرور خاں ۵۸۵
غلام علی لوہار ۸۰
غلام غوث ۸۸، ۵۸۰
غلام فرید ۵۷۹
غلام فرید، ملک ۶۰۴ تا ۶۰۶
غلام قادر، چوہدری ۱۴۵
غلام قادر۔ چک ۱۶۰/۱۰ بہاولنگر ۵۸۴
غلام قادر، چوہدری ۔ ربوہ ۲۶
غلام محمد ۔ اوکاڑہ ۱۴۳
غلام محمد، بابو ۱۷۴
غلام ۔ تاندلیانوالہ ۵۸۳
غلام محمد، حکیم ۱۰۷
غلام محمد۔ گورنر جنرل ۴۱۹، ۵۱۹، ۵۳۰، ۵۶۴، ۵۶۷
غلام محمد، ماسٹر ۱۷۵
غلام محمد، میاں ۱۰۱
غلام محمد احمدی ۱۰۶
غلام محمد جلد ساز ۱۱۱
غلام محمد شاہ ۱۳۵
غلام مرتضیٰ، چوہدری ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۷۲، ۵۹۸، ۶۰۳، ۶۰۷ تا ۶۰۹
غلام مہر علی گولڑوی ۵۰۸
غلام محی الدین لکھوی ۴۸۹
غلام نبی، مرزا ۵۸۰
غلام نبی ۔ مصری شاہ لاہور ۱۷۳
غلام نبی، میر ۱۰۷
غلام نبی جانباز، مرزا ۱۱۰، ۱۹۷، ۵۲۱، ۵۲۹
غلام نبی گلکار، خواجہ ۳۴، ۵۷۷
غوث محمد، حکیم ۵۸۲
غیاث الدین احمد ۳۱۳، ۴۴۳، ۴۴۴
غیاث بیگم ۳۵۴

ف

فتح دین، ٹھیکیدار ۱۰۶
فتح محمد ۵۸۲
فردوس شاہ، سید ۴۵۱
فرزند علی، میاں ۱۳۶
فرزند علی صادق، چوہدری ۵۸۴
فضل احمد، قاضی ۳۳۱
فضل احمد باجوہ ۵۷۹
فضل احمد تھانیدار ۱۴۹
فضل الدین ۵۸۵

فضل الدین، چوہدری ۱۰۷
فضل الدین۔ سریانوالہ ۵۸۱
فضل الدین بنگوی ۱۰۹، ۱۱۰
فضل الرحمان۔ سانگھڑ ۵۸۵
فضل الرحمان سپروائزر ۳۵۳
فضل الٰہی، بابا ۱۳۷
فضل الٰہی پوسٹماسٹر ۷۸
فضل الٰہی، چوہدری ۵۷۶
فضل الٰہی، چوہدری۔ سابق صدر پاکستان ۱۴۱، ۲۴۲
فضل الٰہی، مولوی ۶۴
فضل بن بسار ۳۴۱
فضل حق، ڈاکٹر ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۴۰، ۵۸۴
فضل حق، شیخ ۲۵۳
فضل حسین ۵۸۱
فضل حسین، ملک ۲۱، ۶۴، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۵۳، ۳۵۷
فضل دین۔ لاہور ۱۶۴
فضل دین، میاں۔ فیصل آباد ۱۰۶
فضل دین آف سریانوالہ ۹۹
فضل دین حبٹے ۱۲۱
فضل عمر ولد عبداللہ ۱۰۸
فقیر محمد منگریو ۱۹۰
فیروزالدین امرتسری ۹۰، ۲۷۲، ۵۸۰
فیروز خاں نون ۵۰۶
فیروز دین، شیخ ۱۷۳
فیض الحسن، صاحبزادہ ۷۴، ۴۴۳، ۴۴۹، ۵۱۲، ۵۱۳

ق

قاسم الدین، بابو ۵۷۹، ۵۹۵
قدرت اللہ، حافظ ۲۳۲
قدرت اللہ سنوری ۱۶۳، ۱۶۵
قدیرالدین، جسٹس ۴۸۷
قربان علی خاں ۳۱۳، ۴۴۳
قطان، امام ۳۴۲
قمرالدین، پیر ۳۲۰
قیصر مصطفیٰ ۳۲۰

ک

کبیر احمد، قاضی ۳۴
کرم الٰہی، سیٹھی ۶۷
کریم بیگ، مرزا ۱۵۱، ۱۷۰، ۵۷۵

کفایت حسین، حافظ ۳۲۰، ۴۶۷

کیتھرین ڈی میڈی چی ۱۵۲

گ

گاندھی ۱۱

گرانٹ، اے جے ۱۵۲

گلزار احمد پٹواری ۹۶، ۵۸۱

ل

لال دین ۵۸۳

لال شاہ ۵۸۱

لال شاہ بخاری ۴۰۴

لطیف احمد چشتی ۶۴

لطیف احمد، قریشی۔ ڈاکٹر ۳۰۱

لیاقت علی خاں ۴۲۰، ۵۴۷

م

ماب ۴۵

مارٹن لیوتھر ۱۵۳

مالکؒ، امام ۳۴۲

مبارک احمد، شیخ ۲۲۶

مبارک احمد۔ لاہور ۱۶۱

مبارک احمد، مرزا ۴۱۹، ۶۰۴، ۶۰۵

مبارک احمد، میاں۔ فیصل آباد ۱۰۸

مبارک احمد ناصر ۶۳، ۵۷۸

مبارک احمد ولد حکیم سراجدین ۱۶۶

مبارکہ بیگم، سیدہ نواب ۲۵۶، ۲۵۷

مبشر احمد۔ گوجرانوالہ ۴۳

مجیب الرحمٰن شامی ۵۰۵

محبوب ۱۰۶

محبوب عالم ۱۵۴

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳ تا ۵، ۱۵، ۱۴۸، ۱۸۵، ۲۰۶، ۲۱۲، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۳۴، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۴ تا ۲۹۶، ۳۱۰، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۹، ۳۳۳ تا ۳۳۶، ۳۵۵، ۳۵۸، ۳۶۵، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۹ تا ۳۸۱، ۳۸۳ تا ۳۸۶، ۳۸۹، ۳۹۵، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۱۷، ۴۱۹، ۴۳۴، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۴۲، ۴۴۸، ۴۶۵ تا ۴۶۸، ۴۷۸، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۸، ۵۰۴، ۵۰۹، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۶، ۵۳۹، ۵۴۸، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۷، ۵۶۱، ۵۶۳، ۵۶۶

محمد ابراہیم، چوہدری ۸۹

محمد ابراہیم، حوالدار ۱۴۸
محمد ابراہیم، میر ۵۷۹
محمد ابراہیم - دیروالہ ۸۹، ۵۷۹
محمد ابراہیم عابدؔ ۶۷، ۵۷۹
محمد احسن شاہ ۱۲
محمد احمد، خواجہ ۵۸۲
محمد احمد، سیدؔ ۳۳۴، ۵۱۳
محمد احمد - لاہور ۱۷۱
محمد احمد جیلانی، سیدؔ ۴۱۷
محمد احمد خاں ۵۸۵
محمد احمد قادری، ابوالحسنات سید ۳۱۹، ۳۲۳، ۳۳۴، ۳۴۰، ۴۶۱، ۴۶۵، ۴۷۰، ۴۷۹، ۴۹۲ تا ۴۹۴، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۲، ۵۱۴
محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ، شیخ ۱۲۳، ۳۰۷، ۴۱۱، ۵۸۱، ۵۹۳، ۵۹۵
محمد احمد نظام ۶۷
محمد ادریس، مفتی ۳۲۰، ۴۷۰
محمد ادریس کاندھلوی ۵۰۶
محمد اسحاق، مولوی ۴۲۲
محمد اسلم سیف، قاضی ۵۱۹
محمد اسماعیل ۵۸۰
محمد اسمٰعیل، ڈاکٹر ۳۱
محمد اسمٰعیل، مستری ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴
محمد اسمٰعیل، مولوی ۲۸۱
محمد اسمٰعیل، میاں ۱۰۸
محمد اسمٰعیل دیالگڑھی ۱۱۰، ۱۲۷، ۳۱۸، ۵۸۱
محمد اسمٰعیل پانی پتی، شیخ ۱۶۱، ۱۶۳
محمد اسمٰعیل منیرؔ ۲۳۲
محمد اشرف، ڈاکٹر ۶۴
محمد اشرف - لاہور ۶۰۳
محمد اشرف ۵۴۰
محمد اصغر، مرزا ۶۷
محمد افضل، ملک ۵۵
محمد اقبال، ڈاکٹر سر ۲۸۹، ۳۲۷، ۳۶۲
محمد اقبال، شیخ ۱۴۴
محمد اقبال، قریشی ۱۶۴، ۶۰۵
محمد اقبال - اوکاڑہ ۱۴۶، ۱۴۷
محمد اقبال زرگر، میاں ۱۶۸
محمد اکرم - گوجرانوالہ ۱۲۱
محمد اکرم ایم۔اے، شیخ ۵۳۲، ۵۳۳
محمد الدین - ترگڑی ۵۶۸
محمد الدین، حکیم ۱۶۲

محمد الدین، میاں ۴۳

محمد الدین، میر ۸۳، ۸۴

محمد الدین بٹ ۱۰۹

محمد امین، چوہدری ۱۸۳

محمد امین، خواجہ ۸۹، ۵۷۹

محمد انور، ڈاکٹر ۹۹، ۱۲۰، ۵۸۳

محمد انور، شیخ ۱۰۰

محمد انور حسین، چوہدری ۵۸۰، ۵۹۳، ۵۹۵، ۵۹۷

محمد بخش، حافظ ۱۴۴

محمد بخش ایڈووکیٹ، میر ۳۸، ۳۰۷، ۵۷۸، ۵۹۳، ۵۹۵

محمد بشیر، چوہدری ۳۰، ۳۱

محمد بشیر آزاد، شیخ ۹۷، ۵۸۱

محمد بشیر احمد، سائیں ۱۰۷

محمد بشیر احمد، میاں ۵۸۴

محمد بشیر زیروی ۲۵۳، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۴، ۲۶۵، ۵۷۶

محمد جعفر ۵۸۲

محمد حبیب اللہ ادرج ۳

محمد حیات، مرزا ۶۷

محمد حیات، مرزا۔ سیالکوٹ ۵۸۰

محمد حسین، ٹوبہ ٹیک سنگھ ۵۸۱

محمد حسین۔ جڑانوالہ ۱۲۰

محمد حسین، چوہدری ۵۷۸

محمد حسین، چوہدری۔ ملتان ۵۹۳، ۵۹۵

محمد حسین، حکیم۔ مرہم عیسیٰ ۲۶۳

محمد حسین۔ سیالکوٹ ۷۰

محمد حسین، شیخ ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۸، ۵۸۳

محمد حسین۔ گوجرانوالہ ۴۱، ۵۷۸

محمد حسین۔ نند پور ۳۸

محمد حسین بٹالوی ۵۳۴

محمد حسین چیمہ ۱۲۹، ۶۰۷

محمد حسین خاں ۱۲۲، ۵۸۳

محمد خاں ولد عالم خاں ۱۴۹

محمد دین، مولوی ۲۷۵

محمد ذاکر، مولانا ۱۳۹، ۳۱۹

محمد ذکریا آف سہارنپور ۳۴۲

محمد رفیع، صوفی۔ سکھر ۲۳۰، ۵۸۵

محمد رفیق جراح ۸۳، ۵۷۷

محمد رفیق کفش ساز ۱۷۴

محمد زاہد، حکیم ۱۲۷

محمد زمان شاہ، پیر ۱۸۵، ۵۸۶

محمد شاہنواز خاں، ڈاکٹر ۳۳۶

محمد شریف۔ جڑانوالہ ۱۲۰، ۵۸۲
محمد شریف، چوہدری۔ صادق آباد ۱۸۳
محمد شریف، چوہدری۔ فیروز والہ ۵۷۹
محمد شریف، ماسٹر ۵۸۰
محمد شریف احمدی، قاضی ۶۱
محمد شریف موچی۔ چونڈہ ۹۱
محمد شریف ایڈووکیٹ، چوہدری ۳۰۷، ۴۱۰، ۵۹۳
محمد شفیع، ملّا ۳۹۱
محمد شفیع، میاں ۲۸۷
محمد شفیع۔ ننکانہ صاحب ۹۹، ۵۸۰
محمد شفیع اسلم، ماسٹر ۱۲۴، ۵۸۲
محمد شفیع اشرف ۲۰۸
محمد شفیع برمی ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۶۰، ۱۷۳، ۵۷۵
محمد شفیع تھانیدار، میاں ۱۶۸
محمد شفیع دیوبندی، مفتی ۳۲۰، ۴۷۰
محمد شفیع کھوکھر ۵۵
محمد صادق۔ بھوڑوچک ۵۸۱
محمد صادق۔ لاہور ۱۶۸
محمد صالح ۲۵۳، ۲۶۰، ۵۷۶
محمد صدیق، چوہدری۔ لائبریرین ۳۰۳، ۶۰۰، ۶۰۳
محمد صدیق، مستری ۱۱۱
محمد صدیق آڑھتی، شیخ ۱۴۴، ۱۴۵
محمد صدیق گورداسپوری ۲۳۱
محمد صفدر، خواجہ ۶۶، ۳۱۵
محمد طاہر لدھیانوی ۵۴۰
محمد طفیل، میاں۔ ایڈیٹر نقوش ۴۸۹، ۴۹۰
محمد طفیل، ملک ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۶۹
محمد ظریف، ملک ۹۶
محمد ظفراللہ خاں، سر چوہدری ۶، ۷، ۱۱، ۸۶، ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۸، ۱۴۱، ۱۵۶، ۱۹۳، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۶۲، ۲۷۶، ۳۲۳، ۳۶۲، ۴۰۴، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۹۱، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۳۷، ۵۴۱، ۵۴۳، ۵۵۰، ۵۵۷، ۵۵۹، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۸۷
محمد عالم۔ ڈھوک رتہ ۵۷۷
محمد عالم منہاس لدھیانوی ۵۴۰
محمد عبداللہ، چوہدری ۷۸
محمد عبداللہ۔ کوٹ فرزند علی ۵۸۵
محمد عبداللہ، شیخ۔ واربرٹن ۵۸۱
محمد عبداللہ، ملک ۲۴۹، ۲۵۰، ۵۷۶
محمد عبداللہ، ملک۔ مولوی فاضل ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶، ۳۳۹

محمد عبداللہ ایم۔ ایس۔ سی۔ لاہور ۲۳۲
محمد عبداللہ، باجوہ ۵۷۸
محمد عثمان ۵۸۵
محمد عظیم ۱۶۰
محمد علم الدین سالک ۲۹۸، ۲۹۹
محمد علی ۵۱۴
محمد علی، چوہدری ۷۳
محمد علی۔ مانگٹ اونچے ۵۷۸
محمد علی انبالوی، شیخ۔ لاہور ۱۷۵
محمد علی انبالوی، شیخ۔ چوہڑکانہ ۵۸۱
محمد علی ایم۔ اے، مولوی ۳۴۲
محمد علی باب ۳۹۶
محمد علی بوگرا ۲۵۳
محمد علی جالندھری، مولوی ۵۰۹ تا ۵۱۳
محمد علی جناح، قائداعظم ۶، ۳۵۶، ۳۵۸، ۳۶۲، ۳۶۴، ۴۲۳، ۴۳۰، ۴۵۶، ۴۹۷، ۵۴۷
محمد علی جوہر ۳۶۴
محمد علی درانی ۵۸۶
محمد علی شمسی ۳
محمد علی کاندھلوی، مولانا ۴۶۸، ۴۷۳،۴
محمد فاضل ۲۹
محمد فقیراللہ خاں ۱۷۷
محمد قاسم نانوتوی ۳۳۲
محمد لطیف، چوہدری ۶۷
محمد لطیف۔ کارکن ۲۱۸
محمد لطیف۔ گوجرانوالہ ۴۱
محمد محسن، مہر ۱۳۳
محمد مشتاق ۵۸۲
محمد مقبول شاہ ۳۵
محمد منیر، جسٹس ۲، ۲۹۴، ۳۱۹، ۴۱۹، ۴۷۷، ۴۸۸، ۴۹۱، ۴۹۳، ۴۹۶، ۵۹۴، ۵۹۵
محمد منیر۔ ڈوگری ہریاں ۸۷، ۵۸۰
محمد منیر۔ کھیوہ باجوہ ۹۱
محمد موصیل، حکیم ۵۸۵
محمد نذیر، قریشی ۱۲۳
محمد نذیر پھیکی ۵۸۰
محمد نواز آڑھتی ۱۱۶
محمد نصیر احمد ۵۸۰
محمد یٰسین خاں ۱۷۴
محمد یعقوب ۱۲۴
محمد یعقوب، ڈاکٹر ۱۵۴، ۱۵۸، ۱۷۱
محمد یعقوب، شیخ ۱۴۶

محمد یعقوب، گوکھوال ۵۸۳
محمد یعقوب، مولوی ۶۰۶
محمد یعقوب طاہر ۳۴۳
محمد یعقوب کلینی ۳۳۸
محمد یوسف، آڈیٹر ۲۱۸
محمد یوسف بی۔اے۔بی ٹی ۱۱۲
محمد یوسف خوشنویس ۴۷، ۴۸
محمد یوسف، شیخ ۵۸۲
محمد یوسف، مولوی ۶۵
محمد یوسف شاہ ۱۱۳
محمد یوسف ہوتی، قاضی ۵۸۵
محمد یونس۔ پرانی انارکلی ۱۷۰
محمد یونس۔ رتن چند روڈ لاہور ۱۶۹
محمد یحییٰ ۲۶۰، ۲۶۳، ۵۷۶
محمد یحییٰ۔ فلیمنگ روڈ لاہور ۱۷۱
محمد یحییٰ۔ نیلا گنبد لاہور ۲۵۳
محمود احمد۔ راولپنڈی ۲۹
محمود احمد، میجر ڈاکٹر ۳۱۳
محمود احمد ایڈووکیٹ ۱۰۵
محمود احمد جان ۴۴
محمود احمد جیلانی، سید ۴۱۵
محمود احمد خاں ایم۔اے ۱۶۲

محمود الحسن ۱۵۴
محمود الحسن، مولوی ۳۳۳
محمود الٰہی ۱۷۱
محمود واحد گیلانی ۳۹۶
مختاراں زوجہ محمد الدین ۸۹
مختار احمد، حکیم ۱۷۶، ۱۷۷
حضرت مریم علیہ السلام ۲۳۵
مریم ۳۵
مریم صدیقہ، سیدہ (اُمّ متین) ۵۳۲
مرتضیٰ احمد خاں میکش ۳۵۴، ۳۷۱
۳۹۵، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۹
۴۲۷، ۴۳۰، ۴۳۶، ۴۷۱، ۶۰۸
مسعود ۵۹۸
مسعود احمد ۱۵۳، ۱۶۳ تا ۱۶۵، ۱۶۹
مسعود احمد، چوہدری ۳۱۶
مسعود احمد خاں ۱۶۲
مسعود احمد خاں دہلوی ۴۱۳
مسعود علی خاں ۵۲۹
مسعود نصر اللہ خاں ۵۷۹
مسعودہ ابراہیم ۱۶۲
مسیلمہ کذاب ۳۰۹، ۳۹۵، ۴۰۶
۴۳۸

مشتاق گورمانی ۴۴۴

مطیع الرحمان ۳۵۳

مظفر احمد، مرزا ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۷، ۵۳۷، ۵۸۴

مظفر احمد، مرزا۔ ابن مرزا قدرت اللہ ۲۵۳، ۲۶۰، ۵۷۶

مظہر علی اظہر ۴۰۹، ۴۲۶، ۶۰۸

معراج دین پنساری ۴۲

معراج دین پہلوان ۱۵۳، ۱۶۶

معین الدین ۳۳۷

معین الدین، مولوی۔ اوکاڑہ ۱۴۴

معین الدین، مولانا۔ ایڈیٹر "سوادِ اعظم" ۵۱۴

معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ ۳۳۵

مغیرہ بن سعید الاجلی ۳۹۶

مقصود احمد قمر۔ سابق مبلغ تنزانیہ ۲۳۱

ممتاز احمد خاں۔ ایڈیٹر آفاق ۳

ممتاز بیگم ۳۵۴

ممتاز محمد خاں دولتانہ ۸، ۶۶، ۷۵، ۸۵، ۸۷، ۱۲۹، ۱۵۸، ۱۹۴، ۱۹۵، ۳۱۴ تا ۳۱۶، ۴۲۴، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۵۲ تا ۴۵۴، ۵۱۶، ۵۲۷، ۵۲۸

منظور احمد، قریشی ۳۰۱

منظور احمد، ماسٹر ۱۵۵، ۱۶۳، ۱۶۴، ۵۷۵

منظور حسن ایم۔ ایل۔ اے ۳۷

منظور حسین، چوہدری ۵۸۰

منور احمد ۱۷۰

منور الدین، پیر ۵۳۱، ۵۳۲

منور علی، میاں ۱۷۰

منیر۔ لاہور ۱۵۵

منیر احمد ۳۸۸

منیر احمد۔ چک ۵۵/۴-R بہاولنگر ۵۸۴

منیر احمد زرگر ۱۳۴

حضرت موسیٰ علیہ السلام ۳۷۲، ۳۹۵، ۴۰۰، ۴۵۳

موسیٰ، مستری ۱۵۳، ۱۵۵

مولا بخش ۴۱، ۴۲

مولا بخش حبٹے ۹۱

مولا داد، چوہدری ۲۶

مولا داد، ماسٹر ۵۷۹

موہن جی (خدا بخش) ۲۱۱، ۲۱۲

مہر الدین، مولوی ۵۸۱

مہر دین، شیخ ۶۸

مہر شاہ ۱۳۵

مہر یار ۱۳۴

ن

ناصر احمد، شیخ ۲۳۳

ناصر احمد - لاہور ۱۶۶

ناصر احمد، مرزا - خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۲۵۴
۲۵۶تا ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۷۰
۲۷۳، ۲۷۵، ۳۰۷، ۳۱۸، ۴۲۶، ۵۶۷
۵۹۳

ناصر احمد پال ۶۷، ۶۸

ناظر حسین، چوہدری ۴۹۵

ناظم الدین، خواجہ ۱۰۶، ۸۶، ۱۵۳
۴۰۵، ۴۲۰تا ۴۲۲، ۴۲۷، ۴۲۹، ۴۴۱
۴۵۲، ۴۵۳، ۵۱۶، ۵۱۸؛ ۵۱۹، ۵۲۹
۵۶۷، ۵۹۹

نجات احمد ۵۸۲

نذر محمد، مستری ۱۵۳، ۱۶۷، ۱۶۸

نذیر احمد ۱۲۱

نذیر احمد - چک ۱۶ فیصل آباد ۵۸۳

نذیر احمد، چوہدری - ڈسکہ ۸۰

نذیر احمد، چوہدری - ملکانہ ۳۶۱

نذیر احمد، شیخ ۲۷۴

نذیر احمد ایڈووکیٹ - ممبر جماعت اسلامی ۳۷۱
۳۸۳، ۴۰۵، ۴۲۲، ۴۲۳

نذیر احمد باجوہ، چوہدری ۲۲۰، ۳۰۷
۵۹۳

نذیر احمد علی، مولوی ۶۰۶

نذیر احمد مبشر ۲۲۲

نذیر حسین، سید ۸۹، ۵۸۹

نذیر حسین دہلوی ۲۳۷، ۵۳۴

نصر اللہ خاں ۵۷۹

نصر اللہ خاں باجوہ ۱۴۵

نصر اللہ خاں عزیز ۳

نصرت جہاں بیگم، سیدہ ۲۱۱، ۲۵۷

نصیر احمد، چوہدری ۲۷۲

نصیر احمد باجوہ، چوہدری ۱۵۰

نصیر احمد، قاضی ۳۴

نصیر احمد، میاں ۵۷۸

نظام جان، حکیم ۵۰

نعمت خاں ۵۸۲

نعمت خاں - فیصل آباد ۱۰۹

نعمت اللہ پٹواری ۵۸۲

نعمت اللہ شاہ ولی ۲۹۸

نعیم صدیقی ۴۷۱، ۵۰۷

نواب دین - چنیوٹ ۱۴۱
حضرت نوح علیہ السلام ۳۷۲، ۴۰۰
نور احمد امیر ۴۵۳
نور احمد ایڈووکیٹ، شیخ ۱۵۱، ۱۵۴، ۳۰۷، ۳۰۸، ۵۹۳، ۵۹۸
نور الحسن، قریشی ۵۸۰
نور الحسن شاہ بخاری ۳۲۰
نور الدین، چوہدری ۶۰۳
نور الدین، حکیم مولانا۔ خلیفۃ المسیح الاوّل ۲۱۱
نور علی خاں ۱۷۱
نور محمد ۵۸۳
نور محمد، ڈاکٹر ۱۷۱
نور محمد، میاں ۱۴۹
نور محمد امینی ۶۲
نیاز محمد، شیخ ۴۰، ۵۷۸
نیرو - بادشاہ روم ۳۵۲

و

وارو ۴۵
ویزر، ڈاکٹر ۲۳۲

ہ

ہدایت اللہ ۱۷۰
ہنری ڈیوک گائڈ ۱۵۲

ی

حضرت یحییٰ علیہ السلام ۴۰۰
یحییٰ بن معین ۳۴۲
یزدانی جالندھری، سید ۲۹۷
یعقوب علی ۶۰۷
یعقوب علی تراب، شیخ ۵۰۰
حضرت یوسف علیہ السلام ۴۰۰
یوسف علی، چوہدری ۲۸

مقامات

آ

آسٹریلیا ۴۳۱

آنبہ ۹۹

ا

اٹک ۱۸۶

اٹلی ۳۶۰

اچینی پایاں ۱۸۶

احمد نگر ۱۲۷، ۱۳۱ تا ۱۳۳

اریٹیریا ۴۳۱

اسرائیل ۵۳۶

اصفہان ۱۳

افریقہ ۲۲۶، ۲۲۷، ۵۷۲

افغانستان ۳۵۹

امرتسر ۳۳۷

امریکہ ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۲، ۵۳۶، ۵۶۲

انڈونیشیا ۲۳۲، ۳۵۹، ۳۶۰، ۵۳۶

انگلستان ۳۶۱

اوکاڑہ ۴۳ تا ۱۵۱، ۲۲۳، ۳۱۳، ۳۵۳

ایبٹ آباد ۱۸۵

ایران ۳۵۹

ایشیا ۵۷۲

ب

بائزید خیل ۱۸۶

بالاکوٹ ۱۸۵
برطانیہ ۵۳۶
بستی وریام ۱۲۷
بصرہ ۳۴۱
بغداد ۳۹۳، ۵۹۰
بقاپور ۲۳۴
بلّوکے ۹۹
بلوچستان ۲۱۰، ۳۹۲
بمبانوالہ ۷۸
بمبئی ۳۶۱
بنگال ۱۸۰، ۲۱۰، ۵۸۸
بنگلہ دیش ۱۸۲، ۱۹۲، ۱۹۳
بنوں ۱۸۶
بنی پور ۷۸
بہار ۳۶۱، ۳۶۲
بہاولپور ۱۸۲، ۲۲۱
بہاولنگر ۱۸۳، ۱۸۴
بھوڑ و چک نمبر ۱۸ ۹۸
بھگوان سنگھ والا ۱۱۳
بھوانہ ۱۲۷
بھوپال ۴۳۰
بھینی شرق پور ۱۰۰

پ

پاکستان ۲، ۵ تا ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۲۸، ۱۳۰
۱۴۶، ۱۸۱، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۷
۲۰۶، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۷
۲۳۲، ۲۴۶، ۲۵۸ تا ۲۶۰، ۲۷۹، ۲۸۹
۲۹۰، ۲۹۶، ۳۰۰، ۳۰۷، ۳۴۹، ۳۵۷
۳۶۰ تا ۳۶۲، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۸۷
۳۸۸، ۳۹۳، ۳۹۴، ۴۰۳، ۴۰۴
۴۰۹، ۴۱۲، ۴۲۷ تا ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۳۶
۴۳۷، ۴۴۱، ۴۵۵، ۴۶۰، ۴۷۲، ۴۷۹
۴۹۰، ۴۹۲، ۴۹۴، ۵۱۳، ۵۳۲، ۵۳۴
۵۳۶ تا ۵۳۹، ۵۴۱ تا ۵۴۶، ۵۴۸ تا
۵۵۷، ۵۶۰ تا ۵۶۳، ۵۶۶، ۵۶۸؛ ۵۷
۵۷۷
پتھورو ۱۹۰
پٹیالہ ۲۱۱
پریم کوٹ ۲۲۱
پسرور ۶۵، ۷۵، ۹۱، ۹۲
پشاور ۱۸۶، ۲۲۱
پنجاب ۲، ۸، ۱۱، ۱۳، ۱۷، ۲۴، ۱۲۷
۱۵۷، ۱۶۸ تا ۱۸۰، ۱۹۲، ۱۹۵، ۱۹۷

۲۲۸، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۷۲، ۳۰۶، ۳۴۹، ۳۵۱، ۳۶۳، ۳۷۰، ۴۱۵، ۴۲۸، ۴۳۰، ۵۵۲، ۵۶۱، ۵۶۷، ۵۷۳

پنڈی گھیپ ۲۲۳

پیرس ۱۵۲

پیسو عبدالرحمان ۱۲۷

پھگلہ ۱۸۶

پھلوارہ ۸۵

ت

تاندلیانوالہ ۱۱۲

ترڈے والی ۱۰۰

ترسکہ ۸۸ تا ۹۰

ترکی ۳۵۹، ۳۶۰، ۵۵۱

ترگڑی ۶۳

تلونڈی جھنگلاں ۹۱

تیونس ۴۳۱، ۴۳۲

ٹ

ٹنڈو الہ یار ۱۹۱

ٹوبہ ٹیک سنگھ ۱۱۲

ٹھٹھہ تاجریاں ۱۰۰

ج

جاکرتا ۲۳۲

جرمنی ۲۳۲، ۳۴۷

جڑانوالہ ۹۹، ۱۰۱، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۴۰

جلیانوالہ ۱۲۴

جنڈوساہی ۸۰

جہلم ۲۲۲

جید چک ۹۷

جھنگ ۹۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۲۱۳، ۲۳۰، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۴۶، ۲۴۹، ۲۷۲، ۲۷۳، ۳۰۶

جھنگ مگھیانہ ۱۲۶

چ

چارسدہ ۱۸۶

چک نمبر ۹ شمالی سرگودھا ۵۹۰

چک ۱۲/۲-R ہارون آباد ۱۸۳

چک ۲۱ اوکاڑہ ۱۴۹

چک ۳۲ اوکاڑہ ۱۴۸

چک ۲۳۶ گ ب فیصل آباد ۲۸۱

چک ۲۳۶ سنتھیانہ ۱۲۳

چک ۵۳/۴-R ہارون آباد ۱۸۳

چک ۵۵/۲-L اوکاڑہ ۱۵۰

چک ۵۵/۴-R ہارون آباد ۱۸۳

چک ۵۷-۵۶ گ-ب ۱۲۱ تا ۱۲۳

چک ۱۱۹ گ-ب ۱۲۱

چک ۱۶۰/۷-R ہارون آباد ۱۸۳

چک ۱۶۹ گرمولا ۹۷

چک ۱۷۰ تھرپارکر ۱۹۰

چک ۷۶/۴-R ہارون آباد ۱۸۳

چک ۷۹ نہر ہاکڑا ہارون آباد ۱۸۳

چک ۹۳/۶-R ہارون آباد ۱۸۳

چک ۱۵۲/۲-L ۱۸۳

چک ۱۹۴/RB ۱۱۵

چک ۲۶۱ ر ج-ب ۱۱۵

چک ۲۶۹ سمندری ۱۲۴

چک پنیار ۲۲۲

چک جھمرہ ۱۱۲، ۱۱۳

چک چوہڑ شاہ ۱۰۰

چک منگلا ۵۳۱

چکوال ۲۲۳

چنیوٹ ۱۲۷ تا ۱۳۱، ۱۳۳ تا ۱۳۹، ۱۴۱، ۳۹۴

چونڈہ ۸۵، ۸۹، ۹۰

چوہڑ منڈہ ۹۲

چھور مغلیار ۹۷، ۱۱۷

چھنی ۱۳۴، ۱۳۵

چھنیاں ۱۳۰

ح

حافظ آباد ۶۴

حیدر آباد ۳۷۱

خ

خانیوال ۲۲۲

خراسان ۱۳

د

داتہ زیدکا ۹۳

دمشق ۵۳۶

دوالمیال ۲۳۴

دہمہ ۸۹، ۹۰

دھیدووالی ۷۸

دیپالپور ۱۴۵

ڈ

ڈاور ۱۳۶

ڈجکوٹ ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۱

ڈسکہ ۷۶، ۷۸ تا ۸۱، ۸۴، ۲۲۱، ۳۱۶

ڈیرہ اسماعیل خاں ۱۸۶

ڈیرہ غازی خاں ۱۹۰

ڈھاکہ ۱۹۳، ۲۲۰

ڈھاکے ۱۰۰

ڈہگری پریاں ۸۷

ر

راولپنڈی ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۸۴، ۲۱۳، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۵۳، ۲۷۶، ۲۷۸، ۳۰۶، ۳۱۳، ۳۴۸، ۳۵۳، ۵۴۲

ربوہ ۶۵، ۷۷، ۷۹، ۹۱، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۱۱، ۱۲۷ تا ۱۳۱، ۱۳۵ تا ۱۴۰، ۱۵۱، ۱۹۱، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۱۷، ۲۱۹ تا ۲۲۱، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۷، ۲۴۴، ۲۴۹، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۶۰، ۲۷۴ تا ۲۷۶، ۲۸۰، ۲۹۶، ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۶، ۳۱۰، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۹۲ تا ۳۹۴، ۴۱۵، ۴۲۱، ۴۳۶، ۴۴۹، ۵۳۱، ۵۳۴، ۵۹۲، ۵۹۸، ۶۰۴

رجوعہ ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۵

روس ۵۳۴، ۵۵۹

روم ۱۵۲

س

سان فرانسسکو ۴۳۱

سانگلہ ہل ۹۷

ساہیوال ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۶، ۳۰۶، ۳۹۱، ۵۰۳

ستھونی والہ ۱۱۵

ستی والا ۱۳۹

سٹھیال ۹۷، ۹۸

سرحد ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۶، ۲۲۷

سرگودہا ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۹، ۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۴، ۳۴۸

سریانوالہ ۹۹

سکھر ۱۹۰، ۲۲۳، ۵۰۹، ۵۱۳

سمالی لینڈ ۴۳۱

سمبڑیال ۸۹

سمندری ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۲۴، ۳۴۸، ۵۷۲

سندھ ۱۶۳، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۰، ۲۱۰، ۲۲۲، ۲۳۰، ۳۷۱

سوہدرہ ۶۴

سوئٹزرلینڈ ۵۳۶

سیالکوٹ ۲۳، ۲۴، ۶۵ تا ۶۷، ۷۴، ۷۵، ۷۹، ۸۲، ۸۷، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۹۹، ۲۱۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۹، ۳۰۶، ۳۵۳

سیدّوالا ۹۸، ۱۰۰ تا ۱۰۲

سیرالیون ۲۳۱

سیلون ۲۳۲

ش

شاہدرہ ۱۷۵، ۱۷۶، ۳۵۳

شاہ کوٹ ۹۷

شاہ مسکین ۱۰۰

شورکوٹ ۱۱۱، ۱۲۷

شہزادہ ۹۱، ۲۲۸

شیخ محمدی ۱۸۶

شیخوپورہ ۹۵، ۹۶، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰

ص

صادق آباد ۱۸۳

ط

طارق آباد ۱۱۱

ع

عراق ۱۳، ۳۶۱

عرب ۳۵۹

عمان ۳۲۱

غ

غرناطہ ۱۳

ف

فرانس ۱۵۲

فلسطین ۴۲۷، ۴۳۱

فیصل آباد (لائلپور) ۹۵، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۰۶

۱۰۹، ۱۱۲، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۱
۲۱۰، ۲۲۰ تا ۲۲۲، ۲۳۴، ۳۰۶، ۳۱۵
۳۱۶، ۳۵۳، ۴۰۸، ۴۱۱، ۵۲۱

ق

قادیان ۱۰۲، ۲۵۷، ۲۷۶، ۳۶۳
۳۶۴، ۳۹۳، ۴۲۸، ۵۳۲
قاہرہ ۵۵۴
قرطبہ ۱۳
قسطنطنیہ ۱۳

ک

کابل ۳۹۰
کامونکے ۶۴
کانڈیوال ۱۲۹
کراچی ۶، ۱۱، ۲۴، ۵۷، ۱۹۵
۲۰۶، ۲۱۰، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۳۱
۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۸۵، ۳۲۱
۳۲۲، ۳۷۰، ۳۷۱، ۵۴۲، ۵۴۷
۵۵۶، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۷۲، ۶۰۶
کرم پورہ ۹۹
کشمیر ۱۱، ۱۳، ۱۰۲، ۳۶۲، ۳۶۳

۴۳۷، ۵۳۶
کلاسوالہ ۹۱ تا ۹۳
کلکتہ ۳۶۱
کماسی ۲۲۲
کمال ڈیرہ ۱۹۱
کمالیہ ۱۱۲
کنڈیارہ ۱۹۱
کنری ۱۹۱، ۲۲۳
کنعان ۳۹۹
کوٹ امیر شاہ ۱۳۱، ۱۳۶، ۱۴۰
کوٹ خدایار ۱۳۴
کوٹ رادھاکشن ۱۷۷
کوٹ رحمت خاں ۲۲۱
کوٹ رحیم یار خاں ۲۲۳
کوٹ قاضی ۱۳۱، ۱۳۶
کوہاٹ ۱۸۶
کوئٹہ ۳۹۲، ۵۷۲
کیمبل پور ۱۸۶
کھچی ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷
کھاچوں ۱۲۶
کھیوہ باجوہ ۹۱

گ

گجرات ۲۲۰، ۲۲۱، ۴۳۴، ۵۹۶
گرمولا ۹۸
گڑھ مہاراجہ ۱۲۷
گوٹھ مولی بخش ۱۹۱
گوجر ۹۸
گوجرانوالہ ۲۳، ۳۶ تا ۳۸، ۴۰، ۴۸، ۵۷
۵۹ تا ۶۱، ۸۷، ۱۳۱، ۱۴۰، ۲۰۰، ۲۲۱
۲۲۳، ۲۲۸، ۳۰۶، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۵۳
۴۴۹
گوجرہ ۱۱۲، ۱۲۴، ۳۴۸
گورداسپور ۷۸، ۳۶۲، ۴۳۰
۴۵۵
گوگیرہ ۲۲۳
گولڈکوسٹ (غانا) ۲۲۲
گولڑہ ۲۵
گوناچور ۶۲
گموکلا ۷۹
گھٹیالیاں ۸۹
گھرجاک ۵۹، ۶۰

ل

لالہ موسے ۲۲۲، ۲۳۴
لالیاں ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۶
۱۳۸ تا ۱۴۰، ۲۵۲
لاہور ۲، ۳، ۲۴، ۳۶ تا ۳۸
۵۱، ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۴۲، ۱۴۵
۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۴
۱۷۵، ۱۷۸، ۱۹۹، ۲۰۸ تا ۲۱۰، ۲۱۳
۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۳۴
۲۴۴، ۲۴۹، ۲۵۲ تا ۲۵۴، ۲۵۸، تا
۲۶۰، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶
۲۸۷، ۲۹۴، ۲۹۷، ۳۰۰ تا ۳۰۲
۳۰۶، ۳۱۵، ۳۱۹، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۷
۳۴۸، ۳۵۳، ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۷۱، ۳۹۱
۳۹۳، ۴۱۱، ۴۱۳ تا ۴۱۵، ۴۲۳، ۴۳۴، ۴۳۸
۴۵۰، ۴۷۲، ۴۸۱، ۵۰۱ تا ۵۰۳، ۵۰۵
۵۰۶، ۵۴۲، ۵۴۷، ۵۶۰، ۵۶۷، ۵۷۲
۵۹۰، ۶۰۲، ۶۰۴، ۶۰۶، ۶۰۹
لدھیانہ ۲۵۰، ۳۳۱
لکڑیانوالہ ۱۱۶
لیاقت پور ۲۲۳

لیبیا ۴۳۱

م

مالیرکوٹلہ ۲۵۸، ۴۲۶
مانسہرہ ۱۸۵، ۱۸۶
مانگٹ اونچے ۲۲۱، ۲۸۱
محمد آباد سٹیٹ ۲۲۲
مراکش ۴۳۱، ۴۳۲
مردان ۱۸۶
مری ۴۴۳
مصر ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۹، ۳۹۳، ۵۵۴، ۵۵۵
مظفر گڑھ ۵۱۴
مکہ ۴۳۱
مگھیانہ ۲۲۱
ملتان ۲۱۰، ۲۲۱، ۳۰۶، ۳۴۸
مل سپرا ۱۳۱، ۱۳۶
ملک پور ۱۰۰
ملیانوالہ ۷۸، ۷۹، ۸۶، ۸۷
منڈیکے بیرہاں ۸۹
منڈی مرید کے ۹۷
مہلن وال ۱۰۰
میانوالی ۳۳، ۱۳۹، ۲۲۱
میڈرڈ ۱۵۲
میرپور خاص ۱۹۰

ن

ناصر آباد (سندھ) ۱۷۸
نالوں ڈوگر ۱۰۰
نائجیریا ۵۳۶
نرائن گنج ۱۹۳
نندپور ۳۷
ننکانہ صاحب ۹۸، ۹۹
نوشہرہ ورکاں ۶۴
نیروبی ۲۲۶
نین کے تورولے ۸۹، ۹۰
نیورمبرگ ۲۳۲
نیویارک ۴۲۷

و

واربرٹن ۹۷، ۹۹
واشنگٹن ۴۲۹
وزیر آباد ۶۴، ۲۳۴

دہیر ۸۸
دیرووالہ ۸۹

ہ

ہارون آباد ۱۸۳
ہالینڈ ۵۳۶
ہزارہ ۱۸۶
ہمراجپور چک ۴۰ ۹۷
ہوانہ ۸۸

ہندوستان ۱۲، ۱۴، ۱۲۸، ۱۳۰، ۲۱۳، ۲۵۸، ۲۰۶، ۳۵۷، ۳۶۱، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۳، ۴۳۶، ۴۵۵، ۴۶۲، ۴۹۳، ۵۳۴، ۵۳۶، ۵۴۴، ۵۶۲

ی

یکوکے ۱۳۱، ۱۳۶
یورپ ۳۵۹

کتابیات

تفسیر

روح المعانی ۳۳۵
صافی ۳۳۵
مدارک التنزیل النسفی ۳۳۵

حدیث

اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ۳۴۳
بخاری شریف، صحیح ۲۷۵، ۳۲۵، ۴۰۷، ۴۸۴، ۴۸۵
ترمذی ۳۲۹
جامع الصغیر ۳۳۰، ۳۵۸
کنز العمال ۳۶۵
کنوز الحقائق ۳۲۹
مسلم، صحیح ۳۲۹، ۴۰۷
مشکوٰۃ ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۸۴

کتب حضرت مسیح موعودؑ

آئینہ کمالاتِ اسلام ۵۰۲
اربعین حصہ چہارم ۳۹۶
ازالہ اوہام ۲۰۶
الوصیت ۲۳۱، ۴۹۹
الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ ۳۳۶
براہین احمدیہ ۳۹۷، ۵۲۷
پیغام صلح ۳۲۶
تریاق القلوب ۵۱۴

تذکرہ ۵۱۴

تحفہ بغداد ۳۲۶

تحفہ گولڑویہ ۳۸۵

حقیقۃ الوحی ۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۸۶، ۳۹۵

سبز اشتہار ۲۰

مکتوباتِ احمدیہ ۵۰۰

کُتب خلفاءِ سلسلہ

آئینہ صداقت ۳۸۴

الازھار لذوات الخمار ۵۳۲

القول الفصل ۴۰۱

انوار خلافت ۳۸۶، ۴۰۱

تفسیر کبیر ۳۳۵، ۵۰۰

ٹرکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض ۳۶۰

عرفانِ الٰہی ۳۸۹

مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ ۳۶۵

معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویّہ ۳۶۰



کتب مصنّفین سلسلہ

تأثراتِ قادیان ۳۵۷

تاریخ احمدیت ۲۱

تاریخ احمدیت لاہور ۱۵۱

تجلّی قدرت ۱۶۵

تحقیقاتی عدالت کے دس سوالوں کا جواب اور مولانا مودودی کے جوابات پر تبصرہ ۴۱۷

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر ۴۷۱

ختمِ نبوت کی حقیقت ۴۱۲

قادیانی مسئلہ کا جواب ۳۷۰

قیامِ پاکستان اور جماعتِ احمدیہ ۱۹۲

فقہ، اسلامیات، تصوف، کلام

الصافی شرح الاصول الکافی ۳۲۸

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۳۳۲

فتاوٰی عالمگیر ۳۳۱

فروع الکافی ۳۳۸، ۳۴۱

اقبال اور مُلّا ۳۰۰

اقتراب الساعۃ ۳۲۷

تفہیمات الٰہیہ ۲۹۸

خطباتِ مودودی ۳۳۱

مسدس حالی ۳۲۷
مکتوبات امام ربانی ۳۳۲
مہر صداقت المعروف باحکام شریعت ۳۳۹
تحفہ دستگیریہ ۳۳۲
دیوانِ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ۳۳۵
غنیۃ الطالبین مع زبدۃ السالکین ۳۳۲
التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ۴۸۶، ۴۸۷
تہذیب التہذیب ۳۴۲
ردّ الرّفضہ ۳۴۰
علماء کرام کا فتویٰ درباب ارتداد شیعہ اثناعشریہ ۳۳۸، ۳۴۰

سیرت و تاریخ

اسلام ان انڈیا ز ٹرانزیشن ٹو ماڈرینٹی ۴۹۲
اسلام ان ماڈرن ہسٹری ۴۹۰
بیان صادق ۵۲۱
پاکستان ۵۶۹، ۵۷۱
پاکستان کس راہ پر ۱۹۳
تحریک جماعت اسلامی ۵۲۶
چیف جسٹس محمد منیر ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۹۵
حیاتِ امیرِ شریعت ۵۲۹، ۵۳۰
دیوبند مذہب ۵۱۴
رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۲۴، ۲۵، ۳۶، ۳۸، ۶۴ تا ۶۶، ۶۹، ۷۵، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۱۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۵۲، ۱۵۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۴۱، ۴۴۶ تا ۴۵۳، ۴۵۵ تا ۴۶۴، ۴۷۱
روداد جماعتِ اسلامی ۳۲۶
سٹرگل فار فریڈم ان کشمیر ۵۶۲
مجلس احرار کی تبلیغی سرگرمیاں اور اس کا اجمالہ خاکہ ۵۴۰
مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ۳۲۷
موجِ کوثر ۵۳۲، ۵۳۳

کُتب مخالفینِ سلسلہ

اظہار مخادعہ مسیلمہ قادیانی
بجواب اشتہار مصالحت پولوس ثانی ۳۳۷
حرفِ محرمانہ ۲۹۰
خطباتِ امیرِ شریعت ۵۲۱
قادیانی مذہب ۳۴۲
قادیانی مسئلہ ۳۶۶ تا ۳۶۸، ۳۷۰، ۵۲۵
کلمہ فضل رحمانی ۳۳۱

محاسبہ ۴۷۱
میاں بشیرالدین محمود احمد کے نام کھلی چیٹھی ۵۹۱

کُتب سیاسیات

انتخابی کالج کے لیے لمحہ فکریہ ۵۲۲

کُتب اہلِ کتاب

انجیل ۱۹
بائبل ۲۲۶
توریت ۲۹۷
زبور ۱۹

لغت، ادب، انسائیکلوپیڈیا

مفردات القرآن ۳۳۵، ۳۸۴
بانگِ درا ۳۲۷
کولیئرز انسائیکلو پیڈیا ۱۵۲

اخبارات و رسائل

اخبار ۔ آثار ۔ لاہور ۳۸۷، ۳۱۸، ۵۲۷، ۵۲۸
" آزاد ۔ بنگال ۱۹۴، ۳۵۶، ۴۴۸، ۴۵۴، ۴۸۱
اخبار آفاق ۔ لاہور ۳، ۴، ۲۸۶، ۲۸۷، ۳۱۹، ۳۲۰، ۴۰۴، ۴۴۱
اخبار آرگن اتفاق ۔ ڈھاکہ ۱۹۲
رسالہ اشاعۃ السنۃ ۔ لاہور ۳۳۰، ۳۳۷، ۳۳۹
اخبار اعلان ۔ فیصل آباد ۱۱۰
" اقدام ۔ حیدر آباد ۵۴۷
رسالہ اقدام ۔ لاہور ۴۴۷
" الاعتصام ۔ لاہور ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۹
اخبار البلاغ ۔ قاہرہ ۵۵۴
رسالہ الشہاب ۔ لاہور ۴۵۸
" الفرقان ۔ ربوہ ۴۷۴، ۴۷۹، ۵۰۳، ۵۰۵، ۵۳۴، ۵۷۳
اخبار الفضل ۔ ربوہ ۱۹۲، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۰۷ تا ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۴۲، ۲۵۱، ۲۵۶، ۲۶۱، ۲۶۸، ۲۸۵، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۶، ۳۵۵، ۳۶۰ تا ۳۶۳، ۳۸۳، ۳۸۶ تا ۳۸۹، ۳۹۲، ۳۹۹، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۱۰، ۴۱۳، ۴۲۵، ۴۳۶
رسالہ المصلح ۔ کراچی ۱۸۱، ۲۰۲، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۵۴، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۵، ۴۱۳

۴۱۵، ۴۱۹، ۶۰۲

رسالہ المنبر۔ فیصل آباد ۱۹، ۴۱، ۵۰۲

۵۰۳، ۵۱۵، ۵۳۴ تا ۵۳۶

رسالہ المنیر۔ فیصل آباد ۵۱۷ تا ۵۱۹

۵۲۳، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۳۵، ۵۳۶

اخبار امروز۔ ملتان ۵۳۰

" انقلاب۔ لاہور ۴۱۲

رسالہ انقلابِ نو۔ لاہور ۳۰۰

" اہلسنت والجماعت۔ کراچی ۴۸۶

اخبار ایوننگ سٹار۔ کراچی ۲۲۰

" بدر۔ قادیان ۳، ۵۴۳، ۵۴۴

۵۴۷، ۵۴۹، ۵۵۱ تا ۵۵۵

رسالہ ترجمان القرآن۔ لاہور ۱۷، ۳۶۳

۳۶۶

اخبار تسنیم۔ لاہور ۵۲۳

رسالہ تشحیذ الاذہان۔ ربوہ ۳۴۳، ۳۴۴

۳۹۱

رسالہ تعلیم القرآن۔ راولپنڈی ۵۰۳

اخبار تعمیر۔ راولپنڈی ۵

رسالہ تنظیم اہلحدیث۔ لاہور ۵۱۹، ۵۳۰

اخبار تیج۔ دہلی ۳۵۷

" ٹائمز آف کراچی ۱۷، ۴۷۴

اخبار جنگ۔ کراچی ۶، ۱۱، ۵۰۵، ۵۱۰

" " ۔ لاہور ۴۸۸

رسالہ چٹان۔ لاہور ۵۰۶، ۵۱۲، ۵۱۳

۵۲۸، ۵۳۰

رسالہ چراغِ راہ۔ کراچی ۱۲، ۵۰۸

اخبار حقیقت۔ لکھنؤ ۵۱۴

رسالہ خالد۔ ربوہ ۲۰۲، ۲۶۹

اخبار خلافت۔ بمبئی ۵۴۵

" دی سندھ آبزرور۔ کراچی ۱۸۸، ۱۸۹

۲۲۰

" دی مانچسٹر گارڈین ۴۹۵

" ڈان۔ کراچی ۲۲۰

" ڈھاکہ ۱۹۳

" ڈیلی کرانیکل۔ نیروبی ۲۲۶

" رہبر۔ کانپور ۵۴۹

" ریاست۔ دہلی ۲۵۸، ۲۵۹، ۵۷۳

" زمیندار۔ لاہور ۵۰، ۱۷۷، ۳۱۸

۳۶۳، ۳۶۴، ۴۲۹، ۴۴۱، ۴۵۴

۵۲۸

" زمیندار سدھار۔ ملتان ۴۴۷

رسالہ زندگی۔ لاہور ۵۰۵، ۵۰۶

اخبار سفینہ۔ لاہور ۱۱

رسالہ سوادِ اعظم - لاہور ۵۱۴
اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ - لاہور ۲۷۸، ۲۸۸، ۳۲۱، ۴۰۵
" صداقت - گوجرہ ۵۳۳، ۵۳۴
" صدقِ جدید - لکھنؤ ۴۷۲ تا ۴۷۴، ۴۷۸ تا ۴۸۰
" فاروق - لاہور ۱۸، ۲۰۸ تا ۲۱۰، ۲۱۷، ۲۴۰
" کلیولینڈ پلین ڈیلر - امریکہ ۵۵۵، ۵۵۶
رسالہ لاہور ۲۶۷، ۴۳۵، ۴۴۷، ۴۸۸
اخبار مارننگ نیوز - ڈھاکہ ۴۱۲
" مدینہ - بجنور ۵۵۴
" مزدور - ملتان ۴۴۸
رسالہ معارف - اعظم گڑھ ۵۵۱، ۵۵۲
" معیار ۷
اخبار مغربی پاکستان - لاہور ۴، ۵، ۷
" ملت - لاہور ۲۸۵، ۲۹۱، ۴۱۳، ۴۱۶، ۴۲۰، ۴۲۵، ۴۲۷، ۴۳۲، ۴۳۴ تا ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۴۰، ۴۴۳ تا ۴۴۵، ۴۴۷، ۴۸۰، ۵۰۱
رسالہ نقوشِ زندگی - لاہور ۳۵۳، ۴۸۹، ۴۹۰
اخبار نوائے وقت - لاہور ۹، ۱۰، ۲۴۵، ۲۵۲ تا ۲۵۴، ۴۴۷، ۴۷۳، ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۱۵، ۵۱۶
رسالہ نیوز ویک ۵۵۵
" ورتمان - امرتسر ۳۶۱
اخبار وطن - بمبئی ۵۵۲
" ہلالِ نو ۵۵۳
" ہمدرد - دہلی ۳۶۴
" ہندو - جالندھر ۲۶۰